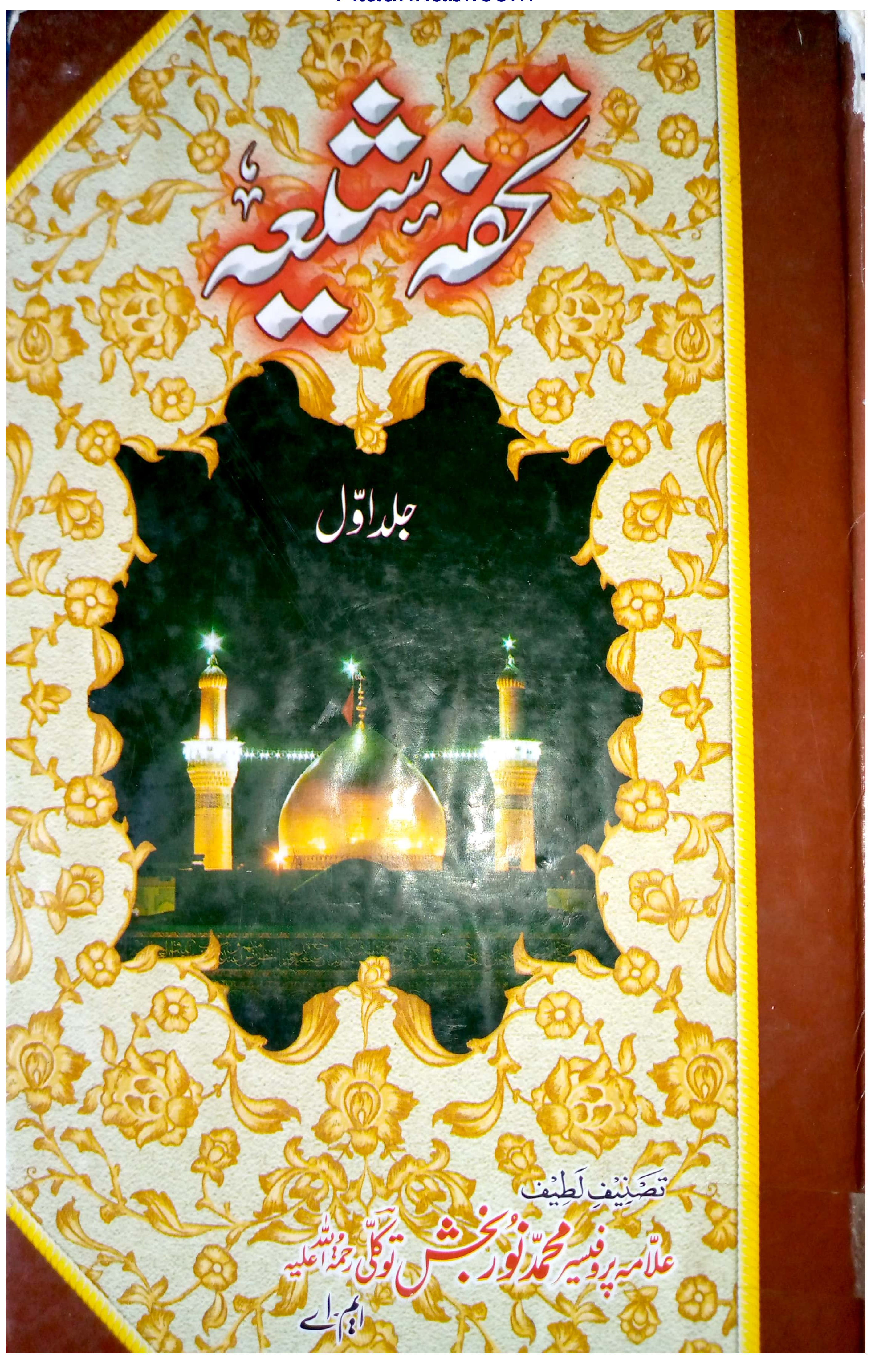

تحفۂ شیعہ
جلد اوّل
تصنیفِ لطیف
علامہ پروفیسر محمد نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ
ایم اے

0300 6759125

صلی اللہ علی محمد
خضر حیات محمد ملتانی



جلد اوّل

تصنیفِ لطیف

علّامہ پروفیسر محمدّ نور بخش توکلّی ایم۔اے رحمۃ اللہ علیہ

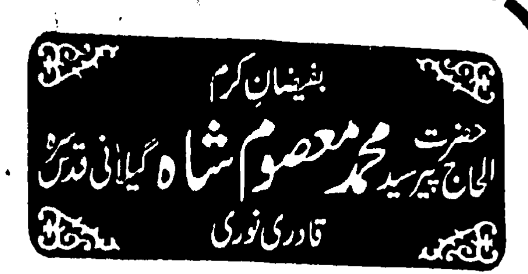


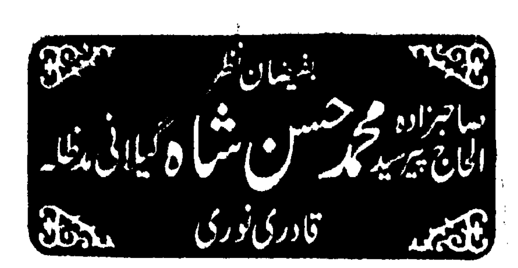
عالم نبیل فاضلِ شہیر علّامہ محمدّ منشاء تابش قصوری مدظلہ
صدر شعبۂ فارسی۔ جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور

تدوین و تہذیب

علّامہ محبوب احمد چشتی
مدرس، جامعہ نعیمیہ۔ لاہور

نوری کتب خانہ نزد جامع مسجد نوری بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور





اہتمام اشاعت

پیرزادہ سید محمد عثمان نوری

بار اول .... راجب المرجب ۱۳۴۲ھ

باہتمام .... دارالاشاعت. دارالعلوم انجمن نعمانیہ. لاہور

بار دوم .... راجب المرجب ۱۴۲۵ھ ستمبر 2004ء

ناشر .... نوری کتب خانہ. لاہور

طابع ....

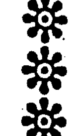
قیمت .... 550 روپے مکمل سیٹ

تقسیم کار

نوری کتب خانہ

معصوم شاہ روڈ بالمقابل ریلوے اسٹیشن، لاہور

فون: 042-6366385



نوری بک ڈپو

دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور

فون: 042-7112917

ضروری گذارش

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ادارہ نوری کتب خانہ

لاہور نے حتی الامکان آپ کی خدمت میں جو کتب پیش کیں

ان میں جدید طرز طباعت اور معیار کو برقرار رکھنے کی کوشش کی۔

اس میں ہم کس حد تک کامیاب رہے آپ ہمیں اس سے

آگاہ فرمائیں۔

ہر کتاب کی پروف ریڈنگ بار ہا کئی علمائے دین سے

کروائی گئی ہے۔ مگر اس کے باوجود اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو ہمیں

نشاندہی کر کے ممنون فرمایئے تا کہ اس آئندہ ایڈیشن میں درست

کیا جاسکے۔

خیر اندیش

پیر زادہ سید محمد عثمان نوری

ناظم نوری کتب خانہ لاہور

نشانِ منزل

محمد منشا تابش قصوری

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

شاتمانِ صحابہ کرام کا انجام

اہل بیت اور اصحابِ مصطفیٰ ﷺ کی محبت عین حب رسول اکرم ﷺ ہے اور ان سے دشمنی رسول اکرم ﷺ سے دشمنی کے مترادف ہے مگر بعض لوگ بڑے لطیف پیرائے میں حب اہل بیت کے پردہ میں اہل بیت سے دشمنی اختیار کئے ہوئے کیونکہ وہ ممدوحین اہل بیت صحابہ کرام کی شان اقدس میں غلیظ الفاظ استعمال کرتے رہتے ہیں۔ زبان وقلم سے ان کا یہ وظیفہ شعار بن چکا ہے امت مصطفیٰ میں اہل بیت کی جتنی تعریف صحابہ کرام نے فرمائی اس کی مثال ناممکن ہے اور اصحاب رسول کے جو اوصاف اہل بیت نے ارشاد فرمائے ان کی تمثیل بھی محال ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایمان و اسلام کے لئے ان کا وجود جزوِ ایمان اور معیار قرار پایا۔ یہاں عبرت کے لئے شاتمانِ صحابہ کی شرعی حکم کے ساتھ حکایات درج کی جاتی ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض لوگ سبق حاصل کریں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں کتاب و سنت ناطق ہیں' فضائل ومناقب سے کتب تاریخ وسیر پُر ہیں۔ حضور سید دو عالم ﷺ کے اہل بیت' ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا اور صحابہ کرام کو گالی دینا بے ادبی اور گستاخی کرنا توہین و تنقیص کا نشانہ بنایا حرام و کفر ہے' جو ایسا کرے وہ ملعون ومفتری ہے اور کذاب ہے اور جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ خصوصاً سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ' سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ' سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو کہے کہ یہ کفر وضلال پر تھے' وہ کافر ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔ (شفاء قاضی عیاض)

حضرت سہیل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں کہ جو اصحاب رسول کی عزت نہ کرے وہ گویا کہ نبی کریم ﷺ پر ایمان ہی نہیں رکھتا۔ (النار الحامیہ مولانا نبی بخش حلوائی)

حضرت مولائے کائنات سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری محبت اور سیدنا ابوبکر صدیق وعمر رضی اللہ عنہم سے بغض و دشمنی ایماندار کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

حضرت امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں کہ جو اصحاب رسول کی شان میں گستاخانہ الفاظ بولے

وہ زندیق ہے کیونکہ خدا او رسول اور قرآن و احکام شریعت حق ہیں لیکن ہم تک سب چیزیں صحابہ کرام کے بغیر نہیں پہنچیں، پس جو ان پر جرح کرتا ہے، اس کا مقصد کتاب و سنت کے مٹانے کے سوا کچھ نہیں پس درحقیقت شاتم صحابہ کرام ہی زندیق، گمراہ، کاذب اور معاند ہے۔

(مکتوب امام ربانی)

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا عنقریب ایک ایسی قوم نکلے گی جسے لوگ رافضی کہیں گے۔ تم انہیں جہاں پاؤ، ان سے دور رہنا، آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ! (ﷺ) ان کی کیا علامت ہے؟ فرمایا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتی ہوگی۔

(الصارم المسلول ص ۵۸۳) (ابن تیمیہ)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے صحابہ کو گالیاں دے کر مجھے ایذا نہ پہنچاؤ۔ جس نے میرے صحابہ سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی، جس نے انہیں ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا دی۔ اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے خدا تعالیٰ کو ناراض کیا۔ پس جس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا قریب ہے کہ وہ اسے گرفتارِ عذاب فرمائے۔ (ترمذی شریف، شفاء شریف)

حکایت محمد بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں خواب میں نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زیادت سے مشرف ہوا، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عمر نبی کریم ﷺ سے عرض کررہے ہیں کہ وہ شخص مجھے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا ہے، آپ نے فرمایا جاؤ ابوحفص (یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) اسے میرے پاس لاؤ، آپ گئے اور حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں لے آئے، اس کا نام عمانی تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اسے زمین پر لٹادو اور قتل کردو (یاد رہے کہ یہ شخص شیخین کو گالیاں دینے میں اپنی مثال آپ تھا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمانی کی سر پر تلوار ماری اور سر قلم کردیا۔

محمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھے عمانی کی چیخوں نے بیدار کردیا، میں نے خواب سے اٹھتے ہی اس کے گھر کا راستہ لیا تاکہ اس کو عبرتناک اور سبق آموز واقعہ سے آگاہ کردوں کہ تائب ہوکر اپنی آخرت سنوار لے۔ جب میں اس کے گھر کے قریب پہنچا تو رونے کی آواز سنائی دی۔ دریافت کیا تو اس کے گھر والوں نے کہا آج رات جب وہ اپنے بستر پر سو رہا تھا، کسی نے آکر قتل کردیا، میں آگے بڑھا، اس کی گردن کو دیکھا تو خون آلود تھی۔ (کتاب الروح، ابن قیم ص ۳۲۸)

حکایت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی شرہ آفاق کتاب ''جذب القلوب'' ص ۱۸۶ میں نقل فرماتے ہیں کہ رافضیوں کا ایک گروہ امیر مدینہ کے پاس آیا۔ بہت سا مال اور ہدیہ اس غرض سے اس کے ہاں لایا کہ روضہ مبارک کو کھود کر اجساد مطہر سیدنا ابوبکر صدیق و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نکال لیں۔ امیر مدینہ نے بھی بوجہ بدمذہبی اور لالچ اس مقبوح فعل کی اجازت دے

دی اور ساتھ ہی دربان حرم شریف سے کہا کہ جس وقت یہ لوگ آئیں ان کے لئے حرم کھول دیں' یہ جو کچھ بھی وہاں کریں منع نہ کرنا۔

دربان روضۃ النبی کا بیان ہے کہ جب لوگ نماز عشاء پڑھ چکے' دروازہ بند کرنے کا وقت ہوا تو چالیس آدمی پھاوڑے' کدالیں اور شمعیں ہاتھوں میں لئے باب السلام پر موجود تھے' انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا' میں نے امیر کی حکم کے پیش نظر دروازہ کھول دیا اور خود ایک گوشہ میں دب کر گریہ و زاری کرنے لگا۔ بار بار سوچتا نہ معلوم کیا قیامت گزرنے والی ہے۔ ابھی وہ منبر شریف تک بھی پہنچنے نہ پائے تھے کہ عذابِ الٰہی کا نزول ہوا۔ سب کے سب بمع سازوسامان اور جو آلات وغیرہ ہمراہ لائے تھے اس ستون کے پاس جو زیارت عثمان رضی اللہ عنہ ہے زمین میں دھنس گئے۔

ادھر امیر مدینہ ان کا منتظر تھا۔ جب کافی وقت گزر گیا امیر نے مجھے بلا کر ان کا حال معلوم کیا' میں جو کچھ دیکھا سنا دیا' اسے یقین نہ آیا۔ میں نے کہا کہ آپ خود جا کر دیکھئے ابھی خسف یعنی زمین کے پھٹنے کا نشان موجود ہے۔

طبری نے اس حکایت کو ثقات کی طرف منسوب کیا ہے جو صدق و دیانت میں معروف ہیں اور بعض مورخین مدینہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے چنانچہ تاریخ سہموی میں بھی مذکور ہے۔

(تاریخ مدینہ جذب القلوب ص ۱۸۸)

حکایت مولوی امیر علی مرحوم حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی مشہور عالم تصنیف اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۵۳ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ دس سال قبل عظیم آباد میں ایک رافضی اور ایک سنی کے آپس میں تعلقات تھے' سنی جب حج کے لئے روانہ ہونے لگا تو وہ رافضی بھی اسے الوداع کرنے آیا اور اس سے کہنے لگا ''میری ایک آرزو ہے جسے کہنے کی طاقت نہیں'' سنی نے کہا بتاؤ تو سہی' اس نے کہا تم مجھ سے وعدہ کرو کہ میرا پیغام جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کر دو گے۔ سنی نے کہا عرض کردوں گا۔ رافضی نے کہا ''بوقت زیارت گوئی کہ یا حضرت شوق دارم و لے ازیں جہت آمدن نتوانم کہ مرد ودشمن نزد شما مدفون اند'' (بوقت زیارت عرض کرنا کہ حضور مجھے حاضری کا شوق ہے مگر اس وجہ سے قاصر ہوں کہ آپ کے دو دشمن (معاذاللہ) آپ کی پہلو میں مدفون ہیں۔

سنی نہایت دلگیر ہوا اور کہنے لگا مجھے اس پیام کے عرض کرنے کی طاقت نہیں' القصہ جب سنی زیارت سے مستفیض ہوا تو اس رافضی کا پیام یاد آیا لیکن اتنا وقت نہ تھا کہ عرض کرتا۔

دوسرے دن جب قافلہ روانہ ہونے لگا' رات کو روضۃ النبی کی زیارت کے لئے دوبارہ حاضر ہوا۔ زاروقطار آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور اسی حالت میں گر پڑا۔ اونگھ طاری ہوگئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی' ساتھ ہی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق' حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کھڑے ہیں سید صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گردن میں قرآن حمائل کئے ہوئے ہیں اور بائیں طرف سید فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تلوار حمائل کئے ہوئے ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کی گردن اڑا دو' حضرت فاروق اعظم تلوار چلاتے ہیں اور اس کا سر قلم کر دیتے ہیں۔

سنی بیان کرتا ہے کہ جب میں عظیم آباد میں واپس آیا' یہ تمام واقعہ مولوی خدا بخش خان صاحب سے ذکر کیا' تین چار روز بعد اس کے گاؤں گیا تو رافضی کے اہل و عیال کو روتا ہوا پایا۔ انہوں نے کہا کہ تمہارا دوست چند دن ہوئے قضائے حاجت کے لئے رات کو باہر نکلا تو کسی نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے گڑھے میں پھینک دیا' صبح کو یہ معاملہ ظاہر ہوا مگر کسی قاتل کا نشان نہ ملا۔

سنی یہ داستان سن کر اتنا رویا کہ اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکا۔ رافضی کے اہل و عیال نے یہ خیال کیا کہ یہ اپنے دوست کے فراق میں رو رہا ہے حالانکہ معاملہ اس کے برعکس تھا۔

فَاعْتَبِرُوْا یا ولی الابصار o

شیر وشکر حضرت مولانا پیر غلام دستگیر نامی ہاشمی علیہ الرحمہ اپنے وقت کے جید عالم' ممتاز ادیب مستند مورخ' محقق بلند پایۂ نساب اور بہترین مصنف تھے۔ مزار پُر انوار رتہ پیراں (نارنگ) میں مرجع انام ہے۔ شیر وشکر آپ کی پچاس سے زائد تصانیف میں ایک تاریخ و تحقیق تصنیف ہے جو آپ کی مقدس زندگی میں متعدد بار شائع ہوئی۔

15 شعبان المعظم 1405ھ شب برأت کے مبارک موقعہ پر راقم السطور تابش قصوری کو جدید انداز میں شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی اب اسے تحفہ شیعہ ایسی بلند پایۂ اور دلائل و براھین سے مرصع تاریخی کتاب کے ساتھ بطور تقدیم شامل کیا جا رہا ہے تاکہ علم و تحقیق کے شائقین اس سے پورا پورا استفادہ کریں۔ مصنف تحفہ شیعہ کے مختصر حالات بھی شامل ہیں۔ حضرت مصنف علیہ الرحمتہ کی یہ ایک ایسی شاہکار تصنیف ہے جس کا جواب تک نہیں، مسلمانوں میں بکثرت فرقے پھوٹے مگر ان میں جو سب سے پہلے فرقہ ظہور پذیر ہوا۔ اس نے قرآن کریم اور صاحب قرآن کی عظمت و رفعت کا بڑی شدو مد سے انکار کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی صحابیت کے منکر ہوئے۔ اہلِ بیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سید الانس والجان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بھی اپنی مرضی کے چند حضرات کو جزو ایمان بنایا بہت سے اجتماعی مسائل سے نہ صرف اعراض کیا بلکہ ان میں انکار کو اپنا ماٹو بنایا اور خواہشات نفسانیہ کو کلی طور پر ایمان قرار دیا۔ ایسے غلط نظریات کی تردید میں نہایت تحقیقی، عمدہ اور متین انداز میں حضرت نے تحفہ شیعہ قلمبند فرمایا۔

نارش اہل سنت حضرت مولانا علامہ
پروفیسر محمد نور بخش توکلی قدس سرہ ایم اے علیگ

مولانا محمد نور بخش توکلی 1205ھ 1877ء میں کوچک قاضیاں ضلع لدھیانہ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے علماء سے حاصل کی اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم اے عربی کا امتحان پاس کیا۔ علوم دینیہ سے والہانہ محبت کا عالم یہ تھا کہ میونسپل بورڈ کالج کے پروفیسر ہونے کے باوجود مولانا غلام رسول قاسمی امرتسری کے پاس حاضر ہوتے اور طلباء کے ساتھ چٹائی پر بیٹھ کر تفسیر و حدیث اور فقہ کا درس لیتے۔

جن دنوں آپ محمڈن سکول انبالہ کے ہیڈ ماسٹر تھے حضرت خواجہ توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1215ھ/ 1897ء) کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور خلافت اجازت سے سرفراز ہوئے۔ مولانا مرحوم سرور دو عالم ﷺ کی محبت سے سرشار تھے۔ آپ ہی کی مساعی جمیلہ سے متحدہ ہندو پاک میں بارہ وفات کی بجائے عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے تعطیل ہونا قرار پائی تھی۔

آپ ایک عرصہ تک جامعہ نعمانیہ لاہور کے ناظم تعلیمات رہے اور اس کے ساتھ ساتھ گورنمنٹ کالج کے شعبہ عربی کے پروفیسر بھی رہے کچھ مدت کے بعد کالج سے مستعفی ہو گئے۔

حضرت توکلی صاحب نے تصانیف کا قابل قدر ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے۔ تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

1- الاقوال الصحیحہ فی جواب الجرح علی ابی حنیفہ (امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر روافض اور غیر مقلدین کے اعتراضات کا جواب)
2- سیرت رسول عربی
3- تحفہ شیعہ دو جلد
4- سیرت سیدنا غوث اعظم (طبع شدہ نوری کتب خانہ لاہور)
5- شرح قصیدہ بردہ عربی
6- شرح قصیدہ بردہ (اردو) (طبع شدہ نوری کتب خانہ لاہور)
7- تذکرہ مشائخ نقشبندیہ (طبع شدہ نوری کتب خانہ لاہور)
8- اعجاز القرآن
9- رسالہ النور
10- عید میلاد النبی
11- البرزخ (طبع شدہ نوری کتب خانہ لاہور)
12- معجزات النبی
13- عقائد اہل سنت (طبع شدہ نوری کتب خانہ لاہور)

14- غزوات النبی

15- تفسیر سورہ فاتحہ و بقرہ (ام الکتاب) (نوری کتب خانہ کے زیر اہتمام پہلی مرتبہ شائع ہوئی)

17- امام بخاری شافعی 18- سرگزشتہ ابن تیمیہ

زندگی کے آخری ایام میں کچھ عرصہ بیمار رہے اور 13 جمادی الاولیٰ، 24 مارچ (1367ھ/1948ء) کو سفر آخرت فرمایا۔ فیصل آباد (تذکرہ اکابر اہل سنت از قلم علامہ شرف قادری مدظلہ) کے جنرل بس اسٹینڈ کے قریب حضرت نور شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پاس دفن ہوئے۔ مزار پر گنبد تعمیر ہو چکا ہے۔

حضرت علامہ مولانا محمد نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنی شہرہ آفاق تصنیف "سیرت رسول عربی" قلمبند فرمائی تو اسے مخبر صادق نبی مکرم رسول اعظم جناب احمد مجتبیٰ ﷺ نے اس شان سے منظور کیا کہ بطور خصوصی انعام اپنی زیارت سے بہرہ مند فرمایا چنانچہ اس زیارت کی تفصیل کا واقعہ تاج کمپنی لاہور نے جب سیرت رسول عربی کا تیسرا ایڈیشن شائع کیا تو یوں عنوان دیا۔

دیباچہ طبع سوئم (سیرت رسول عربی (تاج کمپنی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مرشدی وسیدی حضرت علامہ محمد نور بخش صاحب توکلی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مصنف سیرت رسول عربی کے وصال (بتاریخ 12 جمادی الاول 1367ھ مطابق 24 مارچ 1948ء یہ مبارک و مقبول کتاب تیسری مرتبہ زیر اہتمام تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی عکسی بلاکوں کے ساتھ چھپ رہی ہے۔ اس کی مقبولیت کا ثبوت کئی نوع سے مل چکا ہے۔ ان میں سے ایک تو نہایت شاندار ہے۔ محترمی مفتی عبدالحمید صاحب نقشبندی مجددی لودھیانوی جو ایک عابد، صالح، بزرگ ہستی ہیں۔ سال 1948ء میں ملتان شریف رہائش رکھتے تھے' نے بندہ کو ایک چھٹی بدیں مضمون تحریر فرمائی جب کہ حضرت صاحب توکلی کے انتقال کو تقریباً ایک ماہ گزر چکا تھا۔ "ایک رات خواب میں میں نے دیکھا کہ حضرت مولانا ایک خوبصورت معطر باغ میں سنہری تخت پر جلوہ افروز ہیں۔" میں نے دریافت کیا کہ مولانا صاحب یہ سرفرازی کیسے نصیب ہوئی؟" فرمانے لگے "مفتی صاحب یہ انعام سیرت رسول عربی کی وجہ سے نصیب ہوا ہے۔" حضور پرنور کی خواہش کے مطابق نقشہ عرب وفوٹو مکہ معظمہ و مدینہ منورہ منضم کئے جا رہے ہیں۔

عاصی چودھری محمد سلیمان نوری توکلی
سجادہ نشین آستانہ نوریہ

کتاب تحفہ شیعہ یہ کتاب عرصہ ہوا شائع ہوئی۔ اب بالکل نایاب تھی۔ حضرت الحاج پیرزادہ سید محمد عثمان نوری مدظلہ اسے جدید دور کے تقاضہ کے مطابق نہایت خوبصورت طباعت سے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ آپ کی سرپرستی میں بے شمار دینی، اصلاحی، تاریخی اور سیرت طیبہ مشتمل کتابیں نوری کتب خانہ سے مسلسل چھپ رہی ہیں۔

اس کتاب کو نہایت باریک بینی اور محنت سے از سر نو حضرت مولانا علامہ محبوب احمد صاحب چشتی فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔ مدرس جامعہ نعیمہ گڑھی شاہو لاہور نے مرتب فرمایا۔ بڑی گہرائی اور گیرائی سے بنانے سنوارنے کی مساعی جمیلہ فرمائیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ پیرزادہ سید محمد عثمان نوری مدظلہ اور صاحبزادہ والا شان مکرم جناب سید محمد فصیل عثمان نوری زید مجدہ اور دیگر صاحبزادگان کی ان خدمات گراں مایہ کو شرف قبول سے نوازتے ہوئے نوری کتب خانہ کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی مرحمت فرمائے۔ اور مولانا محبوب احمد چشتی کی سعی جمیل کو شرف قبولیت عطا فرمائے جنہوں نے نہایت عرق ریزی محنت اور محبت سے نہ صرف اس کی تصحیح فرمائی بلکہ نظر ثانی کا حق ادا کیا۔

امین ثم امین۔ بجاہِ رحمتہ اللعالمین ﷺ

فقط محمد منشا تابش قصوری

11 جمادی الاولیٰ 1424ھ

12 جولائی 2003ء

شنبہ

تقدیم

تحریر: مولانا پیر غلام دستگیر نامی مرحوم

شیر و شکر

عرض حال میری نشوونما اس محلّہ (چلہ بیبیاں' لاہور) میں ہوئی ہے جہاں اہل تشیع کے بھی چند گھر ہیں اور باوجود اختلافِ عقائد ان کے ظاہری میل ملاپ مین کبھی کوئی فرق نہیں آیا۔ میرے والد پیر حامد شاہ مرحوم کی نشست و برخاست مولانا محمد بخش صاحب بلبل برادر مولانا غلام دستگیر صاحب مغفور قصور کے ساتھ تھی جو ملاں مجید کی مسجد کے امام تھے' انہیں کے درس قرآن شریف میں مجھے نومبر ۱۸۹۰ء میں داخل کیا یا اور اسی مہینے میں اگلے برس ختم قرآن مجید پر آمین کرائی۔

والد مرحوم کبھی کبھی حکیم حیدر شاہ کے پاس بھی جاتے جو نرم مزاج شیعہ تھے اور محرم میں شربت پر ختم بھی دلاتے تھے۔ مین نے ۱۹۰۳ء مین اسلامیہ سکول شیرانوالا دروازے سے فرسٹ ڈویژن میں امتحان انٹرنیس پاس کیا۔

اس وقت تک مجھے حضرات شیعہ کے عقائد کی خبر نہ تھی' صرف اتنا جانتا تھا کہ ہم عاشورہ میں نیاز دیتے ہیں اور وہ ماتم کرتے ہیں۔ جلوس ذوالجناح ہمارے گھر کے نیچے سے گزرتا تھا اور مسجد ملاں مجید میں اس وقت منقبت پڑھتے تھے جس کا ایک شعر یاد ہے۔

حق ہے یہی خلیفہ چار یار ہیں
چاروں نبی کے یار ہیں فخر کبار ہیں

اور یہ منقبت اُن کے لئے اور ماتم خیز ہوتی تھی' حضرت بلبل فوت ہوگئے اور پھر جو منتظمین بنے' انہوں نے نوابوں کی کاسہ لیسی اختیار کرلی اور مسجد کی رونق میں فرق آ گیا' اب نئی پود نے انتظام سنبھالا ہے اور بزرگان دین کی تقریب پر مجالس پندونصیحت گرم ہونے لگی ہیں۔

اس مسجد کے پاس ہی خواجگان نارووالی کا امام باڑہ ہے جس کے اوپر مسجد اب بنی ہے ماتم کے ثواب میں جو کسر رہ گئی ہو وہ نماز پڑھ کر پوری کرلیں۔ یہ قوم بڑی دھیمی روش پر چلتی ہے کسی سے ناحق جھگڑا مول نہیں لیتی۔ اہل سنت بھی امن پسند ہیں اور آرام و آشتی سے بسر ہورہی ہے۔ محلے میں شعیوں کا ایک گھر تفرقہ انداز ہو چلا تھا' وہ خود ہی مکان بیچ کر چلا گیا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اکْفِنَا شَرَّھُمْ بِمَاشِئْتَ

ہاں مجھے جب علم ہوا کہ تفرقہ انداز شیعہ (گروہ) پمفلٹوں کی ذریعے رسول انام کے صحابہ

کرام علیہم الرضوان پر جھوٹی بہتان باندھ رہا ہے اور بدگوئی سے کام لے رہا ہے تو میں ان دوستوں سے ہم آہنگ ہوگیا جو ان کی افتراء پردازیوں سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ میرے' شیخ حسن الدین بی اے ایڈووکیٹ اور سید مظہر حسین صاحب منشی فاضل بی اے کے سپرد اس شیعہ کے مطاعن کا تحریری جواب دینا سپرد ہوا چنانچہ ہم نے ان کے ہر طعن کے جواب میں ایک ایک رسالہ لکھا اور چھپوا کر مفت تقسیم کرنا شروع کیا۔

مسلمانوں کو بزرگان دین کی عظمت کا احساس پیدا ہوا اور انہوں نے ۱۳۳۹ھ کے محرم میں تعزیئے اور مہندیاں نکالنا اور بدگوؤں کے جلوس اور مجلسوں میں شریک ہونا ترک کردیا اور یہ طریقہ تصادم کو روکنے کی لئے بڑا پسندیدہ ہے چنانچہ اس طریق عمل سے لاہور میں کبھی شیعہ سنی فساد نہیں ہوا' یہ ہوا ہندوستان سے نکلے ہوئے بعض فسادی شیعہ کے آنے سے صورت بگڑنی شروع ہوئی جب وہ جابجا ماتمی جلوس گزارنے ہوں' دوکانیں بند کرکے الگ ہو جائیں اس پر اہل جلوس جھلائے اور انہوں نے چند جگہ لوٹ کھسوٹ مچا دی اور الٹا سنیوں کو بدنام کیا۔

مصالحتی رسالے

میں اب تک اس مسلک پر قائم ہوں کہ چونکہ حضرت علی ﷜ اور دیگر صحابہ کرام ﷡ میں کوئی مذہبی مغایرت نہ تھی اور نہ ہی ان میں کوئی عناد تھا اس لئے اس باہمی و اتحاد کے اثبات میں رسالے چھاپ کر تقسیم کرنے چاہئیں چنانچہ اس زمانے میں میں نے دعوت صلح اور شیر وشکر وغیرہ لکھے اور سید مظہر حسین نے ان کی تائید قند مکرر وغیرہ سے کی' جناب حسن بن علی...... نے رسالہ لاجواب احراق باب فاطمہ تحریر فرمایا جس نے اس طعنہ کے قائلوں کے مونہوں پر مہر سکوت لگا دی۔

اب اراکین دائرۃ الاصلاح نے تقسیم رسائل کا جدید دور شروع کیا ہے اور اس میں پیغام اتحاد دیگر نو رسالوں کا قائد ہے اور ''شیعہ سنی میں مصالحت'' نادر شاہ کا شاہکار شائع کردہ دارالاشاعت علوم اسلامیہ حسین آگاہی ملتان' مضمون کا مؤید' مصالحت پسند مسلمانوں کا تقاضا تھا کہ رسالہ شیر و شکر کو دوبارہ شائع کیا جائے تاکہ ثابت ہو کہ قرونِ اولیٰ میں سب مسلمان شیر وشکر تھے' ان میں رشتہ داریاں ہوتی تھیں جو ان کی مذہبی اور دینی یکجہتی کا نشان ہے۔ شیعہ سنی کا جھگڑا نہ تھا' یہ نام بعد ہی میں رکھے گئے' وہ تمام پرستار دین حنیفہ خدا کے مقرر کردہ نام پر مسلم کہلاتے تھے' عبداللہ بن سبا یہودی نے جو دھوکا دینے کے لئے مسلمان بنا تھا۔ حضرت علی ﷜ کے حق خلافت غصب ہونے کا فتنہ ایجاد کیا اور رفض و بدعت کی بنیاد رکھی جو جسم اسلامی پر رستا ہوا ناسور بن گئی۔

آسمانی وصیت نامہ

اب غور طلب امر یہ ہے کہ حضرت علی ﷜ کا واقعہ کوئی حق تھا جو غصب کیا گیا اور اس نے باوجود خدائی طاقت کا مالک ہونے کے اس کی بازیابی کے لئے کوئی کوشش کی؟

شیعی روایتیں بھی یہی بتاتی ہیں کہ نہیں کی بلکہ صبر کیا اور وہ بھی اس حد تک کہ ان کی زوجہ

مطہرہ پر معاذ اللہ اس قدر تشدد کیا گیا کہ حمل محسن ساقط ہو گیا اور بیٹی ام کلثوم (ام کلثوم بنت فاطمہ) کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بہ جبر نکاح میں لے آئے جیسا کہ فروغ کافی کے باب فی ترویج ام کلثوم رضی اللہ عنہا میں نہایت گندے الفاظ میں اور کتاب الصافی شرح اصول کافی کی کتاب الحجہ جزوسوم کے ۶۱ ویں باب میں بالفاظ ہتک حرمت (پردہ دری) مذکور ہے۔

یہ تو دنیوی معاملات میں مافوق الفطرت صبر کی کہانی ہے۔

☆ اور دینی معاملہ میں قرآنی احکام کے پارہ پارہ ہونے پر صبر

☆ کعبہ کے خراب ہونے پر صبر'

☆ خدا اور رسول کے طریقوں کے معطل ہونے پر صبر'

☆ حق خلافت کے چلے جانے پر'

☆ خمس کے غصب ہونے پر صبر

الغرض بے انتہا صبروں کی تلقین بذریعہ آسمانی وصیت نامہ اختراع کی گئی' صرف یہ بات بتانے کے لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اصحاب ثلاثہ (حضرت ابوبکر' عمر' عثمان رضی اللہ عنہم) کے عہد خلافت میں جو کسی قسم کا جھگڑا نہیں کیا وہ اس لئے تھا کہ انہیں صبر کی وصیت آسمان سے نازل ہوئی تھی اور وہ کتاب و سنت کو معطل پا کر چپ رہے اللہ کی پناہ! یہ کس قدر بہتان ہے۔ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی ذات پر حالانکہ ان کا کلام نہج البلاغہ میں صاف ہے کہ

نعرۂ حیدری

''خلافت کا لوگوں سے مستحق وہی ہے جو اس پر ان سب سے زیادہ قوی ہو اور خدا کا حکم جو اس بارے میں ہے' اسے سب سے زیادہ میں جانتا ہو۔''

نیز فرمایا کہ

''میں دو شخصوں سے مقابلہ کروں گا' ایک تو وہ شخص جو مدعی خلافت ہے حالانکہ وہ اس کا مستحق نہیں اور دوسرا شخص جو اس چیز سے اپنے نفس کو منع کرے جو اس پر واجب ہے۔'' (صفحہ ۲۴۹ نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ)

اس ارشاد سے ثابت ہوا کہ حضراتِ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے اپنے عہد خلافت میں سب سے زیادہ قوی اور احکام الٰہی کے بہترین عالم تھے لہٰذا مستحق خلافت۔ اگر ان اوصاف کے مالک نہ ہوتے تو اسد اللہ الغالب ان کو غیر مستحق سمجھ کر ضرور مقابلہ کرتے' پس آسمانی وصیت نامہ بالکل جعلی ثابت ہوا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہتکِ حرمت' احکامِ خدا اور رسول کے تعطل' غصب حقوق وغیرہ کے قصے کلام امام نے جھوٹے ثابت کر دیئے۔

علامہ حائری کا فتویٰ

اس تمہید کے بعد ہم اصل موضوع پر آتے ہیں۔ حضرات شیعہ کے مجتہد لاہوری علامہ حائری کا ایک رسالہ النظر جو اب بھی شیعی کتب فروش کی دکان پر بکتا ہے' اس میں یہ فتویٰ درج ہے:

سوال: شیعہ عورت کا نکاح غیر شیعہ مرد کے ہمراہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر ایسا واقع ہوا ہو تو اس میں طلاق اور عدت کی ضرورت ہے یا نہیں؟ ایسے نکاح سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ مذہب حق میں حلال زادی قرار دی جائے گی یا حرام زادی؟ بہت جلد فتوے کی ضرورت ہے۔

جواب: اصل بات یہ ہی کہ بالاتفاق نکاح میں کفایت شرط ہے لیکن کفایت کے معنے میں اختلاف ہے' کفایت سے اسلام مراد ہونے سے تو کسی کو بھی انکار نہیں مگر اکثر فقہاء کے نزدیک اسلام کے علاوہ بمفاء **المؤمنون بعضهم اكفاء بعض** زوجین کا مومن ہونا بھی شرائط ضروریہ میں سے ہے پس فقہ حقہ شیعہ کے نزدیک شیعہ عورت کا نکاح کسی غیر شیعہ اثنا عشری کے ہمراہ اس لئے ناجائز ہے کہ غیر اثنا عشری کو وہ مومن نہیں سمجھتے' جو مسلمان غیر اثنا عشری عقیدہ رکھتا ہو' شیعوں کے نزدیک وہ مومن نہیں مسلمان ہے' ایسی صورت میں باوجود عالم بمسئلہ ہونے کے اگر ایسا نکاح واقع ہوا تو وہ نکاح باطل ہے' ان کی اولاد بھی شرعاً ولدالزنا ہوگی' اگر جاہل بہ مسئلہ ہونے کی وجہ سے ایسا نکاح ہوا ہو تو اولاد ولدِ شبہ حلال زادی ہے لیکن نکاح دونوں صورتوں میں ناجائز ہوگا۔ بعض فقہاء تو ناجائز نکاح میں طلاق کی ضرورت نہیں سمجھتے لیکن اگر دخول واقع ہو چکا ہو تو عورت کو عدت رکھنا ضروری ہوگا وہوالعالم (من مبارک حویلی لاہور علی الحائری)

اس حقیقت کے اعتراف میں تو کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ مفتی جو فتوے دیتا ہے وہ رسول و اولی الامر کے طرز عمل کو پیش نظر رکھ کر ہی دیتا ہے ورنہ اس کا فتویٰ ناقابل تسلیم ہے' اگر آج شیعہ عورت کا نکاح غیر شیعہ سے ناجائز ہے تو نبی و علی اور آئمہ کے مبارک عہد میں تو بدرجہ اولیٰ ناجائز ہونا چاہئے۔ کیونکہ شیعہ دوست جس مذہب کا پابند اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں وہ ان کے نزدیک عین نبی وائمہ کا مذہب ہے اور وہ اصحاب جن کو اہل السنّت والجماعت مقتدا و واجب الاحترام جانتے ہیں اور جن کو شیعہ مومن نہیں مانتے' وہ یقیناً غیر شیعہ تھے لہٰذا ازروئے فتویٰ مندرجہ بالا ان کے ساتھ تعلقات نکاح قائم کرنا ناجائز تھا مگر چونکہ ان کی نبی و علی و اولادِ علی نے اپنی لڑکیاں دیں اور خود ان لڑکیوں سے نکاح کیے تو ثابت ہوا کہ وہ سچے مومن، مسلمان اور پکے دیندار سمجھے گئے اور ان میں کوئی دینی مغایرت نہ تھی ورنہ یہ کبھی ممکن نہ تھا کہ وہ غیر اور مقدس ہستیاں جو ایمان پر جان قربان کردینا معمولی بات سمجھتی تھیں' ان لوگوں سے رہ و رسم قائم رکھتیں جن کو آج خارج از ایمان اور منافق وغیرہ کہا جاتا ہے اور ان میں سے یہاں تک دشمنی اور بغض روا رکھا جاتا ہے کہ ان کے ناموں پر اپنی اولاد کے نام بھی نہیں رکھے جاتے درحالیکہ یہ مسلک ائمہ کرام کے بالکل خلاف ہے کیونکہ انہوں نے اصحاب کے اسمائے مبارکہ پر اپنی اولاد کو موسوم کرنا باعث فخر و سعادت جانا اور ان کی تعریف میں رطب اللسان رہے۔

دعوت اسلام کو قریش نے بہ طیب خاطر قبول نہیں کیا بلکہ جہاں تک ان کے بس میں تھا انہوں نے اس کی مخالفت کی اور بڑے زور سے کی' بھائی بھائی کا' چچا بھتیجے کا' ماموں بھانجے کا اور بیٹا باپ کا دشمن جانی بن گیا' شوہر نے بیوی کو طلاق دے دی اور بیوی نے شوہر پر خلع کرا لیا' کیوں؟ کس وجہ سے؟ کیا کسی دنیاوی جھگڑے کی خاطر؟ نہیں بلکہ محض اختیارات دین کے باعث' جیسا کہ مفصلہ ذیل کی مثالوں سے ثابت ہوگا۔

بن عبدالدار سے غزوۂ احد میں حضور نبی ﷺ کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیر تھے اور کفار کا علمبردار عبدالدار کا پڑوتا طلحہ جس کے ساتھ اس کا تمام قبیلہ دشمن خدا و رسول تھا۔ اسی میدان میں جہاں علمبردار نبی دادِ شجاعت دے کر داخل خلد بریں ہوئے وہیں ان کے دو سگے بھائی' چچے اور ان کی اولاد کل دس آدمی ایک غلام سمیت حضرت حمزہ' سعد بن ابی وقاص' عبدالرحمٰن عوف اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کی تلواروں سے جہنم واصل ہوئے۔

ابولہب تو حضور کا چچا تھا مگر جتنی اسے اپنے بھتیجے سے دشمنی تھی اور کسی کو نہ تھی اور اس عداوت میں سوائے اختلاف دین' کچھ نہ تھا۔

غزوۂ بدر میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کا ماموں عاص بن ہشام پرستاران اسلام کے مقابل شمشیر بدست ہے تو آپ نے جھپٹ کر خود تیغ فاروقی سے اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور دین کی خاطر قریبی رشتہ کی وقعت نہ سمجھی۔ اسی میدان میں عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ قریش مکہ کے ساتھ تھے بعد میں مسلمان ہو گئے اور پدر بزرگوار سے بیان کیا کہ میں نے آپ کو ہنگام رزم دیکھا مگر صرف باپ سمجھ کر حملہ نہ کیا' آپ نے سن کر فرمایا کہ بخدا اگر میں تمہیں دیکھ لیتا تو قتل کئے بغیر نہ چھوڑتا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب مشرف بہ اسلام ہوئے تو صلح حدیبیہ کے بعد اپنی دو بیویوں (قریبہ بن امیۃ المخزومی' جو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں اور ملکیہ بنت جرول خزاعی) کو تبلیغ اسلام کی مگر چونکہ وہ اسلام نہ لائیں اس لئے ان کو طلاق دے دی کیونکہ از روئے شریعت ان کو نکاح میں رکھنا جائز نہ تھا' اسی طرح رسول خدا ﷺ کی بیٹیوں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو عتبہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو عتیبہ ابنان ابولہب سے طلاق لینی پڑی کیونکہ وہ ایمان نہیں لائے تھے اور پھر یہی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور وہ ذوالنورین کہلائے۔ اگر مسلم و مشرکہ یا مشرکہ و مسلمہ کا نکاح جائز ہوتا تو حضرت عمر سے ان کی مذکورہ بالا بیویاں الگ ہوتیں اور نہ حضرت نبی کریم ﷺ کی ہر دو بنات کا ابولہب کے بیٹوں سے قطع تعلق ہوتا۔

رشتہ زوجیت کو قطع کر دینے سے بھی زیادہ اہم معاملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اپنے رشتہ داروں کو

بدست خود قتل کرنا ہے۔ جب انہوں نے دین کے لئے ہر قسم کی قربانی سے دریغ نہ فرمایا اور اس کے سوا اور تمام علائق کو بیچ جانا تو کسی کا کیا منہ ہے کہ ان کی ذات ستودہ صفات کی عیب جوئی کرے اور ان کی باہمی رشتہ داریوں کو غیر وقیع سمجھ کر ان کو برا کہتا ہے۔

ہم حضرات عشرہ مبشرہ وغیرہم کل اصحاب رسول ﷺ کو اول درجہ کے غیرت مند اور باطل کو مٹانے والے یقین رکھتے ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ انہوں نے کبھی منافقت سے کام نہیں لیا' جس کے ساتھ ان کی محبت تھی وہ علانیہ تھی اور للہ تھی او جن کے ساتھ ان کو بغض تھا وہ علانیہ تھا اور للہ تھا جو غیر مسلم انہیں نظر آتا اس کو انہوں نے نہیں چھوڑ مگر مسلمان کر کے یا جزیہ لے کر اور جس نے ان ہر دو امور میں سے کسی کو نہیں مانا اس کو انہوں نے اس دنیا میں نہیں رہنے دیا۔ ایسے غیور اور شجاعوں پر یہ بہتان باندھنا کہ انہوں نے باہمی میل ملاپ میں منافقت یا ریاء سے کام لیا' کسی عقلمند کا کام نہیں۔

جو شجرے ہم آئندہ اوراق میں درج کریں گے' ان سے ثابت ہو جائے گا کہ قریش میں جو ایمان نہیں لائے' ان کو انہی کے مسلمان بھائیوں نے کاٹ کر ڈال دیا خواہ ایسا کرنے میں ان میں سے اکثر خود بھی واصل بحق ہوگئے اور جو حلقہ بگوش اسلام ہوئے وہ خواہ کیسے ہی دور کے رشتہ دار تھے' سگے بھائیوں سے زیادہ ایک دوسرے کے مدومعاون بن گئے اور باہمی ناطوں رشتوں نے انہیں اور بھی متحد و متفق کردیا۔ اصحاب ثلاثہ کے بعد اگر ان میں کچھ شکر رنجی پیدا ہوئی تو وہ اسی قسم کی تھی جیسی کہ حقیقی بھائیوں میں ہوا کرتی ہے' ایسے لڑائی جھگڑوں سے ان کے دین و ایمان پر کچھ حرف نہیں آتا جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اقوال مندرجہ نہج البلاغہ سے ثابت ہوتا ہے۔

عرض خاص اس رسالہ کی تحریر سے ان نسبی و صہری تعلقات کو (جو آئندہ اوراق پر مندرجہ شجروں سے واضح ہوں گے) ظاہر کرنا ہے جو اس کثرت سے نبی پاک و اصحاب رسول کے مابین ہیں کہ ایک قرابت کو دوسری سے ممیز کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ بعض صورتوں میں ایک صحابی کی رسول اللہ ﷺ سے کئی قسم کی رشتہ داری ہے۔

اس میں کچھ کلام نہیں کہ باوجود ان رشتہ داریوں کے خاندان بنی فاطمہ پر بعض لوگوں نے تشدد کیا مگر یہ مخصوص بہ خاندان نبوت نہیں تھا کیونکہ خود نبی کریم ﷺ کی ذات پاک اور صحابہ کو ان کے نہایت قریبی رشتہ داروں نے ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا مگر جب آنحضرت ﷺ کو ان پر غلبہ حاصل ہوا تو آپ نے **لاتثریب علیکم الیوم** فرماتے ہوئے ثابت کردیا کہ

در عفو لذتے ست کہ در انتقام نیست

اسی طرح علاوہ اولاد نبی ﷺ کے دوسرے صحاب کی اولاد کو بھی سخت ترین اذیتیں پہنچائی گئیں جن کی یاد ہر مسلمان کو اندوہناک کئے بغیر نہیں رہ سکتی مگر یہ قرین انصاف نہیں کہ ہم غصہ میں خیر خواہوں کو بھی بدخواہوں کے ساتھ لے ڈالیں۔ مسلمان وہی ہے جو رنج و غصہ کی حالت میں

ناانصافی اور ظلم کرنے سے بچے اور ایسے اصحاب کو برا کہنے سے باز رہے جن کے نبی ﷺ کے ساتھ گوناگوں نسبی اور دینی تعلقات تھے یہ تعلقات نہ صرف رشتہ ناطہ ظاہر کرتے ہیں بلکہ ایسے وقت میں جبکہ صاحب ایمان ہونا ازروئے اسلام جواز نکاح کے لئے پہلی شرط ہو تو نبی کریم ﷺ اور دوسرے ائمہ کا خود ایسی رشتہ داریاں کرنا' لڑکیاں لینا اور دینا صریح اس امر کی دلیل ہے کہ ناکح و منکوحہ ہر دو صاحب ایمان تھے اور بطریق اولیٰ وہ لوگ جن کو ذات پاک نبی کریم ﷺ نے خود لڑکیاں دیں اور جن سے خود لڑکیاں لیں۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ غصے کی حالت میں گالیاں دیتے وقت ہشت پشت تک گالیوں میں.......... شامل کرلی جاتی ہیں تو ان شجروں کے مطالعہ کے بعد کوئی مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ کسی صحابی کو گالی دینا دوسری یا تیسری پشت میں میں نبی کریم ﷺ کے آباؤاجداد کو شامل نہیں کرلیتا اور ایسا کرنا کسی حالت میں بھی کسی مسلمان کو جائز ہوسکتا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے مشرکین کی ہجو کرنے کے متعلق حضور علیہ السلام سے اجازت مانگی تو آپ نے صرف اس صورت میں اجازت دی کہ ہجاء میں مشرکین کے آباؤاجداد کو شامل نہ کیا جائے کیونکہ حضور ﷺ کا سلسلہ نسب بھی انہیں سے ملتا تھا۔

پس کیسے افسوس کا مقام ہے کہ نبی کی امت کہلانے والے خاص مسلمانوں اور ان بزرگوں کو ہدف تبرا بنائیں جن کے اور حضور کے باپ دادا ایک ہی شجر کے ثمر ہیں۔ باوجود اس قسم کی قریب ترین اور گوناں گوں رشتہ داریوں کے جو نبی ﷺ' حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت زبیر' حضرت طلحہ' حضرت امام حسن' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم اور ان کی اولاد میں تھیں' کون گمان کرسکتا ہے کہ یہ سب ظاہرداری پر مبنی تھیں اور حقیقت میں وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ معاذ اللہ من ذالک

ناظرین کرام دیکھیں گے کہ ائمہ اطہار نے عموماً اور حضرت علی' حضرت امام حسن' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم نے خصوصاً اپنی اولاد کے نام ابوبکر' عمر و عثمان رکھے ہیں اور ان ناموں کی اولاد کربلا میں حضرت سیدالشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید بھی ہوئی' کیا ابوبکر بن علی' عثمان بن علی و ابوبکر بن حسن' جنہوں نے میدان کربلا میں حضرت سید الشہداء کے ساتھ جان دے کر حق رفاقت ادا کیا' اس کے مستحق نہیں کہ ان کا ذکر بھی مجلس عزا میں کیا جائے' لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ ان کا نام تک بھی کسی نے آج تک سنا ہو۔

یہ ایک ایسی عداوت ہے کہ جس کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا اور اس قسم کی عداوت کے برخلاف ہم صدائے احتجاج بلند کرنا چاہتے ہیں کیونکہ یہی ایک بےسود عداوت ہے جس کی وجہ سے اسلام کے دو بڑے گروہوں میں نااتفاقی پیدا ہوگئی ہے اور ایسے زمانہ میں جس میں ہم آج کل رہتے ہیں جبکہ اتفاق و اتحاد ہماری دینی و دنیوی ترقی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ ہمارے قومی امور میں

حائل ہوکر ذلت و رسوائی کا باعث ہو رہی ہے' لہٰذا نہایت ادب سے التماس ہے کہ جو صاحب اس رسالہ کو پڑھیں وہ اس بات کو اپنا فرض سمجھیں کہ اس بیہودہ عداوت کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینا ہے تاکہ تمام مسلمان مجتمع ہوکر خدا کی رسی کو پکڑیں اور دین و دنیا میں فائز المرام ہوں اور بمجوائے کنتم اعداء فالف بین قلوبکم دوست بننے کے بعد پھر دشمنی پیدا کر کے ہلاک نہ ہوں۔

شجرۂ اولاد ائمہ مطابق اسماءِ صحابہ علیہم الرضوان

عبد مناف (ابو طالب) بن عبد المطلب بن عمرو (ہاشم)

- حضرت عقیل
  - یزید
  - محمد
    - عبد الرحمٰن
  - عبد الرحمٰن شہید کربلا
  - حمزہ
  - عثمان
- حضرت جعفر
  - عبد اللہ
    - ام کلثوم زوجہ ابان بن حضرت عثمان
    - ابابکر
    - معاویہ
      - یزید
- حضرت علی
  - حضرت حسن
    - ابوبکر
    - عبد الرحمٰن
    - عمر
  - امام حسین
    - فاطمہ زوجہ عبد اللہ بن عمرو بن حضرت عثمان
    - سکینہ زوجہ زید بن عمرو بن عثمان بعد شہادۃ مصعب بن زبیر
    - امام زین العابدین
      - محمد باقر
        - عبد اللہ افطح
        - موسیٰ کاظم
          - علی رضا
          - ابوبکر
          - عبد الرحمٰن
        - فاطمہ
      - زید جن کے منکرین رافضی ہوئے
      - عمر
      - خدیجہ والدہ امام اعظم
      - عبد الرحمٰن
    - یزید
  - سیدہ ام کلثوم زوجہ حضرت عمر فاروق اعظم
    - زید
  - ابوبکر شہید کربلا
  - عمر
  - عباس
    - معاویہ
      - یزید
  - عثمان شہید کربلا
  - زینب

نوٹ: یہ تمام نام حضرات شیعہ کی معتبر کتاب تاریخ الائمہ سے ماخوذ ہیں' حضرت علی امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے اصحاب مصطفیٰ علیہ السلام کے ہم نام فرزند کربلا میں شہید بھی ہو گئے مگر ہمیں ہی نہیں بلکہ مولانا مظہر علی اظہر کو بھی شکایت ہے کہ کوئی مجتہد کوئی شیعہ ذاکر مرثیوں میں ان کی جان نثاریوں کا ذکر نہیں کرتا۔ کہتے ہیں یزید نام برا مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ نام رکھا اور کئی بزرگ بیٹوں کے نام رکھ کر ابایزید مشہور ہوئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا تمام بیویاں علی الرغم مولف رسالہ النظر غیر ہاشمیہ تھیں' اسی طرح امامان (حسنین) کی بھی۔

ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں لکھا ہے کہ امام اصغر (زین العابدین) کی والدہ سے (جو کنیز تھیں) حسین رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ان کے آزاد کردہ غلام زبید نے عقد کیا تھا' اس سے عبداللہ ایک لڑکا پیدا ہوا جو علی اصغر کا ماں کی طرف سے سوتیلا بھائی تھا۔

اس سے ثابت ہوا کہ شیعوں میں جیسا کہ جامع جعفری ترجمہ شرائع الاسلام کے صفحہ ۵۹۸ پر مرقوم ہے کہ آزاد عورت کا غلام کے نکاح میں آنا اور عربیہ عورت کا عجمی مرد سے نکاح کرنا جائز ہے اور اس کے برعکس بھی جائز ہے اور ادنیٰ پیشہ کے لوگ جیسے کہ خاکروب اور حجام ہیں۔ صاحبان علم ورع اور دنیا کے اغنیاء اور ملک والے لوگوں سے مناکحت کر سکتے ہیں۔" مگر مذہب حنفیہ میں غیر کفو سے عورتوں کا نکاح کرنا جائز نہیں۔ (تفصیل دائرۃ الاصلاح کے رسالہ قندِ مکرر میں سید مظہر حسین صاحب بخاری بی اے نے دی ہے)

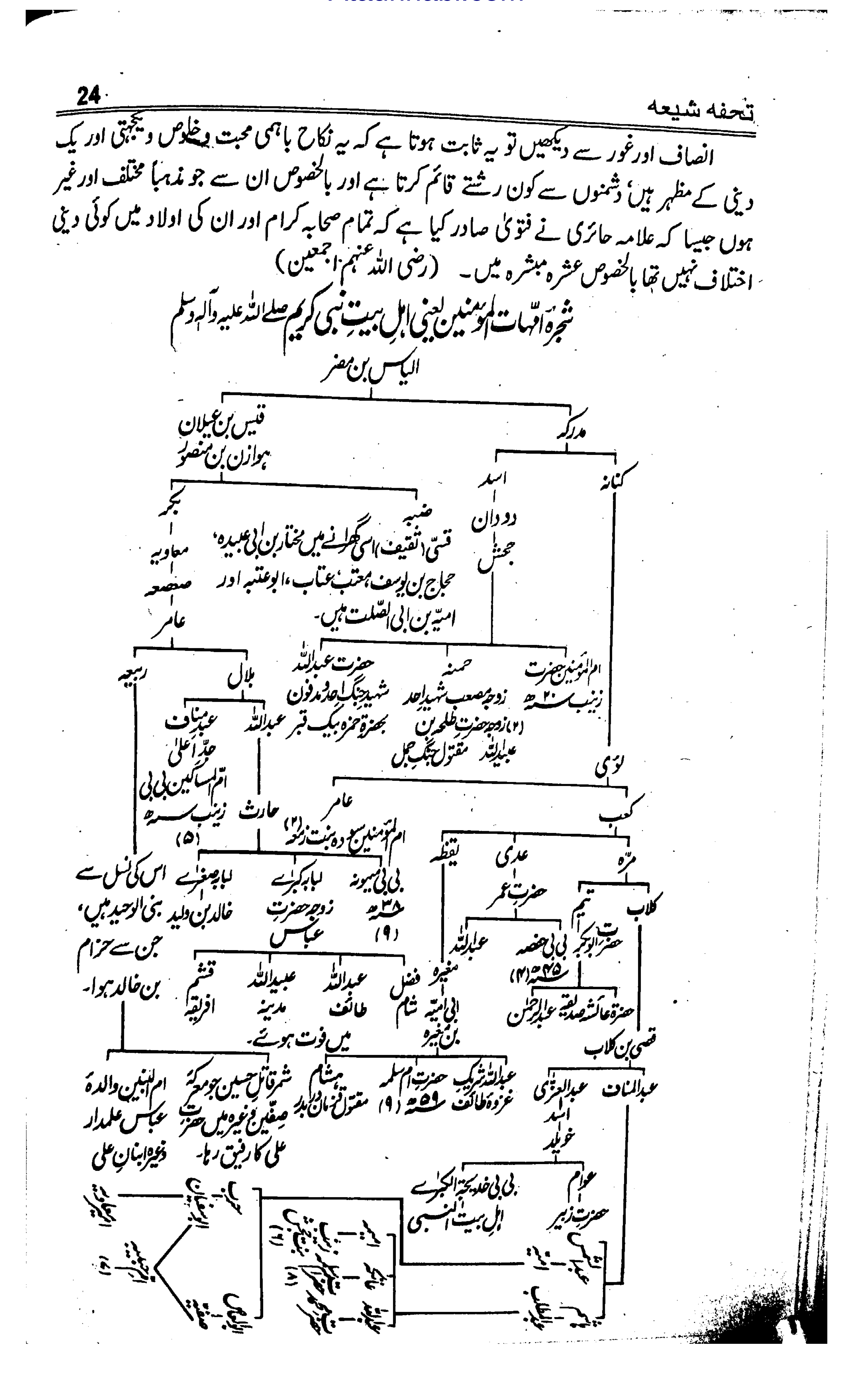
حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ اور بیوی کے نام جو شجرہ میں دیئے ہیں وہ تاریخ کے مطابق ہیں اور نکاح کا ثبوت تواریخ آئینہ تصوف میں ہے جو مرکزی حزب الاحناف لاہور کے دفتر میں موجود ہے۔ سیدہ زینب بنت حضرت علی کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیارے سے ہوا تھا' ان سے کئی اولادیں ہوئیں۔ ام کلثوم کبریٰ کا عقد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا' ان سے ایک لڑکا ہوا (زید) بعد شہادت عمر ان کا عقد محمد بن جعفر سے ہوا' پھر ان کے مرنے کے بعد عون بن جعفر نے نکاح کیا اور انہی کے عقد میں فوت ہوئیں۔ (کتاب المعارف ص ۱۳۰ جس کے مصنف ابن قتیبہ' حسب تحقیق مولانا محمود احمد صاحب بہاولپوری' شیعہ تھے)

سیدہ سکینہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہ سے مصعب بن زبیر کا عقد ہوا' ان کے انتقال کے بعد عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم نے نکاح کیا تھا۔ ان سے ایک لڑکا قرین ہوا اور اس کی اولاد باقی ہے۔ ان کے بعد صبغ بن عبدالعزیز بن مروان نے نکاح کیا تھا' اس نے وفات سے قبل طلاق دے دی۔ اس کے بعد زید بن عمرو بن عثمان نے نکاح کیا' انہوں نے سلیمان بن عبدالملک کے کہنے سے طلاق دے دی۔ ان کا انتقال خلیفہ ہشام کے زمانے میں مدینہ میں ہوا۔

سیدہ فاطمہ بنت امام حسین کا نکاح حسن بن مثنیٰ بن امام حسن رضی اللہ عنہما سے ہوا تھا' ان کے بعد عبداللہ بن عمر بن عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رہیں۔

انصاف اور غور سے دیکھیں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ نکاح باہمی محبت و خلوص و یکجہتی اور یک دینی کے مظہر ہیں، دشمنوں سے کون رشتے قائم کرتا ہے اور بالخصوص ان سے جو مذہباً مختلف اور غیر ہوں جیسا کہ علامہ حائری نے فتویٰ صادر کیا ہے کہ تمام صحابہ کرام اور ان کی اولاد میں کوئی دینی اختلاف نہیں تھا بالخصوص عشرہ مبشرہ میں۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

شجرۂ امہات المومنین یعنی اہلِ بیتِ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم



نوٹ: اہل بیت کے معنی ہیں گھر کے لوگ جن میں بیوی بچے شامل ہوتے ہیں مگر محاورۂ قرآن مجید میں اہل بیت زوجہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے، دیکھو آیہ

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ

"(فرشتوں نے) کہا (سارہ زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام) سے، آیا تو تعجب کرتی ہے خدائی کام سے (اس میں تعجب کی کونسی بات ہے کہ وہ سبحانہ تعالیٰ صنع بے آلہ اور فضل بے علت سے دو بوڑھوں سے فرزند پیدا کرلے) خدا کی بخشش اور برکتیں تم پر ہوں اے ابراہیم کے اہل بیت۔"

(دیکھو ص ۲۵۱ تفسیر فتح اللہ صاحب)

نوٹ: علاوہ ازیں حضرت جویریہ (جن کے نکاح کی برکت سے سو سے زیادہ ان کی قوم کے اسیر رہا اور مسلمان ہوئے) اور حضرت صفیہ بن حیی از اولاد حضرت ہارون، بھی ازواج نبی تھیں جو غزوۂ بنی مصطلق و خیبر میں ہاتھ آئی تھیں اور حضور نے انہیں لونڈی نہیں بلکہ بیوی بنالیا۔

شیعہ مجتہد صاحب کے فتوے سے ظاہر ہے کہ صرف اثنا عشری شیعہ مومن ہیں (اور دوسرے بیسیوں شیعہ فرقے غیر مومن؟) اور مومنہ عورت کا نکاح غیر مومن مرد سے ناجائز ہے اب سوال یہ ہے کہ کہ پیروانِ مجتہد صاحب رسول ﷺ کو مومن اور قرآنی حکم اَلطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ پر عامل سمجھتے ہیں کہ نہیں؟ اگر سمجھتے ہیں تو پھر حضور ﷺ نے جن بیبیوں سے نکاح کیا وہ طیب ہوئیں کہ نہیں؟ بحکم قرآنی انہیں اپنی مائیں سمجھ کر ادب و تعظیم کرنا واجب ہوا کہ نہیں؟ ان حضراتِ شیعہ مومن کہلانے کے جبھی مستحق ہوسکتے ہیں جب ازواج رسول اللہ ﷺ کو اپنی مائیں تسلیم کرکے ان کا ادب و احترام ملحوظ رکھیں۔ ان کی بے ادبی کرنا اور سوءِ ظن رکھنا مومنوں کا کام نہیں۔

علامہ حائری کے فتوے کے موید اور شائع کنندہ مؤلف رسالہ النظر نے رشتوں کے متعلق ایک کڑی، خاندانی قید کی اور لگادی ہے کہ "پیغمبر اور ایمہ معصومین نے اپنی اولاد کے لئے ایک قانون باندھ دیا کہ غیر خاندان سے نہ لڑکی لی جائے اور نہ لڑکی دی جائے۔"

اب پھر ایک دفعہ شجرۂ مذکورہ پر نظر کریں تو معلوم ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے جن خاندانوں کی عورتوں سے نکاح کئے ان میں سے ایک بھی ہاشمی نہ تھی لہٰذا مان لیں کہ وہ ایک ہی (اسلامی) خاندان کی مستوراتِ اور مومنات تھیں جن کی عزت و توقیر فرض ہے۔

یہ تو لڑکیاں لینے کی بات ہوئی، اب دینے کی بات کریں، پہلے یہ دیکھیں کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی لڑکیاں کن کو دیں؟ کیا وہ سب ہاشمی تھے؟

اس کے لئے مندرجہ ذیل شجرہ (دامادانِ رسول) پر غور فرمائیں گے تو ثابت ہوگا کہ حضور ﷺ

نے چار میں سے تین بیٹیاں اپنے پردادا (ہاشم) کے بھائی (عبدالشمس) کے پڑوتوں سے بیاہیں کیونکہ وہ ہم کفو اور مسلمان تھے اور مشرف بہ اسلام ہو کر انہوں نے دین اللہ کی امداد میں جانیں اور مال وقف کر دیئے۔ رسول اللہ ﷺ نے مختلف قبائل قریش کے رشتے مربوط کر کے ایک زبردست اسلامی برادری قائم کر دی اور اسی برادری کے افراد نے جو بنی تیم، بنی عدی، بنی امیہ، بنی مخزوم، بنی زہرہ اور بنی اسد وغیرہ ہیں، اسلام کا چاردانگ عالم سربلند کر دیا۔

افسوس ہے ان عربی النسل کہلانے والے لوگوں میں جو اپنے یک جدی دیندار بزرگوں سے بغض رکھنے میں عجمیوں کے ہمنوا ہیں، ان کا مرکز آبائی و اسلامی (حجاز عرب) سے انحراف کرنا نہایت معیوب ہے۔

ثبوت بنات نبی کریم ﷺ

ہے مخاطب یوں نبی سے خالق کل کائنات ۔۔۔ قُلْ لِّاَزْوَاجِ وَبَنَاتِكَ ہم ہر جملہ مومنات
جمع کا صیغہ نبی کی بیٹیوں کے واسطے ۔۔۔ ہے ثبوت اس کا نبی کی دو سے زائد تھیں بنات
ام کلثوم و رقیہ زینب فاطمہ ۔۔۔ ہیں سگی بہنیں یہ چاروں سیدات خوش صفات
شوہروں کے نام ابوالعاص و علی و عثمان ۔۔۔ سب رسول اللہ کے پیارے نیک بخت و نیک ذات

شجرۂ نسب دامادانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قصی بن کلاب بن مرہ
- عبدالعزیٰ ← اسد ← خویلد ← سیدہ خدیجہ
- عبدمناف ان کا نام مغیرہ
  - ہاشم ← عبدالمطلب
    - عبداللہ ← محمد رسول اللہ
    - ابوطالب ← حضرت علی
  - عُبدالشمس
    - امیہ ← ابوالعاص ثابت ← عفان ← حضرت عثمان ذوالنورین
    - عبدالعزیٰ ← ربیع ← حضرت ابوالعاص زوج سیدہ زینب

محمد رسول اللہ و سیدہ خدیجہ کی اولاد:
- سیدہ زینب — اہل بیت حضرت ابوالعاص بن ربیع
- سیدہ رقیہ و سیدہ ام کلثوم — یکے بعد دیگرے اہل بیت حضرت عثمان
- سیدہ فاطمہ — اہل بیت حضرت علی

قرآن واحادیث شیعہ وسنی۔ ملا محمد باقر مجلسی کی کتب ''حیات القلوب'' اور ''جلاء العیون'' وغیرہ سے لے کر ''تاریخ الائمہ'' شیعوں کی بہتر کتابوں سے دائر الاصلاح کے رسالہ بنات النبی و دختران نبی وغیرہ سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ مندرجہ شجرہ سیدات خاص رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں تھیں مگر تعصب کا برا ہو کہ آج کل کے دکاندار شیعی علماء کہے جاتے ہیں کہ یہ صاحبزادیاں سیدہ خدیجہ یا سیدہ ام سلمہ کے پہلے شوہروں سے پچھلگ بیٹیاں تھیں۔ حالانکہ قرآن شریف میں ایسی اولاد کے لئے ربائب کا لفظ وارد ہے۔ بیشک زینب اور ام کلثوم سیدہ ام سلمہ کی بیٹیوں کے نام بھی تھے جو حضرت ابو سلمہ مخزومی (فرزند برہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم کی صلب سے تھیں مگر ان لڑکیوں کو ربائب النبی ہونے کا شرف ۴ھ سے پیشتر حاصل نہ تھا جبکہ ام سلمہ حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں مگر سیدہ زینب کا ذکر ۲ھ میں آتا ہے جبکہ غزوۂ بدر میں انہوں نے شوہر (ابوالعاص) کی رہائی کے لئے بطور فدیہ اپنا ہار بھیجا تھا اور سیدہ رقیہ و ام کلثوم بنات النبی کا ذکر واقعات قبل از ہجرت میں ابولہب کے خاسرانہ افعال میں آتا ہے' پھر ان ہر سہ دختران نبی کا انتقال حیات نبوی میں ہوا مگر مذکورہ بالا ربائب ارتحال نبی ﷺ کے بعد دیر تک اپنے گھروں میں آباد تھیں جن کی تفصیل ان کے حالات سے ملتی ہے۔

علاوہ ازیں قرآن شریف کا صریحاً حکم ہے کہ اولاد کو ان کے باپوں کے نسبت سے پکارو۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ (رحمتہ اللعالمین جلد دوم)

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عبداللہ بن زمعہ سے ہوا تھا اور زینب بنت النبی کا حضرت ابوالعاص سے' افسوس ہے کہ دشمنان صحابہ کو اولادِ نبی کو دوسروں کی اولاد بتاتے کیوں خدا کا خوف نہیں آتا؟

علامہ مجلسی حیات القلوب باب 51 دربیان احوال اولادِ امجاد آن حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرتِ صادق سے پوچھا گیا کہ آیا.................. آنحضرت ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دی؟

آپ نے فرمایا کہ ہاں!

حق تعالیٰ نے اسی واقعہ پر آیت

لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ الآیة

یعنی ''جو لوگ کافر ہو گئے ہیں وہ گمان نہ کریں کہ جو ہم انہیں مہلت دے رہے ہیں وہ ان کے لئے بہتر ہے بلکہ ہم تو ان کو اس لئے مہلت دے رہے ہیں کہ

وہ اور گناہ کریں اور ان کے لئے ذلیل کن عذاب ہے۔"

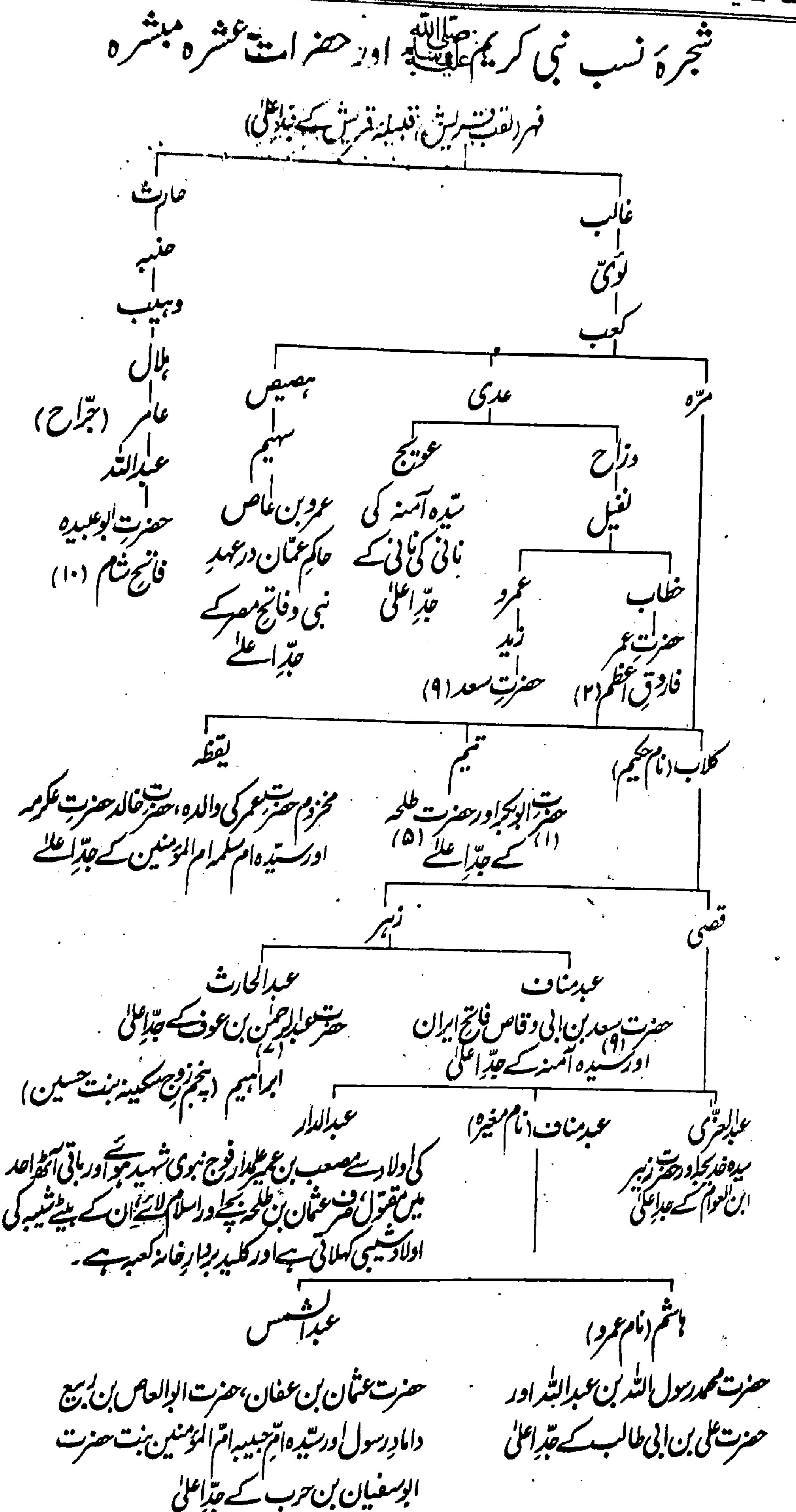
مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان کو جو ذوالنورین ہونے کا شرف بخشا وہ اس لئے بخشا کہ اپنے داماد کو مرتکب گناہ اور گرفتار عذاب کریں۔

آہ! ملا باقر مجلسی کا کس قدر افتراء حضرت جعفر صادق پرؓ امام محمد باقر نے تو بروایت ابن ادریس فرمایا کہ

"حضرتِ رسول دختر بدو منافق داد و برائے تقیہ نام نبرد۔"

یعنی ابوالعاص پسر ربیع اور حضرت عثمان دامادان رسول کا تقیہ سے نام نہ لیا مگر اس امام کے فرزند (امام جعفر) نے تقیہ توڑ کر ذوالنورین کو کافر اور مستوجب عذاب بنا دیا **مَالَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ**۔

حضرت مجلسی نے دودھ تو دیا مگر مینگنیاں ڈال کر۔ حضرت عثمان ؓ کا اور ابوالعاص ؓ کی دامادی تو تسلیم کر لیؓ لیکن ازراہِ بغض انہیں کافر و منافق بنا دیا۔ کیا کوئی ایماندار گوارا کر سکتا ہے کہ بیٹیوں کا نکاح کافروں اور منافقوں سے کر دے چہ جائیکہ نبی کریم ﷺ جو کفر و شرک مٹانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔


شجرۂ نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات عشرہ مبشرہ
فہر (لقب قریش، قبیلۂ قریش کے جدِ اعلیٰ)
حارث
حنبہ
وہیب
ہلال
عامر (جرّاح)
عبداللہ
حضرت ابو عبیدہ فاتح شام (۱۰)
غالب
لوّی
کعب
ہصیص
سہیم
عمرو بن عاص حاکمِ عثمان در عہدِ نبی و فاتح مصر کے جدِّ اعلےٰ
عدی
عویج
سیّدہ آمنہ کی نانی کی نانی کے جدِّ اعلیٰ
وزاح
نفیل
عمرو
زید
حضرتِ سعد (۹)
خطاب
حضرت عمر فاروقِ اعظم (۲)
مرّہ
یقظہ
مخزوم حضرت عمر کی والدہ، حضرت خالد حضرت عکرمہ اور سیدہ ام سلمہ ام المؤمنین کے جدِّ اعلےٰ
تیم
حضرت ابوبکر (۱) اور حضرت طلحہ (۵) کے جدِّ اعلےٰ
کلاب (نام حکیم)
زہرہ
عبدالحارث
حضرت عبدالرحمٰن (۷) بن عوف کے جدِّ اعلیٰ
ابراہیم (پنجم زوجِ سکینہ بنت حسین)
عبدمناف
حضرت سعد (۹) بن ابی وقاص فاتح ایران اور سیدہ آمنہ کے جدِّ اعلیٰ
قصی
عبدالدار
کی اولاد سے مصعب بن عمیر علمدار فوج نبوی شہید ہوئے اور باقی آٹھ احد میں مقتول صرف عثمان بن طلحہ بچے اور اسلام لائے ان کے بیٹے شیبہ کی اولاد شیبی کہلاتی ہے اور کلید بردارِ خانہ کعبہ ہے۔
عبدمناف (نام مغیرہ)
عبدالعزّیٰ
سیدہ خدیجہ اور حضرت زبیر ابن العوام کے جدِ اعلیٰ
عبدشمس
حضرت عثمان بن عفان، حضرت ابوالعاص بن ربیع داماد رسول اور سیدہ امّ حبیبہ امّ المؤمنین بنت حضرت ابوسفیان بن حرب کے جدِّ اعلیٰ
ہاشم (نام عمرو)
حضرت محمد رسول اللہ بن عبداللہ اور حضرت علی بن ابی طالب کے جدِّ اعلیٰ

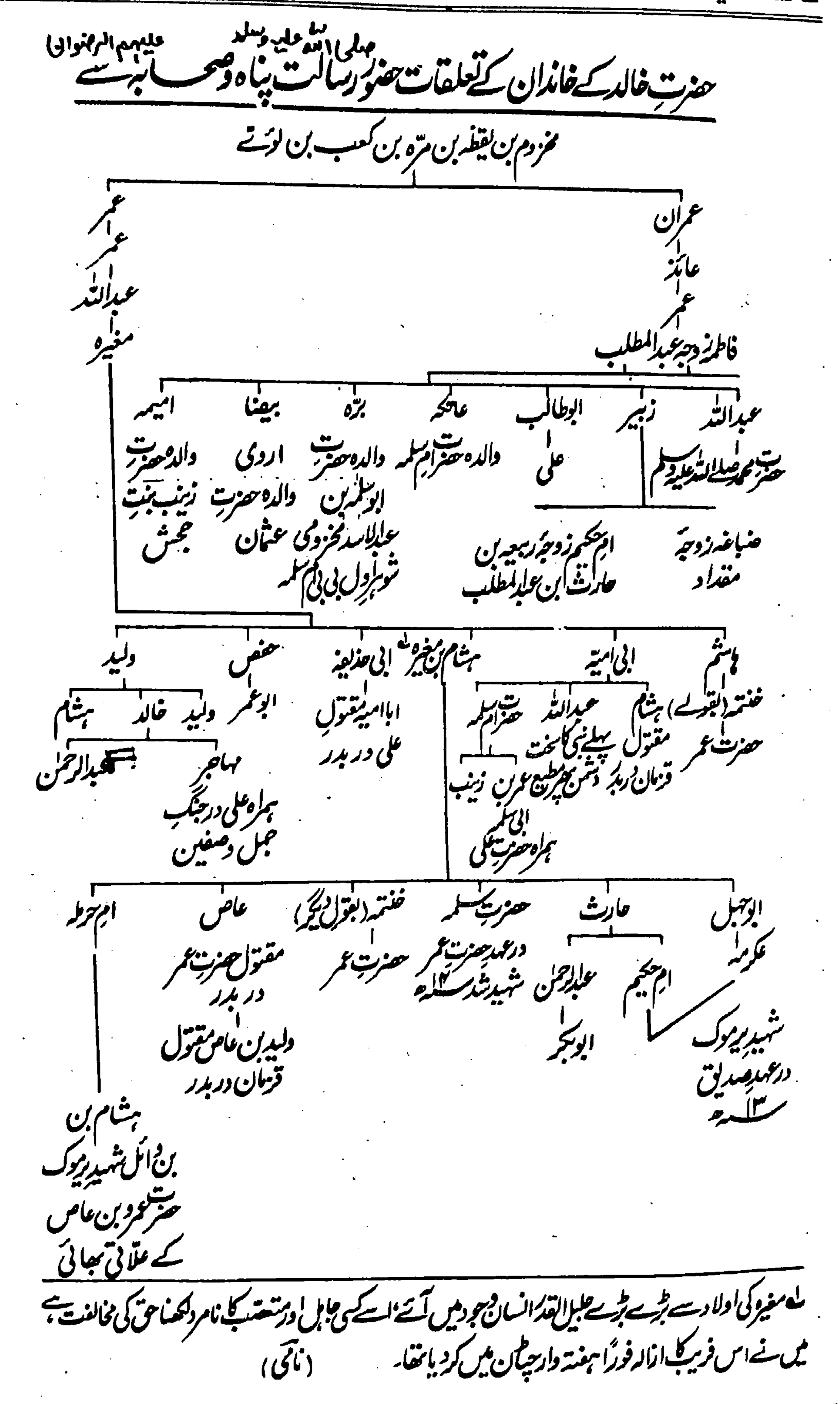
شجرۂ مذکورہ پر غور کرو کہ حضرات عشرہ مبشرہ ﷺ جنہوں نے اسلام کو اقصائے عالم تک پہنچانے میں تن من دھن کی بازی لگا دی' سب رسول اللہ ﷺ کے یک جدی اور رشتہ دار قریش تھے' قریش کا وقار خانہ کعبہ کی وجہ سے تمام عرب پر قائم تھا' یہی اس کے مجاور اور کلید بردار تھے' یہ جگہ بت خانہ بن کر رہ گئی تھی' تمام عرب ان کا پرستار تھا' اس سلسلہ میں تمام بڑے بڑے محکمے اور منصب قائم ہوگئے تھے جو مختلف قریشی خاندانوں میں منقسم تھے' عثمان بن طلحہ کے ہاتھ بھی کعبہ کی (کلید برداری) کنجی تھی جو حضور نے (وقت فتح مکہ) انہی کو عطا کی۔ حضرت عباس کے سپروائزروں کو پانی پلانے کا منصب (سقایہ) تھا۔ غریب حجاج کی خبر گیری خاندان نوفل کے فرد حارث بن عامر کے ذمے تھی۔ خاندان اسد سے یزید بن ربیعہ الاسود مشیر کار تھا۔ خاندان تیم کے بزرگ حضرت ابوبکر ﷺ دیات و مغارم (فیصلہ خون بہا) پر مامور تھے۔ عقاب (علم قریش) ابوسفیان بن حرب کے قبضہ میں تھا۔ خیمہ و خرگاہ کا انتظام اور سواروں کی افسری (قتبیہ) حضرت خالد ﷺ کے والد ولید بن مغیرہ کے حوالے تھے۔ سفارت و منافرت (سفیر ہو کر جانا اور قبیلوں کے نزاع کے متعلق شرافت کا فیصلہ) حضرت عمر ﷺ کے سپرد تھا۔ مہتمم خزانہ (اموال) حارث بن قیس از خاندان سہم تھا' خاندان جمع سے صفوان بن امیہ کے ذمہ محکمہ غال (ازلام و ایسار) تھا۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ توحید اور بت پرستی کے خاتم کے خیال سے قریش کو اپنے اپنے مناصب چھوٹ جانے اور آمدنی مارے جانے کا خطرہ نظر آ رہا تھا اس لئے وہ اسلام کے دشمن بن گئے اور متفق ہو کر حضور ﷺ کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے، حضور کے چچے اور ان کی اولاد بھی مخالفوں ہی کے گروہ میں تھی۔ چاروں چچوں میں دو حضرت حمزہ اور حضرت عباس تو ایمان لے آئے اور دو (ابولہب) ایمان نہ لائے' منکر رہے' باقی خاندانوں میں جن کی قسمت دولت ایمان تھی وہ تو مشرف بہ اسلام ہوگئے مثلاً ابوبکر صدیق ایمان لانے والوں کے قائد بنے' حضرت عمر فاروق' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت عبدالرحمٰن' ابوعبیدہ بن جراح' سعد بن ابی وقاص' طلحہ' زبیر اور سعد بن زید رضی اللہ عنہم۔ تعلیم اسلام نے حضرت خالد بن ولید اور عمرو بن عاص جیسے سپہ سالاران فتح نشان کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

فرنگی مبصرین کے خیال میں ان دو ماہران حرب کا مشرف بہ اسلام ہونا کئی ممالک فتح کرنے سے زیادہ وزنی تھا کیونکہ ایک نے شام و عراق فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کر دیئے اور دوسرے نے مصر و فلسطین وغیرہ۔

ان دو کو خالق نے ایسا جوہر قابلیت عطا کیا تھا کہ جہاں گئے فتح و ظفر نے ان کے قدم چومے اور کبھی ناکامی کا داغ انہیں نہیں لگا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْم



؎ مغیرہ کی اولاد سے بڑے بڑے جلیل القدر انسان وجود میں آئے اسے کسی جاہل اور متعصب کا نام دلکھنا حق کی مخالفت ہے میں نے اس فریب کا ازالہ فوراً ہفتہ وار چٹان میں کر دیا تھا۔ (نامی)

بنی امیہ سے خاندانِ رسالت کے رشتے

عبدِ مناف

ہاشم

عبد الشمس

سیدنا عبد اللہ

ام الحکیم بیضاء

حبیب

ربیعہ

عبد العزیٰ

ربیع

حضرتِ ابو العاص

زوج

سیدہ زینب بنت النبی

امیہ

ابو العاص

حرب

حارث

اول زوج

صفیہ بنت

عبد المطلب

اروی

عفان

حضرتِ عثمان ذوالنورین

عمرو

زید

سوم زوج سیدہ سکینہ بنتِ امام حسین

حضرتِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

سیدہ زینب

زوجہ حضرت

ابو العاص

بن ربیع

سیدہ رقیہ و سیدہ ام کلثوم

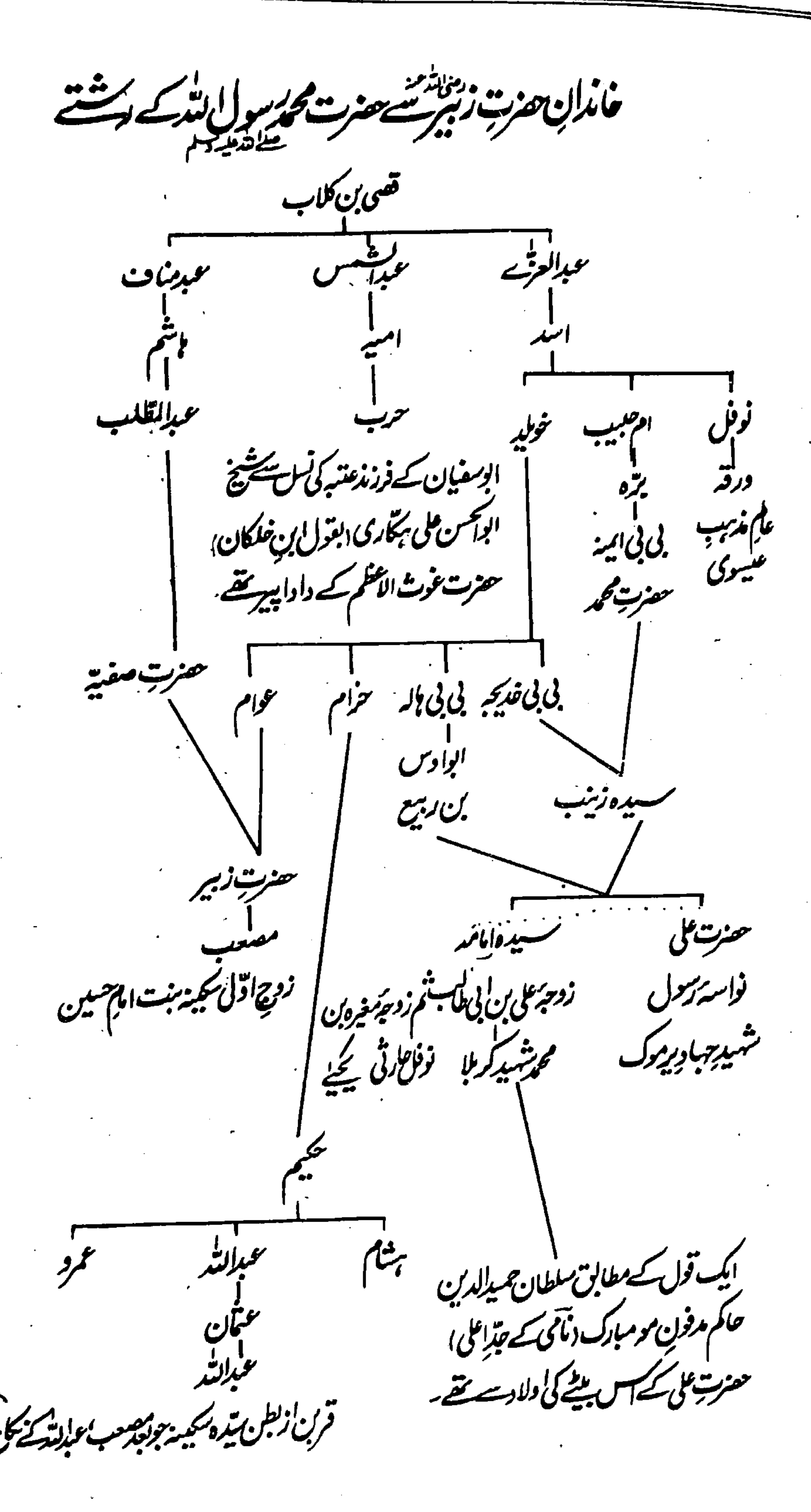
یکے بعد دیگرے زوجہ

حضرت عثمان بن عفان

سیدہ فاطمہ

زوجہ

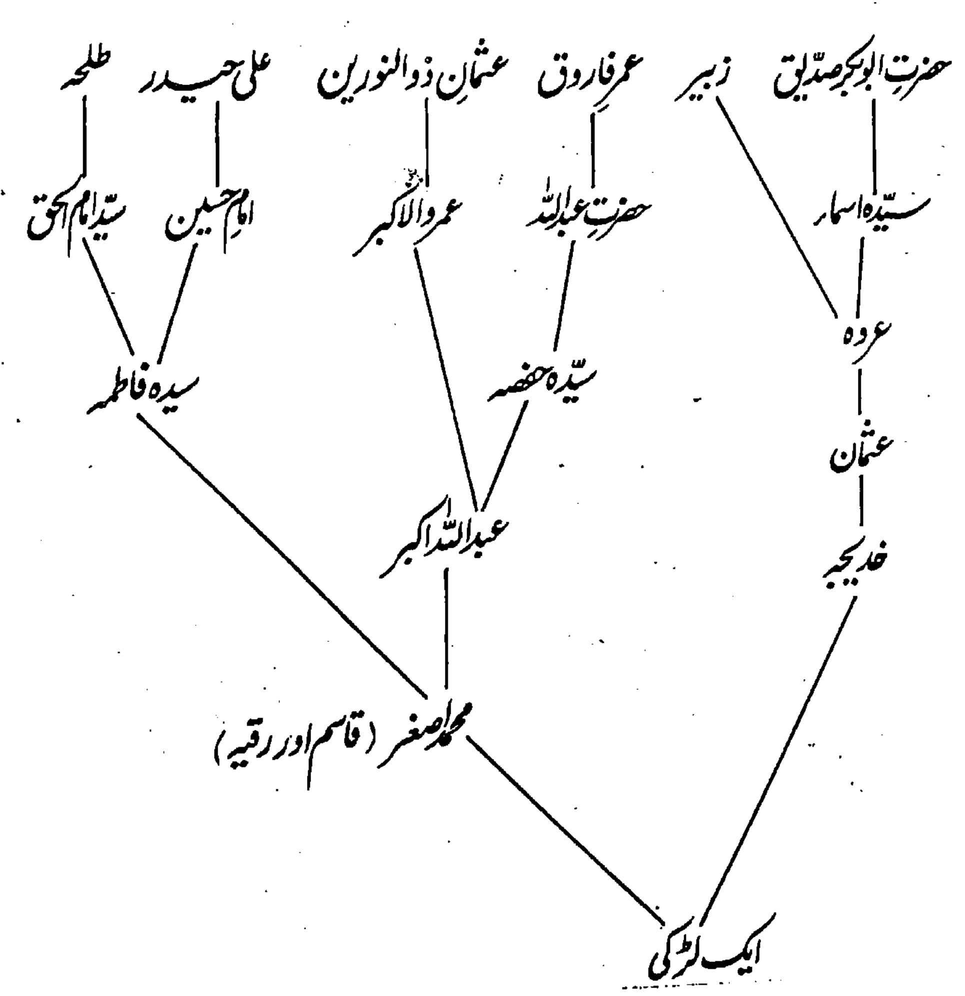
حضرت علی


خاندانِ حضرتِ زبیر رضی اللہ عنہ سے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رشتے
قصی بن کلاب
عبد مناف
عبد شمس
عبد العزیٰ
ہاشم
امیہ
اسد
عبد المطلب
حرب
خویلد
ام حبیب
نوفل
ورقہ
عالمِ مذہب عیسوی
برّہ
بی بی آمنہ
حضرتِ محمد
ابوسفیان کے فرزند عتبہ کی نسل سے شیخ
ابوالحسن علی ہکاری (بقول ابن خلکان)
حضرت غوث الاعظم کے دادا پیر تھے۔
حضرت صفیہ
عوام
حزام
بی بی ہالہ
بی بی خدیجہ
ابوادس
بن ربیع
سیدہ زینب
حضرتِ زبیر
مصعب
زوجِ اوّل سکینہ بنت امام حسین
سیدہ امامہ
زوجہ علی بن ابی طالب ثم زوجہ مغیرہ بن
نوفل حارثی
یحییٰ
محمد شہید کربلا
حضرت علی
نواسہ رسول
شہیدِ جہادِ یرموک
حکیم
عمرو
عبداللہ
ہشام
عثمان
عبداللہ
قرین از بطن سیدہ سکینہ جو بعد مصعب عبداللہ کے نکاح میں
ایک قول کے مطابق سلطان حمید الدین
حاکم مدفونِ مومبارک (نامی کے جدِّ اعلیٰ)
حضرتِ علی کے اس بیٹے کی اولاد سے تھے۔

یہ شجرے کتاب المعارف، رحمۃ للعالمین اور صحابیات وغیرہ کے دقیق مطالعہ کے بعد مرتب ہوئے ہیں۔ ان سے یہ ثابت کرنا مراد ہے کہ حضور علیہ السلام کی پھوپھیاں، بیٹیاں اور ان کی اولاد کے رشتے انہی خاندانوں میں ہوئے جنہیں شیعی حضرات رسول خدا علیہ السلام سے منحرف اور اپنے اماموں کا دشمن سمجھتے ہیں، انصاف کریں کہ کیا کوئی غیرت مند انسان اپنے مذہب کی مخالف اور دشمنوں کو بھی بیٹیاں دیتا ہے۔

وَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ○

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں رشتہ کا ایک قابل غور شجرہ



ابن قتیبہ کتاب المعارف ص ۱۲۱ پر لکھتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ بن عمر والاصغر (اکبر کی اولاد میں ایسی لڑکی تھی جس کا سلسلہ نسب رسول اللہ علیہ السلام حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، زبیر اور طلحہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سبھوں سے ملتا ہے (جیسا کہ شجرہ سے واضح ہے، نامی) کاش یہ شجرہ دیکھ

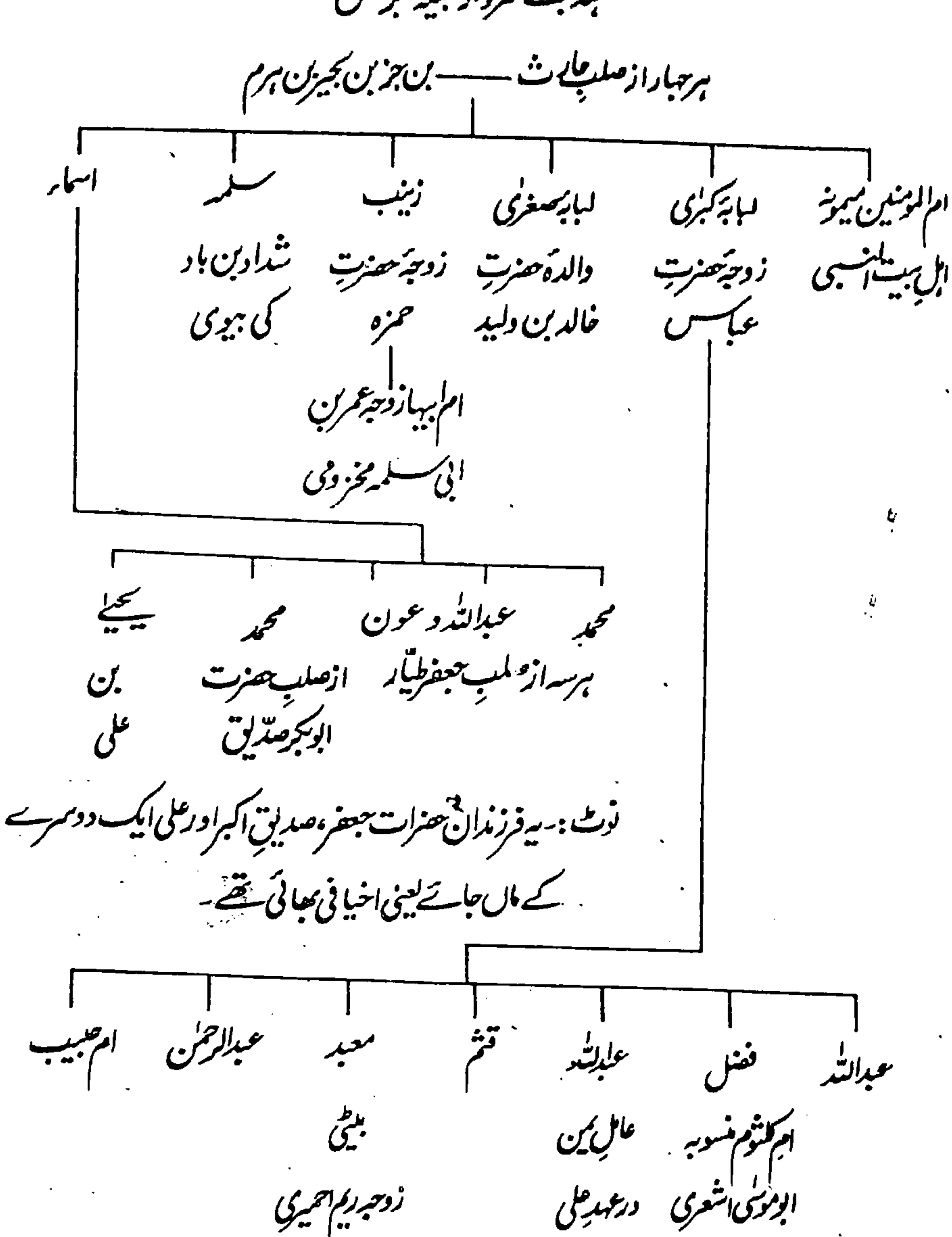
کر ہی شیعی دوست اس نتیجے پر پہنچ جائیں کہ صحابہ کرام میں دینی منافرت نہیں تھی اس وجہ سے وہ آپس میں رشتے کر کے میل محبت بڑھاتے تھے۔ سیدہ فاطمہ بنت حسین کا حضرت عثمان ذوالنورین کے پوتے سے نکاح ثانی حضرت حسن مثنیٰ بن امام حسن کے بعد ہوا۔ عبداللہ محض انہی کے لئے تھے جو حادثہ کربلا میں امام زین العابدین محمد باقر اور اپنے بھائی زید اور عمر سمیت بچ کر یزید کے پاس دمشق پہنچے تھے' مطلب یہ کہ جو میدان میں نہ نکلے محفوظ رہے اور پھر بحفاظتِ تمام مدینہ منورہ پہنچا دیئے گئے۔

کتاب المعارف میں لکھا ہے کہ عبداللہ محض اپنی کنیت ابو محمد کیا کرتے تھے بہت بزرگ تھے۔ ایک دن لوگوں نے ان کو موزہ پر مسح کرتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ آپ مسح کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں' ہم نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے' جو شخص اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان عمر کو بتاتا ہے وہ پکا مسلمان ہے۔ اسی طرح امام محمد باقر نے ایک شیعہ کے سوال کے جواب پر جو تلوار کے قبضہ پر چاندی چڑھانے کے متعلق تھا فرمایا کہ ہاں جائز ہے کیونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا تھا' سائل نے پوچھا کہ آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں تو یہ سنتے ہی امام اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور کہنے لگے کہ:

> ''ہاں وہ صدیق ہیں' ہاں وہ صدیق ہیں' جو کوئی انہیں صدیق نہ کہے خدا اس کی دنیا و آخرت میں تصدیق نہ کرے۔''

یہ واقعہ علی بن عیسیٰ اردبیلی امامی اثنا عشری کی کتاب کشف الغمہ فی معرفتہ الائمہ میں ہے اور آیات بینات ص ۱۶۵ جو بار دوم چھپی ہے اور ہر اہل سنت کے پاس ہونی چاہیے' نقل کیا گیا ہے (منکرین فضائل صحابہ اولادِ حسین کے جواب باندھنے کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں' خدا عقل و ہدایت دے' نامی)

جلیل القدر دامادوں والی بزرگ عجوز



نوٹ: لبابہ کبریٰ کے ان تینوں بیٹوں کی قبریں ایک دوسرے سے بڑے فاصلے پر بنیں۔ فضل شام میں فوت ہوئے' عبداللہ نے طائف میں انتقال کیا' عبیداللہ نے مدینے میں وفات پائی' قثم سمرقند کی خاک میں مدفون ہوئے اور معبد افریقہ میں شہید کئے گئے۔

ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں لکھا ہے کہ روئے زمین پر سب سے زیادہ بزرگ عجوز قبیلہ قریش کی بیٹی ہند بنت عمرو ہے جس کے داماد اتنے اعلیٰ درجے کے لوگ تھے (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

حضرت عباس بن عبدالمطلب، ولید بن مغیرہ، سید الشہداء حمزہ، صدیق اکبر، جعفر طیار اور حضرت علی جو ایک دوسرے ہم زلف اور یک جدی قریش تھے، انہی رشتہ داریوں کے سبب وہ آپس میں مربوط اور اسلام کی سربلندی کا موجب ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ان رشتہ داریوں میں یک جان کیا اور ان سے دین حق کے ارتقاع کا کام لیا۔ حضرت صدیق اکبر اور حضرت علی کا دینی رشتہ اور پھر محمد بن ابوبکر کو گود میں لے کر پرورش کرنا اور مصر کی گورنری پر فائز کرنا کس قدر باہمی محبت کا ثبوت ہے۔ اگر ان میں دینی اتحاد نہ ہوتا تو علی رضی اللہ عنہ کب گوارا کرتے کہ اپنے بھائی جعفر کی بیوہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حبالہ نکاح میں آئے۔ ان میں دشمنی کے قصے تراشنا اور حقیقت پر پردہ ڈالنا ذریت ابن سبا ہی کا کام ہے۔ اللہ ہدایت دے۔ (نوٹ اختتام پذیر ہوا)

یہ تمام نام حضرات شیعہ کی معتبر کتاب تاریخ الائمہ سے ماخوذ ہیں۔ حضرت علی، امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کے فرزند جو اصحاب رسول ﷺ کے ہمنام تھے، کربلا میں شہید ہوگئے مگر ہمیں ہی نہیں بلکہ مولانا مظہر علی اظہر کو بھی (ملاحظہ ہو کتاب تحریک ممدوح صحابہ) شکایت ہے کہ کوئی مجتہد کوئی شیعہ ذاکر مرثیوں میں ان جانثاروں کا ذکر نہیں کرتا۔ کہتے ہیں کہ یزید کا نام برا ہے مگر امام حسین نے اپنے ایک فرزند کا نام یزید رکھا جو ۸ دسمبر کو دو معتبر شیعوں کو روبروئے افتخار حسین صاحب، ہمشیرہ زادۂ شیخ حسن بن علی، بی اے نے دکھا دیا گیا۔ نیز حیات القلوب سے رسول اللہ کی چار صاحبزادیوں (زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ) کا ثبوت بھی بہم پہنچا دیا، اگر وہ اب بھی نہ مانیں تو مرض تعصب کا کوئی علاج نہیں، خدا ہدایت دے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیدہ فاطمہ کے سوا تمام بیویاں علی الرغم مؤلف رسالہ النظر غیر ہاشمیہ تھیں، اسی طرح حسنین کی بھی، ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں لکھا ہے کہ امام علی اصغر زین العابدین (جن کی کنیت بحوالہ ''بحارالانوار'' ج ۱۱ صف ''۴۳'' ابوبکر تھی جیسا کہ شجرہ مودت مولفہ خالد صاحب صدیقی پروفیسر میں منقول ہے) کی والدہ سے جو مثل والدہ امام محمد حنفیہ ابن حضرت علی کنیز تھیں جیسا کہ کتاب المعارف میں مسطور ہے، امام حسین رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ان کے آزاد غلام زبید نے عقد کیا تھا، اس سے عبداللہ ایک لڑکا پیدا ہوا جو علی اصغر کا ماں کی طرف سے سوتیلا (اخیافی) بھائی تھا...... الخ

اس سے ثابت ہوا کہ شیعوں میں جیسا کہ جامع جعفری ترجمہ شرائع الاسلام ص ۵۹۸ میں مرقوم ہے کہ آزاد عورت کا غلام کے نکاح میں آنا اور عربیہ عورت کو عجمی مرد سے نکاح کرنا جائز ہے اور اس کے برعکس بھی جائز ہے اور ادنیٰ پیشہ کے لوگ جیسے کہ خاکروب اور حجام ہیں صاحبان علم و ورع اور دنیا کے اغنیاء اور ملک والے لوگوں سے مناکحت کرسکتے ہیں۔ مگر مذہب حنفیہ میں غیر کفو سے

عورتوں کا نکاح کرنا جائز نہیں۔
(تفصیل دائرۃ الاصلاح کے رسالہ قند مکرر میں سید مظہر حسین صاحب بخاری' بی اے نے دی ہے)
حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ اور بیوی کا نام جو شجرہ میں دیئے ہیں وہ تاریخ الائمہ کے مطابق ہیں اور نکاح کا ثبوت آئینہ تصوف میں ہے جو مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور کے دفتر میں موجود ہے۔

سیدہ زینب بنت حضرت علی رضی اللہ عنہا کا نکاح عبداللہ بن جعفر سے ہوا تھا' ان سے کئی اولادیں ہوئیں۔ ام کلثوم کبریٰ کا عقد عمر بن خطاب سے ہوا تھا' ان سے ایک لڑکا ہوا (زید) بعد شہادت عمر ان کا عقد محمد بن جعفر سے ہوا' پھر ان کے وصال کے بعد عون بن جعفر نے نکاح کیا اور انہیں کے عقد میں فوت ہوئیں۔

(کتاب المعارف ص ۱۳۰ جس کے مصنف ابن قتیبہ حسب تحقیق مولانا محمد احمد صاحب بہاولپوری شیعہ تھے)

سیدہ سکینہ بنت امام حسین سے مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہم کا عقد ہوا' ان کے انتقال کے بعد عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم نے نکاح کیا تھا' ان سے ایک لڑکا قرین ہوا اور اس کی اولاد باقی ہے۔ ان کے بعد اصبغ بن عبدالعزیز بن مروان نے نکاح کیا تھا' اس نے زفاف کے قبل طلاق دے دی' اس کے بعد زید بن عمرو بن عثمان نے نکاح کیا' ان کا انتقال خلیفہ ہشام کے زمانے میں مدینہ میں ہوا۔

(کتاب لمعارف ص ۱۳۲ و تاریخ امیر علی شیعہ ص ۳۰۲)

سید فاطمہ بنت امام حسن کا نکاح حسن مثنیٰ بن امام حسین سے ہوا تھا' ان کے بعد عبداللہ بن عمرو بن عثمان کے نکاح میں رہیں (ایضاً) حضرت ذوالنورین کی بیٹی عائشہ کا نکاح حضرت امام حسن سے ہوا تھا۔

(بحارالانوار ج ۱۱ ص ۲۳۰ بحوالہ شجرۂ مودت خالد صدیقی)

انصاف اور غور سے دیکھیں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ نکاح باہمی محبت و خلوص و یکجہتی اور یک دینی کے مظہر ہیں' دشمنوں سے کون رشتے قائم کرتا ہے اور بالخصوص ان سے جو مذہباً مختلف اور غیر ہوں جیسا کہ علامہ حائری نے فتویٰ صادر کیا ہے کہ تمام صحابہ کرام اور ان کی اولاد میں کوئی دینی اختلاف نہیں تھا بالخصوص عشرہ مبشرہ میں۔

شیعی رسالہ النظر میں مندرجہ فتوے کے خلاف لاہور کے شیعے مالدار سنیوں کے ساتھ بیٹیوں کی شادی کر رہے ہیں۔ نام کی سنی برادری پاکستان میں آباد ہے' اس کے دو شادی شدہ صاحب اولاد

افراد سے لاہور کے شیعہ سادات نے لڑکیاں بیاہ دی ہیں اور علاوہ ازیں اورسنیوں سے بھی' یہ رشتے تفرقہ انداز شیعی مجتہدوں کے مونہوں پر شاید مہر خاموشی لگادیں اورشیعہ سنی اسی طرح ایک ہو جائیں جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رسول باہمی ازواج تعلقات اور دینی یکجہتی میں ایک تھے اور ان میں کوئی مذہبی اختلاف نہیں تھا' سب قرآن وسنت کے متبع تھے۔

ملا باقر مجلسی کی کتاب حیات القلوب ج ۲ ص ۵۸۸ میں بحوالہ نصیحتہ الشیعہ ص ۱۲۵ لکھا ہے کہ بارہ ہزار اصحابِ رسول میں نہ کوئی قدری تھا نہ مرو جی' حروری تھا نہ معتزلی' سب محبِ اہل بیت اور خالص مخلص تھے۔ اگر حضرت علی کی اصحاب ثلاثہ سے مخالفت ہوتی تو اتنی تعداد کے ساتھ بخوبی معرکہ آرا ہوسکتے تھے مگر جب اختلاف ہی نہیں تھا تو کیوں ہوتے' وہ باہم شیر وشکر تھے' ان میں نفاق کی باتیں دشمنانِ اسلام کی افترا پردازی ہے' خدا ہدایت دے۔

قرابت داران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ابوبکر و عمر عثمان و حیدر
خدا کے فضل سے وہ شیر و شکر تھے

خسر دو ان میں اور داماد بھی دو
رفیق و ہمدم خیرالبشر تھے

نبی کے تھے خسر داماد حیدر
قرین ہر دو کے اک اعظم عمر تھے

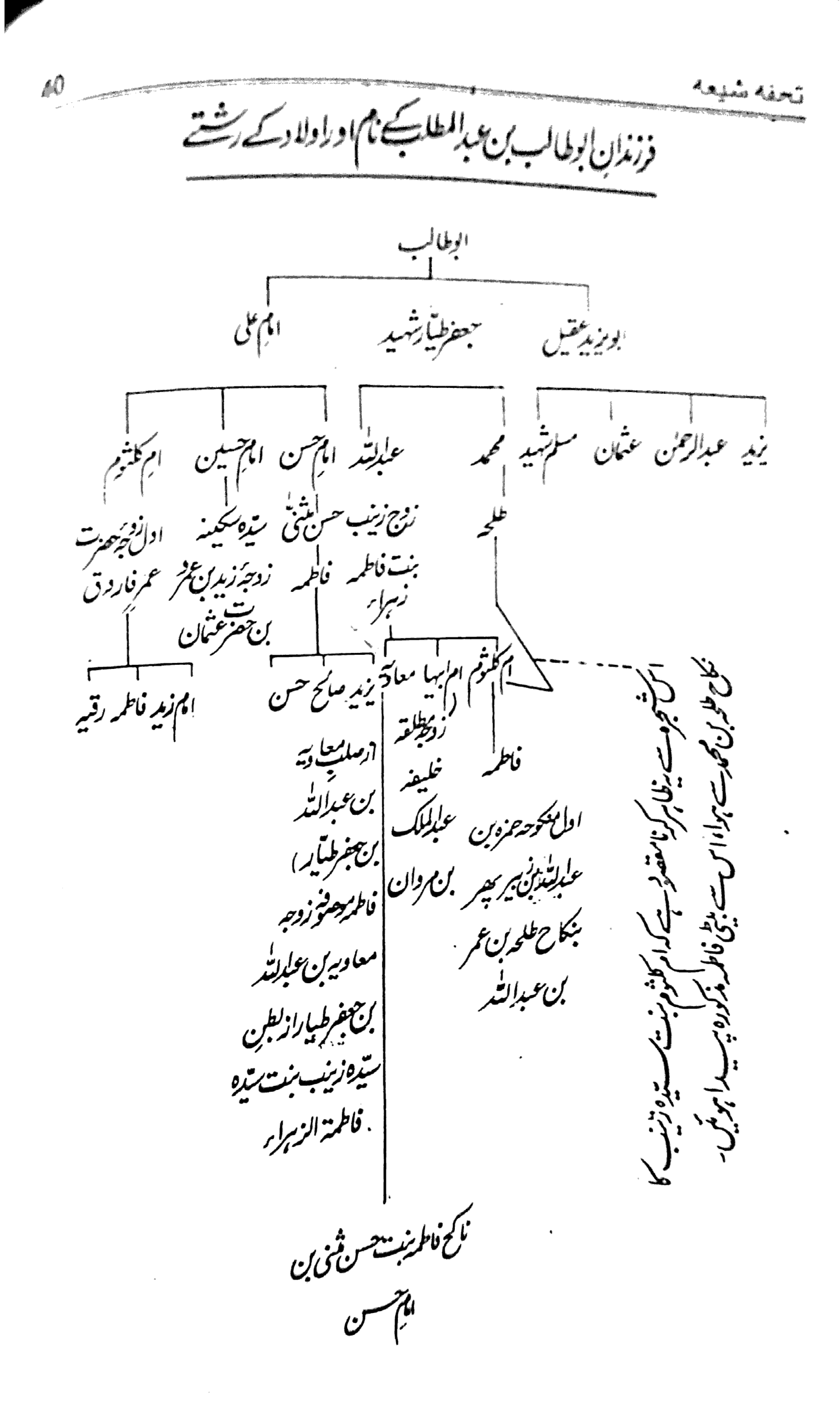
ابوالعاص و علی عثمانِ ذیشان
بہم زلفی قریب یکدگر تھے

علی کے گھر نواسی اک نبی کی
جو تھی اک اور' زوج اس کے عمر تھے

(امامہ) (ام کلثوم)

یہ تھے سب ایک دنیا اور دیں میں
بہر حالت بہم شیر و شکر تھے

(نامی)


فرزندانِ ابوطالب بن عبدالمطلب کے نام اور اولاد کے رشتے
ابوطالب
ابویزید عقیل
جعفر طیار شہید
امام علی
یزید
عبدالرحمن
عثمان
مسلم شہید
محمد
طلحہ
عبداللہ
زوج زینب بنت فاطمہ زہراء
امام حسن
حسن مثنیٰ
فاطمہ
امام حسین
سیدہ سکینہ زوجہ زید بن عمر بن حضرت عثمان
امِ کلثوم
اول زوجہ حضرت عمر فاروق
امِ کلثوم
فاطمہ
اول منکوحہ حمزہ بن عبداللہ بن زبیر پھر بنکاح طلحہ بن عمر بن عبداللہ
ام ابیہا
زوجہ مطلقہ خلیفہ عبدالملک بن مروان
معاویہ
زید
صالح
حسن
(از صلب معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار)
فاطمہ مذکورہ زوجہ معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار از بطن سیدہ زینب بنت سیدہ فاطمۃ الزہراء
ناکح فاطمہ بنت حسن مثنیٰ بن امام حسن
امام زید
فاطمہ
رقیہ

امام حسن ﷺ کی ازواج (جو ملا باقر مجلسی نے ڈھائی تین سو لکھی ہیں) کی تعداد ۴۷' علاوہ کنیزاں بتائی ہے اور ۱۲ بیٹوں کے اسماء میں زید' عبدالرحمٰن' ابوبکر' عمر' اسمٰعیل بھی گنے ہیں اور صاجزادیوں کی تعداد سات رقم کی ہے۔

امام حسین ﷺ کی بیویوں کی تعداد ۵ لکھی ہے اور گیارہ بیٹوں میں چار کے نام ابوبکر' عمر' زید اور یزید بھی بتاتے ہیں' بیٹیاں صرف چار ہی لکھی ہیں (فاطمہ کبریٰ' صغریٰ' رقیہ اور سکینہ) یزید نام رکھنا امام حسین پر منحصر نہیں بلکہ ان کے چچاؤں کی اولاد میں بھی یزید کے علاوہ معاویہ بھی نام پائے جاتے ہیں' یہ بزرگ دوسرے صحابہ کرام اور ان کی اولاد سے لڑکوں لڑکیوں کے رشتے کرنا جائز سمجھتے تھے۔

علامہ ابن قتیبہ دینوری نے کتاب المعارف میں بنی ابی طالب کے فرزندوں کی صاحبزادیوں کے متعدد نکاح حضرت عمر بن خطاب' حضرت عثمان' آل مروان' اولا زبیر وطلحہ وعبدالرحمٰن بن عوف وغیرہم سے بیان کئے ہیں کیونکہ وہ غیر کفو اور نا مسلم تو ہے نہیں کہ ازدواج ممنوع ہوتا' تعصب تو زمانہ حال کے شیعی دکاندار ملاؤں نے دلوں میں ڈالا ہے اور جاہل لوگ صحابہ کرام اور آل علی کو باہم دشمن سمجھنے لگے ہیں حالانکہ یہ رشتے ان کی باہمی محبت ومودت کے مظہر ہیں۔

سیدہ کلثوم کا نکاح حضرت عمر ﷺ سے ہوا اور ضرور ہوا۔ اس کے متعلق سید مظہر حسین صاحب بی اے کا لاجواب رسالہ منکروں کی زبان بند کر چکا ہے۔ اسی مسئلہ پر آیات بینات مصنفہ نواب محسن الملک مرحوم' طبع جدید کا صفحہ ۱۹۲ تا ۲۴۰ مسکت ہے (ادارہ الکتاب چوک بیرون لوہاری دروازہ لاہور سے طلب کریں)

لطیفہ آل ابی طالب کے شیعی مورخوں نے ان کی اولاد کے ہر جگہ مستقل نکاحوں اور ان سے پیدا شدہ اولاد کے نام بیان کئے ہیں مگر جس مسئلے (متعہ) پر وہ سنیوں سے جھگڑتے اور فرماتے ہیں کہ متعہ خدا اور رسول نے حلال کیا تھا لیکن عمر فاروق اعظم ﷺ نے حرام قرار دے دیا مگر یہ نہیں بتاتے کہ فلاں امام معصوم نے متعہ کیا تھا اور اس سے فلاں امام زادے تولد ہوئے تھے جو وراثت سے محروم رہے کیونکہ متعہ میں طلاق نہیں' متعہ کرانے والی عورت کا نان نفقہ مرد کے ذمے نہیں' ترکہ میں حصہ نہیں' پابند ہوکر رہنے کی قید نہیں' ہاں ثواب اتنا ہے کہ ایک دفعہ متعہ کرنے سے امام حسین کا درجہ مل جاتا ہے اور متعی مرد وعورت کے فرضی غسل کے قطروں سے فرشتے پیدا ہوتے ہیں جو ان دونوں کو تسبیح پڑھ پڑھ کر ثواب قیامت تک پہنچاتے رہیں گے جیسا کہ مولانا حائری کے والد کی کتاب مصنفہ کتاب برہان المتعہ میں مذکور ہے۔

مورخین کرام صرف اتنا بتاتے ہیں کہ امام باقر نے فرمایا تھا کہ خدا اور رسول نے متعہ حلال کیا ہے اور جب سائل (ابن عمر لیثی) نے عرض کیا کہ کیا آپ پسند کریں گے کہ آپ کی لڑکیاں متعہ

کریں تو امام نے منہ پھیر لیا تھا' ہمارے خیال میں یہ بھی امام پر افتراء ہے کیونکہ نہ متعہ جائز تھا نہ کسی امام نے کیا حتیٰ کہ خدائی طاقتوں کے مالک اسداللہ الغالب علی بن ابی طالب نے بھی اپنے عہد خلافت میں جبکہ آپ کے زیر علم ہزاروں جانباز لڑنے مرنے کو تیار تھے' متعہ رائج نہ فرمایا' نہ خود اس کے مرتکب ہوئے' نہ اپنی اولاد کو اس کا حکم دیا اس وقت تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے کہ کچھ خوف ہوتا۔

شیعوں کی تازہ شائع شدہ کتاب اصل و اصول شیعہ میں مسئلہ متعہ پر بھی بحث کی گئی ہے جس کے چند فقرے نہایت دل آزار ہیں مگر اس میں بھی اس فعل کو اپنے ائمہ کے عمل سے ثابت نہیں کیا تاکہ شیعوں کے لئے سند ہوتا اور وہ یہ اعلان کرنے کی جرأت کرتے کہ ہم عمل متعہ کا نتیجہ ہیں اور ہمارے والدین نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم کو توڑنے کے لئے یہ کارِ ثواب کیا تھا۔ مسئلہ متعہ پر شیخ حسن بن علی بی اے وکیل کی لاجواب کتاب کا مطالعہ کریں جو دارالاشاعت جماعت نوری بازار داتا صاحب لاہور سے بارسوم شائع ہو رہی ہے۔

عباسی خلیفہ مامون رشید کی متعہ سے توبہ

دار المصنفین کی تاریخ اسلام متعلق خلافت عباسیہ جلد اول مطبوعہ ۱۹۴۹ء کے صفحہ ۱۸۸ میں لکھا ہے کہ مامون رشید نے (جو ایک ایرانی لونڈی کے شکم سے تھا اور جس کی بیوی اس کے شیعی وزیراعظم فضل بن سہل برمکی کی بھتیجی تھی' اس لئے اس پر شیعیت کا اثر غالب تھا) متعہ کے جواز کی منادی کردی تھی جو اہل سنت پر بہت شاق گزری اور یحییٰ بن قسم قاضی نے مامون کے پاس جاکر دلیرانہ کہا کہ امیر المومنین! اسلام میں ایک رخنہ پڑ گیا ہے۔

مامون: ''وہ کیا؟''

قاضی: زنا کی حلت کا اعلان!

مامون: کس طرح؟

قاضی: کتاب اللہ اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کلام اللہ کی آیت

اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ

یعنی تمتع صرف دو طرح کی عورتوں سے جائز ہے' بیوی یا لونڈی سے) کیا ممنوعہ عورت لونڈی ہے؟

مامون: ''نہیں''

قاضی: کیا بیوی ہے اور اس کو شوہر کی وراثت اور شوہر کو اس کی وراثت ملتی ہے اور اس کے اور بیوی کے شرائط یکساں ہیں؟

مامون: نہیں۔

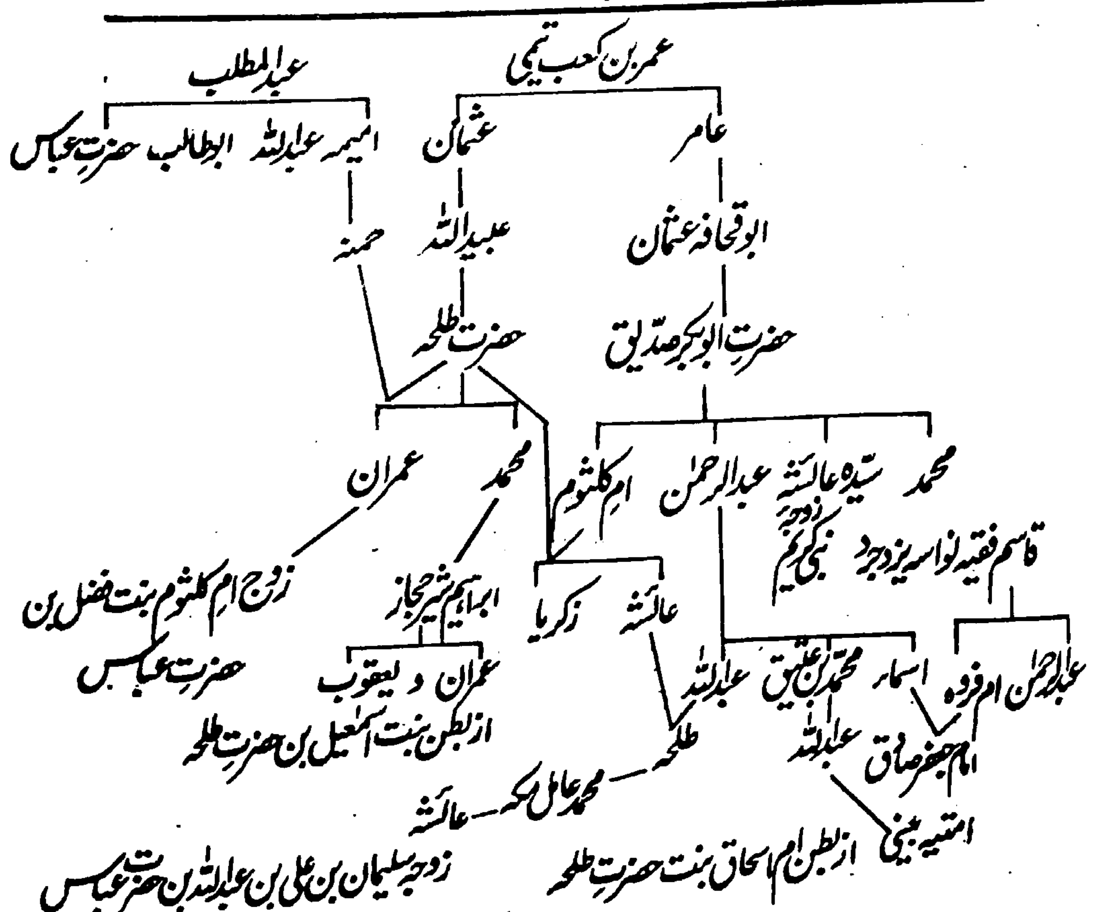
قاضی: جب ممنوعہ ان دونوں میں سے کسی میں داخل نہیں ہے تو پھر قرآن کی مقرر کردہ حدود سے باہر ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں متعہ کی حرمت کی' جس کی پہلے آپ نے اجازت نہیں دی تھی' منادی کرادو۔

اس پر گفتگو کے بعد جو ماموں اور قاضی یحییٰ کے درمیان ہوئی۔ ماموں نے اپنے فعل پر استغفار کیا اور متعہ کے ناجائز ہونے کی منادی کرائی۔

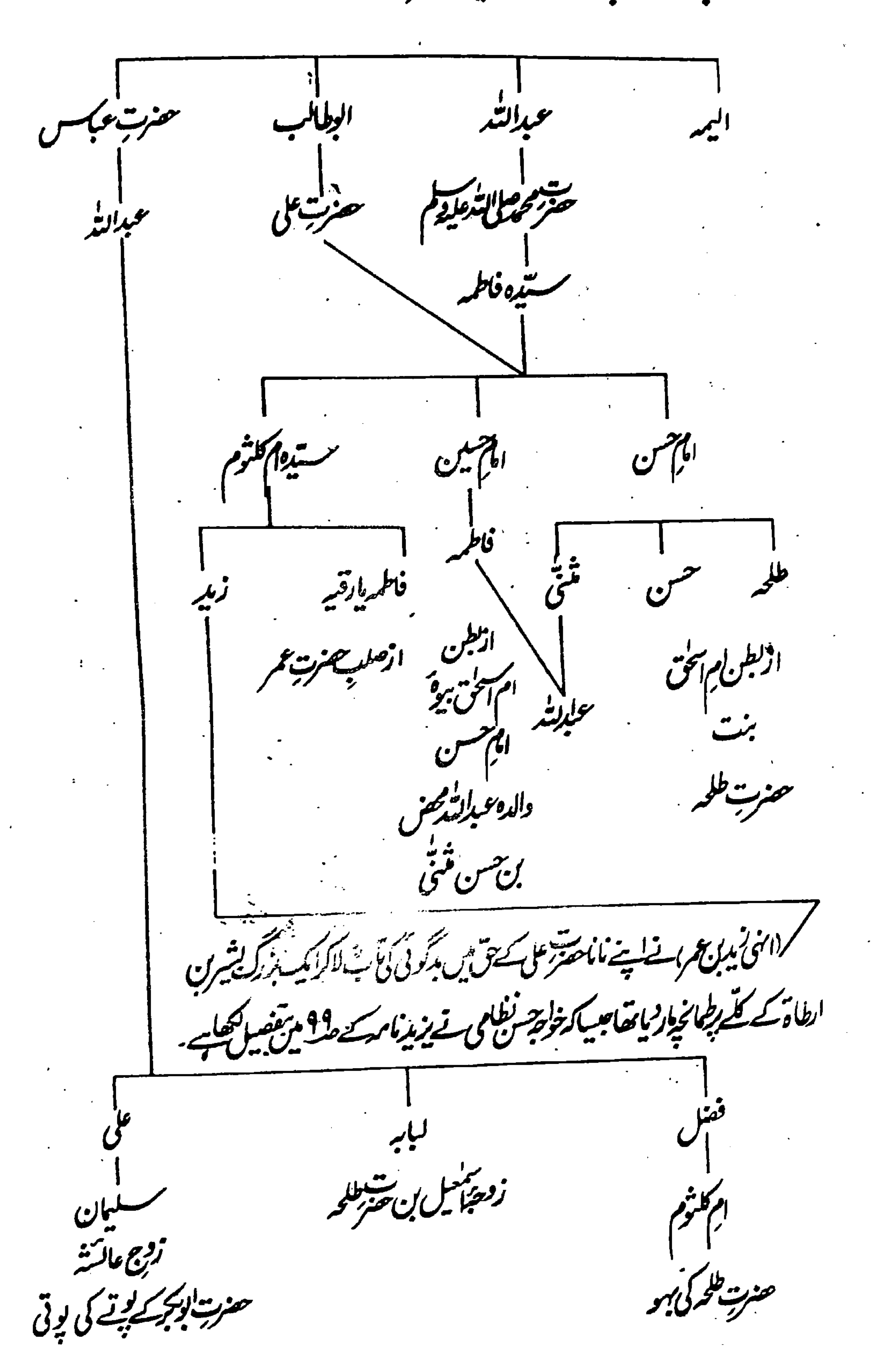
(تاریخ خطیب' ج ۱۴' ص ۱۹۹ تا ۲۰۰)

اس مسئلہ کے اور دیگر شیعی بہتانات کے جواب میں جو ترجمہ مقبول شیعہ میں اٹھائے گئے ہیں' تفسیر فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ جو علامہ محمد سراج الحق صاحب فاضل مچھلی شہر نے لکھی ہے اور جو غالباً مدیر رسالہ النجم لکھنؤ ٹھوئی ٹولہ میں طبع ہوئی تھی' جن کو یہ کتاب نہ مل سکے وہ شیخ حسن بن علی بی اے کی کتاب متعلق متعہ' جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے' مطالعہ کر کے معلوم کر کے کہ متعہ کیا چیز ہے۔

حضرتِ ابوبکر صدیق اور حضرتِ طلحہ سے اولادِ عبدالمطلب کے رشتے



عبدالمطلب (جو بنی امیہ کے جدِ اعلیٰ عبدالشمس کے بھائی تھے)



حضرت طلحہ اور حضرت صدیق اکبر ﷛ قریبی یک جدی اور قریبین مشہور ہیں۔ دونوں کا شمار دس قطعی جنتیوں میں ہے، حضرت طلحہ کی اہلیہ (حمنہ) رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور حضور کی چچا حضرت عباس کی پوتی لبابہ اور ام کلثوم آپ کی بہوئیں جس طرح حضرت صدیق اکبر ﷛ اور حضرت علی ﷛ کے بھائی جعفر طیار کی شہادت کے بعد ان کی زوجہ اسماء بنت عمیس سے شادی کرلی تھی جس سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے (ملاحظہ ہو مجالس المومنین، مطبوعہ ایران ص ۱۱۶، ۱۱۷) جو حضرت علی کے پچھلگ بیٹے (ربیب) بنے اور ان کی طرف سے بعد شہادت حضرت عثمان ﷛ مصر کے والی مقرر اور پاداش خون ذوالنورین میں قتل ہوئے۔ ام فروہ اسی محمد کی پوتی، والدہ امام جعفر تھیں جو فخریہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے صدیق نے دو دفعہ جنا (دیکھو شجرۂ بالا) امام حسین نے امام حسن کی وفات کے بعد ان کی زوجہ ام اسحاق سے نکاح کرلیا تھا لہٰذا طلحہ بن امام شبر اور فاطمہ بنت شبیر (رضاعی بھائی بہن) حضرت طلحہ کی بیٹی کی اولاد تھے۔ فاطمہ بن حسین حسن مثنیٰ کی وفات کے بعد حضرت ذوالنورین کے پوتے عبداللہ بن عمرو کی زینت خانہ بنیں۔

یہ تمام رشتے اور قرابتیں علی الرغم شیعی مدیر رسالہ النظر ثابت کرتی ہیں کہ اولاد ابی طالب اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام میں کوئی مذہبی اور دنیوی غیریت نہیں اور سب باہم شیر وشکر تھے۔

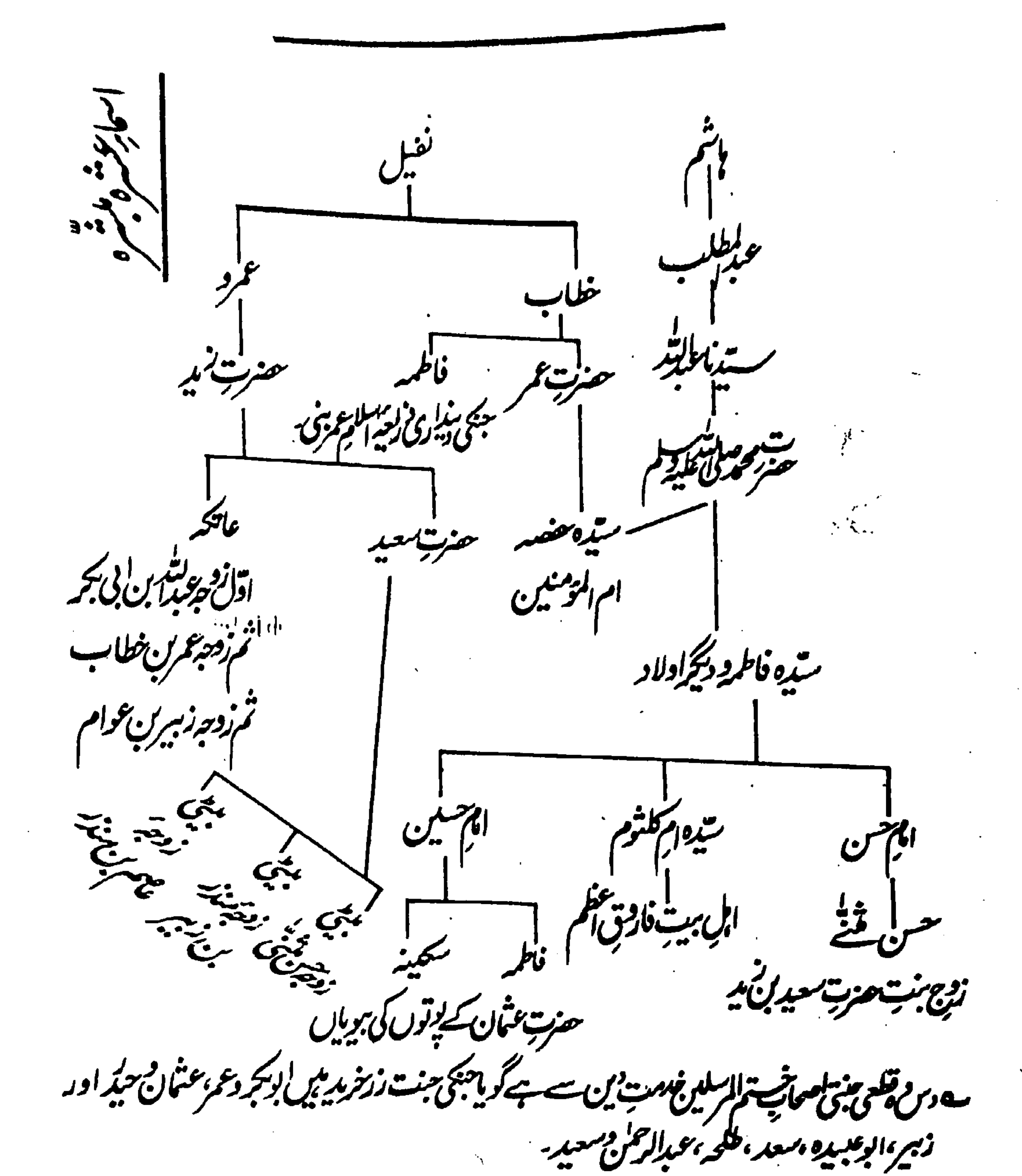
حضرت طلحہ، رسول اللہ ﷺ کے جاں نثار صحابی تھے، احد ہی میں حضور کی حفاظت کرتے ہوئے ان کا ایک ہاتھ بیکار ہوگیا تھا، خون عثمان کے مطالبہ قصاص میں شریک ام المومنین عائشہ تھے اور ۳۶ھ میں شہید ہوئے۔ مزار بصرہ میں مشہور ہے۔ پہلے مزار دوسری جگہ تھا جو نم آلود ہوگیا، اس سے اپنی صاحبزادی عائشہ کو مطلع فرمایا اور انہوں نے مقام موجود میں تیس برس بعد نکلوا کر دفن کیا۔

(معارف ص ۱۴۲)

حضرت طلحہ کی جاںنثاری

خندق میں کیا نبی پہ سایہ کس نے　　محبوب کو کاندھے پہ اٹھایا کس نے؟
ہاں تیروں کی بوچھاڑ میں پیغمبر کو　　ہاتھ اپنا سپر کرکے بچایا کس نے؟
(اثر لکھنوی)

حضرتِ عمر اور حضرتِ سعید بن زید سے قرابتِ بنی ہاشم



سے دس وہ قطعی جنتی اصحابِ خاتم المرسلین خدمتِ دین سے ہے گویا جنکی جنت زر خرید ہیں ابوبکر و عمر، عثمان و حیدر اور زبیر، ابوعبیدہ، سعد، طلحہ، عبدالرحمٰن و سعید۔

حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان دس صحابہ کرام میں سے ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا جنت کی بشارت دی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص دعا سے فاروق اعظم کو اسلام کی شوکت کے لئے مشرف بہ اسلام فرمایا اور جس قدر ترقی ان کے وجود مبارک سے دین متین کو ہوئی، وہ تاریخ میں بحرف جلی مسطور ہے اور شیعی ناظم کی مثنوی حملہ حیدری کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ جو بہ تصرف قلیل یہ ہے۔

بس است از نعوت و صفاتش ہمیں ۔۔۔ کہ گرویدہ مقبول سلطان دیں
فرازندۂ رایت اجتہاد ۔۔۔ زحق حجت و آیتے برعباد

طریق شریعت مؤید ازو ست که نام و نشان محمد ازو ست
دل دشمنان داغ دار است زو بسر خاک غم سبز وار است زو

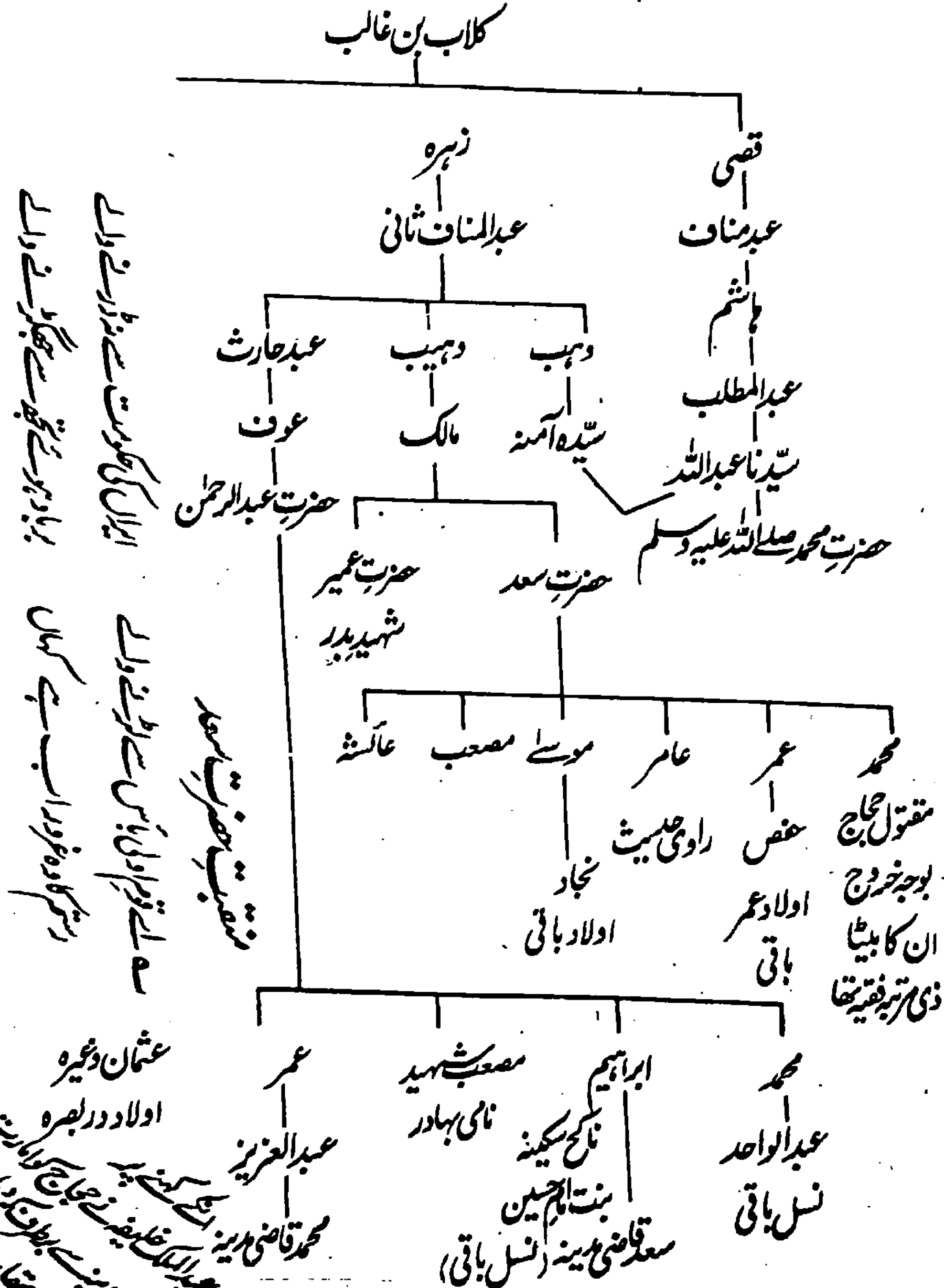
حضرت عمر کی مناقب میں کتاب ''مناقب خلفاء راشدین'' مطبوعہ دین محمد اینڈ سنز تاجران کتب لاہور میں فتوحات کا ذکر رسالہ بانیان دولتِ اسلامیہ میں کرچکا ہوں' اس لئے عدم گنجائش کی وجہ سے یہاں اور کچھ لکھنے سے معذور ہوں۔

حضرت سعید بن زید بڑے دیندار مجاہد تھے' احد میں ثابت قدم رہے اور ۱۲ھ کے جہاد خلاف مسیلمہ کذاب میں شہید ہوگئے' ''کتاب المعارف'' میں ان کی اولاد کی تفصیل دی ہے' ان کے بیٹے عبدالرحمٰن (فاروق اعظم کے نواسے) حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ کے عہد میں ایک ملک کے عامل تھے اور دوسرے بیٹے عبدالحمید کے پوتے اسحاق ابراہیم الملقب بہ خطابی کی اولاد بصرہ وغیرہ میں بمنصب گورنری ممتاز رہی۔

خاص مقربان رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

وہی صحبتیں وہی قربتیں انہیں ہیں نصیب رسول کی
ابوبکر ہے جو قریب تر تو عمر بھی آپ کے بر میں ہے
کوئی اہلبیت سے آپ کو جو نکال دے تو محال ہے
کہ عمر کی تربت پاک بھی تو رسول پاک کے گھر میں ہے
ختن علی جو عمر ہوئے کوئی ان کے جان لے مرتبے
کوئی پھر بھی ان کو برا کہے تو مقام اس کا سقر میں ہے
(تاج عرفانی)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا شجرہ



حضرت سعد بن عبدالرحمٰن عشرہ مبشرہ میں ہیں یعنی قطعی جنتی، حضرت سعد کی والدہ حضرت ذوالنورین کے دادا کے بھائی (سفیان) کی بیٹی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میرے ماموں ہیں کوئی ایسا ماموں تو لائے، حضور نے دعا کی تھی کہ یا اللہ سعد کو مستجاب الدعوات اور قادر انداز بنا دے۔ احد میں حضور ان کے ہاتھ میں تیر دیتے اور فرماتے سعد! تم پر میرے ماں باپ قربان، تیر پھینکتا جا، لہٰذا ان کے تیر دشمنوں کے لئے پیام موت بن گئے عہد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں

بمقام قادسیہ وغیرہ ایرانیوں کو شکست انہی کی سپہ سالاری میں ہوئی' کوفہ کے بانی آپ ہی ہیں' آپ ہی نے بے کشتی رسالہ اسلامی کو دجلہ کے پار اتار اور نوشیرواں کے سفید محل میں نماز جمعہ جا پڑھائی تھی' آپ عہد علی میں بحکم سرکار عالم ﷺ لڑائی سے الگ رہے کہ مسلمانوں کے خون سے تلوار رنگین نہ ہو' اسی طرح حضرت اسامہ بن زید' حضرت عبداللہ بن عمر اور محمد بن مسلم نے حضرت علی کے ساتھ ہوکر مسلمانوں پر تیغ زنی سے انکار کردیا۔ حضرت سعید کا بیٹا عمر جو امام حسین کا رشتے میں نانا لگا' کربلا میں شب عاشورہ تک امام موصوف کی رعایت کرتا رہا مگر حضرت شبیر کے سوتیلے بھائیوں (عباس علمدار' عثمان اور جعفر) کے ماموں شمر نے ابن زیاد کو بہکا دیا (زیادہ حضرت علی کا بڑا معتمد اور ان کی طرف سے گورنر فارس تھا' افسوس! اس کا بیٹا آل علی کا جانی دشمن ہوا) آخر لڑائی ہوئی جس میں امام موصوف اور ان کے چند بیٹے اور بھائی بھتیجے شہید ہوئے۔ مختار ثقفی نے انتقام لینے کے بہانے اوروں کو ساتھ ملا کر خروج کیا اور خطا کاروں کے ساتھ کئی بے گناہوں کو بھی نشانہ جفا بنا دیا' انہی مقتولوں میں عمرو بن سعد' شمر اور ابن زیاد بھی تھے' آخر بلی تھیلے سے باہر آئی اور مختار نے نبوت کا دعویٰ کردیا اور امام زین العابدین نے اس پر لعنت کی جیسا کہ شیعی معتبر کتاب جلاء العیون میں ہے پھر حضرت زبیر کے فرزند مصعب نے اسے شکست دے کر قتل کیا۔

عید شجاع بعض غیر ذمہ دار شیعے 9 ربیع الاول کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے کافر مجوسی کی عید شجاع کرتے ہیں۔ اس سال ۱۳۷۷ھ میں وہ موضع حسو بلیل میں اپنے تعصب میں ننگے ہوگئے اور جب ہر طرف سے مسلمانوں نے صدائے احتجاج بلند کی کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق کہنے لگے کہ یہ عید عمرو بن سعد کے روز قتل کی خوشی میں منائی جاتی ہے حالانکہ ملا باقر مجلسی کی کتاب زادالمعاد اور تحفۃ العلوم سے ثابت ہے کہ ۹ ربیع الاول والی عید (شجاع) سیدنا فاروق اعظم (عزیز شیر خدا) رضی اللہ عنہما کے سلسلہ قتل کی خوشی مین ہے یونہی عمرو (بن سعد) کے متعلق' یہ لوگ کیسے جاہل و متعصب ہیں' خدا ہدایت دے' مقدمہ عدالت میں ہے' گواہیوں سے حقیقت حال واضح ہوجائے گی۔

حضرت عبدالرحمٰن کو خدا نے بڑی دولت دی تھی' آپ دولت خدا داد سے امہات المومنین کی بہ خدمت کرتے رہے' آپ کا ترکہ سولہ حصے ہوکر تقسیم ہوا اور ہر لڑکی کے حصے سولہ ہزار درہم آئے۔ آپ فاروق اعظم کے مقرر کردہ مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ آپ ہی نے بعد اطمینان خلافت میں حضرت عثمان کو حضرت علی پر مقدم رکھا اور خلیفہ مقرر فرمایا اور حضرت اسداللہ الغالب نے بھی بیعت کرلی جیسا کہ پیشتر ازیں حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق اعظم سے بلا جبر و اکراہ دست بیعت ہوچکے تھے اور کیوں نہ ہوتے جبکہ ان میں کسی دینی و دنیوی معاملہ میں اختلاف نہ تھا اور وہ آپس میں شیر و شکر تھے۔

مولانا غلام دستگیر نامی (مرحوم)
رتہ پیراں نارنگ ضلع شیخوپورہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْنَ ○

اما بعد فقیر توکلی برادران اسلام کی خدمت میں گزارش پرداز ہے۔ کہ ایک دوست کی وساطت سے شیعہ کی ایک ضخیم کتاب انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے دفتر میں پہنچی۔ جس کا نام مصباح الظلم و ایضاح البلہم ہے۔ اس کے مصنف شمس العلما نواب سید امداد امام ہیں۔ یہ کتاب بعد تصحیح مولوی سید نجم الحسن صاحب مجتہد اور بعد نظر ثانی مولوی حکیم مقبول احمد صاحب دہلوی مصاحب خاص فرمانروائے ریاست رامپور مطبع ریاست میں بحکم جناب نواب صاحب موصوف چھپی ہے۔ اگرچہ اس تصنیف سے غرض حسب تصریح مصنف فقط تفتیش و تلاش اسباب واقعہ ہائلہ کربلا ہے۔ مگر اس پردے میں ان ہفوات کا اعادہ ہے۔ جو تصانیف شیعہ میں پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا حسب ایمائے اراکین مجلس شوریٰ بالخصوص مکرمی مولوی مفتی حکیم سلیم اللہ خان صدر انجمن اور محترمی مولوی حاجی خلیفہ تاج الدین احمد دبیر انجمن اس فقیر بے بضاعت نے جواب میں کتاب تحفہ شیعہ لکھنی شروع کی۔ جس کے انشاء اللہ تعالیٰ کئی حصے ہوں گے۔ ہر حصے میں ایک خاص مضمون پر بحث ہوگی۔ اور مصباح الظلم کے علاوہ امر زیر بحث کے متعلق دیگر کتب شیعہ کی تردید بھی پیش نظر رہے گی۔ چونکہ مصنف نے اپنی کتاب کے شروع میں اس امر پر بڑا زور دیا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قول حسبنا کتاب اللہ نے عملی طور پر حدیث ثقلین کو باطل کر دیا۔ سقیفہ بنی ساعدہ کا ہنگامہ اور اہل بیت کے تمام مصائب اسی قول کے نتائج ہیں۔ لہٰذا پہلے دو حصوں میں حدیث ثقلین اور حدیث قرطاس کو معرض بحث میں لایا جاتا ہے وَاللّٰهُ هُوَ الْمُسْتَعَانُ وَ عَلَيْهِ التكلان۔ اس دیباچہ میں یہ ظاہر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے جو تحقیق اسباب واقعہ کربلا کے پردے میں مسئلہ امامت و خلافت اور دیگر اسرار و احادیث مذہب شیعہ کے رخ سے پردہ اٹھا دیا ہے۔ وہ خود اس کے مذہب کی تعلیم کے خلاف ہے جیسا کہ امام جعفر صادق کے قول ذیل سے ظاہر ہے۔

(ا) عن ثابت بن سعید قال قال لی ابو عبداللہ علیہ السلام یا ثابت مالکم وللناس کفوا عن الناس ولا تدعوا احدا الی امرکم فو اللہ لو ان اہل السماء واہل الارض اجتمعوا ان یضلوا عبد ایرید اللہ ہداہ ما استطاعوا کفوا عن الناس ولا یقول

احدکم اخی و ابن عمی و جاری فان اللہ عزو جل اذا اراد بعبد خیرا طیب لروحہ فلا یسمع بمعروف الاعرفہ ولا بمنکر الا انکرہ ثم یقذف اللہ فی قلبہ کلمۃ یجمع بھا امرہ (اصول کافی مطبوعات مسئول)

ثابت بن سعید کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔ اے ثابت تمہیں لوگوں سے اور لوگوں کو تم سے کیا کام۔ اپنے تئیں لوگوں سے روکو۔ اور کسی کو اپنے دین کی دعوت نہ دو۔ کیونکہ اللہ کی قسم اگر اہل آسمان اور اہل زمین اس بات پر اتفاق کرلیں کہ کسی بندے کو گمراہ کریں جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دینے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو وہ اسے گمراہ نہیں کرسکتے۔ تم اپنے تئیں لوگوں سے روکو۔اور تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ (فلاں مخالف) میرا بھائی ہے یا میرا چچیرا بھائی ہے یا میرا ہمسایہ ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کی روح کو پاکیزہ بنا دیتا ہے۔ پس وہ موافق شرع امر کو نہیں سنتا مگر یہ کہ اسے اچھا جانتا ہے۔ اور نہ خلاف شرع امر کو سنتا ہے۔ مگر یہ کہ اسے برا جانتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایسا کلمہ ڈال دیتا ہے کہ جس سے اس کے (پراگندہ) کام کو جمع کر دیتا ہے۔ انتھی۔

(۲) عن معلی بن خنیس قال قال ابو عبداللہ علیہ السلام یا معلی اکتم امرنا و لم یذعہ اعزہ اللہ بہ فی الدنیا و جعلہ نورا بین عینیہ فی الاخرۃ یقودہ الی الجنۃ یا معلی من اذاء امرنا و لم یکتمہ اذلہ اللہ بہ فی الدنیا و نزع النور من بین عینیہ فی الاخرۃ و جعلہ ظلمۃ تقودہ الی النار یا معلی ان التقیۃ من دینی و دین ابائی ولا دین لمن لا تقیۃ لہ یا معلی ان اللہ یحب ان یعبد فی السر کما یحب ان یعبد فی العلانیۃ یا معلی ان المذیع لامرنا کالجاحدلہ۔ (اصول کافی ص ۴۸۶)

ترجمہ: معلے بن خنیس کا قول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے معلے ہمارے دین کو پوشیدہ رکھ اور اسے فاش نہ کر۔ کیونکہ جس شخص نے ہمارے دین کو پوشیدہ رکھا اور فاش نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو پوشیدہ رکھنے کے سبب دنیا میں صاحب عزت کر دے گا۔ اور ہمارے دین کو آخرت میں اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور بنا دے گا جو اس کو بہشت کی طرف لے جائے گا۔ اے معلی جس نے ہمارے دین کو فاش کیا اور پوشیدہ نہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کو اس فاش کرنے کے سبب دنیا میں خوار کرے گا۔ اور آخرت میں اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے نور کو برطرف کر دے گا۔ اور ہمارے دین کو تاریکی بنا دے گا۔ جو اسے دوزخ کی طرف لے جائے گی۔ اے معلے تقیہ (مذہب کا چھپانا) میرے دین اور میرے آباء کے دین سے ہے۔ جس میں تقیہ

نہیں۔ اس کا کوئی دین نہیں۔ اے معلے اللہ دوست رکھتا ہے کہ اس کی پوشیدہ عبادت کی جائے۔ جیسا کہ دوست رکھتا ہے کہ اس کی علانیہ عبادت کی جائے۔ اے معلے ہمارے مذہب کا فاش کرنے والا گویا اس کا منکر ہے۔ انتھی۔

یہاں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے۔ کہ اس کتاب میں یہ التزام کیا گیا ہے۔ کہ شیعہ کی کتب معتبرہ کی سند پیش کی جائے حتی کہ آیات قرآن کا اردو ترجمہ بھی بعنوان ترجمہ شیعہ مولوی حکیم سید مقبول احمد صاحب ہلوی کے مقبول ترجمہ سے لیا گیا ہے۔

جسے موافق و مطابق روایات اہل بیت علیہم السلام بیان کیا جاتا ہے۔ یہ ترجمہ دو مجتہدوں یعنی مولوی سید نجم الحسن صاحب اور مولوی سید ظہور حسین صاحب کی تصحیح و ملاحظہ کے بعد ہنرہائنس کرنیل نواب سرسید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر والئے ریاست رامپور کی سرپرستی میں مقبول پریس دہلی میں چھپا ہے۔ جیسا کہ لوح سے ظاہر ہے۔ مینیجر جوہر اینڈ کمپنی مقبول پریس نے اس ترجمہ کے اشتہار میں یہ الفاظ درج کئے ہیں "مقبولیت عام اسے حاصل کیوں نہ ہو۔ جبکہ اس کے مترجم عالی جناب مولانا مولوی حکیم السید مقبول احمد صاحب قبلہ دہلوی مدظلہ العالی نے خالصتہ بوجہ اللہ اس خدمت کو انجام دیا ہے۔ اور ترجمہ کرنے میں اپنی ذاتی قابلیت و استعداد و شہرہ آفاق ملکہ خاص کے باوجود محض عند اللہ بری الذمہ ہونے کی خاطر علمائے اعلام و مجتہدین عظام علی الخصوص جناب نجم الملتہ والدین حضرت نجم العلماء مجتہد العصروالزمن مولانا السید نجم الحسن صاحب قبلہ مدظلہ العالی و استاذ الکل فی الکل حضرت مولانا ظہور حسین صاحب قبلہ مجتہد العصروالزمن دامت برکاتہم کو اس کا ایک ایک لفظ سنا لیا تب شائع کیا "مصباح الظلم" اخیر صفحہ۔ اسی ترجمہ کی بابت سید محمد اسماعیل الہ آبادی نے یوں لکھا ہے۔ "ایک خاص بات اس قرآن مترجم میں یہ ہے کہ اس کی اشاعت میں پروردگار عالم کے حکم محکم لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کا بدرجہ اتم لحاظ رکھا گیا ہے۔ یعنی سوائے مسلمین مومنین کے تابعین منافقین کا ہاتھ تک لگنے نہیں پایا۔ جس مطبع سے یہ شائع ہوتا ہے اس میں خارجی ہوا کا گزر تک نہیں ہوا۔ لہٰذا اس کے ہدیہ لینے میں ایک نفع یہ بھی ہے کہ ہمارا پیسہ ہماری جیب میں رہیگا۔ اور اجر و ثواب جو ملے گا۔ وہ کھاتے میں۔ یہ قرآن مترجم اسلام کے لیے بے حد نفع بخش ہوگا لیکن جو لوگ کہ قائل حسبنا کتاب اللہ کی امت میں ہیں۔ ان سے کچھ بعید نہیں کہ اس قرآن مترجم کو دیکھنے کے بعد محض اس ضد سے کہ اس میں اب بھی فضائل اہل بیت رسول اور منقصت منافقین موجود ہے کتاب اللہ کو بھی چھوڑ بیٹھیں۔ اور محض حسبنا سنة العمر کی رٹ لگاتے دنیا میں چلتے پھرتے نظر آئیں (رسالہ شیعہ نمبر ۲ جلد) بابت ماہ فروری ۱۹۱۰ء مطبع انیس ہندہ کجوہ ضلع سارن ص ۱۶)۔

اسی ایک مثال سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ اہلسنّت و جماعت کو کتب شیعہ کا دستیاب ہونا کیسا دشوار

ہے۔ اور صحابہ کرام و اہلسنّت کی نسبت بیسویں صدی عیسوی کے شیعوں کے کیا خیالات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ بِجَاہِ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ

حدیث ثقلین کی بحث

یہ حدیث کتب سنی و شیعہ ہر دو میں موجود ہے۔ اصول کافی کی ایک طویل حدیث میں ہے

وقال انی تارک فیکم امرین ان اخذتم بهمالن تضلوا کتاب الله عزو جل واهل بیتی عترتی ایها الناس اسمعوا وقد بلغت انکم ستردون علی الحوض فاسئلکم عما فعلتم فی الثقلین والثقلان کتاب الله جل ذکره و اهل بیتی فلا تسبقوهم فتهلکو او لا تعلموهم فانهم اعلم منکم (اصول کافی کتاب الحجة باب الاشارة والنص علی امیر المومنین علیه السلام ص ۱۸۱)

ترجمہ: اور فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ میں تم میں دو امر چھوڑ چلا ہوں۔ اگر تم ان دونوں کو پکڑے رہو گے۔ تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ یعنی اللہ عزو جل کی کتاب اور میرے اہلبیت جو میری عترت ہیں۔ اے لوگو سنو۔ اور مجھے بذریعہ وحی خبر دی گئی ہے کہ تم حوض کوثر پر میرے پاس آؤ گے۔ میں تم سے پوچھوں گا۔ کہ تم نے ان دو نفیس چیزوں سے کیا سلوک کیا۔ اور وہ دو نفیس چیزیں اللہ جل ذکرہ کی کتاب اور میرے اہلبیت ہیں۔ تم ان سے پیش دستی نہ کرنا۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور تم ان کو تعلیم نہ دینا۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔ انتھی۔

اس حدیث کو حدیث ثقلین کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں دو ثقل یعنی دو نفیس چیزوں کی نسبت وصیت درج ہے۔

باب اول

ثقل اکبر یعنی قرآن کا بیان

سنی اور شیعہ میں سے ہر ایک فریق تمسک بالثقلین کا مدعی ہے۔ لہٰذا یہاں یہ دیکھنا ہے کہ اس دعوے میں سچا کون ہے۔ بدیں غرض پہلے ثقل اکبر یعنی قرآن کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ کہ یہ قرآن جو ہمارے پاس موجود ہے وہی ہے جو حضور رسول اکرم ﷺ پر نازل ہوا تھا اور اسی قدر ہے جتنا کہ حضور انور ﷺ اس دار فانی سے تشریف لے جانے کے وقت چھوڑ گئے تھے۔ یہ وہی قرآن کامل ہے جس کی قرآنیت بطریق تواتر ثابت ہے۔ یہ وہی قرآن ہے جس پر شرقاً غرباً ہمارا عمل رہا ہے۔ یہ وہی قرآن ہے جو عرضہ اخیرہ کے مطابق اور کمی بیشی سے محفوظ ہے جیسا کہ وعدہ الٰہی ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ (حجر۔ ع) یہ وہی قرآن ہے۔ جس کی ترتیب موافق اس قرآن کے ہے جو لوح محفوظ میں ہے۔ اسی ترتیب سے اسے آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اہلسنّت کا ہمیشہ یہی عقیدہ رہا ہے۔ کسی عہد میں اس عقیدے میں سرمو فرق نہیں آیا۔ مگر قرآن موجود کی نسبت شیعہ صاحبان کا ایسا عقیدہ نہیں۔ بغرض توضیح ذیل میں انہی کے ائمہ معصومین اور علمائے مجتہدین کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔ اور ثابت کیا جاتا ہے کہ اس مسئلہ میں قدمائے شیعہ کا کیا عقیدہ تھا۔ پھر اس میں کیا تبدیلی وقوع میں آئی۔ اور بعد ازاں کیا حال ہوا۔

دور اول ☜ پہلی تین صدیوں میں تمام شیعہ کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ قرآن مجید محرف ہے۔ آنحضرت ﷺ کے وصال شریف کے بعد صحابہ کرام نے کہیں اس میں زیادتی کر دی ہے۔ کہیں کمی۔ کہیں الفاظ بدل دیئے ہیں کہیں حروف ۔ اور ترتیب بھی وہ رکھی ہے جو خدا اور رسول کے نزدیک پسندیدہ نہیں۔ دیکھو احادیث و اقوال ذیل:

(۱) عن سلم بن سلمة قال قرء رجل علی ابی عبداللّٰه علیه السلام و انا اسمع حروف من القران لیس علی ما یقراه الناس فقال ابو عبدالله علیه السلام کف عن هذه القراة اقرء کما یقرا الناس حتی یقوم القائم فاذا قام القائم قرء کتاب الله عزو جل علی حده و اخرج المصحف الذی کتبه علی علیه السلام و قال اخرجه علی علیه السلام الی الناس حین فرغ منه و کتبه فقال لهم هذا کتاب الله عزو و جل

کما انزله الله علی محمد صلی الله علیه وسلم قد جمعته من اللوحین فقالوا هوذا عندنا مصحف جامع فیه القران لا حاجة لنافیه فقال اما والله لا ترونه بعد یومکم هذا ابدا انما کان علی ان اخبرکم حین جمعته لتقرؤه (اصول کافی ص ۶۷۱)

ترجمہ: سالم بن سلمہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے قرآن کے کئی حروف اس طرح پڑھے کہ لوگ ویسا نہیں پڑھتے۔ حالانکہ میں سن رہا تھا۔ پس امام علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اس قرات سے باز آ اور پڑھ کہ جس طرح لوگ پڑھتے ہیں یہاں تک کہ امام قائم علیہ السلام ظاہر ہوں جب وہ ظاہر ہوں گے تو اس قرآن کو ٹھیک طور پر پڑھیں گے۔ اور اس قرآن کو ظاہر کریں گے جیسے حضرت علی علیہ السلام نے لکھا تھا۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ حضرت علی علیہ السلام نے وہ قرآن لوگوں کو دکھایا۔ جس وقت آپ اس کے جمع کرنے اور لکھنے سے فارغ ہوئے۔ اور ان سے کہا کہ یہ اللہ عزو جل کی کتاب ہے جیسا کہ اس نے اس کو حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا۔ میں نے اسے دو تختیوں سے جمع کیا ہے۔ یہ سن کر لوگوں نے کہا۔ کتاب اللہ یہ ہے جو ہمارے پاس ہے۔ یہ مصحف ہے جس میں قرآن جمع ہے۔ ہمیں تمہارے جمع کئے ہوئے قرآن کی ضرورت نہیں۔ پس حضرت علی نے فرمایا۔ آگاہ رہو۔ خدا کی قسم تم آج کے بعد اس کو کبھی نہ دیکھو گے۔ مجھ پر تو یہی واجب تھا کہ جمع کر کے تمہیں خبر دوں۔ تاکہ تم اسے پڑھو۔ انتہی۔ اس رویت میں دو تختیوں سے جمع کرنے کا ذکر ہے۔ مگر دوسری روایت میں یوں ہے۔

روی علی بن ابراهیم القمی فی تفسیره باسناده عن ابی عبدالله علیه السلام قال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لعلی علیه السلام یا علی ان القران خلف فراشی فی الصحف والحریر والقراطیس فخذوه واجمعوه ولا تضیعوه کما ضیعت الیهود التوراة فانطلق علی علیه السلام فجمعه فی ثوب اصغر ثم ختم علیه فی بیته وقال لا ارتدی حتی اجمعه قال کان الرجل لیاتیه فیخرج الیه بغیر رداه حتی جمعه (تفسیر صافی)

ترجمہ: علی بن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں بالاسناد امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے علی قرآن میرے بستر کے پیچھے صحیفوں اور ریشم اور کاغذوں میں ہے۔ اس کو لو اور جمع کرو۔ اور ضائع نہ کرو جیسا کہ یہود نے تورات کو ضائع کر دیا۔ پس حضرت علی علیہ السلام نے قرآن کو ایک زرد کپڑے میں جمع کیا۔ پھر اس پر اپنے گھر میں مہر لگا دی۔

اور فرمایا کہ میں چادر نہ اوڑھوں گا یہاں تک کہ اسے جمع کرلوں۔ راوی کا بیان ہے کہ لوگ حضرت علی کے پاس آئے تھے۔ اور آپ چادر اوڑھے بغیر ان کی طرف نکلتے۔ یہاں تک کہ آپ نے قرآن جمع کرلیا۔ انتہی۔

(۲) خطبة لامیر المومنین علیه السلام و هی خطبة الوسیلة محمد بن علی بن معمر عن محمد بن علی بن عکایة التمیمی عن الحسین بن النظر الفهدی عن ابی عمر و الا وزاعی عن عمرو بن شبر عن جابر بن زید قال دخلت علی ابی جعفر فقلت یا ابن رسول الله قد ارمضنی اختلاف الشیعة فی مذاهبها فقال یا جابر الم اقفک علی معنی اختلافهم من این اختلفوا و من ای جهة تفرقوا قلت بلی یا ابن رسول الله قال فلا تختلف اذا اختلفوا یا جابر ان الجاحد لصاحب الزمان کالجاحد لرسول الله صلی الله علیه وسلم فی ایامه یا جابر اسمع وع قلت اذا شئت قال اسمع وع و بلغ حیث انتهت بک راحلتک ان امیر المومنین علیه السلام خطب الناس بالمدینة بعد سبعة ایام من وفاة رسول الله صلی الله علیه وسلم و اله و ذلک حین فرغ من جمع القران و تالیفه فقال الحمد لله (الی ان قال) و فی مناقب لو ذکرتها لعظم بهاالا رتفاع و طال لها الاستمع ولئن تقمصها دونی الاشقیان و نازعا فی فیما الیس لهما بحق و رکباها ضلالة واعتقداها جهالة فلبئس ما علیه رودا ولبئس مالا تقسهم مهدا یتلا عنان فی زور هما و یبرا اکل و احدمنهما من صاحبه یقول اقرینه اذا القتا یالیت بینی و بینک بعدالمشرقین فبئس القرین فیجیبه الاشقی علی رثوثه یٰلیتنی لم اتحذ فلانا خلیلا ○ لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاء نی وکان الشیطان للانسان خذولا ○ فان الذکر الذی عنه ضل والسبیل الذی عنه مال والایمان الذی به کفر والقران الذی ایاه هجر والدین الذی به کذب (کتاب الروضته من الکافی ص ۹، ۱۳، ۱۴)

ترجمہ: (حذف اسناد) امیرالمومنین علیہ السلام کا خطبہ وسیلہ - جابر بن زید نے کہا کہ میں محمد باقر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس میں نے عرض کی۔ اے رسول اللہ کے بیٹے۔ شیعہ کے مذاہب کے اختلاف نے مجھے جلا دیا۔ امام نے فرمایا۔ اے جابر کیا میں نے تجھے ان کے اختلاف کے مضمون سے آگاہ نہیں کیا کہ کہاں سے ان میں اختلاف پیدا ہوا۔ اور کس وجہ سے وہ جدا جدا ہوگئے۔ میں نے عرض کی۔ ہاں اے رسول اللہ کے بیٹے۔ امام نے فرمایا تب تو اختلاف نہ کر۔ جس وقت وہ اختلاف

کریں- اے جابر صاحب زمان کا منکر ایسا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا منکر آپ کے زمانے میں- اے جابر تو سن اور یاد رکھ- میں نے عرض کی- تب مجھے منظور ہے- امام نے فرمایا- کہ تو سن اور یاد رکھ اور پہنچا دے-

کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے مدینے میں رسول اللہ ﷺ کی وفات شریف سے سات روز بعد لوگوں سے خطاب کیا- جبکہ آپ قرآن کے جمع و تالیف کرنے سے فارغ ہوئے اور یوں فرمایا- سب ستائش اللہ کے لیے ہے- (یہاں تک کہ فرمایا) اور مجھ میں خوبیاں ہیں- اگر میں ان کا ذکر کروں تو ان کا ختم کرنا دشوار ہوگا- اور لوگوں کو ان کے سننے کے لیے زیادہ وقت درکار ہوگا- گو مجھے چھوڑ کر دو بدبختوں نے ان خوبیوں کا قمیص پہن لیا اور مجھ سے اس بات میں جھگڑے جس میں ان کا کوئی حق نہ تھا- اور گمراہی سے ان خوبیوں پر اپنا ہاتھ ڈالا- اور جہالت سے ان کو اپنی خیال کیا- برا ہے وہ جس کا انہوں نے ارتکاب کیا اور برا ہے وہ جو انہوں نے اپنے نفسوں کے لیے اختیار کیا- وہ اپنے جھوٹ میں ایک دوسرے پر لعنت کریں گے- اور ہر ایک اپنے ساتھی سے بیزار ہوگا- اور اس سے کہے گا جب دونوں (قیامت کے دن) ملیں گے- کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا- سو برا ہے وہ ساتھی- بڑا بدبخت اس کو اپنی تکلیف میں جواب دے گا کاش میں فلاں کو دوست نہ بناتا- اس نے مجھے ذکر سے جب وہ میرے پاس آیا گمراہ کر دیا- اور شیطان انسان کو مصیبت میں تنہا چھوڑ دینے والا ہے- کیونکہ ذکر وہ ہے جس سے وہ گمراہ ہوا- اور راستہ وہ ہے جس سے وہ پھر گیا- اور ایمان وہ ہے جس سے وہ انکار کر گیا- اور قرآن وہ ہے جسے اس نے چھوڑ دیا- اور دین وہ ہے جسے اس نے جھٹلایا- انتہی-

اس حدیث اور حدیث سابق سے ظاہر ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کی وفات شریف سے سات روز میں قرآن جمع کر لیا تھا- وہ قرآن مجید اصلی تھا- مگر حضرت شیخین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسے قبول نہ کیا- بلکہ اپنا جمع کیا ہوا قرآن دکھایا- اس پر حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ آج کے بعد تم اسے ہرگز نہ دیکھو گے- چنانچہ اس وقت سے آج تک وہ اصلی قرآن مخالفین امیر علیہ السلام کے علاوہ بیچارے شیعہ علی کی نظروں سے بھی غائب ہے- اگرچہ شیعہ کے نزدیک حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا جمع کردہ قرآن محرف اور نادرست ہے- مگر تاظہور امام غائب علیہ السلام ان کو اسی کے پڑھنے کا حکم ہے-

(۳) کتاب احتجاج طبرسی میں ایک طویل روایت (ص ۱۱۹ تا ص ۱۳۲) بدیں مضمون منقول ہے- کہ ایک زندیق حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں آیا-

اس نے کئی اعتراض کیے- اور آیات قرآنی سے استدلال کیا- چنانچہ اس کا ایک سوال یہ ہے کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیائے کرام کے ہفوات کو بہ تصریح نام ذکر کیا ہے- اور گمراہوں

اور گمراہ کنندگان کے نام بطریق توریہ وکنایہ بیان کیے ہیں حضرت امیر علیہ السلام اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ولم یکن عن اسماء الانبیاء تجبرا و تعززا بل تعریفا لاهل الاستبصار ان الکنایة عن اسماء اصحاب الجرائر العظیمة من المنافقین فی القران لیست من فعله تعالی وانها من فعل المغیرین والمبدلین الذین جعلوا القران عضین واعتاضو الدنیامن الدین و قد بین الله تعالی قصص المغیرین بقوله الذین یکتبون الکتب بایدیهم ثم یقولون هذا من عندالله لیشتروا به ثمنا قلیلا و بقوله وان منهم لفریقا یلون السنتهم بالکتب و بقوله اذ یبیتون مالا یرضی من القول بعد فقد الرسول مما یقیمون به او باطلهم حسب ما فعلته الیهود والنصاری بعد فقد موسی وعیسی من تغییر التورة والانجیل و تحریف الکلم عن مواضعه و بقوله یریدون ان یطفئوا نورا الله بافواههم و یابی الله الا ان یتم نوره - یعنی انهم اثبتوا فی الکتب مالم یقله الله لیلبسوا علی الخلیفة فاعمی الله قلوبهم حتی ترکوا فیه مادل علی ما احد ثوه فیه و حرفوا فیه و بین ان افکهم و تلبیسهم و کتمان ما علموه منه ولذلک قال لهم لم تلبسون الحق بالباطل وضرب مثلهم بقوله فاما الذبد فیذهب جفاء واماما ینفع الناس فیمکث فی الارض فالزبد فی هذا الموضع کلام الملحدین الذین اثبتوه فی القران فهو یضمحل و یبطل و یتلا شی عند التحصیل والذی ینفع الناس منه فالتنزیل الحقیقی الذی لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه والقلوب تقبله و الارض فی هذا الموضع هی محل العلم و قراره ولیس البیوع مع عموم التقیة التصریح باسماء المبدلین ولا الزیادة فی ایاته علی ما اثبتوه من تلقائهم فی الکتاب لما فی ذلک من تقویة حجج اهل التعطیل والملل المنحرفة عن قبلتنا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تجبر و تعزز کے لیے نبیوں کے نام سے کنایہ نہیں کیا۔ بلکہ اہل بصیرت کو یہ بتانے کے لیے کہ قرآن میں بڑے گنہگار منافقوں کے ناموں سے کنایہ اللہ تعالیٰ کا فعل نہیں۔ بلکہ تغیر و تبدل کرنے والوں کا فعل ہے جنہوں نے قرآن کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور دین کے عوض دنیا کو لیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے تغیر کرنے والوں کے حالات ان آیتوں میں بیان فرمائے ہیں اَلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ



الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْھِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ ھٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ لِیَشْتَرُوْا بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا (رکوع ۹ - بقرہ) وَ اِنَّ مِنْھُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَھُمْ بِالْکِتٰبِ (ال عمران : ع۹) اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَا لَا یَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ (نساء ع۱۶) یعنی بعد وفات رسول اللہ کے وہ ایسی بات کا مشورہ کریں گے جس سے وہ اپنے باطل کی کجی کو قائم کریں گے جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے بعد وفات موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے تورات اور انجیل میں تغیرات کئے اور کلمات کو ان کی جگہ سے بدل ڈالا۔

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَ یَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ (توبہ - ع۵)
یعنی انہوں نے قرآن میں وہ باتیں درج کر دیں جو اللہ نے نہ فرمائی تھیں۔ تاکہ خلقت کو دھوکے میں ڈالیں۔ پس اللہ نے ان کے دل ایسے کر دیئے کہ انہوں نے قرآن میں وہ باتیں رہنے دیں جو دلالت کرتی ہیں ان باتوں پر جو انہوں نے اس میں نئی پیدا کیں۔ اور تحریف کر دیں۔ اور ان کے بہتان اور دھوکے کو اور جسے وہ قرآن میں سے جانتے تھے۔ اس کے چھپانے کو بیان کر دیا۔ اسی واسطے ان سے فرما دیا۔ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (آل عمران - ع۷) اور ان کی مثال اس آیت میں بیان فرمائی

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْھَبُ جُفَآءً وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ (رعد - ع۳)
اس آیت میں جھاگ سے مراد ملحدوں کا وہ کلام ہے جسے انہوں نے قرآن میں درج کر دیا۔ یہ کلام تحصیل و تحقیق کے وقت مضمحل وباطل و لاشے ہو جاتا ہے جو کلام لوگوں کو نفع دیتا ہے وہ تنزیل حقیقی ہے جس میں باطل کو آگے سے اور نہ پیچھے سے داخل ہوتا ہے اور جس کو دل قبول کر لیتے ہیں۔ اور اس مقام پر زمین سے مراد محل علم اور قرار گاہ علم ہے۔ اور عموم تقیہ کے سبب ان لوگوں کے ناموں کی تصریح جائز نہیں۔ جنہوں نے قرآن کو بدل ڈالا۔ اور نہ آیات قرآن میں اس زیادتی کی تصریح جائز ہے۔ جو انہوں نے اپنی طرف سے قرآن میں درج کر دی۔ کیونکہ تصریح میں فرقہ معطلہ و کفار کی حجتوں اور ایسے اہل مذاہب کی تقویت ہوتی ہے جو ہمارے قبلہ سے منحرف ہیں۔ انتہی۔ پھر اسی زندیق کا ایک سوال یہ بھی ہے۔ کہ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَآءِ (نساء - ع۱) حالانکہ یتیموں کے حق میں انصاف کرنے اور عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی ربط نہیں۔ اور نہ تمام عورتیں یتیم ہوتی ہیں۔ پس اس آیت کے کیا معنی ہیں۔ اس کے جواب میں جناب امیر علیہ السلام یوں فرماتے ہیں۔

واما ظھورک علی تناکر قولہ فان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ماطاب لکم من النساء ولیس یشبہ القسط فی الیتامی نکاح النساء ولا کل النساء ایتاما

فهو مما قدمت ذكره من اسقاط المنافقين من القران و بين القول في اليتامى و بين نكاح النساء من الخطاب والقصص الكثر من ثلث القران و هذا وما اشبهه مما ظهرت حوادث المنافقين فيه الاهل النظر والتامل ووجد المعطلون واهل الملل المخالفة للاسلام ساغا الى القدح في القران ولو شرحت لک كل ما اسقط و حرف و بدل مما يجري هذا المجرى لطال وظهر ما تعظر التقية اظهاره من مناقب الاولياء و مثالب الاعداء۔

ترجمہ: مگر تیرا واقف ہو جانا فان خفتم الایہ کے خلاف فصاحت ہونے پر حالانکہ یتیموں کے حق میں انصاف کرنے اور عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی ربط نہیں اور نہ سب عورتیں یتیم ہوتی ہیں۔ سو اس کی وجہ وہی ہے جو میں پہلے بیان کرچکا ہوں کہ منافقوں نے قرآن میں سے بہت کچھ نکال ڈالا ہے۔ اور الفاظ فی الیتامی اور فانکحوا کے درمیان ایک تہائی قرآن سے زیادہ خطاب اور قصے ہیں۔ اور یہ اور جو اس کے مشابہ ہیں ایسے مقام ہیں۔ جن میں غورو فکر کرنیوالوں کو منافقوں کی بدعتیں ظاہو ہو جاتی ہیں۔ اور فرقہ معطلہ اور مخالف اسلام مذاہب والے قرآن میں قدح کرنے کا موقع پاتے ہیں۔ اور اگر میں تجھ سے بیان کروں اس قسم کی تمام ایسی چیزوں کو جو نکال ڈالی گئیں اور تحریف و تبدیل کردی گئیں۔ تو کلام طویل ہو جائے گا۔ اور دوستوں کی خوبیاں اور دشمنوں کی برائیاں جن کے ظاہر کرنے سے تقیہ منع کرتا ہے وہ سب ظاہر ہو جائیں گی۔ انتھی اسی زندیق کا ایک اور اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے رسول ﷺ کو باقی سب نبیوں پر فضیلت دی ہے مگر باوجود اس کے بہت جگہ آپ سے ایسے تنقیص آمیز الفاظ میں خطاب کیا ہے کہ کسی اور نبی سے نہیں کیا۔ چنانچہ فرمایا

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ (انعام - ع۴) وَلَوْ لَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا ○ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا (بنی اسرائیل - ع۸) وَ تُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ (احزاب - ع۵) وَمَا اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ (احقاف - ع۱) حالانکه فرمایا ہے مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (انعام - ع۴) وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ (یس - ع۱)

پس جب اشیاء امام میں جو نبی کا وصی ہوتا ہے۔ محفوظ ہوں۔ تو نبی کو بطریق اولے ایسی صفت سے پاک ہونا چاہیے جو وماادری مایفعل بی ولابکم سے مفہوم ہوتی ہے۔ اس کا جواب حضرت

امیر علیہ السلام یوں دیتے ہیں

واما ما ذکرله من الخطاب الدال علی تهجین النبی صلی الله علیه واله وسلم ولا زراء به والتانیب له مع اظهره الله تعالی من تفضیله ایاه علی سائر الانبیاء ہ فان اللّٰه جل و عز جعل لکل نبی عدوا من المشرکین کما قال فی کتابه و بحسب جلالة منزلة نبینا صلی الله علیه واله وسلم عند ربه کذلک عظم محنته بعد وه الذی عادمنه الیه فی شقاقه ولفاقه کل اذی و مشقة لدفع نبوته و تکذیبه ایاه وسعیه فی مکارهه و قصده لنقض کل ما ابرمه واجتهاده و من الاه علی کفره و عناده و نفاقه والحاده فی ابطال دعواه و تغییر ملته و مخالفة سنته ولم یرشیئا ابلغ فی تمام کیده من تنفیرهم عن موالاة و صیه و ایحاشهم منه و صدهم عنه و اغرائهم بعد اوته والقصد لتغیر الکتب الذی جاء به و اسقاط فیه من فضل ذوی الفضل و کفر ذوی الکفر منه و ممن وافقه علی ظلمه و بغیر و شرکه ولقد علم الله ذلک منهم فقال ان الذین یلحدون فی ایتنا لا یخفون علینا و قال یریدون ان یبدلوا کلام الله ولقد احضروا الکتب کملا مشتملا علی التاویل و التنزیل والمحکم والمتشابه والناسخ والمنسوخ لم یسقط منه حرف الف ولا لام فلما وقعوا علی مابینه اللّٰه من اسماء اهل الحق والباطل و ان ذلک ان یظهر نقض ما عقدوه قالوا لا حاجة لنافیه نحن مستغنون عنه بما عندنا وکذلک قال فنبذوه وراء ظهورهم و اشتروا به ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون ثم دفعهم الا ضطرار لورود السائل علیهم مما لایعلمون تاویله الی جمعه و تالیفه و تضمینه من تلقائهم ما یقیمون به دعائم کفرهم فصرخ منادیهم من کان عنده شی من القران فلیاتنا به ووکلوا تالیفه و نظمه الی بعض من وافقهم علی معاداة اولیاء الله علیهم السلام فالفه علی اختیارهم و ما یدل المتامل علی اختلال تمیز هم و افترائهم انهم ترکوا منه ما قدروا انه لهم وهو علیهم و زادوا فیه ما ظهر تناکره و تنافره و علم الله ان ذلک یظهرو یبین فقال ذلک مبلغهم من العلم و انکشف لاهل الاستبصار عوالدهم وافتراهم والذی بدا فی الکتب من الا زراء علی النبی صلی الله علیه واله وسلم من فریة الملحدین ولذلک قال یقولون منکرا من القول و زورا ○

ترجمہ: وہ جو تو نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے ایسا خطاب کیا ہے۔ جو آپ کی برائی اور

ذلت اور سرزنش پر دلالت کرتا ہے۔ باوجودیکہ آپ کی فضیلت تمام نبیوں پر ظاہر کر دی ہے۔ سو اللہ عزوجل نے مشرکین میں سے ہر نبی کا دشمن بنا دیا ہے۔ جیسا کہ اپنی کتاب میں فرمایا ہے اور جس قدر ہمارے نبی ﷺ کا مرتبہ اللہ کے نزدیک بڑا ہے اسی قدر آپ کو اپنے دشمن سے ابتلاء بھی زیادہ ہوا۔ جس کی دشمنی اور نفاق کے سبب آپ کو ہر طرح کی اذیت اور تکلیف پہنچی۔ کیونکہ اس نے آپ کی نبوت سے انکار کیا۔ اور آپ کو جھٹلایا۔ اور آپ کو تکالیف دینے میں کوشش کی۔ اور جس چیز کو آپ نے استوار کیا اس نے اس کو توڑنے کا قصد کیا۔ اور خود اس نے اور نیز کفرو عناد و نفاق والحاد میں اس کے مددگار نے جدوجہد کی کہ آپ کے دعوی کو باطل کر دیں۔ اور آپ کے دین کو بدل ڈالیں۔ اور آپ کی سنت کی مخالفت کریں۔

اس دشمن نے اپنی تمام بدخواہی میں کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہ دیکھی کہ لوگوں کو اس نبی کے وصی کی دوستی سے نفرت دلائے اور اس سے وحشت پیدا کر دے۔ اور لوگوں کو اس سے روکے۔ اور ان کو اس کی عداوت پر برانگیختہ کرے۔ اور اس بات پر آمادہ کر دے کہ وہ اس کتاب کو بدل دیں جو وہ لایا۔ اور اس میں سے وہ حصہ نکال ڈالیں جس میں اہل فضیلت کی فضیلت اور اہل کفر (یعنی اس دشمن اور ظلم بغاوت و شرک میں اس کے معاون) کا کفر درج ہے۔ بے شک اللہ کو ان کی یہ روش معلوم ہے اسی واسطے یہ فرمایا

اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا (حم سجدہ: ع۵) (یُرِیْدُوْنَ) اَنْ یُّبَدِّلُوْا کَلَامَ اللّٰہِ (فتح: ع ۲)

حالانکہ ان کو ایسا کامل قرآن دکھا دیا گیا۔ جو تاویل تنزیل اور محکم و متشابہ اور ناسخ و منسوخ پر مشتمل تھا۔ اور جس میں سے ایک الف یا لام تک ساقط نہ تھا۔ پس جب وہ اہل حق و اہل باطل کے ناموں سے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں بیان فرمائے تھے۔ واقف ہوئے اور سمجھ گئے اگر یہ ظاہر ہوگیا۔ تو ہمارا منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔ تب کہنے لگے کہ ہمیں اس کی کچھ ضرورت نہیں ہمارے پاس جو ہے اس کی موجودگی میں ہمیں اس کی پرواہ نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ (آل عمران - ع۱۹) پھر وہ منافقین ایسے مسائل کے پیش آنے سے جن کی تاویل وہ نہ جانتے تھے۔ قرآن کے جمع کرنے اور اس میں اپنی طرف سے وہ باتیں بڑھانے پر مجبور ہوگئے جن سے وہ اپنے کفر کے ستونوں کو قائم رکھ سکیں۔ چنانچہ ان کے منادی کرنے والے نے چلا کر کہا۔ جس کے پاس قرآن کا کوئی حصہ ہو وہ ہمارے پاس لے آئے۔ ان منافقوں نے قرآن کو جمع و ترتیب کا کام اس شخص کے سپرد کیا جو

دوستان خدا علیہم السلام کی دشمنی میں ان کا ہم خیال تھا۔ لہٰذا اس نے قرآن کو ان کی مرضی کے موافق جمع کیا جو بات کہ تامل کرنے والوں کو ان منافقوں کی تمیز کی خرابی اور ان کا افتراء بتاتی ہے۔ وہ یہ کہ انہوں نے قرآن میں وہ باتیں رہنے دیں جو وہ سمجھے کہ ان کے حق میں ہیں حالانکہ وہ ان کے خلاف ہیں۔ اور اس میں وعبارتیں بڑھا دیں جن کا خلاف فصاحت اور قابل نفرت ہونا ظاہر ہے۔ اور اللہ نے جان لیا کہ یہ ظاہر روشن ہو جائے گا۔ اس لیے فرمایا ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ (نجم - ع۴) اور اہل بصیرت پر ان کا عیب اور افترام منکشف ہوگیا۔ قرآن میں جو نبی ﷺ کی تحقیر ظاہر ہوتی ہے۔ وہ انہی ملحدوں کی الحاق کی ہوئی ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا۔ وَ اِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا (مجادلہ - ع۱)

روایت بالا سے ظاہر ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جو قرآن جمع کیا گیا اس میں صحابہ کرام نے کمی بیشی کرکے تحریف کی ہوئی ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ صحابہ کرام نے حضرت امیر علیہ السلام کے جمع کردہ قرآن کو قبول نہ کیا۔ بلکہ اس کے بعد اپنے اغراض کے مطابق تغیر و تبدل کرکے جمع کیا

(۴) عن هشام بن سالم عن ابی عبداللّٰه علیه السلام قال ان القران الذی جاء به جبریل علیه السلام الی محمد صلی الله علیه وسلم سبعة عشر الف اية (اصول کافی کتاب فضل القرآن ص ۶۷۱)

ترجمہ: ہشام بن سالم امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ امام موصوف نے فرمایا کہ قرآن جو جبرائیل علیہ السلام حضرت محمد ﷺ کے پاس لائے سترہ ہزار آیتیں تھیں۔ انتھی علامہ ابو علی طبرسی نے مجمع البیان میں سورہ دہر کی تفسیر میں قرآن کی کل آیتوں کی تعداد چھ ہزار دو سو چھتیں لکھی ہے اس حساب سے دو تہائی قرآن ساقط کر دیا گیا۔

(۵) عن احمد بن محمد بن ابی نصر قال دفع اِلَّی ابو الحسن علیه السلام مصحفا و قال لا ینظر فیه ففتحته و قرات فیه لم یکن الذین کفروا فو جدت فیها اسم سبعین رجالا من قریش باسمائهم و اسماء ابائهم قال فبعث الی ابعث بالمصحف (اصول کافی کتاب فضل القرآن ص ۶۷۰)

ترجمہ: احمد بن محمد بن ابی نصر سے روایت ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے مجھے ایک قرآن دیا اور فرمایا کہ اس میں سے نقل نہ کرنا۔ پس میں نے جو اسے کھولا اور سورہ لم یکن الذین کفروا پڑھی تو اس میں قریش میں سے ستر شخصوں کے نام بقید والدیت پائے روای نے کہا کہ امام نے مجھے کہلا بھیجا کہ وہ قرآن میرے پاس بھیج دو۔ انتھی اس حدیث کے تحت میں صافی شرح کافی میں ہے۔ مراد

کسانے است کہ سعی در غصب حق امامت اہل بیت علیہم السلام کروند انتہی۔ اصول کافی ص ۶۶۹ میں ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک تہائی قرآن ہمارے فضائل اور ہمارے دشمنوں کے مثالب میں نازل ہوا۔ اور تہائی میں سنن و امثال اور تہائی میں احکام ہیں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک چوتھائی قرآن میں ہمارے فضائل ہیں اور چوتھائی میں ہمارے دشمنوں کے مثالب ہیں اور چوتھائی میں سنن و امثال اور چوتھائی میں فرائض و احکام ہیں ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ در احادیث وارد شدہ کہ ثلث قرآن در فضائل ایشاں (اہل بیت) است ثلثے در مثالب دشمنان ایشاں ودر بعضے از روایات ربع وارد شدہ (حیات القلوب مطبوعہ نو لکشور جلد سوم ص ۴۴)

(۶) عن جابر عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت لہ لم سمی علی ابن ابی طالب امیر المومنین قال اللہ سماہ وھکذا انزل فی کتابہ و اذا اخذ ربک من بنی ادم من ظھورھم ذریتھم و اشھدھم علی انفسھم الست بربکم و ان محمدا رسولی و ان علیا امیر المومنین علیہ السلام (اصول کافی کتاب الحجۃ - باب نادر ص ۲۶۱)

ترجمہ: جابر کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ حضرت علی بن ابی طالب کو امیرالمومنین کیوں کہتے ہیں امام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کو امیرالمومنین کہا ہے۔ اور اپنی کتاب میں یوں نازل کیا ہے۔

واذاخذ ربک من بنی ادم من ظھورھم ذریتھم و اشھدھم علی انفسھم الست بربکم و ان محمدا رسولی و ان علیا امیر المومنین علیہ السلام (اعراف - ع ۲۲) اب قرآن میں و ان محمدا رسولی و ان علیا امیرالمومنین علیہ السلام نہیں ہے۔

(۷) عن ابی بصیر عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی قول اللہ عزو جل و من یطع اللہ و رسولہ فی ولایۃ علی والائمۃ من بعدہ فقد فاز فوزا عظیما ھکذا انزلت - (اصول کافی کتاب الحجۃ -باب فیہ نکت و نتف من التنزیل فی الولایۃ، ص ۲۶۲)

ترجمہ: ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آیت یوں نازل ہوئی ہے۔ ومن یطع اللہ و رسولہ فی ولایۃ علی والائمۃ من بعدہ فقد فازفوزًا عظیما (احزاب - ع) اب قرآن میں فی ولایۃ علی ولائمۃ من بعدہ نہیں ہے۔

(۸) عن عبداللہ بن سنان عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی قولہ ولقد عھدنا الی ادم من قبل کلمات فی محمد و علی و فاطمۃ والحسن والحسنین والائمۃ من

ذریتھم فنسی ھکذا واللہ انزلت علی محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم- (اصول کافی - باب فیہ نکت و نتف من التنزیل فی الولایۃ ص ۲۶۳)

ترجمہ: عبداللہ بن سنان روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام صادق نے فرمایا کہ اللہ کی قسم حضرت محمد ﷺ پر آیت قرآن یوں نازل کی گئی

ولقد عھد الی ادم من قبل کلمات فی محمد و علی و فاطمہ والحسن والحسین والائمہ من ذریتھم فنسی - طہ: ع ۶)

اب قرآن میں کلمات فی محمد و علی وفاطمۃ والحسن والحسین والائمۃ الغ نہیں ہیں-

(۹) عن جابر عن ابی جعفر علیہ السلام قال نزل جبریل علیہ السلام ھذہ الآیۃ علی محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم لبئس ما اشتروا بہ انفسھم ان یکفروا بما انزل فی علی بغیا (اصول کافی ص ۲۶۳)

ترجمہ: جابر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لے کر حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئے- بِئْسَ مَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِیْ عَلِیٍّ بَغْيًا اب قرآن میں فی علی بغیًا نہیں ہے-

(۱۰) عن جابر قال نزل جبرئیل بھذہ الایۃ علی محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم ھکذا ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فی علی فاتوا بسورۃ من مثلہ (اصول کافی ص ۲۶۳)

ترجمہ: جابر روایت کرتے ہیں کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لے کر حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئے ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبد نافی علی فاتوا بسورۃ من مثلہ اب قرآن میں فی علی نہیں ہے- اس روایت سے معلوم ہوا کہ اعجاز صرف ان آیتوں میں تھا- جو حضرت علی السلام کے بارے میں نازل ہوئی تھیں-

(۱۱) عن منخل عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال نزل جبرئیل علیہ السلام علی محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھذہ الایۃ ھکذا - یایھا الذین اوتوا الکتب امنوا بما نزلنا فی علی نورا مبینا O (اصول کافی ص ۲۶۴)

ترجمہ: منخل سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئے یایھا الذین اوتوا الکتب امنوا بما

نزلنا فی علی نورا مبینا قرآن میں نہیں ہے۔

(۱۲) عن ابی بصیر عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی قولہ تعالی سال سائل بعذاب واقع الکفرین بولایۃ علی لیس لہ دافع ثم قال ھکذا واللہ نزل بھا جبریل علی محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم (اصول کافی ص ۲۶۶)

ترجمہ: ابو بصیر روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق نے یہ آیت پڑھی۔ سال سائل بعذاب واقع للکفرین بولایۃ علی لیس لہ دافع پھر فرمایا کہ اللہ کی قسم اسی طرح اس آیت کو لے کر حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئے اب قرآن میں بولایتہ علی نہیں ہے۔

(۱۳) عن ابی حمزۃ عن ابی جعفر علیہ السلام قال نزل جبرئیل بھذہ الایۃ ھکذا ان الذین کفروا و اظلموا ال محمد حقھم لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم طریقا الا طریق جھنم خلدین فیھا ابدا و کان ذلک علی اللہ یسیرا ثم قال یایھا الناس قد جاء کم الرسول بالحق من ربکم فی ولایۃ علی فامنوا خیر الکم و ان تکفر وابولایۃ علی فان اللہ مافی السموت والارض (اصول کافی ص ۲۶۷)

ترجمہ ابو حمزہ روایت کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے۔ ان الذین کفروا وظلموا ال محمد حقھم لم یکن اللہ لیغفرلھم ولا لیھدیھم طریقا الا طریق جھنم خلدین فیھا ابدا وکان ذلک علی اللہ یسیرا پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا یایھا الناس قد جاء کم الرسول بالحق من ربکم فی ولایۃ علی فامنوا خیر الکم و ان تکفر وابولایۃ علی فان اللہ ما فی السموات والارض اب قرآن میں ان آیتوں میں ال محمد حقھم فی ولایتہ علی و بولایتہ علی نہیں ہے۔

(۱۴) عن ابی حمزۃ عن ابی جعفر علیہ السلام قال نزل جبرئیل بھذہ الایۃ علی محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم ھکذا فبدل الذین ظلموا ال محمد حقھم قولا غیر الذی قیل لھم فانزلنا علی الذین ظلموا ال محمد حقھم رجزا من السماء بما کانوا یفسقون (اصول کافی ص ۲۶۷)

ترجمہ: ابو حمزہ روایت کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل یہ آیت اس طرح لے کر حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئے ۔ فبدل الذین ظلموا ال محمد حقھم قولا غیر الذی قیل لھم فانزلنا علی الذین ظلموا ال محمد حقھم رجزا من السماء

بما کانوا یفسقون اب قرآن میں ظلموا کے بعد دونوں جگہ آل محمد صلعم نہیں ہے۔

(۱۵) عن جابر عن ابی جعفر علیہ السلام قال ھکذا انزلت ھذہ الایۃ ولو انھم فعلوا ما یوعظون بہ فی علی لکان خیرا لھم (اصول کافی ص ۲۶۸)

ترجمہ: جابر سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی ولو انھم فعلوا مایوعظون بہ فی علی لکان خیرا لھم اب قرآن میں فی علی نہیں ہے۔

(۱۶) عن حمزۃ مِمَّنْ اخبرہ قال قرأ رجل عند ابی عبداللہ علیہ السلام قل اعملوا فسیری اللہ عملکم و رسولہ والمومنون فقال لیس ھکذا ھی انما ھی والمامونون فنحن المامونون (اصول کافی ۲۶۵)

ترجمہ: حمزہ نے روایت کی اس سے جس نے اسے خبر دی۔ کہا اس خبر دینے والے نے ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے یہ آیت پڑھی قل اعملوا فسیری اللہ عملکم و رسولہ والمومنون امام صاحب نے فرمایا یوں نہیں بلکہ اس طرح ہے والمامونون اور مامونون ہم ہیں۔

(۱۷) عن ابی حمزۃ عن ابی جعفر علیہ السلام قال نزل جبرئیل علیہ السلام بھذہ الایۃ ھکذا فابی اکثر الناس بولایۃ علی الاکفورا و نزل جبرئیل بھذہ الایۃ ھکذا وقل الحق من ربکم فی ولایۃ علی فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظلمین بٰال محمد نارا (اصول کافی ص ۲۲۸)

ترجمہ: ابو حمزہ روایت کرتے ہیں کہ امام محمد باقر نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے فابی اکثر الناس بولایۃ علی الاکفورا اور جبرئیل یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے وقل الحق من ربکم فی ولایۃ علی فمن شاء فلیومن و من شاء فلیکفر انا اعتدنا للظلمین بال محمد نارا اب قرآن میں بولایۃ علی - فی ولایۃ علی - بال محمد نہیں ہے۔

(۱۸) عن معلی رفعہ فی قول اللہ عزوجل فبای الاء ربکما تکذبن ابالنبی ام بالوصی نزلت فی الرحمن (اصول کافی - ص ۱۳۲)

ترجمہ: معلی نے اس حدیث کو رفع کیا (صاحب زمان تک بوساطت سفریا کسی دوسرے امام تک تبوسط روایان) اللہ عزوجل کے قول میں فبای الاء ربکما تکذبن ابالبنی ام بالوصی یہ آیت سورہ رحمان میں نازل ہوئی۔ اب قرآن میں ابالنبی ام بالوصی نہیں ہے۔

(۱۹) حکم بن عتیبہ ایک روز امام علی بن الحسین کی خدمت میں حاضر ہوئے امام نے فرمایا حکم! کیا تجھے وہ آیت معلوم ہے جس کی رو سے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اپنے قاتل کو پہچانتے تھے۔ اور ان امور بزرگ سے واقف تھے جن کو لوگوں کے آگے بیان فرماتے تھے حکم نے عرض کی نہیں۔ پھر حکم کے دریافت کرنے پر امام نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ وما ارسلنا قبلک من رسول ولا نبی ولا محدث اور علی محدث تھے۔ (اصول کافی ص ۱۶۶) اب قرآن میں ولا محدث نہیں ہے محدث کے معنی وہ جس سے فرشتے کلام کریں۔

(۲۰) عن ابی بصیر قال قال ابو عبداللہ علیہ السلام التقیة من دین اللہ قلت من دین اللہ قال ای واللہ من دین اللہ ولقد قال یوسف ایھا العیر انکم لسارقون واللہ ما کانو اسرقوا شیئا (اصول کافی ص ۴۸۳)

ترجمہ: ابو بصیر روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تقیہ اللہ کے دین سے ہے۔ میں نے عرض کی کیا اللہ کے دن سے ہے۔ امام نے فرمایا ہاں اللہ کی قسم اللہ کے دین سے ہے۔ تحقیق یوسف علیہ السلام نے کہا تھا اے قافلہ والو تم چور ہو۔ اللہ کی قسم انہوں نے کچھ چرایا نہ تھا۔ انتہی۔ قرآن میں ایھا العیر انکم لسارقون کا قائل کسی منادی کو قرار دیا گیا ہے۔ نہ کہ یوسف کو جیسا کہ اس راویت میں ہے۔ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تقیہ اور جھوٹ ایک ہی چیز ہے۔ کیونکہ امام معصوم نے بتادیا کہ جس نے کچھ چرایا نہ تھا اس کو چور کہنا تقیہ ہے۔

(۲۱) عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قلت له قول اللہ عزو جل ھذا کتابنا ینطق علیکم بالحق قال فقال ان الکتاب لم ینطق ولن ینطق ولکن رسول اللہ ﷺ هو الناطق بالکتاب قال اللہ جل ذکرہ ھذا کتابنا ینطق علیکم بالحق قال قلت جعلت فداک انا لا نقراھا ھکذا فقال ھکذا واللہ نزل به جبرئیل علی محمد صلی اللہ علیه واله والکنه فیما حزف من کتاب عزو جل (کتاب الروضہ للکلینی ص ۲۵)

ترجمہ: ابو بصیر سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ اللہ عزوجل کا یہ قول ہے هٰذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ (یہ ہمارا نوشتہ تمہارے برخلاف ٹھیک ٹھیک گواہی دیتا ہے (ترجمہ شیعہ) امام نے فرمایا کہ نوشتہ تو بولا نہیں۔ اور نہ کبھی بولے گا۔ ہاں رسول اللہ ﷺ ہی نوشتہ کے ساتھ گویا ہیں۔ اللہ جل ذکرہ نے فرمایا ہے هٰذَا كِتَابُنَا يُنْطَقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ (اس ہمارے نوشتہ سے تمہارے برخلاف ٹھیک ٹھیک کہلوایا جائے گا) ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا۔ میں آپ پر قربان جاؤں ہم تو اس آیت کو اس طرح نہیں پڑھتے۔ اس پر امام نے فرمایا

اللہ کی قسم اسی طرح حضرت جبرائیل اس کو لے کر حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئے تھے مگر یہ کتاب اللہ عزو جل کے ان مقامات سے ہے جن میں تحریف کر دی گئی ہے۔ انتھی حاشیہ ترجمہ شیعہ میں یوں ہے۔ کافی اور تفسیر قمی میں ہے۔ کہ جناب امام جعفر صادق سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا تھا تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ نوشتہ نہ کبھی بولا ہے اور نہ بولے گا۔ ہاں جناب رسول خدا نوشتہ کو دیکھ کر نطق فرمائیں گے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ هٰذَا كِتَابُنَا يُنْطَقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ (یعنی ینطق کو بصیغہ مجہول قراءت فرمایا معنی یہ ہے کہ اس ہمارے نوشتہ سے تمہارے برخلاف ٹھیک ٹھیک کہلوایا جائے گا) کسی نے عرض کی کہ ہم تو اس طرح قراءت نہیں کرتے فرمایا کہ جبرئیل امین نے تو حکم خدا سے جناب رسول خدا پر اسی طرح نازل کیا تھا۔ مگر یہ کتاب خدا کے ان مقامات سے ہے جن میں تحریف کر دی گئی ہے۔ انتھی

(۲۲) علی بن سوید نے حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کو ایک خط لکھا جبکہ وہ قید میں تھے۔ اس خط میں علی بن سوید نے امام کا حال دریافت کیا اور چند مسائل پوچھے امام موصوف نے جو نسخہ جواب میں لکھا ہے اس میں علی بن سوید کو یوں نصیحت کرتے ہیں۔

ولا تلتمس دين من ليس من شيعتک ولا تحبن دينهم فانهم الخائنون الذى خانوا الله و رسوله و خانوا اماناتهم وتدرى ما خانوا امانا تهم تتمنوا على كتاب الله فحرفوه و بدلوه (کتاب الروضہ للکلینی ص ۶۱)

ترجمہ اور تو ان کا دین تلاش نہ کر جو تیرے شیعہ میں سے نہیں ہیں۔ اور نہ تو ان کے دین سے محبت رکھ۔ کیونکہ وہ خیانت کرنے والے ہیں جنہوں نے خدا اور رسول سے خیانت کی۔ اور اپنی امانتوں میں خیانت کی۔ اور کیا تجھے معلوم ہے کہ انہوں نے کس طرح امانتوں میں خیانت کی وہ کتاب خدا پر امین بنائے گئے تھے پس انہوں نے اس کو تحریف کر دیا اور اسے بدل ڈالا۔ انتھی۔

(۲۳) **حدثنا على بن محمد عن القسم بن محمد عن سليمان بن داؤد عن يحيى بن اديم عن شريک عن جابر قال قال ابوجعفر دعا رسول الله اصحابه بمنى فقال يايها الناس انى تارک فيكم حرمات الله و عترتى و الكعبة البيت الحرام ثم قال ابو جعفر اما كتاب لله فحرفوا واما الكعبة فهدموا واما العترة فقتلوا و كل ودايع الله فقد تبروا** (بصائر الدرجات۔ مطبوعہ ایران ۱۲۸۵ھ جزء ثامن۔ باب سابع عشر)

ترجمہ: (بحذف اسناد) امام محمد باقر علیہ السلام نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے منیٰ میں اپنے اصحاب کو بلایا اور فرمایا کہ میں تم میں دو نفیس چیزیں چھوڑ چلا ہوں اگر تم ان سے تمسک کرو گے تو کبھی

گمراہ نہ ہوگے۔ وہ اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی میرے اہل بیت ہیں۔ پس تحقیق وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔ پھر رسول اللہ نے فرمایا اے لوگو میں تم میں اللہ کی حرمتیں چھوڑ چلا ہوں۔ یعنی کتاب خدا اور میری عترت اور کعبہ بیت الحرام۔ پھر امام محمد باقر نے بیان کیا کہ کتاب خدا کو انہوں نے تحریف کر دیا۔ اور کعبہ کو گرا دیا اور عترت کو قتل کر ڈالا اور اللہ کی تمام ودیعتوں کو ہلاک کر ڈالا۔ انتہی

(۲۴) قال (علی بن ابراهیم' فی تفسیره واما ما كان خلاف ما انزل الله فهو قوله تعالى كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تومنون بالله فقال ابو عبدالله عليه السلام لقارى هذه الاية خير امة تقتلون امير المومنين والحسين بن على فقيل له فكيف نزلت يا بن رسول الله فقال انما نزلت انتم خير ائمة اخرجت للناس الاترى مدح الله لهم فى اخر الاية تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تومنون باالله و مثله انه قرى على ابى عبدالله الذين يقولون ربنا هب لنا من ازواجنا و ذرياتنا قرة اعين واجعلنا للمتقين اماما فقال ابو عبدالله عليه السلام لقد سالوا الله عظيما ان يجعلهم المتقين اماما فقيل له يا بن رسول الله كيف نزلت فقال انما نزلت واجعل لنا من المتقين اماما و قوله له معقبات من بين يديه ومن يحفظونه من امر اللّٰه فقال ابوعبداللّٰه كيف يحفظ الشئى من امر الله و كيف يكون المعقب من بين يديه فقيل له و كيف ذلك يا بن رسول الله فقال انما انزلت له معقبات من خلفه و رقيب من بين يديه يحفظونه بامر الله و مثله كثير - قال و اماما هو محذوف عنه فهو قوله لكن الله يشهد بما انزل اليك فى على كذا نزلت انزله بعلمه والملائكة يشهدون - وقوله يايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك فى على فان لم تفعل فما بلغت رسالته - وقوله ان الذين كفروا و ظلموا ال محمد حقهم لم يكن الله ليغفرلهم وقوله سيعلم الذين ال محمد حقهم اى منقلب ينقلبون و قوله ترى الذين ظلموا ال محمد حقهم فى عمرات الموت و مثله كثير (تفسیر صافی ص ۱۳)

ترجمہ: علی بن ابراہیم (جو امام حسن عسکری کے شاگرد اور محمد بن یعقوب کلینی کے استاد ہیں) نے اپنی تفسیر میں کہا اور جو چیز قرآن میں خلاف ما انزل اللہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس لایۃ امام جعفر صادق نے اس آیت کے پڑھنے والے سے کہا کہ۔ امت

سب امتوں سے اچھی ہے جس نے حضرت امیرالمومنین اور حسین بن علی کو قتل کر دیا۔ پس امام سے پوچھا گیا اے فرزند رسول یہ آیت کس طرح نازل ہوئی۔ امام نے فرمایا یوں نازل ہوئی ہے۔ انتم خیر ائمة اخرجت للناس جو امام لوگوں کے لیے پیدا کیے گئے تم ان سب سے اچھے ہو کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے آخر میں ان کی یوں مدح کی ہے تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تومنون بالله (تم نیکی کے کرنے کا حکم دیتے ہو اور بدی سے منع کرتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان لاتے ہو اور اسی کی مثل یہ ہے کہ امام جعفر صادق کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی۔ والذين يقولون ربنا هب لنا من ازواجنا و ذرياتنا قرة اعين واجعلنا للمتقين اماما (فرقان - ٥ ع) امام نے فرمایا کہ بے شک انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بڑی چیز کا سوال کیا ہے کہ ان کو پرہیز گاروں کا امام بنا دے پس آپ سے پوچھا گیا کہ اے فرزند رسول یہ آیت کس طرح نازل ہوئی تھی امام نے فرمایا کہ یوں نازل ہوئی تھی واجعل لنا من المتقين اماما اور ہمارے واسطے پرہیزگاروں میں سے امام بنا) اسی طرح جعفر صادق کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی۔ له معقبات من بين يديه و من خلفه يحفظونه من امر الله (رعد - ع۲) امام نے فرمایا خدا کے امر و قضا سے کوئی چیز کیونکر بچائی جا سکتی ہے۔ اور معقبات (پیچھے کی طرف سے آنے والے) کیونکہ من بين يديه (اس کے آگے کی طرف سے) ہو گئے۔ پس امام سے پوچھا گیا کہ اے فرزند رسول یہ آیت کس طرح ہے امام نے فرمایا یوں نازل ہوئی تھی له معقبات من خلفه و رقيب من بين يديه يحفظونه بامر الله اس طرح کی اور مثالیں بہت ہیں اور جن آیتوں سے کچھ حذف کیا گیا ہے وہ یہ ہیں لكن الله يشهد بما انزل اليک فی علی انزله بعلمه والملائكة يشهدون (نساء ع۲۳) يايها الرسول بلغ ما انزل اليک من ربک فی علی و ان لم تفعل فما بلغت رسالته (مائده - ع۱۰) ان الذين كفروا و ظلموا ال محمد حقهم لم يكن الله ليغفر لهم (نساء - ع۲۳) و سيعلم الذين ظلموا ال محمد حقهم ای منقلب ينقلبون (شعر اخير آيه) ترى الذين ظلموا ال محمد حقهم فی غمرات الموت۔ اس طرح کی اور مثالیں بہت ہیں انتہی۔ اس کے بعد تفسیر قمی میں آیات میں تقدیم و تاخیر کی مثالیں دے کر لکھا ہے۔ و مثله كثيرا پھر ان آیات کی مثالیں دی ہیں جن کا کچھ حصہ ایک سورت میں ہے اور باقی دوسری سورت میں اور لکھا ہے و مثله كثير (تفسیر صافی - ۱۳ - ۱۴)

رانزد حضرت صادق خواندم حضرت فرمود کہ ایں امت بہترین امتہا اند کہ حضرت امیرالمومنین

وامام حسن و امام حسین علیہم السلام را کشتا شخصے گفت وزائے توشوم پس آیہ چگونہ نازل شدہ است فرمود انتم خیر امتہ اخرجت للناس یعنی شما بہترین اماماں آید کہ بیروں آوردہ شدہ اید برائے مردم پس فرمود کرنمے بنی کہ بعد ازیں مدح کردہ است ایشانرا باوصافے کہ کار اماماں است (حیات قلوب جلد سوم ص ۱۹۷)

اور وہ یہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری ازواج کی طرف اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عنایت کر اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے (ترجمہ شیعہ)

(ان میں سے) ہر ایک کے لیے پہرے والے (مقرر) ہیں جو خدا کے حکم سے آگے کی طرف سے اور پیچھے کی طرف سے حفاظت کرتے ہیں (ترجمہ شیعہ)

اس کے لیے پہرے دار پیچھے کی طرف مقرر ہیں اور نگہبان آگے کی طرف سے جو حکم خدا کے بموجب حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ (ترجمہ شیعہ)

قرآن موجود میں تو یوں ہے وَلَوْ تَرٰی اِذَا الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ (انعام۔ ع)

(۲۵) وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ الایۃ (ال عمران۔ ع۹) پر ترجمہ شیعہ کے حاشیہ میں یوں لکھا ہے "تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کے مبسوط معنی لکھنے کے بعد ان حضرت کا یہ قول درج ہے کہ تنزیل خدا اس طرح تھی۔ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ اُمَمِ النَّبِیّٖنَ مگر بعد میں لفظ امم گرا دیا گیا۔ (ترجمہ شیعہ: ص ۹۴)

(۲۶) اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ وَ یَتْلُوْہُ شَاھِدٌ مِّنْہُ وَ مِنْ قَبْلِہٖ کِتٰبُ مُوْسٰی اِمَامًا وَّ رَحْمَۃً (ہود۔ ع۲)

کے حاشیہ میں ترجمہ شیعہ میں لکھا ہے "تفسیر قمی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اصل آیت یوں نازل ہوئی تھی۔

اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ وَ یَتْلُوْہُ شَاھِدٌ مِّنْہُ اِمَامًا وَّ رَحْمَۃً وَ مِنْ قَبْلِہٖ کِتَابُ مُوْسٰی اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اصل آیت یوں نازل ہوئی تھی۔ اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ (یعنی رسول اللہ ﷺ) وَ یَتْلُوْہُ شَاھِدٌ اِمَامًا وَّ رَحْمَۃً وَ مِنْ قَبْلِہٖ کِتٰبُ مُوْسٰی اُوْلٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ لوگوں نے جمع کرتے وقت آگے پیچھے کر دیا۔ (ترجمہ شیعہ ص ۳۵۵) یہی مضمون تفسیر صافی میں بھی موجود ہے۔

(۲۷) اَمَرْنَا مُتْرَفِیْھَا (بنی اسرائیل۔ ع۲) پر حاشیہ میں ہے۔ تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر سے منقول ہے کہ یہ لفظ اصل میں ہے۔ اَمَّرْنَا (میم مشدد) جس کے معنی ہیں ہم نے زیادہ کر دیا اَمَرْنَا نہیں جیسا کہ اس زمانہ کے لوگ پڑھتے ہیں۔ ترجمہ شیعہ ص ۴۵۲ تفسیر صافی میں بھی یہ

روایت موجود ہے۔

(۲۸) قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ (بنی اسرائیل۔ ع۱۲) کے حاشیہ (ترجمہ شیعہ ص ۲۶۶) میں ہے "تفسیر مجمع البیان میں مروی ہے کہ جناب امیرالمومنین نے اسی علمت کے بارے میں فرمایا کہ وہ دشمن خدا یعنی فرعون کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ البتہ جناب موسیٰ جاننے والے تھے۔ پس انہوں نے لَقَدْ عَلِمْتَ فرمایا تھا جس کے معنی ہیں کہ میں نے یقیناً جان لیا۔ قول مترجم جن لوگوں نے قرآن ناطق کو چھوڑ دیا ہے۔ ان کا قرآن صامت کے الفاظ کو اس طرح زیر و زبر کرنا کچھ بعید نہ سمجھئے' تفسیر صافی میں بھی یہی روایت بحوالہ مجمع البیان نقل کی گئی ہے۔

(۲۹) وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (فرقان: ع۱) پر مترجم نے حاشیہ لکھا ہے "تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جبرائیل امین نے جناب رسول خدا کو یہ آیت اس طرح پہنچائی تھی وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَسْحُوْرًا (اور آل محمد کا حق غصب کرنے والے نے یہ کہا کہ لوگ صرف ایک جادوگر کے مارے ہوئے شخص کو پیروی کرتے ہیں) ترجمہ شیعہ ص ۵۷۴ یہ روایت تفسیر صافی میں بھی پائی جاتی ہے۔

(۳۰) تفسیر صافی وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِى النَّعْمَةِ (مزمل) کے تحت میں ہے فی الکافی عن الکاظم والمکذبین بوصیک قال ان هذا تنزیل قال نعم یعنی کافی میں امام موسیٰ کاظم سے یوں منقول ہے۔ والمکذبین بوصیک (یعنی جھٹلانے والا تیرے وصی کو) جب پوچھا گیا کیا آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے تو امام نے فرمایا ہاں۔ انتہی۔

(۳۱) تفسیر روح المعانی (جزء اول ص ۲۱ میں ہے۔ ذکر ابن شهر اشب المازندرانی فی کتاب المثالب له ان سورة الولاية اسقطت بتما مها و كذا اكثر سورة الاحزاب فانها كانت مثل سورة الانعام فاسقطو منها فضائل اهل البيت و كذا اسقطوا لفظ و يلك من قبل لا تحزن ان الله معنا و عن ولاية على من بعد وقفوهم انهم مسئولون و بعلى بن ابى طالب من بعد وكفى الله المومنين القتال وال محمد من بعد وسيعلم الذين ظلموا الى غير ذلك۔

ترجمہ: ابن شہر آشوب مازندانی (متوفی ۵۸۸ھ) نے کتاب المثالب میں ذکر کیا ہے کہ سورہ ولایت تمام (قرآن سے) نکال دی گئی اسی طرح سورہ احزاب کا اکثر حصہ نکال دیا گیا۔ کیونکہ وہ سورہ انعام

کی مثل لمبی تھی۔ پس اس میں سے اہلبیت کے فضائل نکال دیے گئے۔ اسی طرح لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا سے پہلے ویلک حذف کر دیا گیا ہے۔ اور وقفوھم انھم مسئولون کے بعد عن و ولایۃ علی اور کفی اللہ المومنین القتال کے بعد ،علی ابن ابی طالب اور وسیعلم الذین ظلموا کے بعد ال محمد ساقط کر دیا گیا ہے وغیرذلک انتہی۔

(۳۲) ان اللہ اصطفی ادم و نوحا و ال ابراھیم و ال عمران علی العلمین ذریۃ بعضھا من بعض واللہ سمیعٌ علیمٌ

شیخ طبرسی گفتہ است کہ در قراء ت اہل بیت چنیں است و ال محمد علی العلمین علی بن ابراہیم در تفسیر گفتہ کہ امام موسیٰ کاظم فرمود کہ یہ آیتہ چنیں نازل شدہ است و ال ابراھیم و ال عمران و ال محمد علی العلمین (حیات القلوب جلد سوم ص ۶۳) اس آیت کے تحت میں تفسیر صافی میں ہے والعیاشی عن الصادق قال و ال محمد کانت فمحوھا و فی روایۃ اخری قال ھو و ال ابراھیم و ال محمد علی العلمین فوضعوا اسما مکان اسم ترجمہ تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ لفظ آل محمد اس آیت میں موجود تھا لوگوں نے مٹا دیا اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اصل آیت یوں تھی۔ اٰلَ اِبْرَاھِیْمَ وَ اٰلَ مُحَمَّدٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ لوگوں نے محمد کی جگہ عمران بنا دیا۔ انتہی۔

(۳۳) فی تفسیر العیاشی عن ابی جعفر قال لولا انہ زید فی کتاب اللہ و نقص ما خفی حقنا علی ذی حجی ولو قد قام قائمنا صدقہ القران و فیہ عن ابی عبداللہ علیہ السلام لو قری القران کما انزل الفینا فیہ مسمین (تفسیر صافی ص ۱۱)

ترجمہ: تفسیر عیاشی میں ہے کہ امام محمد باقر نے فرمایا اگر قرآن میں زیادتی اور کمی نہ کی ہوتی۔ تو ہمارا حق کسی عقلمند پر پوشیدہ نہ رہتا۔ اور اگر امام قائم علیہ السلام ظاہر ہو کر بولیں تو قرآن آپ کی تصدیق کرے اور تفسیر مذکور میں ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا اگر قرآن پڑھا جائے جیسا کہ نازل ہوا تو یقیناً تو ہم کو اس میں نام بنام پائے گا۔

(۳۴) علامہ محسن کاشی لکھتے ہیں المستفاد من مجموع ھذہ الاخبار و غیرھا من الروایات من طریق اھل البیت علیھم السلام ان القران الذی بین اظھرنالیس بتمامہ کما انزل علی محمد صلی اللہ علیہ والہ بل منہ ما ھو خلاف ما انزل اللہ و منہ ما ھو مغیر محرف و انہ قد حذف عنہ اشیاء کثیرۃ منھا اسم علی علیہ السلام فی کثیر من المواضع و منھا لفظۃ ال محمد غیر مذۃ و منھا اسماء المنافقین فی

مواضعها و منها غير ذلك و انه ليس ايضا على الترتيب المرضى عند الله و عند رسوله و به قال على بن ابراهيم (تفسیر صافی نمبر ۱۴)

ترجمہ: ان تمام حدیثوں سے اور ان کے علاوہ اور جس قدر روایتیں اہل بیت علیہم السلام سے مروی ہیں۔ ان سے یہ پایا جاتا ہے کہ جو قرآن ہمارے درمیان میں ہے وہ پورا جیسا کہ حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ نہیں ہے بلکہ اس میں سے کچھ خلاف ما انزل اللہ ہے اور کچھ تغیر و تحریف کیا ہوا ہے اور اس میں سے بہت سی چیزیں نکال ڈالی گئیں۔ مثلاً علی علیہ السلام کا نام بہت مقامات سے اور لفظ آل محمد کئی بار اور منافقوں کے نام ان کی جگہوں سے اور ان کے علاوہ اور چیزیں نکال دی گئیں اور نیز اس قرآن کی ترتیب خدا اور رسول کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے اسی کے قائل ہیں علی بن ابراہیم۔ انتہی۔

(۳۵) تفسیر صافی ص ۱۴ میں ہے۔ اما اعتقاد مشائخنا رحمهم الله فی ذلک فالظاهر من ثقة الاسلام محمد بن يعقوب الكلينى طاب ثراه انه كان يعتقد الحريف و النقصان فى القران لانه روى روايات فى هذا المعنى فى كتابه الكافى و لم يتعرض لقدح فيها مع انه ذكر فى اول الكتاب انه يثق بمارواه فيه و كذلك استاده على ابن ابراهيم القمى فان تفسيره مملو منه وله غلو فيه و كذلك الشيخ احمد بن ابى طالب الطبرسى قدس سره ايضًا نسج على منوالهما فى كتاب الاحتجاج

ترجمہ: رہا ہمارے مشائخ رحمہم اللہ کا اعتقاد اس بارے میں سو ثقتہ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی طاب ژاہ کی نسبت ظاہر یہ ہے کہ وہ قرآن میں تحریف و نقصان کے معتقد تھے کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب کافی میں اس مضمون کی روائتیں نقل کی ہیں اور ان پر کوئی اعتراض وارد نہیں کیا۔ اور معہذا اپنی کتاب کے شروع میں لکھتے ہیں کہ جو حدیثیں ہم اس کتاب میں نقل کریں گے۔ ہمیں ان پر وثوق ہے اسی طرح ان کے استاد علی بن ابراہیم قمی بھی تحریف کے معتقد تھے۔ کیونکہ ان کی تفسیر ایسی روایتوں سے پر ہے اور ان کو اس عقیدے میں غلو ہے اسی طرح شیخ احمد بن ابی طالب طبری قدس سرہ بھی تحریف کے معتقد تھے کیونکہ وہ بھی کتاب الاحتجاج میں ان دونوں کے طریق پر چلے ہیں۔ انتہی

(۳۶) فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب العلامہ حسین بن محمد تقی النوری الطبرسی (مطبوعہ ایران ۱۲۹۸ھ ص ۳۰) میں ہے۔

قال السيد المحدث الجزائرى فى الانوار ما معناه ان الاصحاب قد اطبقوا على

اصحة الاخبار المستفیضة بل المتواترة الدالة بصریحها علی وقوع التحریف فی القران

ترجمہ: سید محدث جزائری نے کتاب انوار میں فرمایا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اصحاب امامیہ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ وہ روائیتیں صحیح بلکہ مستفیض بلکہ متواتر ہیں جو صراحتہ تحریف قرآن پر دلالت کر رہی ہے۔ انتھی۔ اسی کتاب کے ص ۲۲۷ میں ہے

وھی کثیرة جد احتی قال السید نعمة الله الجزائری فی بعض مولفاته کما حکی عنه ان الاخبار الدالة علی ذلک تزید علی الفی حدیث وادعی استفاضتها جماعة کالمفید والعمحقق الداما دوالعلامة المجلسی و غیرھم بل الشیخ ایضا صرح فی التبیان بکثرتها بل ادعی تواترھا جماعة یاتی ذکرھم۔

پھر بفاصلہ چند سطور لکھتے ہیں۔

واعلم ان تلک الاخبار منقولة من الکتب المعتبرة التی علیها معول اصحابنا فی اثبات الاحکام الشرعیة والاثار النبویة

ترجمہ: روایات تحریف قرآن یقیناً بہت ہیں حتی کہ سید نعمت اللہ جزائری نے اپنی بعض تصنیفات میں لکھا ہے جیسا کہ ان سے نقل کیا گیا ہے کہ جو روائیتں تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں وہ دو ہزار حدیث سے زیادہ ہیں۔ اور ایک جماعت نے ان روایتوں کے مستفیض ہونے کا دعویٰ کیا ہے جیسے کہ شیخ مفید اور محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہم بلکہ شیخ نے بھی تبیان میں ان روایات کے بہت ہونے کی تصریح کی ہے۔ بلکہ ایک جماعت نے ان کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس جماعت کا ذکر آگے آئے گا۔ جاننا چاہیے کہ یہ روایتیں کتب معتبرہ سے منقول ہیں جن پر ہمارے اصحاب کا اعتماد ہے احکام شرعیہ اور آثار نبویہ کے ثابت کرنے میں انتھی۔ پھر صاحب فصل الخطاب نے آخر کتاب میں اپنے اس وعدہ کو پورا کیا ہے۔ اور ان محدثین کے نام لکھے ہیں جنھوں نے روایات تحریف قرآن کو متواتر کہا ہے۔ ان ناموں میں علامہ مجلسی کا نام بھی ہے۔ اور ان کی عبارت کا ایک جملہ قابل دید ہے

و ھی ھذه عندی ان الاخبار فی ھذا الباب متواترة معنی و طرح جمیعها یوجب رفع الاعتماد عن الاخبار راسا بل ظنی ان الاخبار فی ھذا الباب لا یقصر عن اخبار الامامة فکیف یثبتونها بالخبر۔

ترجمہ: میرے نزدیک تحریف قرآن کی روائتیں متواتر ہیں اور ان سب روایتوں کو ترک کردینے

سے ہمارے تمام فن حدیث کا اعتبار جاتا رہے گا۔ بلکہ میرا علم یہ ہے کہ تحریف قرآن کی روایتیں مسئلہ امامت کی روایتوں سے کم نہیں ہیں۔ لہٰذا اگر تحریف قرآن کی روایتوں کا انکار کیا جائے تو مسئلہ امامت بھی روایات سے ثابت نہ ہو سکے گا۔ (حالانکہ اس کا مدار روایات ہی پر ہے)

خلاصہ کلام یہ کہ تمام متقدمین شیعہ قرآن میں تحریف باقسامہ کے قائل تھے وہ روایات جن سے تحریف قرآن ثابت ہوتی ہے۔ ان معتبر کتابوں میں ہیں جن پر مذہب شیعہ کا مدار ہے۔ وہ روایات حسب اقرار علمائے شیعہ معتبرہ و کثیرہ دو ہزار سے زائد مستفیض بلکہ متواتر ہیں۔ اور وہ صراحتہ تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں۔

دور ثانی ☜ قدمائے شیعہ نے خلافت بلا فصل کی دھن میں قرآن کریم کو محرف قرار دیا اور اس عقیدے کی تائید میں دو ہزار سے زائد روایتیں وضع کر کے خاندان نبوت کی طرف منسوب کر دیں پہلی تین صدیوں میں تمام شیعہ بلا استثناء اسی عقیدہ تحریف کے پابند تھے۔ مگر جب چوتھی صدی آدھ سے کچھ زیادہ گزر گئی تو اس عقیدے نے پلٹا کھایا۔ اور بعض مجتہدین عدم تحریف کے قائل ہو گئے۔ ان میں سب سے اول شیخ صدوق مؤلف من لا یحضرہ الفقیہ ہیں۔ چنانچہ ان کے رسالہ فی الاعتقادات مطبوعہ ایران ۱۲۷۴ھ میں یہ عبارت درج ہے باب الاعتقاد فی مبلغ القرآن:

قال الشیخ اعتقادنا ان القران الذی انزله الله تعالٰی علی نبیه محمد هوما بین الدفتین وهو ما فی ایدی الناس لیس باکثر من ذلک و مبلغ سوره عند الناس مائة واربعة عشر سورة و عند نا ان الضحی و الم نشرح سورة واحدة ولا یلف و الم ترکیف سورة واحدة و من نسب الینا انا نقول انه اکثر من ذلک فهو کاذب و ماروی من ثواب قراءة کل سورة من القران و ثواب من ختم القران کله و جواز قراءة سورتین فی رکعة و النهی عن القران بین سورتین فی رکعة فریضة تصدیق لما قلناه فی امر القران و ان مبلغه ما فی ایدی الناس و کذلک ماروی من النهی عن قراءة القران کله فی لیلة واحدة و انه لا یجوز انیختم القران فی اقل من ثلثة ایام تصدیق لما قلنا ایضًا

ترجمہ: قرآن کی مقدار میں اعتقاد کا باب شیخ رہ نے کہا کہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ قرآن جو اللہ تعالٰی نے اپنے نبی محمد پر نازل کیا وہ مابین الدفتین ہے اور وہ وہی ہے جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اور اس سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کی سورتوں کی تعداد لوگوں کے نزدیک ایک سو چودہ ہے مگر ہمارے نزدیک ضحی اور الم نشرح ایک سورت ہے۔ اور لایلف اور الم ترکیف ایک سورت ہے جو شخص

ہماری طرف اس قول کو منسوب کرتا ہے کہ قرآن اس سے زیادہ ہے وہ جھوٹا ہے۔ اور یہ روایت ہے کہ قرآن کی ہر سورت پڑھنے کا اتنا ثواب ہے اور جو سارے قرآن کو ختم کرے اس کو اتنا ثواب ملتا ہے اور ایک رکعت میں دو سورتوں کا پڑھنا جائز ہے اور فرض کی رکعت میں دو سورتوں کا قرآن منع ہے اس تمام سے قرآن کے بارے میں ہمارے عقیدے کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ قرآن اتنا ہی ہے جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ اسی طرح حدیث میں جو آیا ہے کہ ایک رات میں سارا قرآن نہ پڑھنا چاہیے اور تین دن سے کم میں قرآن کا ختم کرنا جائز نہیں اس سے بھی ہمارے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ انتہی

دوسرے علم الہدیٰ مرتضیٰ (متوفی ۴۳۶ھ) ہیں چنانچہ شیخ ابو علی طبرسی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ومن ذلک الکلام فی زیادة القران و نقصانه فانه لا یلیق بالتفسیر واما الزیادة فیه تجمع علی بطلانه واما النقصان منه فقد روی جماعة من اصحابنا و قوم من حشویة العامة ان فی القران تغییرا و نقصانا والصحیح من مذهب اصحابنا خلافه وهو الذی نصره المرتضی قدس الله روحه واستو فی الکلام فیه غایة الاستیفاء فی جواب المسائل الطرابلسیات و ذکر فی مواضع ان العلم بصحة نقل القران کالعلم بالبلدان والحوادث الکبار والوقائع العظام والکتب المشهورة واشعار العرب المسطورة فان العنایة اشتدت والدواعی توفرت علی نقله و حراسته و بلغت الی حدلم یبلغه فیما ذکر ناه لان القران معجزة النبوة و ماخذالعلوم الشرعیة والاحکام الدینیة والعلماء المسلمین قد بلغوا فی حفظه و حمایة الغایة حتی عرفوا کل شئی اختلف فیه من اعرابهٖ و قرائته و حروفه و ایاته فکیف یجوزا ان یکون مغیرا او منقوصا مع العنایة الصادقة والضبط الشدید وقال ایضا قدس الله روحه ان العلم بتفصیل القران و ابعاضه فی صحة نقله کالعلم بجملته و جری ذلک مجری ما علم ضرورة من الکتب المصنفة کتاب سیبویه و المزنی فان اهل العنایة بهذا الشان یعلمون من تفصیلها ما یعلمونه من جملتها حتی لو ان مدخلا ادخل فی کتاب سیبویه بابا فی النحولیس من الکتاب لعرف و میزو علم انه ملحق و لیس من اصل الکتاب و کذلک القول فی کتاب المزنی و معلوم ان العنایة بنقل القران و ضبطه اضبط من العنایة بضبط کتاب سیبویه و دواوین الشعراء و ذکر ایضا رضی الله عنه ان القران کان علی عهد رسول الله مجموعا

مولفا علی ما هو علیه الان و استدل علی ذلک بان القران کان یدرس و یحفظ جمیعه فی ذلک الزمان حتی عین علی جماعة من الصحابة می حفطهما وانه کان یعرض علی النبی ویتلی علیه وان جماعة من الصحابة مثل عبدالله بن مسعود وابی بن کعب وغیره اختموا القران علی النبی عدة ختمات و کل ذلک یدل باد فی تامل علی انه کان مجموعا مربنا غیر مبتور ولا مبثوث و ذکر ان من خالف فی ذلک من الامامیة والحشویة لا یعتد بخلافهم فان الخلاف فی ذلک مضاف الی قوم من اصحاب الحدیث نقلوا اخبارا ضعیفة ظنوا صحتها لایرجع بمثلها من العلوم المقطوع علی صحته (مجمع البیان مطبوعہ ایران ۱۲۸۴ھ جلد اول ص ۵)

ترجمہ: از انجملہ قرآن میں کمی بیشی کی بحث ہے۔ کیونکہ یہ تفسیر کے لائق نہیں۔ قرآن میں زیادتی کے بطلان پر تو اجماع ہے۔ رہا قرآن میں کمی۔ سو ہمارے اصحاب کی ایک جماعت اور حشویہ عامہ کے ایک گروہ نے روایت کی ہے۔ کہ قرآن میں تغیرو تبدل اور نقصان ہے۔ مگر ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب اس کے خلاف ہے او مرتضٰی قدس اللہ روحہ نے اسی مذہب کی تائید کی ہے اور مسائل طرابلسیات کے جواب میں اس بارے میں غایت درجہ کی مفصل بحث کی ہے۔ اور کئی جگہ ذکر کیا ہے کہ نقل قرآن کے صحیح ہونے کا علم ایسا ہے جیسا کہ شہروں اور بڑے بڑے حوادثات و وقائع اور مشہور کتابوں اور عرب کے اشعار نوشتہ کا علم ہے کیونکہ اس کی طرف توجہ بہت رہی ہے۔ اور اس کی نقل و حفاظت کے اسباب زیادہ ہیں اور اس حد تک پہونچے ہوئے ہیں کہ کوئی اور چیز اسے نہیں پہونچتی۔ اس لیے کہ قرآن نبوت کا معجزہ اور علوم شرعیہ و احکام دینیہ کا ماخذ ہے۔ اور علمائے اسلام اس کی حفاظت و حمایت کو پہنچ گئے ہیں حتی کہ اعراب و قراءت و حروف و آیات میں جو اختلافات ہیں ان سب کو وہ جانتے ہیں پس ایسے شدید ضبط اور عنایت صادقہ کے باوجود کیونکہ ہو سکتا ہے کہ قرآن میں تغیریا نقصان آگیا ہو مرتضٰی قدس اللہ روحہ نے یہ بھی کہا ہے کہ قرآن کی تفصیل اور اس کے اجزاء کا علم اس کی نقل کے صحیح ہونے میں ایسا ہے جیسا جملہ قرآن کا علم ہے اور یہ بمنزلہ ان کتب مصنفہ کے ہے جن کا علم ضروری ہے مثلاً کتاب سیبویہ اور کتاب مزنی۔ کیونکہ جو لوگ اس فن کے واقف ہیں ان کو ان دونوں کتابوں کیا جزاء کا ایسا ہی علم ہے جیسا کہ ان کے کل کا حتی کہ اگر کوئی شخص سیبویہ کی کتاب میں نحو کا ایک باب داخل کردے جو اس کتاب میں سے نہ ہو تو وہ پہچانا جائے گا اور تمیز کیا جائے گا اور معلوم ہو جائے گا کہ وہ الحاق ہے اور اصل کتاب میں سے نہیں ہے۔ یہ حال کتاب مزنی کا ہے۔ اور معلوم ہے کہ

قرآن کی نقل و ضبط کی طرف جیسی توجہ ہوئی ہے۔ وہ کتاب سیبویہ اور شاعروں کے دیوانوں کی طرف نہیں ہوئی۔ اور مرتضٰی رضی اللہ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں قرآن ایسا ہی مجموع و مؤلف تھا۔ جیسا کہ اب ہے اور اس پر یوں استدلال کیا ہے کہ اس زمانے میں قرآن کا درس دیا جاتا تھا۔ اور تمام حفظ کیا جاتا تھا۔ حتی کہ صحابہ کی ایک جماعت اس کے حفظ کرنے پر معین تھی۔ اور نبی پر یہ پیش کیا جاتا تھا۔ اور آپ پر تلاوت کیا جاتا تھا اور صحابہ کی ایک جماعت مثلاً عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب وغیرہ نے نبی کے حضور میں کئی ختم قرآن کئے۔ یہ سب امور ذرا سے تامل پر دلالت کرتے ہیں کہ قرآن مجموع مرتب تھا نہ کہ ناقص و پراگندہ۔ اور مرتضٰی نے ذکر کیا ہے کہ امامیہ اور حشویہ میں جو اس قول کے مخالف ہیں ان کا خلاف قابل اعتبار نہیں کیونکہ اس میں اختلاف محدثین کے ایک گروہ سے منسوب ہے۔ جنہوں نے ایسی ضعیف روایتیں صحیح سمجھ کر نقل کی ہیں جن کے سبب اس امر سے رجوع نہیں کیا جاسکتا جس کی صحت معلوم و مقطوع ہے۔ انتہی۔

تیسرے شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی ہیں۔ چنانچہ تفسیر صافی ص ۱۵ میں ہے۔

وقال شیخ الطائفة محمد بن الحسن الطبرسی رحمة الله علیه فی تبیانه و اما الکلام فی زیادته و نقصانه فمما لا یلیق به لان الزیادة فیه مجمع علی بطلانه والنقصان منه فالظاهر من مذهب المسلمین خلافه وهو الالیق بالصحیح من مذهبنا وهو الذی نصره المرتضٰی وهو الظاهر فی الروایات غیرانه رویت روایات کثیرة من جهة الخاصة والعامة بنقصان کثیر من ای القران و نقل شئی منه من موضع الی موضع طریقها الاهاد التی لا ترتیب علیها قالا ولی الاعراض عنها و ترک التشاغل بها لانه یمکن تاویلها ولو صحلما کان ذلک طعنا علی ماهو موجود بین الدفتین فان ذلک معلوم صحته لا یعترضه احدمن الامة ولا یدفعه و روایاتنا متنا صرة بالحث علی قرائته والتمسک بما فیه وره ما یرد من اختلاف الاخبار فی الفروع و عرضها علیه فما وافقه عمل علیه وما خالفه یجنب ولم یلتفت الیه و قد ورد عن العبی روایة لا یدفعها احدانه قال انی مخلف فیکم الثقلین ما اتمسکهم لهما لن نصلوا کتاب الله و عترتی اهل بیتی و انهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض و هذا یدل علی انه موجود فی کل عصر لانه لا یجوزا ان یا مرنا بالتمسک بمالا نقدر علی التمسک به کما ان اهل البیت و من

یجب اتباع قوله حاصل فی کل وقت واذا کان الموجود بیننا مجمعا علی صحته فینبغی ان یتشاغل بتفسیره و بیان معانیه و ترک ما سواه

ترجمہ: اور شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تبیان میں کہا ہے کہ قرآن میں کمی بیشی کی بحث اس کے شایان نہیں کیونکہ اس میں زیادتی کے بطلان پر تو اجماع ہے۔ رہا اس میں کمی سو مسلمانوں کا ظاہر مذہب اس کے خلاف ہے اور یہی ہمارے صحیح مذہب کے زیادہ لائق ہے اور اسی کی مرتضیٰ نے تائید کی ہے اور یہی روایات میں ظاہر ہے مگر خاصہ و عامہ کی جہت سے بہت روایتیں قرآن کی کثیر آیتوں کے نقصان اور اس کی ایک شئے کے ایک جگہ سے دوسری جگہ پر منتقل ہونے کے بارے میں مروی ہیں۔ جن کا طریق آحاد ہے جو موجب علم نہیں لہذا ان سے اعتراض کرنا اور ان میں مشغول نہ ہونا افضل ہے۔ کیونکہ ان کی تاویل ممکن ہے۔ اور اگر وہ صحیح ہوں تو یہ امر قرآن میں جو بین الدفتین موجود ہے طعن نہیں کیونکہ اس کی صحت معلوم ہے امت میں کوئی اس پر اعتراض نہیں کرتا۔ اور نہ اس کا انکار کرتا ہے اور ہماری روائتیں ایک دوسرے کی موید ہیں۔ بدیں مضمون کہ قرآن بین الدفتین کو پڑھنا چاہیے۔ اور جو اس میں ہے اس کا اتباع کرنا چاہیے۔ اور فروع میں روایتوں کے اختلاف کو اسی کی طرف رد کرنا اور ان کو اسی پر پیش کرنا چاہیے پس جو قرآن کے موافق ہو اس پر عمل کرنا چاہیے اور جو اس کے خلاف ہو اس سے پرہیز کیا جائے اور اس کی طرف التفات نہ کی جائے اور نبی ﷺ سے یہ روایت وارد ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرتا۔ کہ آپ نے فرمایا کہ میں تم میں دو نفیس چیزیں چھوڑ چلا ہوں۔ اگر تم ان سے تمسک کرو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ یعنی کتاب اللہ اور میری عترت جو میرے اہل بیت ہیں۔ اور یہ کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس آجائیں گے۔ یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ قرآن ہر زمانے میں موجود رہا ہے کیونکہ جائز نہیں کہ آنحضرت ہم کو ایسی شئے سے تمسک کرنے کا حکم دیں جس سے تمسک پر ہم قادر نہ ہوں جیسا کہ اہلبیت اور وہ جس کے قول کا اتباع کرنا واجب ہے ہر وقت موجود ہے۔ اور جب قرآن موجود کی صحت پر اجماع ہے تو چاہیے کہ اسی کی تفسیر اسی کے معانی بیانکرنے اور اس کے ماسوائے ترک کرنے میں مشغول رہیں۔ انتہی۔

چوتھے ابو علی طبرسی (متوفی ۵۴۸ھ) ہیں جن کا قول اوپر نقل ہو چکا ہے۔

مختصر یہ کہ چوتھی صدی ہجری سے چھٹی صدی تک ان چار مجتہدوں کے سوا کوئی اور مجتہد معلوم نہیں۔ جس نے مسئلہ تحریف قرآن میں قدمائے شیعہ کی مخالفت کی ہو قدمائے شیعہ تحریف باقسامہ کے

قائل اور یہ چاروں ہر قسم کی تحریف کے منکر تھے چنانچہ فصل الخطاب ص ۳۴ میں ہے۔ الثانی عدم وقوع التغیر والنقصان فیه و ان جمیع ما ترک علی رسول الله صلی الله علیه واله هو الموجود بایدی الناس فیما بین الدفتین و الیه ذهب الصدوق فی عقائده والسید المرتضی و شیخ الطائفة فی التبیان ولم یعرف من القدماء موافق لهم پھر آگے چل کر لکھا ہے والی طبقته لم یعرف الخلاف صریحا الا من هذه المشائخ الاربعة

ترجمہ: دوسرا قول یہ ہے کہ قرآن میں تغیر و نقصان نہیں اور جس قدر رسول اللہ ﷺ پر اترا تھا وہ سب یہی ہے جو لوگوں کے ہاتھ میں بین الدفتین موجود ہے۔ اسی طرف گئے ہیں صدوق اپنے عقائد میں اور سید مرتضیٰ اور شیخ الطائفہ تبیان میں۔ اور متقدمین میں کوئی شخص ان کا موافق نہیں معلوم ہوتا۔ اور شیخ ابو علی طبری کے طبقہ تک سوا ان چار شخصوں کے کسی کا خلاف صراحۃ اس بارے میں معلوم نہیں ہوا۔ انتہی۔

دور ثالثہ ← شیخ صدوق اور علم الہدیٰ اور شیخ الطائفہ طوسی دنیائے شیعہ میں جس وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ صحاح اربعہ میں سے جن پر مذہب شیعہ کا مدار ہے۔ ایک کے مولف صدوق اردو کے مولف یہی شیخ الطائفہ ہیں۔ اور علم الہدیٰ شیخ الطائفہ کے استاد ہیں جب انہوں نے قرآن کی تحریف سے انکار کر دیا تو مذہب شیعہ کی عمارت متزلزل ہو گئی۔ لہٰذا مجتہدین شیعہ مسئلہ تحریف پر بھرپور غور کرنے لگے اور عجب عالم حیرت میں تھے۔ ایک طرف ان منکرین تحریف کا احترام اور دوسری طرف بصورت تسلیم اپنے مذہب کی تباہی بوجوہ ذیل۔

(۱) روایات تحریف کے انکار کر دینے سے مسئلہ امامت کی روایات بھی غیر معتبر ہو گئیں۔ کیونکہ وہ روایات تحریف سے زیادہ نہیں۔

(۲) علم الہدیٰ نے عدم تحریف کی بڑی دلیل یہ پیش کی ہے کہ قرن صحابہ میں قرآن کریم کی حفاظت و ضبط میں بے نظیر توجہ مبذول ہوئی۔ لہٰذا یہ محرف نہ ہو سکتا تھا۔ اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل کا اعتراف پایا گیا۔ جس سے خلافت بلا فصل کا افسانہ باطل ہو گیا۔

(۳) جب قرآن ہر قسم کی تحریف سے پاک سمجھا گیا تو حضرت امیر علیہ السلام کا قرآن کا جمع کرنا اور اسے پیش کرنا اور قرآن موجود کو دیکھ کر ناراض ہونا یہ سب لغو ٹھہرا۔

(۴) شیعہ کا قول کہ قرآن اصلی امام غائب علیہ السلام کے پاس ہے غلط ہو گیا ہے۔

(۵) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر احراق مصاحف کا طعن بے سود ہو گیا۔ جبکہ بغرض تسلیم اس سے قرآن موجود میں کچھ فرق نہ آیا۔

اس عالم حیرت میں مجتہدین شیعہ کرتے تو کیا اور کہتے تو کس سے۔

من از بیگانگاں ہرگز نمے نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

آخر طوعا و کرہا انہوں نے منکرین تحریف کے لیے تاویل یا تردید کی راہ اختیار کی چنانچہ علامہ محسن کاشی نے علم الہدیٰ کے دلائل کو نقل کرکے یوں لکھا ہے۔

اقول لقائل ان یقول کما ان الدواعی کانت متوفرہ علی نقل القران و حراستہ من المومنین کذلک کانت متوفرہ علی تغییرہ من المنافقین المبدلین للوصیۃ المغیرین للخلافۃ لتضمنہ ما یضاد رائیھم وھو اھم والتغییر فیہ ان وقع فانہ ما وقع الا قبل انتشارہ فی البلدان واستقرارہ علی ما ھو علیہ الان والضبط الشدید انما کان بعد ذلک فلا تنافی بینھما بل لقائل ان یقول انہ ما یتغیر فی نفسہ و انما التغییر فی کتابھم ایاہ و تلفظھم بہ فانھم ما حرفوا الا عند نسخھم من الاصل و بقی علی ما ھو علیہ عند اھلہ وھم العلماء بہ فما ھو عند العلماء بہ لیس بمحرف و انما المحرف ما اظھروہ لاتباعھم و اما کونہ مجموعا فی عھد النبی علی ما ھو علیہ الان فلم یثبت و کیف کان مجموعا و انما کان ینزل نجوما و کان لا یتم الا بتمام عمرہ و اما درسہ و ختمہ فانما کانوا یدرسون و یختمون ما کان عندھم منہ لا تمامہ (تفسیر صافی ص ۱۴)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جیسے مومنین کی طرف سے قرآن کی نقل و حفاظت کے اسباب زیادہ تھے۔ ویسے ان منافقین کی طرف سے اس کے تبدیل کرنے کے اسباب بھی زیادہ تھے۔ جنہوں نے رسول اللہ کی وصیت کو تبدیل کر دیا اور خلافت کو بدل ڈالا۔ کیونکہ قرآن میں ان کی رائے اور خواہش کے مخالف باتیں تھیں اور تغیر اس میں اگر ہوا تو شہروں میں شائع ہونے اور حالت موجودہ پر قرار پذیر ہونے سے پہلے ہوا۔ اور ضبط شدید اس کے بعد ہوا۔ لہٰذا قرآن کے ضبط اور اس کے متغیر ہونے میں کچھ منافات نہیں۔ بلکہ کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ قرآن فی نفسہ متغیر نہیں تغیر تو صرف ان کے اس کو لکھنے اور تلفظ کرنے میں ہوا' کیونکہ انہوں نے تحریف نہیں کی۔ مگر اصل سے نقل کرنے کے وقت۔ اور اصل بحالت خود اس کے اہل یعنی اس کے جاننے والوں کے پاس رہا۔ پس قرآن جو قرآن جاننے والوں کے پاس ہے محرف نہیں۔ اور محرف تو وہ ہے جو منافقوں نے اپنے تابعین کو دکھایا۔ رہا قرآن کا عہد نبی میں مجموع ہونا جیسا

کہ اب ہے سو یہ ثابت نہیں اور مجموع ہوتا کیسے۔ حالانکہ یہ تو ٹکڑے ٹکڑے اترا کرتا تھا آنحضرت کی عمر شریف کے پورا ہونے کے سوا تمام نہ ہو سکتا تھا۔ باقی رہا اس کا درس دینا اور اسے ختم کرنا سو وہ اسی قدر کی تدریس کرتے اور ختم کرتے جو ان کے پاس تھا نہ کہ تمام کی۔

اسی طرح شیخ الطائفہ طوسی کی عبارت تبیان سے نقل کرنے کے بعد صاحب تفسیر صافی نے یوں لکھا ہے۔

اقول یکفی فی وجوده فی کل عصر و جوده جمیعا کما انزل الله محفوظا عند اهله ووجودها احتجنا الیه من عندنا و ان لم نقدر علی الباقی کما ان الامام کذلک فان الثقلین سیان فی ذلک و لعل هذا هو المراد من کلام الشیخ و اما قوله و من یجب اتباع قوله فالمراد به البصیر بکلامهم فانه فی زمان غیبته قائم مقامه لقوله علیه السلام انظروا الی من کان منکم قد روی حدیثنا ونظر فی حلالنا و حرامنا و عرف احکامنا فاجعلوه بینکم حاکما فانی قد جعلته علیکم حاکما الحدیث (تفسیر صافی ص ۱۵)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ قرآن کے ہر زمانے میں موجود ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ جمیع قرآن جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا موجود اور اس کے اہل کے پاس محفوظ ہو۔ اور بقدر حاجت ہمارے پاس ہو۔ اگرچہ ہم باقی پر قادر نہ ہوں جیسا کہ امام کا حال ہے کیونکہ ہر دو ثقل اس امر میں برابر ہیں شاید شیخ کے کلام سے یہی مراد ہے۔ رہا شیخ کا قول اور وہ جس کے قول کا اتباع واجب ہے سو اس سے مراد وہ مجتہد ہے جو ائمہ کے کلام سے واقف ہو۔ کیونکہ امام کی غیبت کے زمانے میں وہ اس کا قائم مقام ہے اس لیے کہ ان حضرات علیہ السلام کا قول ہے کہ تم میں جو ہماری حدیث روایت کرے اور ہمارے حلال و حرام میں غور کرے اور ہمارے احکام بتائے اس کو اپنے درمیان حاکم بناؤ۔ الحدیث۔

ترجمہ: ہم نے التزام کیا ہے کہ اس کتاب میں ہم وہی ذکر کریں جو ہم نے آئمہ معصومین طاہرین علیہم السلام سے لیا ہے جو ہمارے نزدیک ناقلین کی کتابوں سے صحیح ہے کیونکہ تواریخ کی اکثر کتابوں کو جمہور نے یہودیوں کی تاریخوں سے نقل کیا ہے اس واسطے جو تواریخ میں ہے وہ اکثر کاذب کا ذکر کرتے ہوئے یوں تحریر کیا ہے۔

و قد بقی من وظائف القراة امران الاول ما قاله فقهائنا من وجوب القراءة بواحدة من القرائة السبع المتواترة و فی تواتر تمام العشرة باضافة ابی جعفر و یعقوب و



خلف خلاف ذهب الشهيدان قدس الله روحيهما الى ثبوت تواترة والى جواز القراء ة به قال الشهيد الثانى فى شرح المرسالة واما اتباع قراء ة الواحد من العشرة فى جميع الصور فغيروا جب قطعابل ولا مستحب فان الكل من عند اللّٰہ نزل به الروح الامين على قلب سيد المرسلين تخفيفا على الامة وتهوينا على اهل هذه الملة انتهى - وهو مصرح بان قرات السبع بل العشر متواتر النقل من الوحى الالهى وكذلك كلام اكثر الاصحاب و قد تكلمنا معهم فى شرحنا على تهذيب الحديث و لنذكر هنا نبذة منه فنقول ان فى هذه الدعاوى السابقة نظرا من وجوه الاول القدح فى تواترها عن القراء و ذلك ان القراء نقلوا انه قد كان لكل قارراويان يرويان عنه القراءة و ربما اختلفوا فى الرواية عنه كثيرا نعم قد اشتهرت رواية الراويين فى الاحصار المستقبلة و بلغت حد التواتر مع ان من شروطه استواء الطبقات كلها فى وجود التواتر الثانى سلمنا تواترها عن اربابها لكنه لا يجدى نفعا و ذلك انهم احادمن مخالفينا قد استبدوا بهذه القراءة وتصرفوا فيها و جعلوها فنالهم كما جعل سيبويه والخليل النحو فنا لهم و تصرفوا فيه على مقتضى عقولهم و فرقوا فى مسائل المذاهب و من هذا ترى القراء لم يستندوا قرائتهم الى اهل البيت عليهم السلام و ربما اسند وها فى بعض الاوقات اليهم لكن يكون من باب ان جاء كم فاسق بنبا الاية الثالث ان تسليم تواترها عن الوحى الا لهى و كون الكل قد نزل به الروح الامين يفضى الى طرح الاخبار المستفيضة بل المتواترة الدالة بصريحا على وقوع التحريف فى القران كلاما ومادة و اعرابا مع ان اصحابنا قد اطبقوا على صحتها والتصديق بها نعم قد خالف فيها المرتضى والصدوق والشيخ الطبرسى و حكموا بان ما بين و فتى هذا المصحف هوا القران المنزل لا غير ولم يقع فيه تحريف ولا تبديل و من هنا ضبط شيخنا الطبرسى ايات القران واجزاءه فروى عن النبى ان جميع سور القران مائة و اربعة عشر سورة و جميع ايات القران ستة الاف اية ومائتا اية وستتة و ثلثون اية و جميع حروف القران ثلث مائة الف حرف واحدے و عشرون الف حرف و مائتان و خمسون حرفا والظاهر ان هذا القول انما صدر منهم لا جل مصالح كثيرة منها سد باب الطعن عليه بانه اذا جاز هذا فى القران فكيف جاز العمل بقواعده و احكامه مع

جواز الحوق التحريف له و سياق الجواب عن هذا كيف و هولاء الا علام رووا فى مولفاتهم اخبارا كثيرة تشتمل على وقوع تلك الا مور فى القران و ان الاية هكذا ثم غيرت الى هذا الرابع انه قد حكى شيخنا الشهيد طاب ثراه عن جماعة عن القراء انهم قالوا ليس للمراد بتواتر السبع اوالعشران كل ماورد من هذه القرات متواتر بالمراد انحصار المتواتر الان فيما نقل من هذه القراءة فان بعض ما نقل عن السبعة شاذ فضلا عن غيرهم فاذا اعترف القراء بمثل هذا فكيف ساغ لنا الحكم على هذه القراءة كلها بالتواتر كما قاله العلامة طاب ثراه فى كتاب المنتهى و كيف ظهرت لنا القراءة المتواترة حتي نقرأ بها فى الصلوة و كيف حكمنا بان الكل قد نزل به الروح الامين فان هذا القول منهم رجوع عن التواتر الخامس انه قد استغاض فى الاخبار ان القران كما انزل لم يولفه الا امير المومنين بوصية من النبى فبقى بعد موته ستة اشهر مشتغلا بجمعه فلما جمعه كما انزل اتى به الى المتخلفين بعد رسول الله فقال لهم هذا كتب الله كما انزل فقال له عمر بن الخطاب لاحاجة لنا اليك ولا الى قرائتک عندنا قران جمعه و كتبه عمثان فقال لن تروه بعد هذا اليوم ولا يراه احد حتى يظهر ولدى المهدى و فى ذلک القران زيادات كثيرة وهو خال عن التحريف و ذلک ان عثمان قد كان من كتاب الوحى المصلحة راها وهى ان لا يكذبوه فى امرالقران بان يقولوا انه مفترى اوانه لم ينزل به الروح الامين كما قاله اسلافهم بل قالوه هم ايضا و كذلک جعل معاوية من الكتاب قبل موته ستة اشهر لمتل هذه المصلحة ايضا و عثمان واضرابه ما كانوا يحضرون الا فى المسجد مع جماعة الناس فما كانوا يكتبون الا ما نزل به جبرئيل بين الملاء و اما الذى كان ياتى به داخل بيته فلم يكن يكتبه الا امير المومنين لان له المحرمية دخولا و خروجا فكان يتفرد بكتابه مثل هذا و هذا القران الموجود الان فى ايدى الناس هو خط عثمان و سموه الامام و احرقوا ما سواء واخفوه و بعثوابه زمن تخلفهم الى الافطار والا مصار و من ثم ترى قواعد العربية مثل كتابة الالف بعد الواوالمفردة و عدمها بعد واو الجمع و غير ذلک و سموه رسم الخط القرانى و لم يعلموا انه من عدم اطلاع عثمان على قواعد العربية والخط و قد ارسل عمربن الخطاب زمن تخلفه الى على بان يبعث له القران الا صلى الذى هو

الفه و كان يعلم انه انما طلبه لا جل ان يحرفه كقران ابن مسعود او يخفيه عنده حتى يقول الناس ان القران هو هذا الذى كتبه عثمان لا غبر فلم يبعث به اليه وهو الان موجود عنده مولانا المهدى مع الكتب السماوية و مواريث الانبياء و لما جلس امير المومنين على سرير الخلافة لم يتمكن من اظهار ذلك القران وا خفاه هذا المافيه من اظهار الشنعة على من سبقه كما لم يقدر على النهى عن صلوة الضحى و كما لم يقدر على اجراء متعة النساء حتى قال لو لا سبقنى ابن الخطاب مازنى الا شقاء يعنى الاجماعة قليلة لا باحة المتعة و كما لم يقدر على عزل شريح عن القضاء و معاوية عن الامارة و قد بقى القران الذى كتبه عثمان حتى وقع الى ايدى القراء فتصرفوا فيه بالمدو الادغام و التقاء الساكنين مثل ما تصرف فيه عثمان و اصحابه و قد تصرفوا فى بعض الايات تصرفا فانفرت الطباع منه و حكم و العقل بانه ما نزل هكذا و فى قريب هذه الاعصار ظهر رجل اسمه سجاوند او نسبةً الى بلده فكتب هذه الرموز على كلمات القران و علمه بعلامات اكثرها لا يوافق تفاسير الخاصة ولا تفاسير العامة و الظاهر ان هذا ايضا اذا مضت عليه مدة مديدة يدعى فيه التواتر و انه جزء القران فيجب كتابته و استعماله و الحاصل ان الغارة اذا وقعت اشترك فيه العدو و الولى-

احکام قراء ت میں سے دو امر باقی ہیں- اول وہ جو ہمارے فقہاء نے فرمایا ہے کہ سات متواتر قراتوں میں سے کسی ایک کا پڑھنا واجب ہے اور ابو جعفر و یعقوب و خلف کی قراء توں کو ملا کر جو دس قراء تیں ہوئیں- ان تمام کے متواتر ہونے میں اختلاف ہے دونوں شہید قدس اللہ روحہما اس طرف گئے ہیں- کہ اس دسویں کا تواتر ثابت ہے- اور ان سے قراء ت جائز ہے- شہید ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الرسالہ میں فرمایا ہے- کہ "تمام صورتوں میں دس قراء توں میں سے ایک ہی کا پڑھنا قطعاً واجب نہیں بلکہ مستحب بھی نہیں- کیونکہ سب اللہ کے ہاں سے ہے جسے جبرائیل نے جناب سید المرسلین کے قلب پر نازل کیا ہے تاکہ امت کے لیے تخفیف اور اس مذہب والوں کے لیے آسانی ہو-" شہید ثانی کا یہ قول اس امر کی تصریح کرتا ہے کہ ساتوں بلکہ دسوں قراء تیں متواتر النقل اللہ کی وحی سے ہیں ہمارے اصحاب میں اکثر کا کلام اسی طرح ہے- ہم نے جو تہذیب الحدیث کی شرح لکھی ہے اس میں ان کے ساتھ تکلم کیا ہے ہم یہاں اس میں سے تھوڑا ساذکر کرتے ہیں- لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا دعوؤں میں کئی طرح سے کلام ہے- پہلے تو قاریوں سے

ان کے متواتر ہونے میں اعتراض ہے اور وہ یہ ہے کہ قراء نے نقل کیا ہے کہ ہر قاری کے لیے دو راوی ہیں جو اس سے قراءت کو روایت کرتے ہیں اور بعض وقت اس سے روایت میں بہت اختلاف نقل کرتے ہیں ہاں آئندہ زمانوں میں دو راویوں کی روایت مشہور ہو گئی۔ اور حد تواتر کو پہنچ گئی باوجودیکہ تواتر کے وجود کے لیے شرط ہے کہ تمام طبقات مساوی ہوں دوسرے یہ کہ ہم تسلیم کرلیتے ہیں کہ وہ قراء تیں اصحاب قرآت سے متواتر ہیں مگر یہ مفید نہیں کیونکہ وہ ہمارے مخالفین میں سے احاد ہیں جو ان قراء توں کے ساتھ متفرد ہیں اور انہوں نے ان قراء توں میں تصرف کیا ہے اور ان کو اپنا ایک فن بنالیا ہے جیسا کہ یہ سیبویہ اور خلیل نے نحو کو اپنا فن بنا لیا ہے اور اپنی عقلوں کے موافق اس میں تصرف کیا ہے اور مذاہب کے مسائل میں اختلاف کیا ہے اسی وجہ سے قاریوں نے اپنی قراءت کو اہل بیت علیہم السلام کی طرف منسوب نہیں کیا بعض وقت ان کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔ مگر وہ از قبیل ان جاء کم فاسق بنباء الایۃ ہے تیسرے یہ کہ تسلیم کرلینا کہ یہ قراء تیں وحی الہٰی سے متواتر ہیں اور سب کو حضرت جبرئیل لائے ہیں۔ ان حدیثوں کے رد کرنے کا موجب ہے جو مستفیض بلکہ متواتر ہیں اور صراحۃ دلالت کرتی ہیں کہ قرآن میں بلحاظ کلام و مضمون و اعراب تحریف واقع ہوئی ہے۔ معہذا ہمارے اصحاب ان حدیثوں کی صحت و تصدیق پر متفق ہیں۔ ہاں مرتضٰی اور صدوق اور شیخ طبرسی نے ان میں مخالفت کی ہے اور حکم لگایا ہے کہ اس مصحف کے دفتین کے درمیان جو ہے وہی قرآن منزل ہے اور اس کے سوا اور نہیں اور اس میں تحریف و تبدیل واقع نہیں ہوئی اسی واسطے شیخ طبرسی نے قرآن کی آیتوں اور اجزاء کو ضبط کیا ہے۔ چنانچہ بالاسناد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ قرآن کی تمام سورتیں ایک سو چودہ ہیں اور اس کی تمام آیتیں چھ ہزار دو سو چھتیس ہیں۔ اور اس کے تمام حروف تین لاکھ اکیس ہزار دو سو پچاس ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہ قول ان سے بہت مصلحتوں کے لیے صادر ہوا ہے۔ ازاں جملہ قرآن پر اس طعن کا سدباب ہے کہ جب قرآن میں تحریف جائز ہوئی تو باوجود محرف ہونے کے اس کے قواعد و احکام پر عمل کرنا کیونکر جائز ہوا۔ اس کا جواب عنقریب آگے آئے گا۔ قرآن غیر محرف کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ ان مشاہیر نے اپنی تالیفات میں بہت روائتیں نقل کی ہیں جو قرآن میں ان امور کے وقوع پر مشتمل ہیں۔

اور یہ کہ فلاں آیت اُس طرح نازل ہوئی۔ پھر تبدیل کرکے یوں بنادی گئی چوتھے یہ کہ شیخ شہید طاب ثراہ نے ایک جماعت سے روایت کی کہ قاریوں نے کہا کہ سات یا دس قراء توں کو متواتر ہونے سے یہ مراد نہیں کہ ان قراء توں میں سے ہر ایک متواتر ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ متواتر اب ان قرآت

منقولہ میں منحصر ہے۔ کیونکہ بعض جو سات قاریوں سے راوروں کا تو کیا ذکر) منقول ہے شاذ ہے۔ پس :سب قراء اس امر کا اعتراف کرتے ہیں تو ہمارے واسطے کیوں کر جائز ہو سکتا ہے۔ کہ ان تمام قراء توں میں متواتر ہونے کا حکم لگائیں جیسا کہ علامہ طاب ثراہ نے منتہی میں کہا ہے۔ اور قراءت متواترہ ہمارے لیے کس طرح ظاہر ہو سکتی ہے تاکہ اسے نماز میں پڑھیں اور ہم کو کیونکر حکم لگائیں کہ سب کو حضرت جبرئیل لائے ہیں۔ کیونکہ قراء کا یہ قول تواتر سے رجوع ہے پانچویں یہ کہ روایات میں یہ امر مستفیض ہے۔ کہ قرآن کو جیسا کہ نازل کیا گیا ہے۔ کسی نے جمع نہیں کیا۔ مگر امیر المومنین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سے پس نبی ﷺ کی وفات شریف کے بعد حضرت امیرؓ چھ مہینے قرآن کے جمع کرنے میں مشغول رہے جب اسے جمع کر چکے جیسا کہ نازل کیا گیا تھا تو اسے رسول اللہ کے بعد خلیفہ بننے والوں کے پاس لائے۔ اور ان سے کہا یہ اللہ کی کتاب ہے جیسا کہ نازل کی گئی ہے عمر بن خطاب نے آپ سے کہا کہ ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں۔ اور نہ تیری قراءت کی ضرورت ہے ہمارے پاس قرآن ہے جسے عثمان نے جمع کیا ہے اور لکھا ہے حضرت امیر نے کہا کہ آج کے بعد تم اسے ہرگز نہ دیکھو گے اور نہ کوئی اسے دیکھے گا۔ یہاں تک کہ میرا بیٹا مہدی ظاہر ہو گا۔ اور اس قرآن میں بہت کچھ زیادہ ہے اور وہ تحریف سے پاک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک مصلحت کے لیے جو آنحضرت نے خیال کی وحی کے کاتبوں میں سے تھے۔ اور وہ مصلحت یہ تھی کہ لوگ قرآن کے بارے میں آپ کی تکذیب نہ کریں بایں طور کہ کہہ دیں کہ یہ گھڑ لیا گیا ہے یا حضرت جبرئیل اس کو نہیں لائے۔ جیسا کہ ان کے اسلاف نے بلکہ خود انہوں نے بھی کہا۔ اسی طرح حضرت نے معاویہ کو ایسی ہی مصلحت کے لیے اپنی وفات سے چھ ماہ پہلے وحی کے کاتبوں میں مقرر کیا اور حضرت عثمان اور ان کی مثل اور اشخاص بجز مسجد کے لوگوں کی جماعت کے ساتھ اور کہیں حاضر نہ ہوتے تھے۔ اس لیے وہ وہی آئتیں لکھتے تھے۔ جن کو حضرت جبرئیل لوگوں کی جماعت کے درمیان لاتے۔ مگر جو آیتیں وہ حضور کے دولت خانے کے اندر لاتے ان کو بجز حضرت امیر المومنین کوئی نہ لکھتا۔ کیونکہ حضرت امیر بوجہ محرمیت دولت خانہ میں آمد و رفت رکھتے تھے اس لیے ایسی آیتیں وہی لکھا کرتے تھے یہ قرآن جو اب لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے حضرت عثمان کا خط ہے انہوں نے اس کا نام امام رکھا۔ اور اس کے سوا اور قرآنوں کو جلا دیا اور چھپا دیا۔ اور اس کو اپنی خلافت کے زمانہ میں اطراف و امصار میں بھیج دیا۔ اس سبب سے تو دیکھتا ہے کہ خط عثمانی کے قواعد مخالف ہیں قواعد عربیت کے۔ مثلاً واو مفرد کے بعد الف کا لکھنا اور واو جمع کے بعد نہ لکھنا وغیرہ اور اس کا نام انہوں نے رسم خط قرآنی رکھا ہے۔ اور ان کو معلوم نہیں کہ اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عثمان کو عربیت و خط کے قواعد سے واقفیت نہ تھی۔ حضرت عمر بن الخطاب نے اپنی خلافت کے زمانے میں حضرت علی کو کہلا بھیجا کہ قرآن

اصلی جو آپ نے جمع کیا ہے۔ میرے پاس بھیج دیں۔ حضرت علی کو معلوم تھا کہ حضرت عمر اس واسطے میرا قرآن طلب کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کے قرآن کی طرح اس کو جلادیں یا اپنے پاس چھپالیں۔ تاکہ لوگ کہیں کہ قرآن تو وہی ہے جسے عثمان نے لکھا۔ اور دوسرا اور کوئی قرآن نہیں۔ اس لیے آپ نے اپنا قرآن حضرت عمر کے پاس نہ بھیجا۔ اور قرآن اب مع دیگر کتب سماویہ مواریث انبیاء کے مولانا مہدی کے پاس موجود ہے۔ جب حضرت امیرالمومنین تخت خلافت پر بیٹھے تو اپنے قرآن کو ظاہر نہ کرسکے۔ اور اسے چھپا دیا۔ کیونکہ اس میں پہلے خلیفوں کی برائی درج تھی۔ اسی طرح حضرت علی صلوۃ الضحیٰ سے منع نہ کرسکے۔ اور عورتوں کا متعہ جاری نہ کرسکے۔ یہاں تک کہ فرمایا کہ اگر ابن الخطاب مجھ سے پہلے نہ ہوتے تو متعہ کے جائز ہونے کے سبب بجز جماعت قلیلہ کوئی زنا نہ کرتا اسی طرح حضرت علی شریح کو عہدہ قضا سے اور معاویہ کو امارت سے برطرف کرنے پر قادر نہ ہوئے۔ اور وہ قرآن جو حضرت عثمان نے لکھا تھا باقی رہا۔ یہاں تک کہ وہ قاریوں کے ہاتھ لگا۔ پس انہوں نے اس میں مد اور ادغام اور التقائے ساکنین کے ساتھ تصرف کیا اس لیے طبیعتیں اس سے متنفر ہوگئیں اور عقل نے حکم لگا دیا کہ اس طرح نازل نہیں ہوا۔ اور ان زمانوں کے قریب ایک شخص ظاہر ہوا جس کا نام سجاوند ہے۔ یا اس کے شہر کی طرف نسبت ہے۔ اس نے کلمات قرآن پر یہ رموز لکھے۔ اور اس پر علامتیں لکھیں جن میں سے اکثر خاصہ (شیعہ) کی تفسیروں کے موافق نہیں اور نہ عامہ (اہل سنت) کی تفسیروں کے موافق میں اور ظاہر یہ ہے کہ اس پر بھی جب عرصہ دراز گزر جائے گا تو اس کے تواتر کا دعویٰ کیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ یہ قرآن کا جز ہے اس لیے اسے لکھنا اور استعمال کرنا چاہیے حاصل کلام یہ کہ جب غارت واقع ہوتی ہے تو دشمن و دوست اس میں شریک ہو جاتے ہیں۔ انتہی۔

سید نعمت اللہ کتاب الانوار میں دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

و کونہ یدخل فی کل وقت ھو احد الاسباب فی کون القران الذی کتبہ علی قد کان اکثر القرانات التی کتبتھا کتاب الوحی لان جبرئیل قد کان یاتی الی النبی فی اکثر الخلوات ولا کان یدو رمعہ فیھا الا علی ولذا قال علی کان النبی یدیرنی معہ کیف دار۔

حضرت علی کا ہروقت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر رہنا بہت سے اسباب میں سے ایک سبب ہے اس بات کا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو قرآن لکھا تھا۔ وہ ان قرآنوں سے جو وحی کے کاتبوں نے لکھے زیادہ تھا۔ کیونکہ حضرت جبرئیل نبی ﷺ کی اکثر خلوتوں میں آیا کرتے تھے۔ اور علی کے سوا اور کوئی ان میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ نہ ہوا کرتا تھا اسی واسطے حضرت علیؓ کا قول ہے کہ نبی

ﷺ مجھے اپنے ساتھ پھراتے جیسا کہ آپ پھرتے۔ انتہی

ملا خلیل قزوینی (متوفی ۱۰۸۹ھ) شارح اصول کافی نے اس حدیث کی شرح میں (جس میں مذکور ہے کہ قرآن جو حضرت جبرئیل لے کر حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئے سترہ ہزار آئتیں تھیں یوں لکھا ہے۔ مراد ایں است کہ بسیارے ازاں قرآن ساقط شدہ و در مصاحف مشهوره نیست زیرا کہ مجموع قرآنے کہ در مصاحف مشہورہ است عدد آیات آن نزد قراء اہل کوفہ چنانچہ موافق نقل صاحب مجمع البیان است عدد آیات ہر سورہ رادر اول آن سورہ شش ہزار و سہ صد و پنجاہ و شش آیت است و در تفسیر سورہ ہل اتی گفتہ شش ہزار و دویست و سی و شش آیت است و بالجملہ اگر مذہب دیگراں را اعتبار کنیم۔ اندکے بیشتر یا کمترے شود و بہر تقدیر بہفدہ ہزار نمیرسد و اگر مراد امام ایں بود کہ عدد آیات ہمیں قرآن کہ در مصاحف مشہورہ است در قراءت ہفدہ ہزار است میگفت ان عدد الایات التی جاء به جبرئیل تا آخر و احادیث صحاح در طریقہ خاصہ و در طریق عامہ کہ دال است براسقاط بسیارے از قرآن در کثرت بحدے رسیدہ کہ تکذیب جمیع آنہا جرات است۔ و حکایت احراق عثمان مصحف ابی بن کعب و مصحف عبداللہ بن مسعود امشہور است وباوجود اینہا وجوہ اختلاف قراءت کہ مذکور شدہ درحدیث دواز دہم و بیز دہم ایں باب دعوی اینکہ قرآن ہمیں است کہ در مصاحف مشہورہ است خالی از اشکال نیست و استدلال بریں باہتمام اصحاب و اہل اسلام بضبط قرآن بغایت رکیک است بعد از اطلاع - (بر عمل ابی بکر و عمر عثمان صافی شرح اصول کافی مطبوعہ نو لکشور کتاب فضل القرآن جزو ہشتم ص ۷۵)

اس سے مراد یہ ہے کہ اس قرآن میں سے بہت کچھ ساقط ہوگیا۔ اور مصاحف مشہورہ میں نہیں ہے۔ کیونکہ سارا قرآن جو مصاحف مشہورہ میں ہے اس کی آیتوں کی تعداد اہل کوفہ کے قاریوں کے نزدیک چھ ہزار تین سو چھپن ہے صاحب مجمع البیان نے ہر سورت کے شروع میں جو اس کی آیتوں کی تعداد دی ہے۔ ان سب کا مجموعہ بھی اتنا ہی ہے مگر سورہ ہلاتی کی تفسیر میں علامہ طبرسی نے کہا ہے کہ کل آیتوں کی تعداد چھ ہزار دو سو چھتیس ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر ہم دوسروں کے مذہب کا اعتبار کریں۔ تو کل تعداد اس سے کچھ زیادہ یا کم ہوگی۔ بہر صورت سترہ ہزار کو نہیں پہنچ سکتی۔ اگر امام علیہ السلام کی مراد یہ ہوتی کہ یہی قرآن جو مصاحف مشہورہ میں ہے۔ اس کی آیتوں کی تعداد حضرت جبرئیل کی قراءت میں سترہ ہزار ہے۔ تو آپ یوں فرماتے ہیں۔ ان عدد الایات التی جاء به جبرئیل (ان آیتوں کی تعداد جو حضرت جبرائیل لائے اور خاصہ (شیعہ) و عامہ (اہل سنت) کے طریقہ میں صحاح کی حدیثیں جو قرآن میں سے حصہ کثیر کے ضائع ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ کثرت میں اس درجہ کو پہنچ گئی ہیں کہ ان سب کا جھٹلانا جراءت ہے۔ اور یہ حکایت تو مشہور ہے کہ حضرت عثمان نے ابی بن کعب کے مصحف اور عبداللہ بن

مسعود کے مصحف کو جلا دیا۔

باوجود ان باتوں کے اور اختلاف قراءت کے جو اس باب کی حدیث نمبر ۱۲ اور ۱۳ میں مذکور ہوا۔ یہ دعویٰ کہ قرآن اتنا ہی ہے جو مصاحف مشہورہ میں ہے۔ اشکال سے خالی نہیں۔ جو کچھ ابوبکر و عمر و عثمان نے کیا اس سے واقف ہو جانے کے بعد قرآن کے محرف ہونے پر یہ دلیل لانا کہ صحابہ کرام اور اہل اسلام نے ضبط قرآن کا بڑا اہتمام رکھا ہے نہایت ضعیف ہے۔ انتھی

سید دلدار علی مجتہد عماد الاسلام میں اختلاف قراءت کے متعلق کتاب شافی کی عبارت نقل کر کے یوں لکھتے ہیں۔

اقول و ینقدح من ھھنا ان مال قول السید المرتضی بعدم تطرق التغیر والتحریف فی القران اصلاً ھو ما یکون بحسب الایة او الایتین فما زاو لاما یشتمل التغیر بحسب مفردات الالفاظ ایضا والا فکلامه صریح ھھنا فی ان القران کان فی زمان رسول الله مختلفة النسخ بحسب اختلاف القرأت (ضربت حیدریہ جلد دوم ص ۷۸)

ترجمہ۔ "میں کہتا ہوں کہ یہاں سے مستفاد ہوتا ہے کہ سید مرتضیٰ کہتے ہیں کہ قرآن میں تغیر [illegible] بالکل نہیں [illegible] ان [illegible] قول کا مال یہ ہے کہ بقدر ایک آیت یا دو یا زیادہ کے تحریف نہیں ہوئی نہ یہ کہ بقدر مفرد الفاظ کے بھی نہیں ہوئی۔ ورنہ ان کا کلام یہاں اس امر میں صریح ہے کہ رسول اللہ کے زمانے میں حسب اختلاف قرأت قرآن کے مختلف نسخے تھے۔" انتھی

سید دلدار علی کے بیٹے سید محمد مجتہد اس بارے میں اپنے باپ کے قدم بقدم چلے ہیں۔ مگر دلیری میں ان سے بڑھ گئے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔ پس کلام سیدنا الاستاد مدظلہ مبنی بر مسلک مختار خودش باشد و تقلید سید مرتضیٰ غیر لازم

فان الحق احق بالاتباع ولم یکن السید علم الھدی معصومًا حتی یحجب ان یطاع فلو ثبت انه یقول بعدم النقیصة مطلقالم یلزمنا اتباعه ولا ضیر فیه۔ (ضربت حیدریہ۔ جلد دوم ص ۸۱)

ترجمہ۔ "پس ہمارے استاد مدظلہ کا کلام ان کے اپنے مسلک مختار پر مبنی ہے اور سید مرتضے کی تقلید لازم نہیں کیونکہ اتباع کا زیادہ سزاوار ہے اور سید علم الھدیٰ معصوم نہ تھے۔ کہ ان کی اطاعت کی جائے۔ پس اگر ثابت ہو جائے کہ وہ قرآن میں مطلق عیب و نقصان نہ ہونے کے قائل ہیں۔ تو ہم پر ان کا اتباع لازم نہیں اور اس میں کئی ہرج نہیں۔" انتھی

چاروں منکرین تحریف کے اقوال اور ان اقوال کی تردید یا تاویل سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں

کہ تحریف قرآن کا عقیدہ مذہب شیعہ میں کیا پایہ رکھتا ہے علم الہدیٰ اور شیخ الطائفہ کی عبارتوں میں جو اوپر نقل ہوئیں کئی امور قابل توجہ ہیں۔ مثلاً:

۱۔ شیخ الطائفہ کا قول کہ قرآن میں تحریف بالزیادہ کے بطلان پر اجماع ہے بالکل غلط ہے بلکہ حق الامراس کے برعکس ہے۔

۲۔ علم الہدیٰ اور ابوعلی طبرسی کا عقیدہ تحریف بالنقصان کو متقدمین شیعہ کی صرف ایک جماعت کی طرف منسوب کرنا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ تمام قدمائے شیعہ کا یہی عقیدہ تھا۔

۳۔ عقیدہ تحریف بالنقصان کو حشویہ کی ایک جماعت سے منسوب کرنا بھی غلط ہے کیونکہ علم الہدیٰ اور ابوعلی طبرسی کی مراد حشویہ سے اہلسنّت و جماعت ہیں جن میں سے کوئی بھی کسی قسم کی تحریف کا قائل نہیں۔

۴۔ علم الہدیٰ کا قول کہ زمان نبوی میں قرآن مجموع مؤلف تھا۔ جیسا کہ آج ہے بحث طلب ہے اگر اس سے یہ مراد ہے کہ عہد نبوی میں قرآن مرتب الایات والسور تھا۔ جیسا کہ آج ہے اور حفاظ اسے حفظ پڑھا کرتے تھے مگر شاخ خرما اور سنگریزوں پر پراگندہ تھا تو یہ مسلم ہے مگر اس کے کلام کے ظاہر سیاق و سباق کے خلاف ہے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ عہد نبوی میں پڑھا جاتا تھا جیسا کہ آج اور ایک مصحف میں مرتب و مجموع تھا اور شاخ خرما اور سنگریزوں پر متفرق نہ تھا تو یہ مسلم نہیں۔

۵۔ شیخ الطائفہ کا تحریف بالنقصان کے خلاف کو صحیح مذہب شیعہ کہنا اور ظاہر فی الروایات بتانا بالکل غلط ہے۔

۶۔ علم الہدے کا شیعہ کی روایات تحریف کو ضعیف کہنا اور شیخ الطائفہ کا ان کو آحاد بتانا بھی غلط ہے کیونکہ وہ روایات حسب تصریح شیعہ مستفیض بلکہ متواتر ہیں اور صراحتہً تحریف پر دلالت کرتی ہیں۔

۷۔ شیخ الطائفہ کا اہلسنّت کی روایات نقصان اور شیعہ کی روایات تحریف بالنقصان کو ایک بتانا تجاہل یا جہالت ہے۔ جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا۔

۸۔ منکرین تحریف نے عدم تحریف کے ثبوت میں معتقدین تحریف کی طرح کوئی سند ائمہ معصومین کے قول سے پیش نہیں کی جو صراحتہً عدم تحریف پر دلالت کرتی ہو۔

۹۔ علامہ نعمت اللہ جزائری کی یہ تاویل کہ منکرین تحریف کا قول بہت مصلحتوں پر مبنی ہے۔ احوال شیعہ کے زیادہ مطابق ہے۔

۱۰۔ سید ولدار علی مجتہد کا یہ کہنا کہ علم الہدیٰ کے قول کا مآل یہ نہیں کہ مفرد الفاظ میں بھی تحریف نہیں ہوئی۔ محض تحکم ہے۔

۱۱۔ چاروں منکرین تحریف میں سے کسی نے ائمہ معصومین کا زمانہ نہیں پایا۔ مگر قدمائے شیعہ جو تحریف کے قائل تھے ان کو آئمہ کی صحبت سے فیض یاب ہونے کا دعویٰ ہے۔ جیسے علی بن ابراہیم قمی۔

۱۲۔ جن کتابوں میں تحریف قرآن کی روائیتیں درج ہیں ان میں سے بعض ائمہ کی نظر سے گزر چکی ہیں۔ مثلاً کتاب کافی جسے امام غائب علیہ السلام نے بقول شیعہ بنظر استحسان دیکھا ہے۔ لہٰذا ایسی روایتوں کے جھوٹ ہونے کا احتمال شیعہ کے اصول موضوعہ پر کسی طرح جاری نہیں ہو سکتا۔

دور ثالث کے شیعہ تحریف بالزیادہ کے سوا باقی اقسام تحریف کے بالعموم قائل ہیں۔ مزید توضیح کے لیے چند قول اور نقل کئے جاتے ہیں۔

ا۔ سید محمد باقر بن سید موسوی اپنی کتاب بحر الجواہر (۳۴۷ و ۳۴۸) میں جو فتح علی شاہ قاجار کے عہد میں تصنیف ہوئی مطاعن عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ چہارم آنکہ ابن مسعود قاری قرآن راکہ از اکابر صحابہ بود و اہل سنت زیادہ از عثمان احادیث در فضائل او نقل کردہ اند زو تا بسبب آں ضرب بعد از سہ روز بحوالہ رحمت الٰہی پیوست و سبب زدن او آن بود - کہ قرآن اور اطلبید کہ با مصحف خود کہ تحریفات و تغیرات دادہ بود موافق گرداند تا مصحف ورستے درمیان نباشد - او بانمود از دادن پس بخانہ او رفت و مصحف اورا بجبر گرفت و نسخہ ازاں برداشت و آنرا مثل سائر مصحف بسوخت و بعضے نقل کردہ اند کہ بعد از تصرفات و تغیرات و برداشتن نسخہ ازاں جمیع مصاحف را در ظرفے نشست و بعد در آتش انداختہ و سوخت۔ انتہیٰ

۲۔ سید علی اکبر بن علی اصغر نے ناصر الدین شاہ قاچار کے عہد میں بعض مومنین کی درخواست پر عقاید شیعہ میں ایک رسالہ لکھا جس میں یہ عبارت موجود ہے واجب است اعتقاد نمودن باینکہ قرآن اصلی تغیر و تبدیل در او واقع نشدہ اگرچہ از قرآنہائے دیگر بعضے از از منافقین انداختن یا تغیرو اوند و آن قرآن اصلی نزد امام عصر عجل اللہ فرجہ میباشد - (حقائد الشیعہ فی فوائد الشریعہ مطبوعہ ایران ص ۲۷)

۳۔ سید حامد حسین صاحب یوں لکھتے ہیں واگر بیچارہ شیعی بمقتضائے احادیث کثیرہ اہل بیت طاہرین مصرحہ بوقوع نقصان در قرآن حرف تحریف و نقصان بر زبان آرد ہدف سہام طعن و ملام وملیہ استہزاء و تشنیع گردد (استقصائے الافحام و استیفا (الانتقام - جلد اول ۱۰)

۴۔ سید ناصر حسین صاحب یوں رقمطراز ہیں۔ دامن عثمان کا کیونکر نقصان قرآن سے پاک ہو سکتا ہے۔ ہم نے تمہاری تقریر کو ایسا اٹھا دیا۔ کہ کسی طرح تم ہل نہیں سکتے۔ اور جو دھبہ دامن میں صاحب حیا کے اس احراق نے لگایا ہے۔ کسی گاذر کے دھونے سے دور نہیں ہو سکتا۔ (رشق النبال علی اصحاب الضلال مطبوعہ مطبع مجمع البحرین ۱۲۸۱ھ ۵۴)

۵۔ سید محمد اسمٰعیل صاحب الہ آبادی یوں لکھتے ہیں۔ کتاب اللہ کا بہت سا حصہ ایسا تھا۔ جس سے یاروں کی قلعی کھلتی تھی۔ اور ان کے ہر مقاصد کی کامیابی میں روڑا اٹکتا تھا۔ لہٰذا بجز اس صورت کے دوسرا راستہ ہی نہ تھا۔ کہ کتاب اللہ کو اپنے قبضہ میں لے کر حسب مطلب ترتیب دیں۔ چنانچہ ہر خلیفہ صاحب نے اپنے اپنے زمانہ میں جہاں اور کام کیے وہاں کتاب کی ترتیب میں بھی خوب کتر بیونت سے کام لیا یہاں کی آیات وہاں اور وہاں کی یہاں ٹھونسی گئیں (رسالہ شیعہ نمبر ۲ جلد ۷ بابت ماہ فروری ۱۹۱۰ء مطبوعہ انیس ہند کھجوہ ضلع سارن ۱۵ - ۱۶)

خلاصہ کلام یہ کہ شیعہ قرآن موجودہ کو محرف جانتے ہیں۔ ان کے مذہب کی رو سے اس کی کوئی آیت بھی ایسی نہیں جس میں تحریف کا احتمال نہ ہو وہ صحابہ کرام کی تعداد حد تواتر کو پہنچی ہوئی تھی۔ اور جو راویان و ناقلان قرآن کریم ہیں کاذب اور جھوٹ پر متفق ہو جانے والے جانتے ہیں۔ باقی رہے حضرت امیر علیہ السلام اور ان کے چار پانچ ساتھی سو ان کو وہ عامل تقیہ بتاتے ہیں جو کذب کا دوسرا نام ہے۔ اگر فرق ہے تو اتنا کہ گروہ صحابہ کرام جھوٹ کو عبادت نہ سمجھتا تھا۔ اور باقی پانچ چھ بزرگوار تقیہ یعنی جھوٹ بولنے کو عبادت جانتے تھے۔ بہرحال جو چیز ایسے روایوں کے ہاتھ سے ملے وہ کیسے قابل اعتبار ہو سکتی ہے۔

جب شیعہ تحریف قرآن کی بحث میں سینوں کے آگے عاجز آجاتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ سنی بھی تو قرآن میں نقصان کے قائل ہیں اور وہ اس نقصان کے متعلق اتقان اور در منشور سے روایات نقل کرتے ہیں جیسا کہ سید دلدار علی نے عماد الاسلام اور صوارم الہیات میں اور سید حامد حسین نے استقصاء الافحام میں نقل کی ہیں۔ مثلاً حدیث عمر رضی اللہ عنہ میں آیہ الشیخ اذا زنیا فارجموھما البتۃ اور حدیث انس رضی اللہ عنہ بدیں مضمون کہ قراء جو بئیر معونہ میں شہید ہوئے ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی بلغوا عنا قومنا انا قد لقینا ربنا وغیرہ اس کا مختصر جواب ہماری طرف سے یہ ہے کہ تحریف بالنقصان سے شیعہ کی مراد یہ ہے کہ قرآن کریم جیسا کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دار فانی سے تشریف لے جانے پر عرضہ اخیرہ کے مطابق چھوڑ گئے تھے۔ اس میں آپ کے وصال شریف کے بعد صحابہ کرام نے اپنی اغراض نفسانی اور طمع دنیوی کے لیے کمی کر دی مگر حاشا وکلا اہل سنت و جماعت ایسی کمی کے قائل نہیں۔ روایات زیر بحث اول تو احاد ہیں جو مفید یقین نہیں بعد تسلیم صحت ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ آیات جن کا ذکر ان روایات

میں ہے حضور ﷺ کی حیات شریف میں بحکم الٰہی منسوخ التلاوۃ ہو گئی تھیں۔ اور عرضہ اخیرہ میں نہ تھیں اہل سنت میں سے کوئی عالم اس بات کا قائل نہیں کہ ان روایات سے قرآن مجید میں اسی طرح کی تحریف ثابت ہوتی ہے جس کے شیعہ قائل ہیں اگر کوئی شیعی جواب میں قلم اٹھائے تو اسے ہماری کتب معتبرہ سے امور ذیل ثابت کرنے چاہیں۔ جیسا کہ ہم نے معتبر کتابوں سے ثابت کر دکھائے ہیں۔

اول یہ کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام نے نعوذ باللہ قرآن پاک میں جیسا کہ عرضہ اخیرہ میں تھا حضور اقدس ﷺ کے وصال شریف کے بعد اپنے اغراض و فاسدہ کے لیے کمی کر دی اور باوجودیکہ ان کی تعداد حد تواتر کو پہنچی ہوئی تھی وہ اس کذب پر متفق ہو گئے۔

دوم یہ کہ وہ روایات نقصان جن پر اس عقیدہ کا مدار ہے ہمارے علمائے کرام کے نزدیک متواتر ہیں۔

سوم یہ کہ وہ روایات ہمارے عالموں کے نزدیک صراحتہ تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں۔

ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی شیعی ان امور ثلاثہ کو ہماری کتب معتبرہ سے ثابت نہیں کر سکتا۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور پھر اعادہ کرتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ جو قرآن اب ہمارے پاس موجود ہے بلحاظ ترتیب و مقدار وہی ہے جو حضور اقدس ﷺ اس دنیا سے تشریف لے جانے پر ہمارے واسطے چھوڑ گئے تھے اگر اس میں کوئی شخص کمی بیشی کر دیتا تو یہ تحریف ہوتی۔ حضور انور کی حیات شریف میں اثنائے نزول قرآن میں اگر بعض آیتیں نازل ہو کر بحکم الٰہی منسوخ تلاوت ہو گئیں تو اسے تحریف بالنقصان نہیں کہتے۔ لہٰذا شیعہ کا یہ کہنا کہ سنی بھی قرآن میں نقصان کے قائل ہیں محض مغالطہ ہے۔

ائمہ شیعہ نے شیعہ کو بلاوجہ اپنے قرآن سے تو محروم کیا ہی تھا مگر دیگر صحائف سے بھی جو ان بیچاروں کے آڑے وقت کام آئے ان کو محروم رکھا ہے۔ ان میں سے بعض کا ذکر احادیث ذیل میں آیا ہے۔

(۱) عن ابی بصیر قال دخلت علی ابی عبداللہ علیہ السلام فقلت جعلت فداک انی اسالک عن مسئلة اھھنا احد یسمع کلامی قال فرفع ابو عبداللہ سترا بینہ و بین بیت اخرفا طلع فیہ ثم قال یا با محمد سل عما بدالک قال قلت جعلت فداک ان شیعتک یتحدثون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم علم علیا بابا یفتح لہ منہ الف باب قال فقال علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا علیہ السلام الف باب یفتح من کل باب الف باب قال قلت ھذا واللہ العلم قال فنکت ساعة فی الارض ثم قال انہ لعلم وما ھو بذاک قال ثم قال یابا محمد و ان عندنا الجامعة و ما

يدريهم ما الجامعة قال قلت جعلت فداک وما الجامعة قال صحيفة طولها سبعون ذراعا بذراع رسول الله صلى الله عليه واله وسلم او املائه من فلق فيه و خط على بيمينه فيها كل حلال و حرام و كل شى يحتاج اليه الناس حتى الارش فى الخدش و ضرب بيده الى فقال لى تاذن يابا محمد قلت جعلت فداک انما انا لک فاصنع ما شئت قال فغمزنى بيده وقال حتى ارش هذا كانه مغضب قال قلت هذا والله العلم قال انه لعلم وليس بذاک ثم سكت ساعة ثم قال و ان عندنا الجفر وما يدريهم ماالجفر قال قلت وما الجفر قال دعاء من ادم فيه علم النبيين والوصيين و علم العلماء الذين مضوا من بنى اسرائيل قال قلت ان هذا هو العلم قال انه لعلم و ليس بذاک ثم سكت ساعة ثم قال و ان عندنا لمصحف فاطمة عليها السلام وما يدريهم ما مصحف فاطمة قال قلت وما مصحف فاطمة قال مصحف فيه مثل قرانكم هذا ثلاث مرات والله ما فيه من قرانكم حرف واحد قال قلت هذا والله هو العلم قال انه لعلم وما هو بذاک ثم سكت ساعة ثم قال و ان عندنا علم ما كان و علم ما هو كائن الى ان تقوم الساعة قال قلت جعلت فداک هذا والله هو العلم قال انه لعلم و ليس بذاک قال قلت جعلت فداک فاى شئى العلم قال يحدث بالليل والنهار الامر بعد الامر والشئى الى يوم القيامة (اصول كافى كتاب الحجه باب ذكر الصحيفة والجفره والجامعة ومصحفه ماطئمة ص ١٤٦)

ابوبصیر سے رویت ہے کہ اس نے کہا میں جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گیا پس میں نے کہا میں آپ پر قربان ہو جاؤں میں آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرتا ہوں کیا یہاں کوئی ہے جو میری بات سنے۔ ابو بصیر نے کہا۔ پس امام جعفر صادق نے وہ پردہ اٹھا دیا جو اس کے اور دوسرے گھر کے درمیان تھا۔ پس اس میں دیکھا۔ پھر فرمایا اے بو محمد پوچھ جو تیرے دل میں آیا ہے۔ راوی نے کہا کہ میں نے عرض کی میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ آپ کے شیعہ آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو ایک دروازے کی تعلیم دی۔ کہ جس سے ہزار دروازے آپ پر کھلتے تھے راوی نے کہا۔ پس امام نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو ایک ہزار دروازے کی تعلم دی جن میں سے ہر ایک سے ہزار دروازے آپ پر کھلتے تھے۔ راوی نے کہا میں نے کہا۔ اللہ کی قسم یہ علم ہے۔ راوی کا قول ہے کہ امام نے ایک ساعت ہاتھ سے زمین کو کریدا۔ پھر فرمایا بے شک یہ علم ہے۔ اور وہ اس قدر نہیں (جتنا تو نے خیال کیا) راوی نے کہا۔ پھر امام نے

فرمایا۔ اے ابو محمد ہمارے پاس جامعہ ہے۔ اور مخالفین کو کیا خبر ہے کہ جامعہ کیا ہے۔ راوی نے کہا۔ میں نے عرض کی۔ میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ جامعہ کیا ہے۔ امام نے فرمایا وہ ایک صحیفہ ہے جس کا طول رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سے ستر ہاتھ ہے اور آپ ہی کے دہان مبارک کے شگاف کا فرمودہ اور حضرت علی کے دائیں ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس جامعہ میں ہر حلال و حرام ہے اور ہر ایک چیز ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے۔ حتی کہ خراش بدن کی دیت بھی اس میں ہے اور امام نے اپنا ہاتھ میری طرف مارا پس مجھ سے فرمایا اے ابو محمد کیا تو مجھے اجازت دیتا ہے۔ راوی نے کہا میں عرض کی میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ میں تو آپ کے لیے ہوں آپ کریں جو چاہیں راوی نے کہا پس امام نے اپنے ہاتھ سے مجھے ٹٹولا اور فرمایا یہاں تک کہ اس کی دیت گویا کہ آپ غضبناک ہیں۔ راوی نے کہا میں نے عرض کی۔ اللہ کی قسم یہ علم ہے۔ امام نے فرمایا بے شک یہ علم ہے اور اس قدر نہیں جتنا تو نے خیال کیا پھر امام ایک ساعت خاموش رہے۔ پھر فرمایا ہمارے پاس جفر ہے۔ اور مخالفین کو کیا خبر ہے کہ جفر کیا ہے راوی نے کہا میں نے پوچھا کہ جفر کیا ہے۔ امام نے فرمایا صندوق ہے چمڑے کا جس میں علم ہے نبیوں اور وصیوں کا علم ہے ان علماء کا جو بنی اسرائیل میں گزرے ہیں۔ رواى نے کہا میں نے عرض کی بے شک یہ علم ہے۔ امام نے فرمایا بے شک یہ علم ہے۔ اور اس قدر نہیں جتنا تو نے خیال کیا پھر امام ایک ساعت خاموش رہے۔ پھر فرمایا کہ ہمارے پاس مصحف فاطمہ علیہا السلام ہے اور مخالفین کیا جانیں کہ مصحف فاطمہ کیا ہے۔ راوی نے کہا میں نے عرض کی کہ مصحف فاطمہ کیا ہے امام نے فرمایا وہ ایک مصحف ہے۔ جس میں تمہارے اس قرآن کی مثل تین گنا ہے۔ اللہ کی قسم اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں۔ راوی نے کہا میں نے عرض کی اللہ کی قسم یہ علم ہے امام نے فرمایا بے شک یہ علم ہے اور اس قدر نہیں (جتنا تو نے خیال کیا) پھر امام ایک ساعت خاموش رہے پھر فرمایا ہمارے پاس علم ہے اس کا جو ہو چکا اور اس کا جو روز قیامت تک ہونے والا ہے۔ راوی نے کہا میں نے عرض کی میں آپ پر قربان ہو جاؤں خدا کی قسم یہ علم ہے امام نے فرمایا بے شک یہ علم ہے اور اس قدر نہیں جتنا تو نے خیال کیا راوی نے کہا میں نے عرض کی میں آپ پر قربان جاؤں علم کیا چیز ہے۔ امام نے فرمایا جو حادث ہوتا ہے شب و روز ایک امر بعد دوسرے امر کے اور ایک چیز بعد دوسری چیز کے قیامت کے دن تک۔ انتہی

(۲) عن حماد بن عثمان قال سمعت ابا عبداللہ یقول تظهر الزنادقة فی سنة ثمان و عشرین و مائة و ذلک انی نظرت فی مصحف فاطمة علیها السلام قال قلت و ما

مصحف فاطمة قال ان الله لماقبض نبيه عليه السلام دخل على فاطمة من وفاته من الحزن ما لا يعلم الا الله عزوجل فارسل اليها ملكا يسلى غمها و يحدثها فشكت ذلك الى امير المومنين عليها السلام فقال لها اذا احسست بذلك و سمعت الصوت قولي لي فاعلمته بذلك فجعل امير المومنين عليه السلام يكتب كلما سمع حتى اثبت من ذلك مصحفا قال ثم قال اما انه ليس فيه شئى من الحلال والحرام ولكن فيه علم ما يكون (اصول کافی۔ کتاب الحجہ۔ باب ذکر الصحیفہ والجفر، ج ۱ ص ۲۴۰)

حماد بن عثمان نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق سے سنا کہ فرماتے تھے کہ ۱۲۸ھ میں زنادقہ (فلاسفہ) ظاہر ہوں گے اور یہ کہ اس لیے کہ میں نے مصحف فاطمہ علیہا السلام میں نظر کی ہے۔ راوی نے کہا۔ میں نے عرض کی کہ مصحف فاطمہ کیا ہے۔ امام نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو اس دنیا سے لے لیا تو آپ کی وفات سے حضرت فاطمہ پر اتنا غم ہوا کہ جسے اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہ کی طرف غم دور کرنے اور آپ سے گفتگو کرنے کے لیے ایک فرشتہ بھیجا۔ پس حضرت فاطمہ نے حضرت امیر علیہ السلام سے یہ بتا دیا۔ حضرت نے فرمایا جب تو فرشتہ کے آنے سے خبردار ہو اور اس کی آواز سنے تو مجھ سے کہہ دینا۔ پس حضرت زہراء نے حضرت امیر کو فرشتہ کے آنے سے آگاہ کر دیا۔ لہٰذا حضرت امیر لکھنے لگے جو آپ سنتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے اس سے ایک کتاب لکھ لی۔ راوی کا قول ہے کہ پھر امام نے فرمایا آگاہ رہو۔ اس میں حلال و حرام سے کچھ نہیں بلکہ آئندہ حوادث کا ذکر ہے۔ انتہی۔

(۳) عن الحسين بن ابى العلاء قال سمعت ابا عبدالله عليه السلام يقول ان عندى الجفر الابيض قال قلت فاى شئى فيه قال زبور دائود عليه السلام و توراة موسى و انجيل عيسى و صحف ابراهيم و الحلال والحرام و مصحف فاطمة عليها السلام ما ازعم ان فيه قرانا و فيه ما يحتاج به الناس الينا ولا نحتاج الى احد حتى فيه الجلدة و نصف الجلدة و ربع الجلدة وارش الخدش و عندے الجفر الاحمر قال قلت و اى شئى فى الجفر الاحمر قال السلاح و ذلك انما يفتح للدم يفتحه صاحب السيف للقتل فقال له عبد الله بن ابى يعفور اصلحک الله افيعرف بنو الحسن فقال اى والله كما يعرفون الليل انه ليل والنهار انه نهارا ولكنهم يحملهم الحسد وطلب الدنيا على الجحود والانكار ولو طلبوا الحق بالحق لكان خيرا

(اصول کافی کتاب الحجہ - باب ذکر الصیفۃ الخ ۱۴۷)

حسین بن ابی العلا سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں نے امام جعفر صادق کو سنا کہ فرماتے تھے کہ میرے پاس جفر ابیض (سفید صندوق) ہے راوی نے کہا میں نے پوچھا کہ اس میں کیا شئے ہے۔ امام نے فرمایا اس میں زبور داؤد۔ تورات موسیٰ انجیل عیسیٰ - صحف ابراہیم - حلال و حرام و مصحف فاطمہ علیہم و علیہا السلام ہیں۔ میں دعویٰ نہیں کرتا کہ مصحف فاطمہ میں قرآن ہے اور جفر ابیض میں وہ ہے جس کے سبب لوگ ہمارے محتاج ہیں۔ اور ہم کسی کے محتاج نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اس میں تازیانہ نصف تازیانہ چوتھائی تازیانہ اور خراش بدن کی دیت ہے۔ اور میرے پاس جفر احمر (سرخ صندوق) ہے۔ راوی نے کہا میں نے پوچھا کہ جفر احمر میں کیا ہے امام نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا ہتھیار۔ اور وہ صندوق خونریزی کے لیے کھولا جائے گا اور اسے صاحب سیف (امام قائم علیہ السلام) قتل کے لیے کھولیں گے۔ پس عبداللہ بن ابی یعفور نے امام سے کہا۔ اللہ آپ کو صلاح دے۔ کیا فرزندان امام حسن علیہ السلام اس بات کو جانتے ہیں۔ امام نے فرمایا ہاں اللہ کی قسم وہ اس بات کو یوں جانتے ہیں جیسے رات کو جانتے ہیں کہ وہ رات ہے اور دن کو جانتے ہیں کہ وہ دن ہے مگر حسد اور طلب دنیا ان کو اس کی نفی اور انکار پر امادہ کرتی ہے۔ اگر وہ حق کو بجا طور پر طلب کرتے تو اچھا ہوتا۔ انتہی۔

قرآن کے علاوہ دیگر کتب مساویہ اور مواریث انبیاء کا امام غائب علیہ السلام کے پاس ہونا بحوالہ انوار نعمانیہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ مصحف فاطمہ کے بارے میں علامہ مجلسی یوں لکھتے ہیں ہرگاہ کہ جبرئیل مے آمد جناب فاطمہ حضرت امیر المومنین راخبر میکرد و آنچہ جبرئیل میگفت امیر المومنین مے نوشت تا آنکہ کتابے جمع شدو آنست مصحف فاطمہ و آن مشتمل است بر جمیع احوال آئندہ تا روز قیامت و آن کتاب اکنوں نزد قائم است (حیات القلوب مطبوعہ نو لکشور - جلد دوم - باب شصت و پنجم - حالات بعد از دفن جناب رسالت مآب علیہ الوف التحیتہ والصلوۃ ص ۸۷۲)

جس وقت جبرائیل آتے۔ جناب فاطمہ حضرت امیر المومنین کو خبر دیتیں۔ جو کچھ جبرائیل کہتے امیر المومنین لکھ لیتے یہاں تک کہ ایک کتاب بن گئی۔ وہی مصحف فاطمہ ہے۔ اور اس میں قیامت تک تمام آئندہ حالات درج ہیں۔ اور وہ کتاب اب امام قائم کے پاس ہے۔ انتہی رہی کتاب جامعہ کو اس کی نسبت ملا خلیل قزوینی نے یوں لکھا ہے۔ کتاب جامعہ کہ نزد امام زمان علیہ السلام است (شرح صافی نو لکشوری - کتاب العقل باب بست و یکم ص ۱۲۰)

جب امام زمان ظاہر ہوں گے تو یہ مصاحف و مواریث سب ان کے پاس ہوں گے چنانچہ امام

ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام امام قائم علیہ السلام کی علامات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

و یکون عندہ سلاح رسول اللہ و سیفہ ذوالفقار و تکون عندہ صحیفۃ فیھا اسماء شیعتہ الی یوم القیامۃ و صحیفۃ فیھا اسماء اعدائہ الی یوم القیامۃ و یکون عندہ الجامعۃ و ھی صحیفۃ طولھا سبعون ذرعا فیھا جمیع ما یحتاج الیہ ولد ادم یکون عندہ الجفر الاکبر والاصغر وھو اھاب کبش فیھا جمیع العلوم حتی ارش الخدش و حتی الجلدۃ و نصف الجلدۃ و ثلث الجلدۃ و یکون عندہ بمصحف فاطمۃ علیھا السلام (کتاب الاحتجاج للطبرسی ص ۲۲۳)

اور امام زمان کے پاس رسول اللہ کا صلاح اور تلوار اور ذوالفقار ہوگی۔ اور ان کے پاس ایک صحیفہ ہوگا۔ جس میں روز قیامت تک ان کے شیعہ کے نام ہونگے اور ایک اور صحیفہ ہوگا۔ جس میں روز قیامت تک ان کے دشمنوں کے نام ہوں گے۔ اور ان کے پاس کتاب جامعہ ہوگی۔ جو ایک صحیفہ ہے۔ جس کا طول ستر ہاتھ ہے اس میں وہ سب کچھ ہے جس کی بنی آدم کو ضرورت ہے اور ان کے پاس جفر اکبر اور جفر اصغر ہوگا۔ اور وہ مینڈھے کی کھال ہے جس میں تمام علوم ہیں حتی کہ خراش بدن کی دیت اور حتی کہ ایک تازیانہ۔ نصف تازیانہ اور تہائی تازیانہ اس میں ہے۔ اور ان کے اس مصحف فاطمہ علیہا السلام ہوگا۔ انتہی۔

شیعہ کی اس بیکسی کا علاج ان کے ایک امام نے گریہ و زاری بتایا ہے چنانچہ حاشیہ ترجمہ شیعہ ص ۳۶۵ پر یوں لکھا ہے۔ تفسیر عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور حضرت نے حضرت سارہ سے ذکر کیا اور انہوں نے یہ کہاء الدوانا عجوز خدا تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ عنقریب اس سے بچہ پیدا ہوگا۔ اور چونکہ اس نے میرے کلام پر تعجب ظاہر کیا ہے۔ اس لیے چار سو برس اس کی اولاد کو عذاب پہنچیں گا امام فرماتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل پر عذاب زیادہ ہوا تو چالیس دن تک انہوں نے خدا کے حضور میں بہت گریہ زاری کی۔ خدا تعالیٰ نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو وحی فرمائی کہ ہم ان کو فرعون کے ہاتھ سے نجات دیں گے اور ان چار سو برس میں سے ایک سو ستر برس کم کر دیئے۔ روای کہتا ہے کہ پھر حضرت نے یہ فرمایا کہ اگر طرح ہمارے شیعہ اگر گریہ زاری کریں تو خدا تعالیٰ قائم آل محمد کا ظہور جلد فرمادے گا۔ ورنہ وقت معہود ضرور پورا ہوگا۔" اسی خیال سے شیعہ شب و روز غار سامرہ کے آگے گریہ و زاری کرتے رہتے ہیں یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شیعہ جو اس بلا میں مبتلا ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کا جواب شیعہ ہی کے ذمہ ہے لہٰذا اب ہم اصل مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

جب شیعہ کا عقیدہ تحریف قرآن اس طرح پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ اس میں کسی کو چون و چرا کی گنجائش نہ رہی۔ تو اب ہم اس سے پوچھتے ہیں اے شیعہ صاحبان اگر قرآن موجودہ قرآن نہیں جو سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ چھوڑ گئے تھے بلکہ اس میں آپ کے بعد بہت کچھ کی بیشی اور تغیرو تبدل ہوگیا ہے تو پھر تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کی شریعت میں سے ایسی قطعی چیز کون سی ہے جس سے تم یقین کر سکو کہ تمہارا مذہب وہی مذہب ہے جسے حضور انور نے رائج فرمایا تھا۔ تمہارا طریقہ وہی طریقہ ہے جس کی حضور اقدس ﷺ نے تعلیم فرمائی تھی۔ تم اسی دین پر ہو۔ جو حضور نبی آخر الزمان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ملا تھا۔ قرآن کے بعد تمہارے پاس وہ کون سی قطعی سند ہے جس کی رو سے تم اپنے آپ کو مسلمان اور تابع شریعت مصطفویٰ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام یقین کرسکو۔ اگر تم جواب میں احادیث آئمہ سے تمسک کرو تو ہم کہیں گے۔ کہ ان حدیثوں سے یقین حاصل نہیں ہوسکتا۔ حدیثوں کا مدار راویوں پر ہوتا ہے احادیث ائمہ کے راوی علاوہ معتقدات فاسدہ کے جھوٹ بولنے والے تھے۔ اور ائمہ کرام پر جھوٹ تھوپنے والے تھے۔ حتی کہ خود ائمہ اہل بیت ان کے شاکی ہیں۔ اس کی تفصیل کے لیے علیحدہ کتاب درکار ہے یہاں حسب گنجائش چند مثالیں صرف ایک کتاب سے پیش کی جاتی ہیں۔

مختار بن ابی عبیدہ کی نسبت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ **زرارہ شر من الیہود والنصاری** (رجال کشی ص ۱۰۷) ترجمہ: زرارہ یہود و نصاریٰ سے زیادہ شریر ہے۔ ترجمہ اللہ زرارہ پر لعنت کرے (رجال کشی ص ۱۵۶) **کان المختار یکذب علی علی بن الحسین علیہما السلام** (رجال کشی ص ۸۴) یعنی مختار بن ابی عبیدہ امام زین العابدین علی بن الحسین علیہما السلام پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ فیض امام جعفر صادق سے دریافت کرتا ہے **ما ھذہ الاختلاف الذی بین شیعتکم** (آپ کے شیعوں میں یہ کیسا اختلاف ہے) امام جواب میں فرماتے ہیں **یا فیض ان الناس از لعوا بالکذب علینا** یعنی اے فیض لوگ ہم اہل بیت پر جھوٹ باندھنے کے حریص ہیں' زرارہ بن اعین جس کا نام اہل جنت کے ناموں میں ہے۔ (رجال کشی ص ۸۸) اور منجملہ مبشرین بالجنت ہے (رجال کشی ص ۱۱۳) اس کی نسبت امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ **لولا زرادہ لظننت ان احادیث ابی علیہ السلام ستذھب** (رجال کشی ص ۸۸) اگر زرارہ نہ ہوتا تو میرا گمان تھا کہ میرے والد امام محمد باقر کی حدیثیں مٹ جائیں۔ زرارہ نے امام جعفر صادق سے کہا کہ حکم بن عتبہ نے آپ کے والد سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نماز مغرب مزدلفہ سے درے پڑھ لے۔ اس پر امام صادق نے تین بار قسم کھا کر فرمایا: **ما قال ابی ھذا قط کذب الحکم بن عتیبہ علی ابی علیہ السلام** (رجال کشی ص ۱۴۳) یعنی میرے والد نے یہ ہرگز نہیں فرمایا حکم بن عتیبہ نے میرے والد پر جھوٹ باندھا ہے پس زرارہ وہاں سے یہ کہتے نکلا **ما اری الحکم کذب علی ابیہ**

(میرے خیال میں حکم نے امام صادق کے والد پر جھوٹ نہیں باندھا) یونس کا بیان ہے۔

و افیت العرق فوجدت بها قطعة من اصحاب ابی جعفر علیه السلام ووجدت اصحاب ابی عبدالله علیه السلام متوافرین فسمعت منهم و اخذت کتبهم فعرضتها من بعد علی ابی الحسن الرضا علیه السلام فانکر منها احادیث کثیرة ان تکون من احادیث ابی عبدالله علیه السلام و قال لی ان ابا الخطاب کذب علی ابی عبدالله علیه السلام لعن الله ابا الخطاب و کذلک اصحاب ابی الخطاب یدسون هذه الاحادیث الی یومنا فی کتب اصحاب ابی عبدالله علیه السلام فلا تقبلوا علینا خلاف القران (رجال کشی ص ۱۴۶)

میں عراق میں پہونچا۔ وہاں میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کے کچھ اصحاب پائے۔ اور امام جعفر صادق کے اصحاب کثرت سے پائے پس میں نے ان سے حدیثیں سنیں۔ اور ان کی کتابیں لیں۔ پس اس کے بعد میں نے ان کو امام ابو الحسن رضا علیہ السلام پر پیش کیا۔ آپ نے ان میں سے احادیث کثیرہ کی نسبت فرمایا کہ یہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیثیں نہیں ہیں۔ اور مجھ سے فرمایا۔ کہ ابوالخطاب نے امام جعفر صادق پر جھوٹ باندھا ہے۔ اللہ ابو الخطاب پر لعنت کرے اور اسی طرح ابو الخطاب کے اصحاب آج تک یہ حدیثیں امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب کی کتابوں میں داخل کرتے رہے ہیں۔ پس خلاف قرآن ہم پر کچھ قبول نہ کرو۔ انتہی۔

امام صادق فرماتے ہیں

کان للحسن علیه السلام کذاب یکذب علیه و کان للحسین علیه السلام کذاب یکذب علیه و کان المختار یکذب علی علی بن الحسین علیهما السلام و کان المغیرة بن سعید یکذب علی ابی (رجال کشی ص ۱۴۸)

یعنی امام حسن کے لیے ایک کذاب تھا جو ان پر جھوٹ باندھا کرتا تھا اور امام حسین کے لیے ایک کذاب تھا جو ان پر جھوٹ باندھا کرتا تھا اور مختار علی بن الحسین علیہما السلام پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ اور مغیرہ بن سعید میرے والد امام محمد باقر پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ اور مغیرہ بن سعید میرے والد امام محمد باقر پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ امام جعفر صادق کثیر النواء اور سالم بن ابی حفصہ اور ابو الجارود کی نسبت فرماتے ہیں کہ یکذبون مکذبون کفار علیهم لعنت الله (رجال کشی ص ۱۵۰)

جھوٹ باندھنے والے کافر اللہ کی ان پر لعنت ہو امام جعفر صادق کا قول ہے کہ هل انبئکم علی من تنزل الشیاطین تنزال علی کل افاک اثیم کے مصداق یہ سات ہیں مغیرہ بن سعید۔

بنان - صائد مہدی - حمزہ شامی - عبداللہ بن الحرث - حمزہ بن عمارۃ الزبیدی - ابو الخطاب (رجال کشی ص ۱۸۷) امام ابو الحسن رضا علیہ السلام کذابین کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کان بنان یکذب علی علی بن الحسین علیھما السلام فاذاقه الله حر الحدید و کان مغیرة بن سعید یکذب علی ابی الحسن علیھا السلام فاذاقه الله حر الحدید و کان محمد بن بشیر یکذب علی ابی الحسن موسی علیه السلام فاذاقه الله حرالحدیدد و کان ابو الخطاب یکذب علی ابی عبدالله علیه السلام فاذاقه الله حر الحدید والذی یکذب علی محمد بن فرات (رجال کشی ص ۱۹۵)

یعنی بنان امام علی بن الحسین علیہما السلام پر جھوٹ باندھا کرتا تھا اللہ اسے گرم لوہے کا عذاب چکھائے۔ اور مغیرہ بن سعید امام محمد باقر علیہ السلام پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ اللہ اسے گرم لوہے کا عذاب چکھائے اور محمد بن بشیر امام ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ اللہ اسے گرم لوہے کا عذاب چکھائے اور ابو الخطاب امام جعفر صادق پر جھوٹ باندھا کرتا تھا اور جو مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے وہ محمد بن فرات ہے۔ انتہی ۔ امام جعفر صادق نے سچ فرمایا ہے۔ **انا اھل بیت صادقون لا تخلوا من کذاب یکذب علینا فیسقط صدقنا بکذبه علینا عند الناس** (رجال کشی ص ۱۹۷) یعنی ہم اہل بیت سچے ہیں مگر ایسے کذاب سے خالی نہیں جو ہم پر جھوٹ باندھتا ہے پس ہم اس پر اس کے جھوٹ باندھنے سے لوگوں کے نزدیک ہماری راستبازی گر جاتی ہے محمد بن موسیٰ ہمدانی کا بیان ہے **عروة بن یحیی البغدادی المعروف بالدھقان لعنه الله کان یکذب علی ابی الحسن علی بن محمد الرضا علیه السلام و علی ابی محمد الحسن بن علی علیھا السلام بعده** (رجال کشی ص ۳۵۳) یعنی عروہ بن یحییٰ بغدادی معروف بہ دہقان اللہ اس پر لعنت کرے ابو الحسن علی بن محمد رضا علیہ السلام اور اس کے بعد ابو محمد حسن بن علی علیہما السلام پر جھوٹ باندھتا تھا۔ انتہی ۔ یہ اور اس قسم کے اور اسباب ہیں۔ جن سے احادیث ائمہ میں حیرت انگیز اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس اختلاف کی کہانی خود مجتہدین شیعہ کی زبانی سنئے۔ شیخ الطائفہ رئیس المحدثین شیخ محمد بن حسن بن علی طوسی تہذیب الاحکام کے دیباچہ میں یوں لکھتے ہیں۔

ذاکرنی بعض الا صدقاء ایده الله ممن اوجب حقه علینا باحادیث اصحابنا ایدھم اللهورحم السلف منھم وما وقع فیھا من الاختلاف والمتباین والمنافاة والتضاد حتی لا یکاد یتفق خبر الاوبازائه ما یضاده ولا یسلم حدیث الاوفی مقابلته ما نیا

فیہ حتی جعل مخالفونا ذلک من اعظم الطعون علی مذھبنا و تطرقوا بذلک الی ابطال معتقدنا و ذکروا نه لم یزل شیوخکم السلف والخلف یطعنون علی مخالفیھم بالاختلاف الذی یدینون اللہ به و یشنعون علیھم بافتراق کلمتھم فی الفروع و یذکرون ان ھذا مما لا یجوزان یتعبد به الحکیم ولا ان یبیح العمل به العلیم و قد و جدناکم اشد اختلافا من مخالفکم و اکثر تباننا من مبائنیکم ووجود ھذا الاختلاف منکم مع اعتقادکم بطلان ذلک دلیل علی فساد الاصل حتی دخل جماعة ممن لیس لھم قوة فی العلم ولا بصیرة بوجوہ النظر و معانی الالفاظ شبھة و کثیر منھم رجع عن اعتقاد الحق لما اشتبه علیه الوجه فی ذلک و عجز عن حل الشبھة فیه سمعت شیخنا ابا عبداللہ اید اللہ یذکران ابا الحسین الھارونی العلوی کان یعتقد الحق و یلین بالامامة فرجع عنھا لما التبس علیه الامر فی اختلاف الاحادیث و ترک المذھب و دان بغیرہ لما لا یتبین له وجوہ المعانی فیھا وھذا یدل علی انه دخل فیه علی غیر بصیرة واعتقد المذھب من جھة التقلید لان الاختلاف فی الفروع لا یوجب ترک ما ثبت بالادلة من الاصول۔ انتہی بلفظہ

ایک دوست (اللہ اس کی تائید کرے) نے جس نے اپنا حق ہم پر واجب کر دیا مجھ سے تذکرہ کیا ہمارے اصحاب (اللہ ان کی تائید کرے اور ان کے سلف پر رحم کرے) کی حدیثوں کے بارے میں اس اختلاف و تبائن و منافات و تضاد کے بارے میں جو ان حدیثوں میں ہے۔ حتی کہ قریب نہیں کہ کوئی خبر ملے مگر اس کے مقابلہ میں اس کی ضد موجود ہے اور کوئی حدیث باقی نہیں مگر اس کے مقابلے میں اس کے خلاف حدیث موجود ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے مخالفوں نے اس بات کو بڑے سے بڑا عیب قرار دیا ہے۔ اور اس کے سبب وہ ہمارے عقیدہ کے باطل کرنے کے درپے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ تمہارے مشائخ سلف و خلف اپنے مخالفوں کو اس اختلاف کا طعن دیتے رہے۔ جس کے ساتھ وہ اللہ کی اطاعت و عبادت کرتے تھے۔ اور ان مخالفوں کو فروع میں اختلاف کے سبب برا کہتے رہے۔ اور ذکر کرتے رہے۔ کہ جائز نہیں کہ اس اختلاف کے ساتھ خدائے حکیم کی عبادت کی جائے اور یہ جائز نہیں کہ خدائے علیم اس پر عمل کرنے کی اجازت دے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ تم اپنے مخالفوں کی نسبت زیادہ اختلاف و تبائن رکھتے ہو اور تم میں اس اختلاف کا پایا جانا ہے اور اعتقاد ہے۔ کہ یہ باطل ہے اصل کے فساد کی دلیل ہے یہاں تک کہ ایک جماعت کو جن میں علمی قوت اور وجوہ نظر و معانی الفاظ کی بصیرت نہیں۔ شبہ پیدا ہوگیا۔ اور ان میں سے

بہت نے اعتقاد حق سے رجوع کیا۔ جبکہ اس اعتقاد میں وجہ ان پر مشتبہ ہوگئی اور وہ اس میں شبہ کے حل کرنے سے عاجز آگئے۔ میں نے اپنے استاد ابو عبداللہ (اللہ اس کی تائید کرے) کو سنا کہ بیان فرماتے تھے کہ ابوالحسین ہارونی علوی حق کا معتقد تھا۔ اور امامت کا قائل تھا۔ وہ امامت سے پھر گیا۔ جب اختلاف احادیث میں اس پر وجہ مشتبہ ہوگئی۔ اور اس نے مذہب کو چھوڑ دیا اور غیر مذہب اختیار کیا کیونکہ احادیث امامت میں وجہ معانی اس پر ظاہر نہ ہوئے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ ابوالحسین بصیرت کے بغیر مذہب میں داخل ہوا تھا اور تقلید کی جہت سے مذہب کا معتقد ہو گیا تھا۔ کیونکہ فروع میں اختلاف ان اصولوں کے چھوڑ دینے کا موجب نہیں جو دلیلوں سے ثابت ہوں۔ انتہی۔

مولوی سید ولدار علی صاحب مجتہدین کو سید حامد حسین صاحب نے استقصاء الافحام میں آیۃ اللہ فی العلمین لکھا ہے اساس الاصول میں یوں رقمطراز ہیں۔

الاحادیث المائورة من الائمة مختلفة جدا لا یکاد یوجد حدیث الا و فی مقابلته ما ینافیه ولا یتفق خبر الا بازائه ما یضاده حتی صار ذلک سببا لرجوع بعض الناقصین عن اعتقاد الحق کما صرح به شیخ الطائفه فی اوائل التهذیب والاستبصار و مناشی هذه الاختلاف کثیرة جدا من التقیه والوضع و اشتباه السامع و النسخ والتخصیص والتقلید و غیر تلک المذکور انه من الامور الکثیرة کما وقع التصریح علی اکثرها فی الاخبار المائورة عنهم و امتیاز المناشی بعضها عن بعض فی باب کل حدیثین مختلفین بحیث یحصل العلم والیقین بتعین المنشاء عسیر جدا فوق الطاقة کما لا یخفی (انتهی بلفظه)

حدیثیں جو آئمہ سے منقول ہیں نہایت مختلف ہیں۔ قریب نہیں کہ کوئی حدیث پائی جائے مگر اس کے مقابلہ میں اس کے خلاف حدیث موجود ہے اور کوئی خبر نہیں ملتی مگر اس کے مقابلہ میں اس کی ضد موجود ہے یہاں تک کہ یہ اختلاف بعض ناقص لوگوں کے اعتقاد حق سے پھر جانے کا سبب ہوگیا جیسا کہ شیخ الطائفہ نے کتاب تہذیب اور استبصار کے شروع میں اس کی تصریح کی ہے اور ان اختلاف کے اسباب بہت ہیں۔ مثلاً تقیہ اور حدیثوں کا موضوع ہونا اور سننے والے کا مشتبہ ہو جانا اور منسوخ ہو جانا اور تخصیص اور تقیید اور علاوہ ان مذکورات کے بہت امور ہیں جیسا کہ ائمہ کی حدیثوں میں ان میں سے اکثر کی تصریح کی گئی ہے۔ اور ہر دو مختلف حدیثوں میں اسباب اختلاف کو ایک دوسرے سے اس طرح امتیاز کر لینا کہ سبب کے معین ہو جانے کا علم و یقین

حاصل ہو جائے نہایت مشکل بلکہ طاقت انسانی سے باہر ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ انتہی
جب شیعہ کی حدیثوں کے اختلاف کا یہ عالم ہو اور اسباب اختلاف کا امتیاز طاقت بشری سے خارج ہو۔ تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان حالات میں صحت حدیث کا معیار کیا ہے غور کے بعد شیعہ کی کتب اصول میں وہ معیار بھی ملتا ہے چنانچہ سید دلدار علی مجتہد اساس الاصول میں لکھتے ہیں۔

و منها الروایة المستفیضة المتواترة المعنی فانها بتفاوت یسیر ما ثورة فی اکثر کتب الاصول ففی الکتاب الکافی بسند موثوق عن ابی عبدالله قال قال رسول الله ان علی کل حق حقیقته وعلی کل صواب نورا فما وافق کتاب الله فخذوه وما خالف کتاب الله فدعوه وهکذا فی الامالی و ایضا فی الکافی والمحاسن عن ایوب عن الحرث قال سمعت ابا عبدالله یقول کل شئی مردود الی الکتاب والسنة وکل حدیث لا یوافق کتاب الله عن اختلاف الحدیث یرویه من نثق به و منهم من لا نثق به فقال اذا ورد علیکم حدیث فوجدتم له شاهدا من کتاب الله عزوجل او من قول رسول الله و الا فالذی جاء کم به اولی به و هکذا اوردت بسند اخر مما یطول ذکره

اور منجملہ ان کے ایک روایت مستفیض بلکہ متواتر المعنی ہے کیونکہ وہ حدیث بتفاوت قلیل اکثر کتب اصول میں منقول ہے۔ چنانچہ کتب کافی (اصول کافی نو لکشوری۔ کتاب العلم ص ۳۹) میں بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر حق پر حقیقت ہوتی ہے اور ہر صواب پر نور ہوتا ہے۔ پس جو حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو اسے لے لو' اور جو کتاب اللہ کے خلاف ہو اس کو چھوڑ دو۔ اور ایسا ہی کتاب امالی میں ہے۔ اور نیز کافی میں اور محاسن میں ایوب بن حارث سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا۔ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ ہر چیز قرآن اور سنت سے ملائی جائے۔ اور جو حدیث کتاب اللہ کے موافق نہ ہو جھوٹی ہیں۔ اور نیز ان دونوں کتابوں میں ابن ابی یعفور سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس حدیث کے اختلاف کی بابت پوچھا جس کو روایت کریں وہ جن پر ہم اعتماد رکھتے ہیں اور اس کے بعض راوی ایسے ہوں جن پر ہم اعتماد نہیں رکھتے۔ پس امام نے فرمایا کہ جب کوئی حدیث تم کو ملے۔ اور تم کتاب اللہ یا قول رسول اللہ سے اس کی تائید پاؤ تو بہتر ورنہ جو شخص اس حدیث کو تمہارے پاس لایا وہی اس کے لیے سزاوار تر ہے۔ یہ حدیث اسی طرح اور اسناد سے مروی ہے جس کے ذکر

کرنے میں طول ہوگا انتہی۔ پس بنا بر روایت بالا بطریق تواتر ثابت ہے کہ صحت حدیث کا معیار قرآن کریم ہے مگر شیعہ کا اصلی قرآن ان کے پاس موجود نہیں تو اب حدیث کی صحت یا عدم صحت کس طرح معلوم کی جائے۔ اور جب صحت یا عدم صحت معلوم نہ ہوئی تو ان پر عمل کس طرح ہو۔ اور کس منہ سے اتباع رسول اور اتباع اہل بیت کا دعویٰ کیا جائے۔

شیعہ کے عقیدہ تحریف قرآن کے باعث جو الزام حضرت امیر علیہ السلام پر عائد ہوتا ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ مناسب موقع پر مذکور ہوگا۔ عقیدہ تحریف کی ایسی ہی خرابیوں نے صدوق و علم الہدی و شیخ الطائفہ و ابو علی طبرسی کو عدم تحریف کے قائل ہونے پر مجبور کیا تھا۔ کیونکہ جب قرآن موجود کو محرف مانا جائے۔ تو اس کے احکام و قواعد پر عمل کیونکر ہو سکتا ہے۔ سید نعمت اللہ محدث جزائری سے یہی سوال اٹھایا ہے۔ اور پھر خود ہی اس کا جواب دیا ہے۔ چنانچہ کتاب الانوار میں ہے۔

فان قلت کیف جاز القراء ۃ فی ھذا القران مع مالحقہ من التغییر قلت قدورد فی الاخبار انھم امرواشیعتھم بقراء ۃ ھذا الموجود من القران فی الصلوۃ و غیرھا والعمل باحکامہ حتی یظھر مولانا صاحب الزمان فیر تفع ھذا القران من ایدی الناس الی السماء و یخرج القران الذی الفہ امیر المومنین فیقرء و یعمل باحکامہ روی الکلینی باسنادہ الی سالم بن سلۃ قال قرأ رجل علی ابی عبداللہ و انا استمع حروفا من القران لیس علی ما یقرأھا الناس فقال ابو عبداللہ مہ کف عن ھذہ القراء ۃ واقرأ کما یقراء الناس حتی یقوم القائم فاذا قام قراء کتاب اللہ علی حدہ واخرج المصحف الذی کتبہ علی و فی ھذا الحدیث ان علیا لما فرغ من ذلک القران قال لھم ھذا کتاب اللہ تعالی کما انزلہ اللہ علی محمد و قد جمعتہ بین اللوحین فقالوا ھو ذا عندنا مصحف جامع فیہ القران لا حاجۃ لنا فیہ فقال اما واللہ ما ترونہ بعد یومکم ھذا ابدا انما کان علی ان اخبرکم حین جمعتہ لتقرؤہ والاخبار الواردۃ بھذا المضمون کثیرۃ جدا۔

اگر تو اعتراض کرے کہ قرآن موجود میں باوجود اس کے محرف ہونے کے قراءت کیسے جائز ہے۔ تو میں جواب دیتا ہوں کہ اخبار ائمہ میں وارد ہے کہ انہوں نے اپنے شیعوں کو نماز وغیرہ میں اسی قرآن کے پڑھنے اور اسی کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہاں تک کہ امام المومنین نے جمع کیا تھا۔ پس وہ پڑھا جائے گا۔ اور اسی کے اعمال پر عمل کیا جائے گا۔ کلینی نے بالاسناد روایت کی ہے۔ کہ سالم بن سلمہ نے کہا کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق کے سامنے قرآن کے کئی حروف

اس طرح پڑھے کہ لوگ ویسا نہیں پڑھتے۔ حالانکہ میں سن رہا تھا۔ پس امام نے فرمایا۔ بس اس قراءت سے باز آ۔ اور پڑھ جس طرح لوگ پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ امام قائم علیہ السلام ظاہر ہوں۔ جب وہ ظاہر ہوں گے۔ تو قرآن کو ٹھیک طور سے پڑھیں گے۔ اور اس قرآن کو ظاہر کریں گے جسے حضرت علی علیہ السلام نے لکھا تھا۔ اور اسی حدیث میں ہے کہ جب حضرت علی اس قرآن سے فارغ ہوئے۔ تو لوگوں سے کہا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے۔ جیسا کہ اس نے اسے حضرت محمد پر نازل کیا ہے اور اس کو دو دفتیوں کے درمیان جمع کیا ہے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا۔ کتاب اللہ یہ ہے جو ہمارے پاس یہ مصحف ہے۔ جس میں قرآن جمع ہے۔ ہمیں تمہارے جمع کیے ہوئے قرآن کی ضرورت نہیں۔ پس حضرت علی نے فرمایا آگاہ رہو۔ خدا کی قسم تم آج کے بعد اس کو نہ دیکھو گے۔ مجھ پر تو یہی واجب تھا کہ جمع کر کے تمہیں خبر دوں تاکہ تم اسے پڑھو۔ دیگر اخبار جو اس بارے میں منقول ہیں۔ بہت زیادہ ہیں۔ انتہی

اسی طرح مولوی سید محمد مجتہد بن سید دلدار علی مجتہد لکھتے ہیں۔ ترتیب آیات موجودۃ الآن تا ظہور حضرت صاحب العصر نزد فرقہ امامیہ قابل تمسک و احتجاج است از جہت اینکہ ائمہ انام شیعیان خود را در زمان غیبت بنا بر ضرورت و اضطرار و عدم امکان وصول شاں بترتیب واقعی نزولی اجازت عمل بر آں دادہ اندنہ اینکہ آں ترتیب فی نفسہ مطابقت بواقع دارد و واجب العمل از حیثیتِ واقعیت است پس در حقیقت تمسک بترتیب کذائی تمسک بقول امام باشد نہ بنفس ترتیب مذکور و ایں تمسک نیز بر سبیل عموم و کلیت نیست بل مالم یثبت خلافه بنص منهم علیهم السلام اولم یود الی ما یخالف نصوصهم و الا لوجب المصیر الٰی خلافه (ضربت حیدریہ - جلد دوم ص ۸۱)

اب جو آیات قرآنی کی ترتیب موجود ہے۔ وہ فرقہ امامیہ کے نزدیک حضرت امام کے ظہور تک قابل تمسک و احتجاج ہے اس لیے کہ ائمہ انام نے ضرورت و اضطرار کے باعث اور اصلی نزولی ترتیب کے حصول کے ناممکن ہونے کے سبب ترتیب موجودہ پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے۔ نہ یہ کہ یہ ترتیب فی نفسہ مطابق واقع اور بلحاظ واقعیت واجب العمل ہے۔ پس ترتیب موجودہ سے تمسک کرنا حقیقت میں قول امام سے تمسک ہے۔ نہ نفس ترتیب مذکورہ سے۔ اور یہ تمسک بھی عموم و کلیت کے طور پر نہیں بلکہ اس وقت تک ہے کہ نص ائمہ سے اس کا خلاف ثابت نہ ہو۔ یا یہ تمسک نصوص ائمہ کی مخالفت کا موجب نہ ہو۔ ورنہ اس کے خلاف کی طرف واجب ہے۔ انتہی۔ مولوی سید ناصر حسین صاحب نے یوں لکھا ہے۔ امامیہ کے عقیدے میں تا ظہور قائم آل محمد علیہم السلام اسی قرآن پر عمل اور اسی سے استدلال واجب ہے بغیر اس کی قراءت کے نماز باطل ہے (رشق النبال علی اصحاب الضلال ص ۴۴)

محدث جزائری نے جو حدیث کلینی نقل کی ہے۔ اس میں قرآن موجود کی صرف قراءت کا حکم ہے۔ اور احکام کا کچھ ذکر نہیں۔ وہ اخبار ائمہ میری نظر سے نہیں گزرے۔ جن میں یہ حکم ہو کہ اگرچہ قرآن موجود محرف ہے مگر تاظہور امام زمان اسی کے احکام پر عمل کرو اور اسی سے تمسک و استدلال کرو۔ بہرحال ایسے اخبار کی صحت میں کلام ہے۔ مولوی سید محمد مجتہد نے صرف ترتیب موجودہ کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ وہ اور قسم کی تحریف کے بھی قائل ہیں۔ چنانچہ چار منکرین تحریف کی تردید میں لکھتے ہیں۔

اما عدم تحریف بالمرة ولو ببعض الالفاظ او بحذف بعض من الاحرف السبعة

پس قول باں نہایت مستغرب و مستبعد است (ضربت حیدریہ - جلد دوم - ص ۷۴)

رہا تحریف کا بالکل نہ پایا جانا خواہ بعض الفاظ کے ساتھ ہو۔ یا احرف سبعہ میں سے بعض کے حذف کرنے سے ہو۔ سو اس کا قائل ہونا نہایت غریب و بعید سمجھا جاتا ہے۔ انتہی۔ علاوہ ازیں سید موصوف نے جو استثناء قائم کیا ہے وہ انہی کی گھڑنت ہے جس کی وجہ ظاہر ہے قرآن موجود کو بلحاظ ترتیب و مادہ و الفاظ و اعراب محرف جاننا اور پھر اس کو واجب العمل بتانا کسی صاحب عقل و ہوش کا کام نہیں اور ایسی تعلیم کو ائمہ عظام کی طرف منسوب کرنا از قبیل عذر گناہ بد تر از گناہ ہے کیا قرآن کسی کے چھپانے سے چھپ سکتا تھا۔ یا کسی کی تحریف سے وہ محرف ہو سکتا تھا؟ ائمہ عظام جو خود قرآن پر عامل رہے۔ اور دوسروں کو اسی پر عمل کرنے کی ہدایت کرتے رہے۔ کیا وہ اسے محرف سمجھ کر ایسا کرتے تھے؟ ان سوالوں کے جواب کے لیے امور ذیل پر غور کیجئے۔

(ا) اللہ تعالیٰ نے قرآن کی نسبت بڑی تاکید سے فرما دیا ہے کہ ہم اس کے نگہبان ہیں۔ پھر کسی بشر کی کیا مجال ہے۔ اسے گم کر دے یا اس میں تحریف کر دے۔ انشاء اللہ یہ بحث مفصل طور پر آئندہ مذکور ہو گی۔

(۲) حدیث ثقلین شیعہ کے نزدیک صحیح بلکہ مستفیض اور تواتر معنوی کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہے چنانچہ مولوی سید دلدار علی مجتہد اساس الاصول میں لکھتے ہیں۔

الرابع منها ماصح عن النبی بروایته العام والخاص انه قال انی تارک فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا کتاب الله و عترتی فانهما لن یفترقا حتی یروا علی الحوض الکوثر

ترجمہ۔ "چہارم ان میں سے یہ ہے کہ سنی اور شیعہ کی روایت سے بصحت مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر تم اس سے تمسک کرو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ وہ خدا کی کتاب اور میری عترت یعنی میرے اہلبیت ہیں پس تحقیق یہ دونوں ایک

دوسرے سے علیحدہ نہ ہونگے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔" انتہی

مولوی سید محمد مجتہد بن سید دلدار علی مجتہد نے یوں لکھا ہے۔

مخفی نماند که حدیث انی تارک فیکم الثقلین ان تمسکتم بہما لن تضلو بعدی کتاب الله وعترتی اہل بیتی لن یفرقا حتی یروا علی الحوض بحد استفاضه و اشتہار بلکه بدرجہ تواتر معنوی رسیده (طعن الرماح ،مطبوعہ سلطان المطابع ص ۱۷۸)

ترجمہ: "پوشیدہ نہ رہے کہ انی تارک فیکم الثقلین الحدیث استفاضہ و شہرت کی حد کو بلکہ تواتر معنوی کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہے۔" انتہی

ناظرین کو یاد ہو گا کہ شیخ الطائفہ طوسی نے حدیث ثقلین کو عدم تحریف قرآن کی ایک دلیل قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے۔ اس امر پر کہ قرآن ہر زمانے میں موجود ہو تاکہ اس سے تمسک ہو سکے۔ ورنہ حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد لغو ٹھہرتا ہے۔ علامہ محسن کاشی صاحب تفسیر صافی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ قرآن کے ہر زمانے میں موجود ہونے کے لیے کافی ہے کہ جمیع قرآن تو ائمہ کے پاس محفوظ و موجود ہو۔ اور حسب ضرورت اس کا ایک حصہ ہمارے پاس ہو۔ اس جواب میں کئی امور قابل غور ہیں۔ (۱) آنحضرت ﷺ اپنی امت کو اصلی قرآن سے تمسک کا حکم دے گئے تھے۔ تاکہ وہ ہدایت پر رہے۔ اور یہ نہ فرما گئے تھے کہ آئمہ اسے اپنے پاس مقفل کر لیں اور امت گمراہی میں رہے۔ (۲) امت کو جمیع قرآن سے تمسک کا ارشاد تھا نہ کہ اس کے ایک حصہ سے (۳) اب جمیع قرآن تو کیا اس کا ایک حصہ بھی شیعہ کے پاس موجود نہیں۔ کیونکہ جو موجود ہے وہ اصلی قرآن کا ایک حصہ نہیں بن سکتا۔ اس لیے کہ وہ حسب عقیدہ شیعہ محرف ہے۔ اور محرف سے ہماری حاجت برداری محال ہے۔ الحمد اللہ کہ اہل سنت و جماعت ثقل اکبر سے متمسک ہیں۔ مگر شیعہ تاوقتیکہ قرآن موجود کو غیر محرف نہ مانیں ثقل اکبر سے متمسک ہونے کا دعوے نہیں کر سکتے۔

(۴) اصول کافی ص ۶۶۰ میں ہے۔

عن لیث بن ابی سلیم رفعه قال قال النبی صلی الله علیه واله وسلم نوروا بیوتکم بتلاوة القرآن ولا تتخذوها قبورًا۔

ترجمہ۔ "لیث بن ابی سلیم سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ کہ تم اپنے گھروں کو قرآن کی تلاوت سے روشن کرو۔ اور ان کو قبریں نہ بناؤ۔" انتہی

حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد بھی دلالت کرتا ہے۔ کہ قرآن ہر زمانے میں موجود ہو۔ تاکہ امت اس کی تلاوت سے اپنے گھروں کو روشن کرتی رہے۔ پس اگر قرآن موجود کو محرف مانا جائے تو حضور اقدس بابی ہو وامی کا یہ ارشاد لغو ٹھہرتا ہے۔ و نعوذ باللہ من ذلک

(۴) حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک خطبہ قرآن کی نسبت یوں فرماتے ہیں۔

ثم انزل علیه الکتاب نورا لا تطفا مصابیحه و سراجا لایخبو توقده و بحرا لا یدرک قعره و منهاجا لا یضل نهجه و شعاعا لا یظلم ضوئه و فرقانا لا یخمد برهانه و تبیانا لا تهدم ارکانه و شفاء لا تخشی اسقامه و عزا لا تهزم انصاره و حقا لا تخذل اعوانه فهو معدن الایمان و بحوبته و ینابیع العلم و بحوره و ریاض العدل و غدرانه و اثافی الاسلام و بنیانه۔ (نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت و جزو اول ص ۲۲۷)

پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر کتاب نازل کی وہ کتاب نور ہے کہ جس کے چراغ بجھائے نہیں جاسکتے اور چراغ ہے۔ کہ جس کی روشنی نہیں بجھ سکتی اور سمندر ہے کہ جس کی تہ نہیں پائی جا سکتی۔ اور راست و کشادہ رہا ہے کہ جس پر چلنے سے کوئی گمراہ نہیں ہو سکتا۔ اور شعاع ہے کہ جس کی روشنی تاریک نہیں ہوسکتی۔ اور فرقان حق کو باطل سے جدا کر دینے والی ہے کہ جس کی برہان گل نہیں کی جاسکتی۔ اور کھلا بیان ہے کہ جس کے ارکان گرائے نہیں جاسکتے۔ اور شفا ہے کہ جس میں بیماری کا ڈر نہیں۔ اور عزت ہے کہ جس کے انصار کو شکست نہیں دی جاسکتی اور حق ہے کہ جس کے مددگاروں کو خوار نہیں کیا جاسکتا۔ پس وہ ایمان کا معدن اور اس کا وسط ہے۔ اور علم کے سرچشمے اور اس کے سمندر ہیں۔

اور عدالت کے حوض اور اس کے تالاب ہیں۔ اور اسی پر اسلام اور اس کی عمارت قائم ہے۔ انتہی۔ حضرت امیر علیہ السلام کے اس ارشاد کے موافق قرآن کریم کو کوئی نہیں چھپا سکتا۔ اور نہ اسے محرف کرسکتا ہے۔ وجوہ مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ قرآن ہر زمانے میں اپنی اصلی حالت پر رہا ہے۔ اس میں کسی طرح کی تحریف نہیں ہوئی۔ اور ان سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ائمہ عظام جس قرآن کو پڑھتے رہے۔ اور جس سے استدلال کرتے رہے اور دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیتے رہے وہ ان کے نزدیک قرآن اصلی تھا۔ اور وہ باعتراف شیعہ یہی قرآن ہے۔ جواب ہمارے پاس ہے۔ مزید توضیح کے لیے چند اور اقوال پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت امیر علیہ السلام لوگوں سے یوں خطاب فرماتے ہیں۔ الم اعمل فیکم بالثقل الاکبر و اترک فیکم الثقل الاصغر (نہج البلاغہ۔ جزو اول نمبر ۹۴)

کیا میں نے تم میں ثقل اکبر (قرآن) پر عمل نہیں کیا۔ اور کیا میں نے تم میں ثقل اصغر (حسنین) کو نہیں چھوڑا۔ انتھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام نے جس قرآن پر عمل کیا وہ ثقل اکبر یعنی اصلی قرآن تھا۔ اور وہی آج ہمارے پاس ہے۔

(۲) حضرت امیر علیہ السلام اپنے صاحبزادوں یعنی حسنین رضی اللہ عنہما کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ او صیکما و جمیع ولدی و اھلی و من بلغہ کتابی بتقوی اللہ (الی ان قال) واللہ اللہ فی القران لا یسبقکم بالعمل بہ غیر کم (نہج البلاغہ جزو ثانی ص ۴۲)

میں تم دونوں کو اور اپنی تمام اولاد کو اور جسے میری یہ وصیت پہنچے۔ اس کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو۔ (یہاں تک کہ آپ نے فرمایا) اور قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرو قرآن پر عمل کرنے میں کوئی اور تم سے سبقت نہ لے جائے انتھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام نے ائمہ وغیرہ ائمہ کو ایک ہی قرآن پر عمل کرنے کی وصیت کی۔ اور وہ قرآن بجز ثقل اکبر نہیں ہو سکتا کہ جس پر آپ خود عمل کرتے رہے۔

(۳) حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اہل بصرہ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

و علیکم بکتاب اللہ فانہ الحبل المتین والنور المبین والشفاء والنافع والصری النافع والعصمۃ للتمسک والنجاۃ للمتعلق لا یعوج فیقام ولا یزیغ و یشستعتب و لا تخلقہ کثرۃ الردو ولوج السمع من قال بہ صدق و من عمل بہ سبق۔ (نہج البلاغہ - ج اول ص ۱۶۳)

تم کتاب خدا کو لازم پکڑو کیونکہ قرآن مضبوط رسی اور ظاہر نور اور شفائے نافع اور پیاس بجھانے والی سیرابی اور تمسک کرنے والے کے لیے عصمت اور عامل کے لیے نجات ہے۔ قرآن ٹیڑھا نہیں کہ سیدھا کیا جائے اور حق سے دور نہیں کہ حق کی طرف واپس لایا جائے تلاوت کی کثرت اور اس کا بکثرت سننا اسے پرانا نہیں بناتا جو اس کا قائل ہے وہ سچا ہے۔ اور جو اس پر عامل ہے وہ سبقت لے گیا۔ انتھی یہاں حضرت امیر علیہ السلام نے قرآن کے اوصاف بیان فرما کر اہل بصرہ کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دی ہے اور وہ اوصاف یہ ہیں۔ اول یہ کہ قرآن ایک مضبوط رسی ہے جو اسے پکڑے رہے گا وہ دوزخ میں گرنے سے بچ رہے گا۔ دوسرے یہ کہ قرآن نور مبین ہے جس کی روشنی میں انسان منزل مقصود پر پہنچ سکتا ہے۔ تیسرے یہ کہ قرآن مرض جہالت سے شفا دیتا ہے۔ چوتھے یہ کہ جو لوگ حیات ابدی کے پانی کے پیاسے ہیں یہ قرآن ان کو سیراب کر دیتا ہے۔ پانچویں یہ کہ جو قرآن سے تمسک کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے وہ نجات پاتا ہے۔ چھٹا یہ

نہ کہ راہ حق سے متجاوز ہے کہ حق کی طرف لایا جائے یعنی اس میں کوئی تحریف و تبدیل نہیں ہوئی۔ ساتویں یہ کہ قرآن کلام انسانی سے بالکل مختلف ہے کلام انسانی کو اگر بار بار پڑھا جائے تو دل اکتا جاتا ہے اور کان کو اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ مگر قرآن کا یہ خاصا ہے کہ اسے کتنی ہی بار پڑھا یا سنا جائے اس کے لطف و حسن میں سر موفرق نہیں آتا۔ بلکہ وہ سراسر اس مصرع کا مصداق ہے۔ هو المسک ما کررته یتضوع یہ غیر محرف قرآن جس کے اوصاف بیان ہوئے وہی۔ جس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خود عمل کیا اور دوسروں کو عمل کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اور آج وہی ہمارے پاس ہے۔ اس سے مراد وہ قرآن نہیں جس کی نسبت بقول شیعہ امیر نے فرما دیا تھا کہ اللہ کی قسم تم آج کے بعد اسے ہرگز نہ دیکھو گے۔ ورنہ کلام امیر لغو ٹھہرے گا۔

(۴) سلیم بن قیس نے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان کی خلافت میں میں نے حضرت علی کو مسجد رسول اللہ ﷺ میں دیکھا۔ مہاجرین و انصار کی ایک جماعت اپنی اپنی فضیلت کا ذکر کرتی تھی۔ اس مجمع میں حضرت علیؓ نے اپنے استحقاق خلافت پر دلائل پیش کئے ہیں۔ یہ طویل روایت ہے (دیکھو کتاب الاحتجاج للطبرسی ص ۷۰ تا ۷۷) اس میں یوں ہے

ثم قال طلحة لا اراک یا ابا الحسن اجبتنی عما سالتک عنه من امر القران لا تظهره للناس قال یا طلحة عمدا کففت عن جوابک فاخبرونی عما کتب عمرو عثمان أقران کله ام فيه ما ليس بقران قال طلحة بل قران کله قال ان اخذتم بما فيه نجوتم من النار و دخلتم الجنة

پھر طلحہ نے کہا اے ابو الحسن (یعنی حضرت امیر علیہ السلام میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ اور وہ سوال اس قرآن کے متعلق ہے جسے آپ لوگوں کو نہیں دکھاتے حضرت علی نے جواب دیا اے طلحہ میں تیرے سوال کا جواب سے عمدا رک گیا۔ تم مجھے بتاؤ کہ جو کچھ عمرو عثمان رضی اللہ عنہ نے لکھا۔ کیا وہ سب قرآن ہے یا اس میں ایسا بھی ہے جو قرآن نہیں۔ طلحہ نے جواب دیا۔ بلکہ وہ سب قرآن ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر تم اس پر عمل کرو گے تو دوزخ سے نجات پاؤ گے اور بہشت میں داخل ہوگے۔ انتہی اس سے ظاہر ہے کہ حضرت عمرو عثمان کا جمع کردہ قرآن خالص کلام الٰہی تھا۔

(۵) حضرت امام حسن بن علی بن ابی طالب فرماتے ہیں

ان هذا القران فيه مصابيح النور و شفاء الصدور فليجل جال بضوءه و ليلج الصفة قلبه فان التفكير حيوة القلب البصير كما يمشى المستنير فى الظلمات بالنور

(کشف الغمہ فی معرفتہ الائمہ مصنفہ علی بن عیسیٰ اربلی - مطبوعہ ۱۲۹۴ھ ص ۱۷۱)

یہ قرآن ہے جس میں نور کے چراغ اور سینوں میں شفا ہے پس چاہیے کہ جلا دینے والا اس کی روشنی کے ساتھ جلا دے۔ اور اس کا دل بیان الٰہی میں محو ہو جائے کیونکہ فکر دل بینا کی زندگی ہے۔ جیسا کہ مشعل والا تاریکیوں میں اس مشعل کے ذریعے چلتا ہے انتہی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس قرآن کا وصف بیان فرما دیا۔ جس پر اس وقت عمل کیا جاتا تھا۔ اور وہ یہی قرآن ہے جو ہمارے پاس موجود ہے۔

(۶) اصول کافی ص ۳۵۳ میں ہے۔

عن سعد الخفاف عن ابی جفعر علیہ السلام قال یا سعد تعلموا القران یاتی یوم القیمۃ فی احسن صورۃ (الی ان قال) فیخر تحت العرش فینا دیہ تبارک و تعالٰی یا حجتی فی الارض و کلامی الصادق الناطق ارفع راسک و سل تعط واشفع الحدیث۔

سعد خفاف سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا اے سعد تم قرآن سیکھو۔ کیونکہ قرآن قیامت کے دن نہایت ہی اچھی صورت میں آئے گا۔ یہاں تک کہ فرمایا امام نے) پس عرش کے نیچے سجدے میں گر پڑے گا۔ اللہ تبارک و تعالٰی اسے پکارے گا۔ اے میری حجت دنیا میں اور اسے میرے صادق و ناطق کلام تو اپنا سر اٹھا اور مانگ تجھے دیا جائے گا۔ اور شفاعت کر تیری شفاعت مانی جائے گی۔ الحدیث۔ انتہی اس سے ظاہر ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کے وقت میں اصلی قرآن موجود تھا۔ جو قیامت کے دن شفاعت کرے گا۔ اور اسی پر عمل کیا جاتا تھا اور یہ مسلم ہے کہ وہ یہی قرآن تھا جو ہمارے پاس ہے۔

(۷) اصول کافی ص ۶۵۵ میں ہے

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال ان ھذا القران فیہ منا رالھدی و مصابیح الدجی فلیجل جال بصرہ و یفتح للضیاء نظرہ فان التفکر حیاۃ قلب البصیر کما یمشی المستیر فے الظلمات

بے شک اس قرآن میں ہدایت کا چراغدان اور تاریکیوں کے چراغ ہیں۔ بس چاہیے کہ جلا دینے والا اپنی آنکھ کو جلا دے۔ اور اپنی آنکھ کی روشنی کے لیے کھولے۔ کیونکہ فکر مرد بینا کے دل کی زندگی ہے جیسا کہ مشعل والا تاریکیوں میں چلتا ہے۔ انتہی۔

(۸) امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی نسبت کشف الغمہ ص ۲۴۷ میں ہے

کان افقه اهل زمانه کما قد مناو احفظهم لکتاب الله عزو جل و احسنهم صوتا بالقران و کان اذا قراء یحزن و یبکی و یبکی السامعین'

امام موسیٰ کاظم اپنے زمانے کے لوگوں میں سب سے بڑھ کر فقیہ تھے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور اللہ عزو جل کی کتاب کے سب سے بڑے حافظ تھے۔ اور قرآن پڑھنے میں زیادہ خوش آواز تھے۔ جب آپ قرآن پڑھا کرتے تو غمگین ہوتے اور روتے اور سننے والوں کو رلا دیتے انتہی۔ اس سے ظاہر ہے کہ امام موسیٰ کاظم جس قرآن کو پڑھ کر سنایا کرتے تھے وہ کتاب اللہ تھی۔

خلاصہ کلام یہ کہ جو قرآن ہمارے پاس موجود ہے اس پر آئمہ عظام اور دیگر اہل اسلام ہر زمانے میں عمل کرتے رہے۔ اور آئمہ عظام اسے غیر محرف کامل قرآن سمجھتے تھے انہوں نے جو قرآن کے فضائل بیان کئے ہیں وہ کسی محرف قرآن پر عائد نہیں ہوسکتے۔ بلکہ وہ اصلی قرآن کے فضائل ہیں۔ چنانچہ تفسیر امام حسن عسکری مطبوعہ مطبع جعفری ۱۳۱۰ھ ۲۲۳) میں ہے۔

قال رسول الله ان هذا القران هو النور المبین والحبل المتین والعروة الوثقٰی والدرجة العلیا والشفاء الاشفی والفضیلة الکبری والسعادة العظمی من استضاء به رزه و من عقد به اموره عصمه و من تمسک به انقذه ولم یفارق احکامه رفعه الله و من استشفی به شفاه الله من اثره علی ما سواه هداه الله و من طلب الهدی فی غیره اضله الله و من جعله شعاره و دثاره اسعده الله و من جعله امامه الذی یقتدی به و معوله الذی ینتهی الیه اداه الله الی جنت النعیم۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ قرآن ہی نور مبین ۔ حبل متین ۔ عروہ وثقیٰ ۔ درجہ علیا ۔ شفا اشفی ۔ فضیلت کبریٰ اور سعادت عظمی ہے۔ جو اس سے روشنی حاصل کرتا ہے یہ اس کو محکم و استوار بنا دیتا ہے۔ اور جو اپنے کاموں کو اس کے ساتھ پیوستہ کرتا ہے یہ اس کو (خطا سے) بچاتا ہے۔ اور جو اس پر عمل کرتا ہے یہ اس کو (دوزخ سے) بچا دیتا ہے جو شخص اس کے احکام سے علیحدہ نہیں ہوتا اللہ اسے بلند کرتا ہے اور جو اس کے ساتھ شفا چاہتا ہے اللہ اس کو شفا دیتا ہے۔ جو اس کو اس کے ماسوا پر ترجیح دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دیتا ہے۔ اور جو اس کے غیر میں ہدایت ڈھونڈتا ہے اللہ اسے گمراہ کرتا ہے۔ اور جو اس کو اپنا شعار و دثار بناتا ہے اللہ اسے سعید بنا دیتا ہے اور جو اس کو اپنا امام بناتا ہے کہ جس کا اقتداء کرتا ہے اور اسے اپنا معتمد علیہ بناتا ہے کہ جس کے پاس جاتا ہے اللہ اس کو جنات نعیم کی طرف لے جاتا ہے۔ انتہی۔ اسی طرح ایک حدیث اصول کافی ص ۶۵۵) حضور ﷺ قرآن کے فضائل ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لا تحصی عجائبہ ولا تبلی غرائبہ فیہ مصابیح الھدی و منار الحکمۃ و دلیل المعرفۃ عن عرف الصفۃ فلیجل جال بصرہ ولیبلغ الصفۃ نظرہ ینج من عطب و یتخلص من نشب فان التفکر حیوۃ قلب البصیر کما یمشی المستنیر فی الظلمات بالنور

قرآن کے عجائب شمار میں نہیں آسکتے اور اس کے غرائب پرانے نہیں ہوتے۔ قرآن میں ہدایت کے چراغ اور حکمت کا منارہ ہے اور اس میں معانی پہچاننے کی دلیل ہے اس کے لیے جو الفاظ قرآن سے بیان الٰہی کو سمجھتا ہو پس چاہیے کہ جولان دینے والا اپنی آنکھ کو جولان دے اور اس کی نظر الفاظ سے بیان الٰہی کو پہنچے وہ ہلاکت سے نجات پانے گا اور دام شبہات سے چھوٹ جائے گا۔ کیونکہ فکر مرد بینا کے دل کی زندگی ہے جیسا کہ مشعل والا تاریکیوں میں اس مشعل کے نور کے ذریعے چلتا ہے۔ انتہی پس ثابت ہوا کہ شیعہ کا عقیدہ تحریف قرآن بالکل غلط ہے اس عقیدے کے ثابت کرنے کے لیے جو دو ہزار حدیثیں خاندان نبوت کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں وہ آئمہ عظام پر محض افتراء ہے شاید کوئی شخص یہاں یہ سوال کرے کہ اس قدر احادیث وضع کرکے قرآن کو محرف ثابت کرنے سے کیا فائدہ تھا۔ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ مسئلہ امامت شیعہ کے ہاں اصل اصول اعتقادیات ہے جیسا کہ احادیث ذیل سے ظاہر ہے۔

(۱) عن الفضیل عن ابی جعفر علیہ السلام قال بنی الاسلام علی خمس' الصلوۃ والزکوۃ والصوم والحج والولایۃ ولم یناد بشئی ما نودی بالولایۃ یوم الغدیر (اصول کافی ص ۳۶۹)

فضیل سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اسلام پانچ چیزوں پر بنایا گیا ہے نماز۔ زکوۃ۔ حج۔ روزہ اور ولایت اور کسی چیز کی ایسی منادی نہیں کی گئی جیسا کہ غدیر کے دن ولایت کی منادی کی گئی۔ انتہی

(۲) عن زرارۃ عن ابی جعفر علیہ السلام قال بنی الاسلام علی خمسۃ اشیاء علی الصلوۃ والزکوۃ والحج والصوم والولایۃ قال زرارۃ فقلت و ای شئی من ذلک افضل فقال الولایۃ افضل' (اصول کافی ص ۳۶۸)

زرارہ سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اسلام پانچ چیزوں پر بنایا گیا ہے۔ نماز۔ زکوۃ۔ حج۔ روزہ اور ولایت پر زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا کہ ان میں سے افضل کون سی چیز ہے اس پر امام نے جواب دیا کہ ولایت سب سے افضل ہے۔ انتہی

(۳) عن الصادق علیه السلام قال اثاثی الاسلام ثلثة الصلوة والزکوة والولایة لا تصح واحدة منهن الا بصاحبتها (اصول کافی ص ۳۶۸)

امام صادقؑ نے فرمایا کہ اسلام تین چیزوں پر قائم ہے نماز و زکوٰۃ ولایت ان میں سے کوئی دوسرے کے بغیر صحیح نہیں۔ (انتہی)

(۴) الاحتجاج میں جناب امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے چاند کو پیدا کیا تو اس پر لا اله الا الله محمد رسول الله علی امیر المومنین لکھ دیا۔ جو تم چاند پر سیاہی دیکھتے ہو یہ وہی تحریر ہے (حاشیہ ترجمہ شیعہ ص ۴۰۱) اس مقام پر مترجم شیعی یوں لکھتا ہے۔ حقیر کے خیال میں کامل کلمہ طیبہ کی نورانیت نے چاند کو ماند کر دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیعہ کے نزدیک کلمہ طیبہ کامل نہیں ہوتا جب تک کہ علی امیر المومنین ساتھ نہ پڑھا جائے۔

(۵) حدثنا سلمة بن الخطاب عن علی بن سیف ابن عمیرة عن العباس بن عامر بن احمد بن زرق الغمشانی عن محمد بن عبدالرحمٰن عن ابی عبدالله انه قال ولا یتنا ولایة الله التی لم یبعث نبیاقط الابها۔ (بصائر الدرجات للصفا مطبوعہ ایران ۱۲۸۵ جز ثانی باب تاسع)

ترجمہ (بحذف اسناد) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہماری ولایت اللہ کی ولایت ہے کہ جس کے سوا کسی اور شے کے ساتھ خدا نے کبھی کوئی پیغمبر نہیں بھیجا۔ انتہی۔

(۶) حدثنا العباس بن معروف عن سعد ان بن مسلم عن صباح المزنی عن الحرث بن حضیره عن حبة العرفی قال قال المومنین ان الله عرض ولا یتی علی اهل السموت و علی اهل الارض اقربها من اقروانکرها من انکرانکرها یونس فحبسه الله فی بطن الحوت حتی اقربها (بصائر الدرجات جز ثانی باب عاشر)

(بحذف اسناد) امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے میری ولایت آسمان والوں اور زمین والوں پر پیش کی۔ اس کا اقرار کیا جس نے کیا اور اس کا انکار کیا جس نے کیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اس کا انکار کیا لہٰذا اللہ نے اسے مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیا۔ یہاں تک کہ میری ولایت کا اس نے اقرار کرلیا۔ انتہی۔

(۷) حدثنا الحسن بن علی بن النعمان عن یحیی بن ابی زکریا بن عمر و الزیات قال سمعت من ابی و محمد بن سماعه یرویه عن فیض بن ابی شیبة عن محمد بن مسلم قال سمعت ابا جعفر یقول ان الله تعالی تبارک و تعالی اخذ میثاق النبیین علی ولایة علی واخذ عهد النبیین بولایة علی۔ (بصائر الدرجات۔ جز ثانی۔ باب تاسع)

(بحذف اسناد) امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے علی کی ولایت کا عہد و میثاق سب نبیوں سے لیا ہے۔ انتہی۔

(۸) حدثنا احمد بن محمد عن الحسین بن علی بن فضال عن محمد بن الفضیل عن ابی الصبح الکنانی عن ابی جعفر قال قال واللہ ان فی السماء لسبعین صنفا من الملائکۃ لواجتمع اھل الارض ان یعدوا عدد صنف منھم ما عدوھم و انھم لیدینون بولایتنا۔ (بصائر الدرجات - جز / ثانی - باب سادس)

(بحذف اسناد) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کی قسم آسمان میں فرشتوں کی ستر قسمیں ہیں اگر تمام اہل زمین مل کر ان میں سے ایک قسم کا شمار کریں تو شمار نہ کر سکیں گے۔ ان سب فرشتوں کا دین ہماری ولایت ہے۔ انتہی۔

(۹) حسن بن یحییٰ الدہان کہتے ہیں کہ میں شہر بغداد میں بغداد کے قاضی کے پاس بیٹھا تھا اس کا نام سماعہ تھا۔ کہ یکایک اس کے پاس اہل بغداد کے بوڑھوں میں سے ایک آدمی آیا اس نے آتے ہی قاضی سے کہا۔ خدا آپ کو صحیح و سلامت رکھے۔ میں گزشتہ برسوں میں حج کر کے جب کوفے پہنچا اور وہاں کی مسجد میں گیا تو بخارا کے ارادے سے مسجد میں کھڑا ہوا تھا۔ کہ یکایک میرے سامنے ایک عربن زلفیں چھوڑے ہوئے اور دوپٹہ اوڑھے ہوئے آئی اور وہ یہ پکار رہی تھی۔ کہ اے آسمانوں میں سب سے زیادہ مشہور اے ساری زمینوں میں سب سے زیادہ معروف اور آخرت میں سب سے زیادہ نامور ساری دنیا میں بڑے بڑے سرکشوں نے اور بڑے بڑے بادشاہوں نے تیرے نور کو مٹانے اور تیرے ذکر کو برباد کرنے کی ہرچند کوشش کی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تیرے ذکر ہی کو بلند کیا۔ اور تیرے نور کی روشنی میں کچھ فرق نہ آنے دیا۔ اگرچہ مشرک اس سے آزردہ خاطر ہوئے۔ میں نے اس عورت سے پوچھا کہ اے اللہ کی بندی وہ کون ہے جس کی تو یہ تعریفیں کر رہی ہے۔ وہ بولی کہ وہ امیرالمومنین ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ کون سے امیر المومنین۔ اس نے کہا وہ علی بن ابوطالب ہیں۔ جن کی ولایت تسلیم کئے بغیر توحید بھی درست و جائز نہیں ہے۔ یعنی جو شخص ان کی ولایت تسلیم نہ کرے خدا پر اس کا ایمان لانا محض فضول اور لغو ہے۔ (از بحار الانوار - جلد ۹ ص ۴۴۴) دیکھو کتاب شہادت مصنفہ مرزا حیرت دہلوی جلد پنجم ص ۶۸)

اب ناظرین غور فرمائیں کہ اللہ عزو جل نے قرآن کریم میں نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ کا تو ذکر ادنے ادنے فروعی مسائل کو بھی بیان فرمایا ہے۔ اور اعتقادات کو تو جگہ جگہ صراحت و وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کیونکہ اعتقادات اصول شرائع اور اساس مذہب ہیں۔ دیکھئے توحید کو کس کس پیرایہ میں بیان کیا ہے کہیں احدیت کا اثبات ہے۔ کہیں نفی شریک ہے کہیں نہی عن الاشراک ہے اس طرح نبوت و

رسالت کو مختلف مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ کہیں ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالرسول کا ذکر ہے کہیں اپنے حبیب پاک ﷺ کو وصف رسالت کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔ کہیں مبشرفی الانجیل بتایا ہے اور یہ مسلم امر ہے کہ اعتقادیات کے ثبوت کے لیے دلائل قطعیہ درکار ہیں۔ پس نظر براہمیت مسئلہ امامت ضرور تھا کہ قرآن میں کئی جگہ خلافت بلا فصل کا ذکر بصراحت تمام پایا جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن سے بڑھ کر دلیل قطعی اور کیا ہو سکتی ہے۔ شیعہ امامیہ نے جب دیکھا کہ قرآن موجود میں ان کے اصل اعتقادیات یعنی مسئلہ امامت کا ذکر تک نہیں بلکہ اس کے برعکس خلفائے ثلاثہ کی خلافت راشدہ کا ثبوت اس میں ملتا ہے۔ تو انہوں نے بجز اس کے چارہ نہ دیکھا کہ قرآن موجود کو محرف قرار دیں۔ یہی وجہ ہے کہ کہیں وہ کہتے ہیں کہ یہاں سے الفاظ فی ولایۃ علی ساقط کر دیئے گئے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ فلاں جگہ سے الفاظ ال محمد گرا دیے گئے ہیں اور فلاں جگہ سے الفاظ علی امیرالمومنین نکال دیئے گئے ہیں۔ خلافت بلا فصل کا تصور ان کے ذہن میں ایسا سمایا ہوا ہے کہ چاند پر بھی انہیں علی امیرالمومنین لکھا نظر آتا ہے باایںہمہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ بات بنائے بنتی نہیں تو حسرت و یاس کے عالم میں اپنا نیا قرآن بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ مولوی سید الفت حسین صاحب شیعی شکار پوری نے اپنے رسالہ منبع تبرا (مطبوعہ مطبع یوسفی واقع کوچہ فولاد خاں دہلی ص ۶) میں یوں لکھا ہے۔

"کیا سورہ علی و سورہ ولایت و سورہ فاطمی بعض مطبوع و بعض قلمی خالی شیعوں اور کاذبوں کے گھر میں نہیں۔ کیا لکھنؤ میں حاجی حسن علی نے یہ سورتیں نہیں چھاپیں۔ مگر ایک ہی دو سورتیں چھپنے پائیں تھیں کہ تنبیہہ کی گئی۔ باقی غیر مطبوع رہیں۔ مرجوع و مطرود باتوں کو رواج دینا یعنی چہ۔"

قرآن کو محرف قرار دینے کے ساتھ شیعہ کے لیے یہ بھی ضروری تھا کہ بجز تین چار کے تمام صحابہ کرام کو نعوذ باللہ منافق و مرتد قرار دیں۔ ورنہ ان پر یہ اعتراض وارد ہوتا کہ صحابہ کرام کی تعداد حد تواتر کو پہنچی ہوئی تھی۔ اور تواتر دلیل قطعی ہے۔ لہٰذا جو قرآن ہمیں ان کے ہاتھ سے ملا۔ وہ محرف کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس واسطے شیعہ صحابہ کرام کو منافق و مرتد کہتے ہیں۔ اور انہی کو قرآن میں تحریف کرنے والے بتاتے ہیں۔ یہ الزام کیسا بڑا ظلم ہے اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو بتقدیر تسلیم یہ بھی شیعہ کی گردن پر صحابہ کرام کا احسان ہے کہ قرآن گو محرف ہی سہی نمازوں اور وظائف میں پڑھنے کو تو نصیب ہو گیا۔ ورنہ شیعہ کے خیال میں آئمہ نے تو وہ کام کیا تھا کہ حضرات شیعہ کو ایک لفظ قرآن کا خواب میں بھی دیکھنے کو نصیب نہ ہوتا کیا تحریف قرآن بڑھ کر ہے۔ یا اعدام قرآن۔ اب فرمائیے کہ الزام زیادہ کس کی گردن پر ہے۔ بہرحال شیعہ کا یہ دعویٰ ہے کہ تا ظہور امام زمان قرآن موجود پر ہمارا عمل ہے ہم یہاں دکھانا چاہتے ہیں کہ ان کا یہ دعویٰ بھی محض زبانی جمع خرچ ہے۔ اور توضیح کے لیے صحابہ کرام کی ہی مثال

لیتے ہیں شیعہ اپنے عقیدے کے ثبوت میں روایات ذیل پیش کرتے ہیں۔

(۱) عن ابی عبدالله علیه السلام فی قول الله عزوجل ان الذین امنوا ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لن تقبل توبتهم قال نزلت فی فلان و فلان امنوا بالنبی صلی الله علیه وسلم فی اول الامر و کفروا حیث عرضت علیهم الولایة حین قال النبی صلی الله علیه واله وسلم من کنت مولاه فعلی مولاه ثم امنوا بالبیعة لامیر المومنین علیه السلام ثم کفروا حیث مضٰی رسول الله صلی الله علیه و اله وسلم فلم یقروا بالبیعة ثم ازداد واکفروا باخذهم من بایعه بالبیعة لهم فهولاء لم یبق فیهم من الایمان شئی (اصول کافی - کتاب الحجہ - باب فیہ نکت و نتف من التنزیل فی الولایۃ ص ۲۶۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے ان الذین امنوا ثم کفر وا ثم امنوا ثم کفر و اثم از داد واکفر الن تقبل توبتهم کی تفسیر میں منقول ہے کہ یہ آیت ابوبکر و عمر و عثمان (دیکھو صافی شرح کافی) کے بارے میں نازل ہوئی جو پہلے نبی ﷺ پر ایمان لائے اور کافر ہو گئے جب ان پر ولایت امیرالمومنین پیش کی گئی جس وقت نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس کا آقا میں ہوں پس علی اس کے آقا ہیں۔ بعد ازاں امیرالمومنین کے بیعت پر ایمان لائے۔ بعد ازاں کافر ہو گئے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی پس انہوں نے بیعت کا اقرار نہ کیا۔ بعد ازاں وہ کفر میں زیادہ ہو گئے۔ اس لیے کہ انہوں نے ان اشخاص سے جو حضرت امیر کی بیعت کر چکے تھے اپنے لیے بیعت لی بس ان میں ایمان کا ذرہ بھی نہ رہا۔ انتہی۔

(۲) عن ابی عبدالله علیه السلام فی قول الله تعالٰی ان الذین ارتدوا علی ادبارهم من بعد ماتبین لهم الهدی فلان و فلان و فلان ارتدوا عن الایمان فی ترک ولایة امیر المومنین علیه السلام الحدیث (اصول کافی کتاب الحجه۔ باب فیه نکت و نتف من التنزیل فی الولایة ص ۲۶۵)

روایت است از امام جعفر صادق علیہ السلام در قول اللہ تعالٰی در سورہ محمد بدرستی کہ جمع کہ مرتد شد ندبر عقبہائے خود بعد ازاں کہ ظاہر شد ایشاں را راستی کہ ولایت امیرالمومنین باشد امام گفت۔ مراد عثمان و ابو سفیان و معاویہ است۔ برگشتند از ایمان در مجلس منافقاں۔ سبب ترک ولایت امیرالمومنین۔ الحدیث (صافی شرح اصول کافی)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ آیت ان الذین ارتددا علی ادبارهم من بعد ما تبین

لهم الهدی (سورہ محمد - ع ۳) کی تفسیر میں منقول ہے کہ مراد عثمان اور ابوسفیان اور معاویہ ہیں جو منافقوں کی مجلس میں ایمان سے پھر گئے۔ کیونکہ انہوں نے امیرالمومنین کی ولایت کو ترک کر دیا۔ انتہی۔

(۳) عن حمران بن اعین قال قلت لابی جعفر علیه السلام جعلت فداک ما اقلنا لو اجتمعنا علی شاة ما افنیناها فقال الا احدثک با عجب من ذلک المهاجرون و الانصار ذهبوا الا و اشاربیده ثلاثة قال حمران فقلت جعلت فداک ما حال عمارة قال رحم الله عما را ابا الیقضان بایع و قتل شهید افقلت فی نفسی ما شئی افضل من الشهادة فنظر الی فقال لعلک تری انه مثل الثلاثة ایهات ایهات (اصول کافی - کتاب الایمان والکفر باب فی قلة عدد المومنین ص ۴۹۷)

حمران بن اعین کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر سے عرض کیا۔ کہ میں آپ پر قربان جاؤں۔ ہم کیسے قلیل ہیں اگر ہم دستر خوان پر بکری کھانے کے لیے جمع ہوں۔ تو ہم وہ ساری نہیں کھا سکتے امام نے فرمایا کیا میں تجھے اس سے بھی عجیب بات نہ سناؤں۔ مہاجرین و انصار (رسول علیہ السلام کی وفات شریف کے بعد) ایمان سے نکل گئے سوائے دست مبارک کے ساتھ ارشاد فرما کر) تین (سلمان - ابوذر - و مقداد) کے راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی میں آپ پر قربان جاؤں۔ عمار کا کیا حال ہے امام نے فرمایا اللہ ابو الیقظان عمار پر رحم کرے اس نے امیرالمومنین کی بیعت کی اور شہید ہوا پس میں نے اپنے دل میں کہا۔ شہید ہونے سے افضل کوئی چیز نہیں۔ امام نے میری طرف دیکھا اور فرمایا۔ شاید تیرا خیال ہے کہ عمار (فضیلت میں) ان تینوں کی مثل ہوگا۔ (یہ خیال حق سے) دور ہے دور ہے۔ انتہی

(۴) شیخ کشی بالاسناد نقل کرتے ہیں۔

عن سدیر عن ابی جعفر علیه السلام قال کان الناس اهل الردة بعد النبی صلی الله علیه واله لاثلاثة فقلت من الثلاثة فقال المقداد بن الاسود و ابوذر الغفاری وسلمان الفارسی ثم عرف الناس بعد یسیر وقال هولاء الذین دارت علیهم الرحا وابوا ان یبایعوا لابی بکر حتی جاؤا با میر المومنین علیه السلام مکرها فبایع و ذلک قول الله عزوجل وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم الایة (معرفة اخبار الرجال)

(۴) سدیر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ امام نے فرمایا کہ نبی ﷺ کی وفات شریف

کے بعد سوائے تین کے سب لوگ مرتد ہوگئے میں نے عرض کی وہ تین کون سے ہیں۔ امام نے فرمایا مقداد بن اسود اور ابوذر غفاری اور سلمان فارسی پھر تھوڑی دیر کے بعد لوگوں کو (امیر المومنین کا حق) معلوم کرایا۔ اور فرمایا یہ وہ اشخاص ہیں جن پر ایمان کی چکی چلی۔ اور انہوں نے ابوبکر کی بیعت سے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ امیر المومنین جبرا لائے گئے پس حضرت امیر نے (ابوبکر) کی بیعت کی۔ اور اس مضمون کی تصدیق آیۃ ذیل سے ہوتی ہے۔ **وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم الایته انتهی** روایات مذکورہ بالا اور اس قسم کی اور روایتیں جو کتب شیعہ میں بکثرت ملتی ہیں۔ سب موضوع ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید کے مخالف ہیں۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں صحابہ کرام کی شان میں کیا فرما رہا ہے۔

والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم و رضوا عنه واعدلهم جنت تجری تحتها الانهر خلدین فیها ابدا ذلک الفوز العظیم و من حولکم من الاعراب منافقون و من اهل المدینة مردو اعلی النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم (توبہ۔ ع ۱۳)

اور مہاجرین اور انصار میں سے سب سے پہلے سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی۔ خدا تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا۔ اور وہ خدا تعالیٰ سے راضی ہوگئے اور ان کے لیے ایسے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے ندیاں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے اور تمہارے آس پاس کے بدوؤں میں سے بعض منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ میں سے نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ تم ان کو نہیں جانتے۔ ہم ان کو خوب جانتے ہیں عنقریب ہم ان کو دوہرا عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے (ترجمہ شیعہ) یہ دو آیتیں ہیں جن پر ہم بالترتیب بحث کرتے ہیں پہلی آیت میں سابقون سے مراد ہجرت ونصرت کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کا سابق ہونا ذکر کیا اور یہ نہ فرمایا کہ وہ کس بات میں سابق ہیں پس یہ لفظ مجمل رہا۔ مگر جب ان کا ہجرت و نصرت سے متصف ہونا بیان فرمایا تو وہ اجمال جاتا رہا اور معلوم ہوگیا کہ سبقت سے مراد ہجرت و نصرت میں سبقت ہے۔ ہجرت میں سبقت بڑی اطاعت ہے کیونکہ نفس پر شاق اور طبیعت کے مخالف ہے جنہوں نے اس پر پہلے اقدام کیا وہ دوسروں کے مقتداء بن گئے۔ اسی طرح نصرت میں سبقت بھی بڑی فضیلت ہے کیونکہ انصار نے حضور اقدس ﷺ کو اور مہاجرین کو دشمنوں سے اپنے ہاں پناہ دی اور ایثار سے

کام لیا۔ غرض مراد ہجرت و نصرت میں سبقت ہے اور ان سابقین کے متابعت کرنے والے باقی مہاجرین و انصار ہیں۔ جنہوں نے ان کے بعد ہجرت و نصرت کی۔ پس اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ تمام مہاجرین و انصار سابقین ولا حقین بہشتی ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مہاجرین سابقین میں سے ہے۔ بلکہ رئیس المہاجرین ہیں۔ کیونکہ ہجرت میں جناب سرور کائنات علیہ الوف التحیتہ والصلوۃ کی خدمت میں رہے۔اور حضرات عمر و عثمان و علی اور دیگر بہت سے صحابہ کرام بھی مہاجرین سابقین میں سے ہیں۔ جو شخص حضرت سیدنا ابوبکر صدیق کو مہاجرین اولین میں سے نہیں سمجھتا وہ آیتہ ذیل کا منکر ہے۔ اذ اخرجه الذین کفروا ثانی اثنین اذهما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا (توبہ-۶)

جب کہ ان لوگوں نے جو کافر ہوگئے تھے۔ اسے ایسے وقت میں نکالا تھا کہ وہ دو میں کا دوسرا تھا جس وقت کہ وہ دونوں غار میں تھے۔ اس وقت ہمارا رسول اپنے اس ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ افسوس نہ کر بے شک اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔(ترجمہ شیعہ)

جب آیتہ زیر بحث سے مہاجرین و انصار کا بہشتی ہونا ثابت ہے تو اس کے ضمن میں ان لغزشوں کی معافی کی بشارت بھی آگئی جو بتقاضائے بشریت ان سے سرزد ہوں بلکہ اللہ عزوجل نے صراحت کے ساتھ فرمادیا۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَ هَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی اور جہاد کئے اور جنہوں نے جگہ دی اور نصرت کی۔ برحق مومن وہی ہیں بخشش اور عزت کی روزی انہی کے لیے ہے۔(ترجمہ شیعہ) اسی آیت سے مذہب شیعہ کا بطلان بھی ہوگیا۔ جو کبھی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام آنحضرت ﷺ کی وفات شریف کے بعد مرتد ہوگئے اور کبھی کہتے ہیں کہ وہ شروع ہی سے منافق تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب ہے منافقین و مرتدین سے جن کا خاتمہ بالایمان اس کے علم میں نہیں راضی نہیں ہوسکتا۔ ایسوں کے لیے باغ بہشت تیار کرنا اور تورات و انجیل میں ان کے محامد بیانکرنا عبث ٹھہرتا ہے تعالی الله عن ذلک علوا کبیرا۔

اگر کوئی نادان آیہ ذیل سے کچھ وسوسہ ڈالے۔ یایها الذین امنوا من یرتد منکم عن دینه فسوف یاتی الله بقوم یحبهم و یحبونه اذلة علی المومنین اعزة علی الکفرین یجاهدون فی سبیل الله ولا یخافون لومة لائم ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء والله واسع علیم (مائدہ-

(۸

اے ایمان لانے والو جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا (تو خدا کا کچھ نقصان نہیں) خدا عنقریب ایسے لوگوں کو لائے گا جن کو وہ دوست رکھتا ہے۔ اور اس کو وہ دوست رکھتے۔ مومنوں کے لیے وہ رحم دل ہیں (اور) کافروں کے لیے سخت۔ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ یہ فضل خدا ہے جس کو چاہے عطا فرمائے۔ اور خدا تعالٰی صاحب سعت و علم ہے (ترجمہ شیعہ) تو ہم جواب دیتے ہیں کہ اس سے تو مذہب امامیہ کا بطلان پایا جاتا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وفات شریف کے بعد سوائے تین کے سب صحابہ کرام مرتد ہوگئے کیونکہ اگر ایسا ہوتا جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں تو بحکم اس آیت کے اللہ تعالٰی ایک ایسی قوم لاتا۔ جو حضرت ابو بکر وغیرہ صحابہ سے جنگ کرتی۔ اور انہیں مغلوب کرلیتی اور ان کے دین کو باطل کر دیتی۔ چونکہ یہ امور وقوع میں نہ آئے لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر وغیرہ صحابہ کرام کامل الایمان تھے اس آیت میں اخبار بالغیب ہے۔ کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اعراب کے سات فرقے (فزارہ۔ غطفان۔ بنو سلیم۔ بنو یربوع۔ بنو تمیم۔ کندہ۔ بنو بکر وائل۔ مرتد ہوگئے اور انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا پس حضرت صدیق اکبر وغیرہ صحابہ کرام نے ان سے جہاد کیا۔ اور انہیں مغلوب کیا۔ اور ان میں سے بہت سے پھر ایمان لائے۔ لہٰذا اس آیت سے ابوبکر صدیق وغیرہ صحابہ کرام کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور صحابہ کرام پر ارتداد کی تہمت بالکل باطل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اگر ان میں سے کوئی معاذ اللہ مرتد ہوتا تو دوسرے کامل الایمان مؤمنین اس کے ساتھ جہاد کرکے اس کو ہلاک کر دیتے۔ اور اس میں شک نہیں کہ خلفائے ثلٰثہ سے کسی ایسے کامل الایمان نے جنگ نہیں کی۔ بلکہ حضرت علی اور ابوذر مومنان کامل الایمان نے ان کی متابعت و موافقت کی۔ پس واضح ہوگیا کہ وہ کامل الایمان مومن تھے۔

خلاصہ کلام یہ کہ مہاجرین و انصار تمام بحکم آیت والسابقون الاولون بہشتی ہیں۔ اب آیۃ لاحقہ کے ساتھ اس کے ربطہ پر غور کیجئے۔ خدائے عالم الغیب کے علم میں تھا۔ کہ ایک فرقہ ایسا بھی ہوگا جو مہاجرین و انصار کو منافق کہے گا۔ لہٰذا جہاں صحابہ کرام کا بہشتی ہونا بیان فرمایا وہاں ساتھ ہی اس فرقہ کی تردید بھی کر دی بدیں طور کہ بے شک منافقین تھے۔ مگر وہ تو مدینہ کے گرد کے کچھ قبائل بادیہ نشین اور کچھ ساکنان مدینہ تھے۔ اہل مکہ یعنی مہاجرین میں اور انصار میں جن کا ایمان و نصرت منصوص ہے کوئی منافق نہ تھا۔ شیعہ کی معتبر تفسیر خلاصۃ المنہج میں آیۃ لاحقہ کا فارسی ترجمہ یوں مذکور ہے۔ و از آناکہ گردا

گرد شہر شما انداز اہل بادیہ منافقانند چوں اسلم و اشجع و غفار و قوم آواز جہینہ و مزینہ و امثال ایشاں کلمہ شہادت میگویند دبروزہ و نماز قیام مے نمایند۔ و از اہل شہر شما نیز قومے اند کہ خوکردہ اند بروجہ رسوخ اقامت کردہ اند برنفاق نادر منافقی بمرتبہ مہارت دارند کہ تو کہ محمدی باوجود کمال فطنت و صدق فراست خود نمیدانی ایشانرا یعنی کفر رادر سویدائے دل خود پنہاں دارند و آثار ایمان و احسان بظہور مے آرند پس تو ایشانرا باعیان نمے شناسی ما میدانیم ایشانرا کہ بر سر دل ایشاں مطلعیم۔ زود باشد کہ عذاب کنیم ایشانرا دو مرتبہ یکے۔ بفضیحت و قتل درد نیاو دیگر۔ عذاب قبر و اخذ زکوٰۃ ازیشاں و تکلیف بجہاد۔ و از ابن عباس مروی است کہ عذاب ایشاں در دنیا یکے آن کہ رسولؐ روز جمعہ بر منبر خطبہ خواند و بعد ازاں اشارہ کرد۔ باہل نفاق و گفت فلاں فلاں از مسجد بیروں روید۔ کہ ازاہل نفاقید و چوں جمع رانام بردو بنفاق ایشاں گواہی داد رسوا شدند۔ و از مسجد بیروں رفتند۔ و ایں فضیحت و رسوائی یک عذابست دوئم عذاب قبر بعد ازاں باز گردانید شوند در قیامت بعذابے بزرگ کہ آتش دوزخ است۔ انتہی۔

بہرحال منافقین آخرکار متمیز ہوگئے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ما کان اللہ لیذر المومنین عل ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب و ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب و لکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء** (آل عمران - ۱۸)

ترجمہ: خدا کی یہ شان نہیں ہے کہ مومنوں کو اسی حالت پر رہنے دے۔ کہ جس حالت پر تم ہو یہاں تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا نہ کر دے۔ اور خدا کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تم کو غیب کی باتوں سے آگاہ کر دے۔ لیکن خدا تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ (اس بات کے لیے) منتخب کرلیتا ہے۔ (ترجمہ شیعہ) اس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو منافقین سے مطلع فرما دیا۔ خلاصۃ المنہج میں ہے منقول است کہ حضرت رسالت فرمود کہ ہمچنانکہ ذریتہ آدم را بر آدم عرض کرند۔ امت مرا مصورت و خلقت من نمودند و مرا آگاہ گردانیدند کہ کدام ازیشاں قبول اسلام کنند و کدام دربار ضلالت سرگرداں بمانرز۔ منافقاں بایکدگر گفتند کہ عجب است از محمد کہ دعوی میکند کہ من آنچہ در عدم است۔ میدانم کہ کدام مومنند و کدام منافق دار حالات دل ما بخبیر است۔ اگر است میگوید باید کہ بگوید کہ کدام از مخلص است و کدام منافق چوں ایں سخن بسمع شریف حضرت رسالت رسید بمنبر برآمد و خطبہ بلیغ بخواند وبعد از حمد الٰہی فرمود کہ چیست مرد ما نرا کہ مقام و مرتبہ مرانمے شناسند اگر از من پرسند آنچہ از امروز تا قیامت کہ خواہد واقع شد ایشاں را خبر دہم برآں وجہ کہ وقوع خواہد یافت۔ عبداللہ بن حذافہ سہمی برخاست و گفت یا رسول اللہ کیست کہ ازیں سخن ابا میکند۔ فرمود کہ حذافہ پس از

منبر فرود آمد و ایں آیہ نازل شد ما کان اللہ لیذر المومنین ہرگز نباشد کہ خدا بگذارد مومناں را علی ما انتم علیہ بر آں چیزیکہ شما اے منافقاں بر آنید از طعن برایشاں درنہاں و استہزاء در آشکارا بلکہ صراف حکمت الٰہی نقد حال شمار برابر محک امتحاں زند حتی یمیز الخبیث من الطیب تا وقتیکہ جدا کند پلید را کہ آلودہ نفاق است از پاک یعنی از مومن مخلص - وایں تمیز ایشاں باظہار خبث باطن ایشاں است کہ بطریق وحی سید عالم را معلوم گشتہ و اصحاب بر آں اطلاع یافتہ اند ویا بجہاد کافراں یا تخلف نمودہ با اعدائے دین حرب نکنند - و از جملہ علامات منافق آنست کہ بغض حضرت امیر المومنین رادارد چنانکہ بنقل صحیح از پیغمبر مرویست کہ فرمودائے علی تراد وست ندارد مگر مومنے پرہیزگار و ترا دشمن ندارد مگر منافق تیرہ روز گار و ما کان اللہ لیطلعکم و چناں نیست کہ خدا مطلع گرداند شمارا اے مردماں علی الغیب بر سر پوشیدہ کہ کدام ایمان آورد و کدام کافر ماند ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء لیکن خدا برگزیند برائے اطلاع بر آں از فرستادگاں ہر کہ را خواہد پس معلوم دے کند ایشاں را بہ بعضے عینہا۔ انتہی۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ بذریعہ وحی واغلظ علیہم (توبہ ع ۱۰) ترجمہ اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کرو۔ اور ان پر سختی کرو۔ (ترجمہ شیعہ) منہج الصادقین میں ہے یاایھا النبی اے پیغمبر جاھد الکفار جہاد کن با کفاران شمشیر و المنافقین و با منافقاں بالزام حجت و اقامت حدود برایشاں و یا بوعظ و تخویف - ابن عباس فرمودہ کہ جہاد کن با منافقاں بانواع ثلاثہ بحسب امکان یعنی اول تیغ واگر میسر نہ شود بزبان بعد ازاں بدل مبغض ایشاں باش واغلظ علیہم و درشت باش برایشاں و روئے ترش کن در جہاد و محابا مکن - انتہی۔

اس آیت سے بھی صحابہ کرام سے نفاق طعن باطل ہوگیا۔ کیونکہ اگر صحابہ کرام نعوذ باللہ منافق ہوتے تو آں حضرت ﷺ ان سے جہاد کرتے اور ان پر سختی کرتے۔ مگر ایسا وقوع میں نہیں آیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ صحابہ کرام منافق نہ تھے۔ بلکہ صادق الایمان تھے۔

اللہ عزوجل منافقین کے بارے میں دوسری جگہ فرماتا ہے۔

فان یتوبوا یک خیر الھم و ان یتولوا یعذبھم اللہ عذابا الیما فی الدنیا والاخرۃ ومالھم فی الارض من ولی ولا نصیر (توبہ - ع)

ترجمہ: پس اگر وہ توبہ کرلیں گے تو ان کے لیے بہتر ہوگا۔ اور اگر وہ روگرداں ہوں گے تو اللہ ان کی دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب سے معذب کرے گا۔ اور زمین میں نہ ان کا کوئی حامی ہوگا اور نہ مددگار (ترجمہ شیعہ) خلاصۃ المنہج میں اسی کا فارسی ترجمہ یوں ہے۔ پس اگر توبہ کنند از نفاق باشد آن بازگشت بہتر مر ایشانرا۔ واگر برگردند واز توبہ و مصر باشند بر نفاق - عذاب کند خدا ایشانرا

عذابے وردناک در دنیا بکشتن و در آخرت بسوختن۔ و نیست ایشانرا در زمین دوستے و موالی امرے و نہ یارے و مددگارے کہ عذاب ازیشاں باز دارد۔ انتہی اب منافقین کے مقابلہ میں مہاجرین کے اوصاف سنئے۔

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا و ان اللہ علی نصرھم لقدیر ○ الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع و صلوات و مساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا و لینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز ○ الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتو الزکوۃ وامروا بالمعروف و نھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور ○

ترجمہ: ان لوگوں کو جن سے جنگ کی جاتی ہے۔ اس لیے اجازت دی گئی ہے کہ ان پر ظلم کیا گیا تھا اور بے شک اللہ ان کو مدد دینے پر پوری پوری قدرت رکھنے والا ہے جو اپنے ملک سے ناحق صرف اتنی سی بات کہنے پر نکالے گئے تھے۔ کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اور اگر خدا آدمیوں کو ایک کے ذریعہ سے دوسرے کو دفع نہ کرتا رہتا تو عبادت خانے اور گرجا اور کلیسے یا کنسے اور مسجدیں جن میں خدا کا نام زیادہ لیا جاتا ہے سب گرا دیئے جاتے اور اللہ اس کی مدد ضرور کرے گا اور خود اللہ کی مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ قدرت والا (اور) زبردست ہے وہ وہ لوگ ہیں جن کو اگر ہم زمین میں تسکین دیں گے۔ تو وہ (باقاعدہ) نماز پڑھیں گے۔ اور زکوۃ دیں گے اور نیک کاموں کا حکم کریں گے اور بدی سے مانع ہوں گے برائی سے روکیں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ ہے (ترجمہ شیعہ) خلاصۃ المنہج میں ان آیتوں کے متعلق یوں لکھا ہے۔ آوردہ اند کہ کفار مکہ بدست و زبان در آزار موموناں مکہ مے کوشیدند۔ و ہرساعت زا اصحاب بعضے سرشکستہ و جمعے دست بستہ بنزد حضرت نبوت آمدہ شکایت مے کردند۔ و حضرت میفرمودند کہ صبر کنید کہ صبر کنید کہ من بقتال ایشاں مامور نیستم۔ وچوں ہجرت بمدینہ واقع شد اذن قتال در رسید۔ و اول آیتے کہ درباب جہاد نازل شد ایں بود کہ دستوری دادہ شد کارزار کردن مرآنا نرا کہ خواہند کارزار کنند با جماعہ کفار سبب آنکہ ستم رسیدہ شدہ اند۔ و جفا ہا بیشمار از دشمناں کشیدہ و حفص بفتح تا میخواند یعنی انا نرا کہ کافراں با ایشاں مقاتلہ میکنند دستوری دادیم کہ قتال کنند و بدرستیکہ خدا بریاری دادن مظلوماں کہ مومنانند ہر آئینہ تواناست۔ پس مرخص شدند در قتال آنانکہ بیروں کردہ شد نداز سراہائے خود کہ در مکہ داشتند بناحق و ناروا کہ اصلا مستوجب اخراج نبودند۔ و چیزے از ایشاں صادر نشدہ بود۔ کہ سبب بیروں کردن ایشاں بود۔ مگر آنکہ مے گفتند۔ پروردگار ما خدائے یگانہ

است واگر نہ دفع کردن خدا بودے مردے مانرا برخے ازیشاں را یعنی تسلیط موماں بر مشرکاں ہر آئینہ ویران کردہ شدے باستیلائے کافراں مشرک براہل ملل مختلفہ صومعہائے رہباناں در زمان عیسیٰ و کلیسیائے ترسایاں در آنزماں در صحراہا و سر کوہہا از اطراف و کنشتہائے یہوداں در زمان موسیٰ و مسجد ہائے مسلمانان در زمان پیغمبر آخر الزمان کہ ہمیشہ یاد کردہ میشدے دراں مسجد یا جمیع بقاع مذکورہ نام خدا بسیار۔ وہر آئینہ یاری دہد خدا کسے راکہ دین اور ایاری دہد و مرد مانرا بطاعت اور ترغیب نماید بدرستیکہ خدا توانا است برنصرت موماں غالب است برہمہ کس و برہمہ چیز دہر کرا خواہد غلبہ دہد۔ دریں آیتہ وعدہ داد مظلوماں۔ را بنصرت دو فانمود بوعدہ آں۔ چہ تسلیط مہاجر انصار نمودہ برضا دید قریش و اکابر و اکاسرہ عجم و قیاصرہ ایشاں - وزمین و دیار ایشاں رامسلمانان تفویض نمود - پس آیتہ اخبار است از غیب چہ ایں نصرت بعد ازیں بظہور رسید۔ و دیگر درصفت ماذوناں بقتال میفرماید۔ کہ آنجماعہ ماذوناں آنا نند کہ اگر جائے دہم ایشانرا و تمکین و اقتدار بخشیم ایشاں رادر زمین۔ وزمام حکومت بکف ایشاں دہیم بپا دارند نماز راجہت تعظیم ما وبد ہند زکوٰۃ راجہت یاری دادن بندگان ما و بفرمانید بہ نیکوئی یعنی آنچہ در شرع و عقل نیکو باشد - و باز دارند مرد ماں را از زشتی یعنی آنچہ شرع و عقل قبیح شمرند و مرخدارا است سرانجام ہمہ کارہا وہمہ چیزہا بید قدرت اوست و ایں تاکید وعدہ نصرت است - انتہی۔

اس بیان سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔ اول یہ کہ تمام مہاجرین کی ہجرت خدا کے واسطے تھی نہ کہ دنیوی طمع کے لیے دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین سے وعدہ نصرت فرمایا اور اسے پورا کر دیا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے صحابہ کرام کو جو حضور اقدس ﷺ کی وفات شریف کے بعد زندہ رہے۔ بالخصوص حضرات خلفائے راشدین کو ایسی نصرت دی۔ کہ انہوں نے ہزار ہا مشرکین و کفار کو تہ تیغ کیا۔ اور ملک کسرے و قیصر کو تسخیر کیا۔ اور تمام صحابہ کرام نے خلفائے راشدین کو مدد کی۔ پس معلوم ہوا کہ خلفائے راشدین مہاجرین فی سبیل اللہ میں سے تھے کہ وعدہ نصرت جو مہاجرین سے ہوا تھا۔ وہ ان کے حق میں بوجہ اتم پور ہوا۔ اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ اصحاب بھی حقیقت میں ناصردین الٰہی تھے۔ اگر منافق ہوتے تو کوئی ان کی دستگیری نہ کرتا اور دنیا میں کوئی ان کا یارو یاور نہ ہوتا۔ سوم یہ کہ مہاجرین کی نسبت اللہ عزوجل نے یہ بھی فرمادیا کہ اگر ہم اقتدار حکومت کی باگ ان کے ہاتھ میں دیں گے تو وہ اقامت صلوۃ ایتاء زکوٰۃ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بجالاتے رہیں گے۔ اور یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلفائے اربعہ کو حکومت و سلطنت عطا فرمائی۔ پس بحکم ان مکنا ھم الایہ وہ چاروں وصف ان میں موجود تھے۔ لہٰذا جو شخص ان کی طرف ظلم وفسق کی نسبت کرتا ہے۔ وہ اس آیت کا منکر ہے۔ صحابہ کرام جنہوں نے اہل مکہ اور دیگر

قبائل عرب کو مغلوب کیا اور جنہوں نے ملک کسرے و قیصر کو فتح کیا۔

ان سب کا مومن و مجاہد فی سبیل اللہ ہونا حدیث ابو عمیر زبیری سے ثابت ہے جو کافی تہذیب الاحکام میں مذکور ہے۔ یہ طویل حدیث انشاء اللہ مناسب مقام پر نقل کی جائے گی۔

منافقین کے بارے میں دوسری جگہ یوں وارد ہے

لئن لم ینته المنفقون والذین فی قلوبهم مرض ولمرجفون فی المدینة لنغرینک بهم ثم لا یجاورونک فیها الا قلیلا ○ ملعونین اینما ثقفعوا اخذوا وقتلوا تقتیلا ○ سنة الله فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنة الله تبدیلا (احزاب - ع۸)

اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹی خبریں اڑانے والے باز نہ آئے تو ہم ضرور تم کو ان کے درپے کر دیں گے۔ پھر وہ اس شہر میں تمہارے پڑوس میں نہ رہیں گے۔ مگر بہت ہی کم۔ اور ہر طرف سے ان پر لعنت ہوتی رہے گی۔ وہ جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ایسے قتل کیے جائیں گے جیسا کہ قتل کئے جانے کا حق ہے۔ اللہ کا قاعدہ ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے (یہی تھا) اور تم اللہ کے قاعدہ میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے۔ (ترجمہ شیعہ)

ان آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ جن منافقوں نے نفاق سے توبہ نہ کی۔ ان میں سے کوئی مدینہ میں نہ رہا۔ اور وہ ہلاک و تباہ ہوگئے۔ جیسا کہ گزشتہ امتوں میں ہوتا چلا آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے برعکس مہاجرین کا وصف یوں بیان فرمایا ہے۔

والذین هاجروا فی الله من بعد ما ظلموا لنبوئنهم فی الدنیا حسنة ولاجرالاخرة اکبر (نحل - ع۶)

اور وہ لوگ جنہوں نے بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا۔ خدا کی خوشنودی کے لیے ہجرت کی۔ ہم ضرور بالضرور ان کو دنیا میں رہنے کی اچھی جگہ دیں گے۔ اور آخرت کا اجر تو بہت ہی بڑا ہوگا (ترجمہ شیعہ) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین فی سبیل اللہ سے دو وعدے کیے ہیں۔ ایک دنیا میں دوسرا آخرت میں۔ اس میں شک نہیں کہ دنیا میں وعدہ تو پورا ہوگیا۔ اور تمام مہاجرین مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوئے۔ بالخصوص خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم جو حیات میں وہیں رہے۔ حتی کہ وفات کے بعد بھی وہیں مدفون ہے۔ چنانچہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک میں جاگزین ہوئے۔ اور حضرت عثمان بھی نزدیک ہی رونق افروز ہیں۔ اگر مہاجرین معاذ اللہ منافق ہوتے۔ تو بحکم آیات سابقہ حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر مسلط کرتا۔ اور وہ مدینہ منورہ سے نکل جاتے یا وہیں ہلاک و تباہ ہو جاتے اور کوئی ان کی بات تک نہ سنتا۔ چہ جائیکہ ان کو

امامت و خلافت کا منصب عالی عطا ہوتا۔ پس ظاہر ہوا کہ وہ مہاجرین فی سبیل اللہ تھے جن کو دنیا میں رہنے کے لیے اچھی جگہ ملی۔ آخرت میں ان کا اجر و ثواب بحکم وعدہ الٰہی اس سے بھی زیادہ ہوگا۔ اسی طرح دوسرے صحابہ کرام سب کے سب دین الٰہی کے ناصر ومددگار اور کامل الایمان تھے۔ پس حضور اقدس ﷺ کی وفات شریف کے بعد جس بات پر انہوں نے اتفاق کیا وہ عین صواب تھی۔

شیعہ جب دیکھتے ہیں کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما بعد ممات بھی اپنے آقائے نامدار ﷺ کے پہلوئے مبارک میں جاگزین ہیں۔ تو ان کے غیظ و غضب کی انتہا نہیں رہتی۔ وہ متمنی رہتے ہیں کہ کسی طرح ان کو وہاں سے نکال دیں۔ ان کی اس تمنا نے بعض وقت عملی شکل بھی اختیار کی ہے۔ چنانچہ حمد اللہ مستوفی قزوینی شیعی نے جو اپنے تیئں حر ریاحی کی نسل سے بتاتا ہے اپنی کتاب نزہتہ القلوب (مطبوعہ ہالینڈ ۱۳۳۱ھ ص ۱۳) میں جو ۷۴۰ھ میں تصنیف ہوئی۔ یوں لکھا ہے۔ در کتاب استظہار الاخبار تالیف قاضی احمد وامغانی و مجمع آثار الملوک قاضی رکن الدین جوینی آمد واست کہ حاکم اسمعیلی کہ ششم خلیفہ بنی فاطمہ مغرب بود از مدینہ علوی را تا در شب از خانہ او نقب بروضہ رسول اللہ ﷺ میزوند۔ تا امیر المومنین ابوبکر صدیق و عمر خطاب رضی اللہ عنہ را ازاں روضہ بیروں آورند۔ ہرچہ خواہند با ایشاں کنند و دراں روز ہا در مدینہ گردو و صاعقہ و تاریکی عظیم پیدا شد۔ مرداں بترسیدند دور انابت کو شیدند و در حرم رسول اللہ ﷺ گریختند آں حال ساکن نمیشد۔ تا آں علوی اظہار آں قضیہ کرد۔ حاکم مدینہ نقاباں را بگرفت و سیاست کرد ہماں روز ہو خوش شد۔ دایں حال در سنہ احدی عشروار ۔عمائتہ بود۔ و از کرامت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بعد از وفات شاں بقرت چہار صد سال چنیں ظہور یافت۔ حاکم اسمعیلی آں سال بسر نبرد۔

قاضی احمد و امغانی کی کتاب استظہار الاخبار میں اور قاضی رکن الدین جوینی کی کتاب مجمع آثار الملوک میں مذکور ہے کہ حاکم اسماعیلی نے جو مغرب کے بنی فاطمہ کا چھٹا خلیفہ تھا مدینہ کے ایک علوی کو فریب دیا پس وہ رات کے وقت اس علوی کے گھر میں سے رسول اللہ ﷺ کے روضہ کی طرف سرنگ کھودا کرتے تھے۔ تاکہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو روضہ مبارک سے نکال لائیں اور ان کے ساتھ جو چاہیں کریں۔ ان دنوں میں مدینہ میں بگولے اور بجلی اور بڑی تاریکی پیدا ہوئی۔ لوگ ڈر گئے۔ اور اپنے گناہوں سے توبہ کرنے لگے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے حرم شریف میں بھاگ آئے یہی حالت رہی یہاں تک کہ اس علوی نے یہ معاملہ ظاہر کر دیا۔ امیر مدینہ نے نقب لگانے والوں کو پکڑ کر قتل کر ڈالا۔ اسی دن کرہ ہوائی صاف ہوگیا یہ حال ۴۱۱ھ میں وقوع میں آیا۔ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی کرامات میں سے تھا۔ جو ان کی وفات سے قریباً

چار سو برس کے بعد ظہور میں آیا۔ حاکم اسماعیلی بھی اسی سال مرگیا۔ انتہی۔
صاحب تحفہ اثنا عشریہ نے بھی اس واقعہ کو بحوالہ کتاب الاستصا للقاضی السمنانی نقل کیا ہے۔
(دیکھو تحفہ مطبوعہ نو لکشور ص ۱۰۶) بعض وقت شیعہ بطور اعتراض یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

یایھا الذین امنوا اذ القیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوھم الادبار و من یولھم یومئذ دبرہ الامتحرفا لقتال او متحیزا الی فئة فقد باء بغضب من اللہ و ماوہ جھنم و بئس المصیر (انفال - ع ۲)

اے ایمان والو جس وقت کافروں سے جنگ میں آمنا سامنا کرو۔ تو ان کو پیٹھ نہ دکھاؤ اور اس دن جو پیٹھ دکھائے گا۔ سوائے اس کے کہ لڑائی کے لیے کترا کے جاتا ہو یا دوسرے گروہ کے پاس جگہ پکڑنا مقصود ہو وہ یقیناً غضب خدا میں گرفتا ہو گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے (ترجمہ شیعہ) اور کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے غزوات میں فرار کیا ہے۔ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ بدر جو اس آیت کے نزول کا مقام ہے۔ اس میں کوئی صحابی نہیں بھاگا۔ بلکہ سب ثابت قدم رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلة (آل عمران - ع)

بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی تھی جبکہ تم حقیر تھے (ترجمہ شیعہ)

اذ یوحی ربک الی الملئكة انی معکم فثبتوا الذین امنوا (انفال - ع)

(اس وقت کو یاد کرو) جب کہ تمہارا پروردگار فرشتوں کو وحی فرما رہا تھا۔ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں۔ ثابت قدم رکھو (ترجمہ شیعہ) آیت زیر بحث گریز کے کفر ہونے پر دلالت نہیں کرتی بلکہ اس امر پر دال ہے کہ جنگ سے گریز حرام ہے۔ حق تعالیٰ چاہے تو بخش دے اور چاہے تو عذاب دے۔ اسی واسطے جب جنگ احد میں فرار واقع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا اور یوں ارشاد ہوا۔

ولقد عفا اللہ عنھم (آل عمران - ع)

اور اللہ نے ان کے قصور سے درگزر کی (ترجمہ شیعہ)

پس اعتراض ساقط ہو گیا جنگ حنین میں پہلے فرار واقع ہوا۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آواز پر واپس آگئے اور تدارک مافات کر دیا۔ اور حق تعالیٰ نے حسب وعدہ خود ان کی مدد فرمائی جسے یوں یاد دلایا گیا ہے۔

لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرة و یوم حنین (توبہ - ع ۱۳)

بے شک اللہ نے تمہاری بہت سے موقعوں پر مدد کی اور خاص کر حنین کے دن (ترجمہ شیعہ)
ثم انزل اللہ سکینۃ علی رسولہ و علی المومنین و انزل جنود الم تروھا (توبہ ع)
پھر اللہ نے اپنی تسکین اپنے رسول اور مومنین پر نازل کی۔ اور ایسے لشکر اتارے جن کو تم نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ (ترجمہ شیعہ) جائے غور ہے کہ کس قدر رحمت الٰہی صحابہ کرام کے شامل حال تھی۔ کہ جہاں بمقتضائے بشریت ان سے کوئی لغزش صادر ہوئی۔ فرشتے ان کی مدد کو آئے۔ سکینہ جو مومنین کامل الایمان کا خاصہ ہے ان پر نازل ہوئی۔ کیا نزول سکینہ اور نصرت الٰہی منافقین کے لیے بھی ہے ہرگز نہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ صحابہ کرام مہاجرین و انصار از روئے قرآن کریم قطعی بہشتی ہیں۔
واعدلھم جنت تجری تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا (توبہ ع۱۳) ان کی شان میں ہے۔ والزمھم کلمۃ التقوی و کانوا احق بہا و اھلھا (فتح - ع۳) ان کی شان میں ہے ولکن اللہ حبب الیکم الایمان و زینہ فی قلوبکم و کرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان (حجرات - ع۱) ان کے شان میں ہے والذین معہ اشداء عل الکفار الایۃ (فتح - ع۴) ان کی شان میں ہے۔ لقد رضی اللہ علی المومنین اذیبایعونک تحت الشجرۃ الایہ (فتح - ع۳) ان کی شان میں ہے اسی طرح اور صدہا آیات ان کے اوصاف حمیدہ میں وارد ہوئی ہیں۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ جمیع صحابہ کرام کمال ایمان ہدایت پر تھے۔ جس امر پر ان کا اجماع و اتفاق ہوا وہ مقبول الٰہی ہے۔ لہٰذا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ ان پر طعن و تشنیع کرے۔ بلکہ شب و روز ان کے حق میں دعائے مغفرت کرنا مسلمانوں کا وظیفہ ہے۔ اس کے برعکس جو شخص ان پر طعن کرے۔ اور ان سے کینہ رکھے وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔ اللہ تعالٰی نے قرآن کریم میں مسلمانوں کو تین قسم پر منقسم فرمایا ہے۔ جیسا کہ آیات ذیل سے ظاہر ہے۔

للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم و اموالھم یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا و ینصرون اللہ و رسولہ اولئک ھم الصادقون ○ والذین تبوؤ الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا و یؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون ○ والذین جاء و من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم۔ (حشر - ع)
(یہ مال فے) ہجرت کرنے والوں میں سے ان ضرورت مندوں کا حق بھی ہے۔ جو اپنے گھروں سے

نکالے گئے۔ اور اپنے مالوں سے بھی (الگ کیے گئے تاہم) خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے خواستگار ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی نصرت کئے جاتے ہیں وہی تو سچے ہیں۔ اور (ان کا حق بھی ہے) جو ہجرت کرنے والوں کے پہلے سے دار ہجرت میں مقیم اور ایمان پر قائم ہیں اور جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے ان سے محبت رکھتے ہیں۔ اور جو کچھ ان ہجرت کرنے والوں کو دیا جائے۔ اس کی اپنے دلوں میں خواہش نہیں پاتے۔ اور گو انہیں خود ضرورت محسوس ہوتا ہم دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے بچالیا جائے۔ تو ایسے ہی لوگ تو (پوری پوری) فلاح پانے والے ہیں۔ اور (ان کا حق بھی ہے) جو ان مہاجرین و انصار کے بعد یہ عرض کرتے ہوئے آئے کہ اے ہمارے پروردگار تو ہمارے گناہوں اور ہمارے بھائیوں کے گناہوں کو جنہوں نے ایمان میں ہم پر سبقت کی ہے۔ بخش دے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کوئی کینہ نہ رہنے دے۔ اے ہمارے پروردگار بے شک تو بڑا مہربانی کرنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے (ترجمہ شیعہ) ان آیتوں میں پہلے مہاجرین کی مدح ہے اور صاف بتا دیا گیا ہے۔ کہ ان کی ہجرت محض خدا و رسول کے لیے اور دین حق کی مدد کے لیے تھی۔ وہ اپنے اقوال و افعال میں راستباز تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انصار کی مدح فرمائی ہے کہ وہ کس طرح مہاجرین سے محبت سے پیش آئے۔ اور ان کی خدمت گزاری میں کیسے ایثار سے کام لیا۔ اسی واسطے فلاح کو ان کی ذات سے وابستہ فرمایا۔ پس جس شخص کو اپنی نجات و فلاح مطلوب ہو۔ اسے چاہیے کہ انصار کی طرح مہاجرین کی محبت کو اپنا شیوہ بنائے۔ اور صحابہ کرام پر طعن و تشنیع سے دور رہ کر شب و روز ان کے حق میں دعائے خیر کرے تاکہ قسم سوم کے مسلمانوں کے زمرہ میں محشور ہو۔

بیان بالا سے واضح ہوگیا کہ صحابہ کرام کے ایمان کی نسبت اہل سنت و جماعت کے مذہب کی بنا قرآن کریم کی ان آیات محکمات پر ہے۔ جن میں تاویل کی گنجائش نہیں۔ اگر شیعہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ثبوت میں قرآن مجید ہی میں سے ایسی آیات محکمات پیش کریں۔ جن میں تاویل کو دخل نہ ہو۔ ورنہ ہم ایسی روایات کے سننے کے لیے تیار نہیں جو نصوص قرآن کے مخالف ہیں۔ اگرچہ شیعہ روایات مناقب صحابہ سے بہت احتراز کرتے ہیں مگر بایں ہمہ ان کی معتبر کتابوں میں ایسی روایات موجود ہیں جنہیں ہم انشاء اللہ مناسب مقام پر نقل کریں گے۔

باب دوم

حدیث قرطاس کی بحث ☜ اوراق سابقہ کے مطالعہ سے ناظرین پر بخوبی روشن ہے کہ شیعہ قرآن موجود کے سخت مخالف ہیں لہٰذا حدیث قرطاس میں حسبنا کتاب اللہ کو دیکھ کر وہ غلط فہمی کے سبب عجیب چہ میگوئیاں کرتے ہیں۔ ہم ذیل میں اس حدیث کے متعلق ان کے اعتراضات کو مع جوابات پیش کرتے ہیں۔

قال السید امداد امام ☜ عہد رسول اللہ میں پیروان اسلام کے عبادات و معاملات کا وہی طریقہ ہوگا جو خود رسول خدا کا ہوگا۔ مثلاً اگر آپ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہوں گے تو سب مسلمان بھی ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہوں گے۔ اسی پر حج و زکوٰۃ وغیرہ کو بھی قیاس کرنا چاہیے۔ کہ تمام ارکان دین کی تبعیت آنحضرت کے ساتھ ہوتی ہوگی۔ بیع و شریٰ اور دیگر معاملات کا بھی یہی طور ہوگا۔ کہ آپ کو جس طور پر مسلمان عامل ہوتے دیکھتے ہوں گے ویسا ہی کرتے ہوں گے۔ کوئی شک نہیں کہ یہی طور آپ کے ساتھ آپ کی امت کا آپ کی وفات کے قریب تک رہا مگر جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے اس وقت آپ سے اور آپ کے بعض اکابر امت سے ظاہر طور پر دو بھاری اختلاف ظہور میں آئے۔ ایک تو قصہ قرطاس کہتے ہیں اور دوسرا تخلف جیش اسامہ کہلاتا ہے۔ اول کی سرگزشت یہ ہے کہ حسب بیان صاحب شرح مواقف (جو اکابر علمائے اہل سنت سے ہے) رسول اللہ ﷺ کی رحلت کا وقت قریب ہوا تو آنحضرت ﷺ نے اپنے حضار مجلس سے ایتونی بقرطاس اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدی یعنی میرے پاس کاغذ لاؤ۔ تاکہ ہم کچھ ایسی تحریر حوالہ قلم کریں کہ جس سے بعد ہمارے تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ (دیکھو صحیح مسلم کتاب الوصایا و بخاری کتاب العلم کا باب العلم ص ۱۸ و مشکوٰۃ شریف بعد باب الکرامات) حضرت عمر اس پر راضی نہ ہوئے اور فرمایا ان الرجل غلبه الوجع و عندنا کتاب الله حسبنا یعنی اس شخص پر بیماری کا غلبہ آیا ہے درحالیکہ ہمارے پاس کتاب خدا کی ہے۔ اور وہ ہم لوگوں کے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں یہ حدیث اس طرح پر ہے۔ ان النبی علیه السلام قد غلبه الوجع حسبنا کتاب الله اس جھگڑے میں آوازیں بلند ہوگئیں جس سے رسول خدا نے بیزار ہو کر یہ فرمایا: قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع یعنی میرے پاس سے تم لوگ اٹھ جاؤ۔ میرے نزدیک لڑائی جھگڑا



سزاوار نہیں مختصر یہ ہے کہ رسول اللہ کوئی آخری تحریری حکم نہیں چھوڑ سکے اس قصہ پر نظر غور ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس وقت پورے طور ہوش و حواس میں تھے۔ اور موجودگی ہوش و حواس میں کچھ تحریر کرنا چاہتے تھے۔ ہرگز ایسا نہ تھا کہ مغلوب مرض ہو کر نعوذ باللہ ہذیان فرمانے یا کہنے لگے تھے۔ اس وقت بھی آپ ایسے پورے ہوش و حواس میں تھے۔ کہ اپنے کو نبی سمجھتے تھے۔ اور سمجھ کے ساتھ اپنے رتبہ نبوت کا اس قدر امتیاز رکھتے تھے کہ اپنے سامنے شور و غل کا ہونا اپنی عظمت کے خلاف جانتے تھے۔ نہیں معلوم کہ آپ کیا لکھ جانے کو تھے۔ مگر کوئی ایسی ہی ضروری بات تھی۔ کہ جس کو حوالہ قلم کرنا چاہتے تھے۔ یہ بات ضرور دین کے ساتھ تعلق رکھتی تھی۔ اور نہایت اہم انداز کی بھی تھی ایسی اہم صورت تھی۔ کہ امت کو گمراہی سے بچانے کی حیثیت رکھتی تھی۔ جیسا کہ آپ کے فرمودہ بالا سے عیاں ہوتا ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ رسول خدا علی کو تحریری طور پر اپنا جانشین بنانا چاہتے تھے۔ اہل سنت فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کو تحریر کی رو سے اپنا خلیفہ گردانے کو تھے۔ مگر صد حیف کہ جب کوئی تحریر وقوع میں نہ آسکی تو قیاس کے سوا کوئی دوسرا حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے۔ اگر اہل سنت کا قیاس عقیدہ یا بیان درست ہے تو حضرت عمر نے حضرت ابوبکر بلکہ تمام مسلمانوں پر بڑا ستم کیا۔ کس واسطے کہ اگر حضرت ابوبکر رسول خدا کی کسی تحریر کے مطابق خلیفہ قرار پا جاتے تو کسی مسلمان کو حضرت ابوبکر کی خلافت سے انکار نہیں ہوسکتا تھا۔ ایسی صورت میں خلافت کا کوئی جھگڑا اسلامی دنیا میں پیدا نہیں ہوسکتا تھا۔ جس سے تمام مسلمان ایک ہی مذہب کے پابند رہتے۔ شیعہ جو کہتے ہیں کہ رسول خدا کو تحریری وسیلہ سے علی کو اپنا خلیفہ بنانا منظور تھا۔ وہ اس رو سے کہ چند مہینے پیشتر آنحضرت علی کو زبانی اور عملی طور پر خم غدیر میں اپنا جانشین بنا چکے تھے۔ (دیکھو تاریخ کی کتابیں) راقم آئندہ قصہ غدیر درج کتاب ہذا کرنے کو ہے جس سے ظاہر ہوگا کہ شیعوں کا دعوی بے بنیاد نہیں معلوم ہوتا ہے۔ خیر۔ حقیقت حال جو کچھ ہو ظاہر ایسا نہیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کی تحریری خلافت کے خلاف میں کوئی مخالفانہ کاروائی اختیار کی ہوگی۔ اگر حضرت عمر کو اس کا یقین ہوتا۔ کہ رسول خدا حضرت ابوبکر کو تحریر طور پر اپنا خلیفہ بنانے کو ہیں تو حضرت عمر آنحضرت کو ایسی تحریر سے روکنے کے عوض اور بھی ایسی تحریر کے اتمام پر امادہ فرماتے۔ اس لیے کہ ایسی تحریر کا انجام وہی ہوتا جو حضرت کی تائید سے سقیفہ بنی ساعدہ میں صورت پذیر ہوا۔ بلکہ حقیقت ----- حال یہ ہے کہ حضرت عمر کو اس کا یقین تھا کہ حضرت رسول خدا علی کو ہی تحریری طور پر بھی اپنا خلیفہ بنانا چاہتے ہیں جیسا کہ احمد بن ابی طاہر نے تاریخ بغداد میں حضرت ابن عباس سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں خود حضرت عمر کی زبانی مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ حالت مرض میں علی کے نام کی صراحت کرنا چاہتے تھے۔ لیکن میں مانع ہوا۔ اس لیے فرمودہ رسول سے آپ کو مخالفت کی ضرورت

پڑی۔ یہ امر کہ علی خلافت سے دور پڑ جائیں۔ اس کی کوششیں حضرت عمر کو ہمیشہ ملحوظ رہیں جیسا کہ آئندہ ظاہر ہوگا۔ یہ امر پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ اپنی حیات میں حضرت عمر نے علیؑ کو خلافت سے پوری کامیابی کے ساتھ دور رکھا اور اپنے بعد بھی اپنی لاجواب پولٹیکل قابلیت سے اپنا جانشین ہونے نہ دیا۔ کیا شک ہے کہ حضرت رسول اللہ کی ہدایت کا عمل میں نہ لایا جانا اسلام کی بڑی بدنصیبی سے خبر دیتا ہے۔ حیف بر اسلام و اہل اسلام اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ اگر ایسی تحریر عمل میں لائی گئی ہوتی۔ تو اسلام ہزاروں مفسدوں سے مامول رہتا۔ اور آج تک جن نکبتوں میں مبتلا ہے ان سے اسے پوری نجات مل رہتی۔ (مصباح الظلم والیضاح البہم۔ ص ۵-۶)

اقول ☜ مصنف کی عبارت کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔

۱ مرض موت میں آنحضرت ﷺ نے کاغذ طلب کیا۔ تاکہ کوئی آخری تحریری حکم چھوڑ سکیں۔ جو بات آپ تحریر فرمانا چاہتے تھے وہ ضرور دین کے ساتھ تعلق رکھتی تھی اور اہم ایسی تھی کہ امت کو گمراہی سے بچاتی ایسی تحریر کو روکنا کیسا ظلم ہے۔

۲ کاغذ طلب کرتے وقت آنحضرت ﷺ ہوش و حواس میں تھے ایسا ہرگز نہ تھا کہ مغلوب مرض ہو کر نعوذ باللہ ہذیان فرمانے یا کہنے لگے تھے۔

۳ حضرت عمر حسبنا کتاب اللہ کہہ کر اس تحریر کے وقوع میں آنے کے مانع ہوئے جس سے ایسا اختلاف اور شور و غل برپا ہوا کہ حضور اقدس ﷺ نے بیزار ہو کر فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔

۴ شیعہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ حضرت علی کو تحریری طور پر اپنا خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ شیعوں کا یہ دعویٰ بے بنیاد نہیں کیونکہ اس واقعہ سے چند مہینے پیشتر آنحضرت ﷺ حضرت علی کو خم غدیر میں زبانی اور عملی طور پر اپنا خلیفہ بنا چکے تھے۔ اب اسی کی تائید بذریعہ تحریر فرمانے لگے تھے۔ چونکہ حضرت عمر کو یقین تھا کہ حضور اقدس ﷺ حضرت علی کو خلیفہ بنانے لگے ہیں اس لیے انہوں نے یہ دستاویز لکھنے نہ دی۔ اس موقع پر کیا منحصر ہے حضرت عمر تو ہمیشہ حضرت علی کے مخالف ہی رہے۔ انہوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت علی کو خلافت بلا فصل سے محروم کیا۔ اور اپنی حیات میں بھی مولیٰ مرتضیٰ کو خلافت سے دور رکھا۔ اور اپنے بعد بھی اپنی لاجواب پولٹیکل قابلیت سے خلیفہ نہ بننے دیا۔

۵ اہل سنت کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ابوبکر کو بذریعہ تحریر اپنا جانشین ظاہر فرمانے لگے تھے۔ مگر یہ ان کا قیاس ہی قیاس ہے ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں۔

جواب سے پیشتر قصہ قرطاس کے متعلق ہم دو روائتیں نقل کرتے ہیں۔ جن سے ناظرین کو اصل قصہ کا علم ہو جائے گا۔ اور وہ ہمارے جواب کو کما حقہ سمجھنے کے قابل ہو جائیں گے۔

(۱) حدثنی عبداللہ بن محمد حدثنا عبدالرزاق اخبرنا معمر عن الزھری عن عبید اللہ بن عبداللہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال لما حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و فی البیت رجال فیھم عمر بن الخطاب قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھلم اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ فقال عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد غلب علیہ الوجع و عندکم القران حسبنا کتاب اللہ فاختلف اھل البیت فاختصموا منھم من یقول قربوا یکتب لکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتابا لن تضلوا بعدہ و منھم من یقول ما قال عمر فلما اکثروا اللغو والاختلاف عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رسول اللہ قوموا قال عبید اللہ فکان ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بین ان یکتب لم ذلک الکتاب من اختلافھم ولغطھم (صحیح بخاری مطبوعہ مصر جزء رابع - کتاب الطب - باب قول المریض قوموا عنی)

حدیث کی مجھ کو عبداللہ بن محمد نے کہ یہ حدیث کی ہم کو عبدالرزاق نے کہ خبر دی ہم کو معمر نے زہری سے اور زہری نے عبید اللہ بن عبداللہ سے اور عبیداللہ / نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا ابن عباس نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کا وقت آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دولتخانہ میں لوگ جمع تھے۔ جن میں حضرت عمر بن الخطاب تھے۔ تو آپ نے فرمایا۔ آؤ میں تمہیں ایک ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔ پس حضرت عمرؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درد غالب ہوگیا ہے۔ اور تمہارے پاس قرآن ہے اور کتاب اللہ ہمارے واسطے کافی ہے پس گھر والوں نے اختلاف کیا اور آپس میں جھگڑ پڑے۔ بعض کہتے تھے کہ (سامان کتابت) نزدیک رکھ دو۔ تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے واسطے ایک ایسی تحریر لکھ دیں کہ جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اور بعض کہتے تھے جیسا کہ حضرت عمر نے کہا۔ پس جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شور و اختلاف زیادہ کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اٹھ جاؤ۔ عبیداللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس کہتے تھے۔ کہ مصیبت بڑی مصیبت وہ چیز ہے جو سبب ان کے اختلاف اور شور کے حائل ہوگئی۔ درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور درمیان اس کے کہ آپ ان کے لیے وہ تحریر لکھتے۔ انتہی۔

(۲) حدثنا قتیبة حدثنا سفیان عن سلیمان الاحول عن سعید بن جبیر قال قال ابن عباس یوم الخمیس وما یوم الخمیس اشتد برسول الله صلی الله علیه وسلم وجعه فقال ائتونی اکتب لکم کتاب بالن تضلوا بعده ابدا فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ماشانه اهجر استفهموه فذهبوا یردون علیه فقال دعونی فالذی انا فیه خیر مما تدعونی الیه و اوصاهم بثلاث قال اخرجوا الیهود والمشرکین من جزیرة العرب واجیزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزهم و سکت عن الثالثة او قال فنسیتها۔ (صحیح بخاری - جز' ثالث - باب مرض النبی ﷺ و فاته)

حدیث کی ہم کو قتیبہ نے کہ حدیث کی ہم کو سفیان نے سلیمان احول سے اور سلیمان نے سعید بن جبیر سے کہ ابن عباس نے فرمایا *پنجشنبہ کا دن اور کیسا سخت و عجیب *پنجشنبہ کا دن رسول اللہ ﷺ پر درد زیادہ ہوگیا۔ پس آپ نے فرمایا (سامان کتب) میرے پاس لاؤ۔ میں تمہارے واسطے ایک ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔ پس حاضرین نے جھگڑا اور اختلاف کیا۔ اور کسی پیغمبر کے پاس جھگڑا اور اختلاف مناسب نہیں۔ پس بعضوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی شان کیا ہے۔ کیا آپ کی زبان مبارک سے پریشان و مختلط کلام یا ہذیان نکلا ہے۔ آپ سے دریافت کرلو۔ پس وہ معاملہ کتابت کو آپ پر دوبارہ پیش کرنے لگے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ مجھے چھوڑ دو۔ کیونکہ میں جس حالت (مراقبہ حق) میں ہوں۔ وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو۔ اور آپ نے ان کو تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ کہ مشرکین و یہود کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ اور ایلچیوں کو انعام دو۔ جیسا کہ میں دیا کرتا تھا اور تیسری بات سے سعید بن جبیر چپ رہے۔ یا ابن جبیر نے بیان کر دیا۔ مگر میں اسے بھول گیا۔

امر اول کا جواب ☜ جو بات کہ آنحضرت ﷺ تحریر فرمانے لگے تھے اس کی نوعیت و تعیین کا سوال عنقریب آتا ہے۔ یہاں اتنا بتا دینا کافی ہے کہ اس کی کتابت آپ پر واجب نہ تھی۔ بلکہ آپ کا کاغذ دوات طلب فرمانا محض بنا پر کمال احتیاط و شفقت تھا۔ اگر اس تحریر پر امت کی دائمی ہدایت یا اصل ہدایت موقوف ہوتی۔ تو آپ اسے کبھی ترک نہ فرماتے۔ علاوہ ازیں ائتونی جمع کا صیغہ ہے جس کے مخاطب نہ فقط حضرت عمرؓ تھے۔ بلکہ حضرت علی و عباس دیگر حاضرین بھی شامل خطاب تھے۔ لہٰذا عدم تعمیل کا طعن حضرت عمر پر مقصود نہ ہوگا بلکہ جمیع حاضرین پر عائد ہوگا۔ اور حضرت علی تو سب سے بڑھ کر مطعون ٹھہریں گے۔ کیونکہ بزعم شیعہ انکو معلوم تھا کہ تحریر زیر بحث انہی کو خلافت کی سند تھی۔ اور دولت خانہ نبوی میں کتاب وحی کا کام بھی وہی کیا کرتے تھے۔ لہٰذا ان کو چاہیے تھا کہ فورا قلم دوات لے کر حضور کی خدمت

میں حاضر ہو جاتے۔ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت علی ایسے بزدل تھے کہ حضرت عمر کی موجودگی میں ایسا نہ کرسکتے تھے۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ یہ واقعہ تو پنجشنبہ کا ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ کا وصال شریف دو شنبہ کو ہوا۔ اس درمیانی عرصہ میں حضرت علی یا بنو ہاشم میں سے کوئی اور حضرت عمر کی غیر حاضری میں ارشاد نبوی کی تعمیل کرسکتے تھے۔ حاضرین میں سے کسی کا بھی تعمیل نہ کرنا صاف بتا رہا ہے کہ کتابت زیر بحث ضروری نہ تھی۔ ورنہ حضور اقدس ﷺ پر دوسری دفعہ پیش کیا گیا۔ تو فرمایا کہ میرے لیے اس تحریر سے مشاہدہ حق بہتر ہے۔ حالانکہ یہ معلوم ہے کہ انبیائے کرام کے حق میں تبلیغ احکام سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔

امر دوم کا جواب ☜ قصہ زیر بحث کی ہر دو روایات مذکورہ بالا پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے وقدت نظر سے معلوم کر لیا کہ یہ امر وجوب کے لیے نہیں اور یہ دیکھ لیا کہ اس وقت آنحضرت ﷺ کو درد شدید ہے تو سب سے پہلے حسبنا کتاب اللہ فرما کر آپ کو کتابت کی تکلیف سے بچانا چاہا۔ اور بتا دیا کہ اس حالت میں ترک کتابت انسب و اوفق ہے۔ اس پر حاضرین دو گروہ میں منقسم ہو گئے۔ بعض تو حضرت عمر کی طرف تھے۔ اور بعض وقوع کتابت پر مصر ہوئے۔ مجوزین کتابت نے اپنے قول کی تائید میں متوقفین سے کہا۔ کہ تم جو امتثال امر نبوی میں توقف کر رہے ہو۔ کیا حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد ہذیان ہے؟ یعنی ہذیان چونکہ آپ کی زبان مبارک سے صادر نہیں ہو سکتا اس لیے جو کچھ آپ نے فرمایا ہے۔ اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اور جس بات کے لکھنے کا آپ نے ارشاد فرمایا وہ آپ سے پوچھ لینی چاہیے۔ اس مسئلہ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے کی تصویب فرمائی کیونکہ جب دوبارہ یہ معاملہ آپ پر پیش کیا گیا۔ تو آپ نے صاف فرما دیا کہ میں جس حالت میں ہوں۔ وہ اس کتابت سے بہتر ہے۔ اسی واسطے باقی ایام حیات یعنی بقیہ پنجشنبہ جمعہ شنبہ یکشنبہ اور اول روز دو شنبہ آپ نے باوجود پوری قدرت اور ہوش و حواس کے دوبارہ ارشاد کتابت نہ فرمایا۔ اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ یا کوئی اور اصحابی حضور اقدس ﷺ کی شان میں نعوذ باللہ ہذیان کا قائل نہیں ہوا۔ بلکہ مجوزین کتابت نے اپنی رائے کی تائید میں بطریق استفہام انکار متوقفین سے پوچھا تھا۔ کہ تم جو سامان کتابت کے حاضر کرنے میں توقف کر رہے ہو۔ تم ہی بتاؤ کیا آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہذیان ہے؟ یعنی آپ کا ارشاد ہذیان نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا جو کچھ آپ فرماتے ہیں اس کی تعمیل کرنی چاہیے۔ جن روایتوں میں حرف استفہام مذکور نہیں۔ بلکہ فقط ہجر یا ہجر ہے وہاں استفہام مقدر سمجھنا چاہیے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات (جلد چہارم ص ۶۲۴) میں فرماتے ہیں۔ واگر در بعضے روایات حرف استفہام مذکور نباشد مقدار است فافہم انتہی۔ علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض (جز رابع ص ۳۰۸) میں تحریر فرماتے ہیں۔

والروایات کلھا تدل علی انه استفهام ملفوظا و مقدر۔ یعنی تمام روایتیں دلالت کرتی ہیں کہ یہ استفہام ہے ملفوظ ہو یا مقدر

امر سوم کا جواب حضرت عمر رضی اللہ کا حسبنا کتاب اللہ فرمان بجا تھا۔ آپ وہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ کہ علم و فضل میں سوائے ابو بکر رضی اللہ کے اور کوئی صحابی آپ کے برابر نہیں۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کی نسبت آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبه (اللہ تعالیٰ نے حق کو حضرت عمر کی زبان اور دل پر پیدا کیا ہے۔ ترمذی) یہ وہی بزرگ ہیں جن کے علم کی زیادتی کی حضور اقدس ﷺ نے خواب میں دودھ کی شکل میں دیکھا (بخاری و مسلم) یہ وہی بزرگ ہیں جن کی نسبت ہمارے آقائے نامدار ﷺ یوں فرماتے ہیں۔ لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یک نی امتی احد فانه عمر (بے شک تم سے پہلی امتوں میں ملہم ہوا کرتے تھے۔ اگر میری امت میں کوئی ملہم ہے تو وہ عمر ہیں۔ بخاری و مسلم) اسی واسطے متعدد مقامات مثلاً مقام ابراہیم ستر حضرات امہات المومنین رضی اللہ اور اسیران بدر میں وحی الٰہی آپ کی رائے کے موافق نازل ہوئی۔ قصہ زیر بحث میں آپ کا حسبنا کتاب اللہ فرمانا آپ کے کمال وقت نظر پر دلالت کرتا ہے۔ آپ حضور اقدس ﷺ کے ارشاد لا تضلوا بعده (جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے) سے سمجھے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم گمراہی پر جمع نہ ہو گے۔ یعنی گمراہی پر تمہارا اجماع نہ ہو گا۔ اس معنی کے افادہ کے لیے ضلال کو ضمیر جمع کی طرف منسوب کیا گیا ہے (دیکھو حاشیتہ السندی علی البخاری) اس کے یہ معنی نہیں کہ اس تحریر کے بعد تم میں سے کوئی بھی گمراہ نہ ہو گا۔ کیونکہ یہ تو ان احادیث صحیحہ کے خلاف ہے جن میں حضور اقدس ﷺ نے بحالت صحت خبر دی کہ میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے۔ جو ایک کے سوا سب دوزخ میں ہوں گے۔ اور عنقریب فتنے برپا ہوں گے۔ پس جب سیدنا عمر رضی اللہ یہ معنی سمجھے۔ اور آپ کو آیات قرآن (وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنهم فی الارض۔ کنتم خیر امة لتکونوا شهداء علی الناس) سے معلوم ہوا کہ یہ مقصود تو اس امت کے لیے تحریر زیر بحث کے بغیر بھی حاصل ہے۔ کیونکہ جن بزرگوں سے منجانب اللہ خلافت کا وعدہ ہو چکا تھا۔ اور جنہیں اللہ تعالیٰ خیر امت کے پیارے لقب سے خطاب فرما چکا تھا۔ اور جن کے عادل ہونے کی خبر اپنے کلام پاک میں دے چکا تھا۔ وہ کسی امر میں گمراہی پر متفق کیونکر ہو سکتے تھے۔ اور آپ نے امر نبوی میں اس بات کی طرف اشارہ پایا کہ اس رحمتہ للعلمین کا ایسی حالت میں تکلیف کتابت کو گوارا فرمانا محض کمال احتیاط اور امت پر شفقت و راحت کی وجہ سے ہے۔ تو ان حالات میں حضرت فاروق اعظم نے اپنے جواب با صواب سے دوسروں کو آگاہ کر دیا کہ ایسی شدت مرض میں امت کے لیے سزاوار تر ہے کہ اپنے آقائے نامدار ﷺ کی شفقت کو ملحوظ رکھے۔ اور بتا دیا کہ حضور اقدس ﷺ کا مقصود اس سے حاصل جس کا وعدہ قرآن پاک میں

ہو چکا ہے حسبنا کتاب اللہ کے یہی معنی یعنی مقصود زیر بحث کے حصول میں وہ کافی ہے۔ جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہوا ہے۔ ایسی رعایت شفقت کی ایک نظر جنگ بدر میں بھی ملتی ہے۔ بدر کے دن حضور اقدس ﷺ میدان جنگ میں عریش (کھجور کی شاخوں کا سائبان) میں تشریف رکھتے ہیں۔ اور اس میں بجز یار غار کوئی آپ کے ساتھ نہیں۔ اگرچہ حضور اقدس ﷺ کو ہجرت سے بھی پہلے بدر میں شکست کفار کی خبر بذریعہ وحی مل چکی ہے۔ (سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ) اور نصرت و ظفر کا وعدہ بھی آچکا ہے۔ و اذیعدکم اللہ احدے الطائفتین الایة و کان حقا علینا نصر المومنین الایه بلکہ اس رات جس کی صبح کو لڑائی ہوئی خود حضور انور ﷺ معرکہ کی جگہ پر تشریف لے جا کر دست مبارک سے اشارہ کرتے ہیں کہ یہ فلاں کافر کے مارا جانے کی جگہ ہ اور یہ فلاں کافر کے قتل ہونے کی جگہ ہے۔ اور آپکو یقین کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ خلاف وعدہ نہ کرے گا۔ مگر با ایں ہمہ امت پر شفقت کے باعث آپ عریش میں قبلہ رو ہو کر یوں دست بدعا ہوتے ہیں۔" یا اللہ تو نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے اسے پورا کر۔ یا اللہ تو نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ وہ عطا کر۔ یا اللہ اگر تو مسلمانوں کا یہ گروہ ہلاک کر دے گا۔ تو روئے زمین پر تیری عبادت نہ کی جائے گی۔ (صحیح مسلم) اور دعا میں اتنا الحاح کیا کہ چادر شانہ مبارک سے گری جاتی تھی۔ حضرت صدیق اکبر نے چادر اٹھا کر شانہ مبارک پر ڈالدی اور اپنے آقائے نامدار پر شفقت کو مدنظر رکھ کر عرض کی۔ "یا نبی اللہ اپنے پروردگار سے اتنی ہی درخواست آپ کو کافی ہے اس نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے وہ جلد پورا کرے گا۔" (صحیح مسلم)

ہماری تقریر بالا سے ظاہر ہے کہ حضورا اقدس ﷺ کے ارشاد کا جو مطلب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھے وہی درست تھا۔ اور آپ کا دوسرے صحابہ کرام سے حسبنا کتاب اللہ فرمانا بھی بجا تھا۔

اس قسم کی رعایت شفقت کو اگر رد قول پیغمبر علیہ السلام کہا جائے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کئی جگہ اس سے بڑھ کر کیا۔ اور صاف قول پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی مخالفت کی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے۔

حدثنا ابو الیمان اخبرنا شعیب عن الزهری حدثنی محمد بن سلام اخبرنا عتاب بن بشیر عن اسحاق عن الزهری اخبرنی علی بن الحسین ان الحسین بن علی رضی الله عنهما اخبره ان علی ابن ابی طالب رضی الله عنه قال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم طرقه و فاطمة علیها السلام بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال لهم الاتصلون فقال علی فقلت یا رسول الله انما انفسنا بید الله فاذا شاء ان یبعثنا بعثنا فانصرف رسول الله صلی الله علیه وسلم حین قال له ذلک و لم

یرجع الیه شیئا ثم سمعه وهو مدبر یضرب فخذه وهو یقول وکان الانسان اکثر شئی جدلا۔

حدیث کی ہم کو ابو الیمان نے کہ خبر دی ہم کو شعیب نے زہری سے (طریق دیگر) حدیث کی مجھ کو محمد بن سلام نے کہ خبر دی ہم کو عتاب بن بشیر نے اسحاق سے اور اسحاق نے زہری سے کہ خبر دی ہم کو علی بن الحسین نے کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے اسے خبر دی کہ حضرت علی بن ابی طالب نے بیان کیا کہ رات کے وقت رسول اللہ ﷺ میرے پاس اور حضرت فاطمہ علیہا السلام بنت رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے۔ اور ہم سے فرمایا کیا تم نماز (تہجد) نہیں پڑھتے۔ حضرت علی کا بیان ہے کہ میں نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ ہماری روحیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب ہمیں اٹھانا چاہتا ہے تو ہم اٹھائے جاتے ہیں۔ جس وقت حضرت علی نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہا تو آپ واپس ہوئے۔ اور حضرت علی کو کچھ جواب نہ دیا۔ پھر علی علیہ السلام نے آپ کو سنا حالانکہ آپ واپس ہو رہے تھے۔ اور اپنی ران پر ہاتھ مار رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے وکان الانسان اکثر شئی جدلا (اور انسان سب چیز سے زیادہ جھگڑنے والا ہے) اس قصے میں حضرت علی کا رسول اللہ ﷺ سے جھگڑنا اور شبہہ جبریہ سے متمسک ہونا ظاہر ہے اسی طرح صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ جب صلح نامہ حدیبیہ لکھا جا رہا تھا تو حضرت علی نے آنحضرت ﷺ کے نام کے ساتھ رسول اللہ لکھ دیا۔ اس پر روسائے کفار نے اعتراض کیا۔ اور کہا کہ اگر ہم اس لفظ کو مسلم رکھتے تو جنگ کیوں کرتے حضور اقدس ﷺ نے ہرچند فرمایا کہ اس لقب کو مٹا دو۔ مگر حضرت علی نے تعمیل نہ کی۔ یہاں تک کہ خود حضور اقدس ﷺ نے صلح نامہ اپنے ہاتھ مبارک میں لے کر لفظ رسول اللہ کو مٹا دیا۔

رہا تنازع اور شور سو تحفہ اثنا عشریہ میں ہے۔ کہ باہمی مناظرات میں یہ ممنوع نہیں بلکہ قرآن سے اس کا جواز نکلتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (تم اپنی آوازیں نبی کی آواز پر بلند نہ کرو) اور یوں نہیں ہے لا ترفعوا اصواتکم بینکم عند النبی (نبی کے پاس تم آپس میں اپنی آوازیں بلند نہ کرو) روایت زیر بحث میں اس لیے لا ینبغی آیا ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے حضور میں ایسا کرنا ترک اولیٰ تھا۔ اور بس اور آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ از راہ نصیحت تھا۔ یا رفع تکرار صحابہ کرام کے واسطے تھا یا بسبب نازک مزاجی علالت کے تھا۔ جو کسی کے حق میں محل طعن نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا تھا تو حضرت علی بھی شامل خطاب تھے۔

امر چہارم کا بیان ☜ قصہ خم غدیر کی بحث کو ہم مناسب مقام پر انشاء اللہ مفصل لکھیں گے۔

یہاں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ حدیث خم غدیر کی رو سے حضرت مولیٰ مرتضیٰ کو نہ زبانی خلیفہ بنایا گیا او نہ عملی طور پر۔ اگر حدیث خم غدیر خلافت علی میں نص تھی جیسا کہ شیعہ کا قول ہے۔ تو اور تحریر کی کیا ضرورت تھی۔ کیونکہ وہ نص تو آنحضرت ﷺ نے بقول شیعہ ستر ہزار آدمیوں کے سامنے ارشاد فرمائی تھی۔ ایسی نص مشہور کی موجودگی میں کتابت کی کیا حاجت تھی۔ اگر کہا جائے کہ امت اس نص سے منکر ہوگئی تھی۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ تحریر جو طائفہ قلیلہ کے سامنے وقوع میں آئے کیا ایسی امت اس کو نہ چھپا سکتی تھی حقیقت یہ ہے کہ حدیث خم غدیر کو حضرت مولیٰ مرتضیٰ کی خلافت سے کچھ تعلق نہ تھا۔ اور نہ صحابہ کرام و اہل بیت عظام میں سے کسی نے اسے ایسا خیال کیا۔ خود حضرت عباس و حضرت علی بھی وہ نہ سمجھے تھے جو یہ شیعہ کہتے ہیں اس مطلب پر احادیث ذیل شاہد ہیں۔

(۱) حدثنا اسحق اخبرنا بشر بن شعیب حدثنی ابی عن الزهری قال اخبرنی عبدالله بن کعب ان عبدالله بن عباس اخبره ان علیا یعنی ابن ابی طالب خرج من عند النبی صلی الله علیه وسلم ح وحدثنا احمد بن صالح حدثنا عنبسة حدثنا یونس عن ابن شهاب قال اخبرنی عبدالله بن کعب بن مالک ان عبدالله بن عباس اخبره ان علی ابن ابی طالب خرج من عند النبی صلی الله علیه وسلم فے وجعه الذی توفی فیه فقال الناس یا اباحسن کیف اصبح رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اصبح بحمد الله بارئا فاخذ بیده العباس فقال الا تراه انت والله بعد الثلاث عبدالعصا والله انی لاری رسول الله صلی الله علیه وسلم سیتوفی فی وجعه و انی لا عرف فی وجوه بنی عبدالمطلب الموت فاذهب بنا الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فنساله فیمن یکون الامرفان کان فینا علمنا ذلک و ان کان فی غیرنا امرناه فاوصی بنا قال علی والله لئن سالناها رسول الله صلی الله علیه وسلم فیمنعنا لا یعطینا ها الناس ابدا و انی لا اسالها رسول الله صلی الله علیه وسلم ابدا

(صحیح بخاری جزء رابع - باب المعانقه وقول الرجل کیف اصبحنا)

حدیث کی ہم کو اسحاق نے کہ خبری دی ہم کو بشر بن شعیب نے کہ حدیث کی مجھ کو میرے باپ نے زہری سے کہ کہا زہری نے مجھ کو عبداللہ بن کعب نے کہ عبداللہ بن عباس نے اس کو خبر دی کہ علی یعنی ابن ابی طالب نبی ﷺ کے پاس سے نکلے۔ (طریق دیگر) اور حدیث کی ہم کو احمد بن صالح نے کہ حدیث کی ہم کو عنبسہ نے کہ حدیث کی ہم کو یونس نے ابن شہاب سے۔ کہا ابن شہاب نے کہ خبردی مجھ کو عبداللہ بن کعب مالک نے کہ عبداللہ بن عباس نے اس کو خبردی کہ

علی ابن ابی طالب نبی ﷺ کے پاس سے نکلے۔ اس درد میں کہ جس میں حضور نے وفات پائی۔ پس لوگوں نے پوچھا اے ابوالحسن رسول اللہ ﷺ نے کس حال میں صبح کی؟ حضرت علی نے کہا بحمداللہ آپ نے آفاقہ کی حالت میں صبح کی۔ پس حضرت عباس نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور کہا کیا تو نہیں دیکھتا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پانے کو ہیں۔ اللہ کی قسم تو تین دن کے بعد غیر کے تابع ہوگا۔ میرا تو گمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس درد میں وفات پائیں گے میں عبدالمطلب کی اولاد کے چہروں میں موت (کے نشان) پہچانتا ہوں۔ تو ہمیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چل ہم آپ سے دریافت کرلیں گے کہ خلافت کن میں ہوگی۔ اگر ہم میں ہوئی تو یہ ہمیں معلوم ہو جائے گا اور اگر ہمارے سوا کسی اور میں ہوئی تو ہم حضور سے کہیں گے کہ ہمارے واسطے وصیت فرمائیں۔ پس حضور ہمارے واسطے وصیت فرمائیں گے۔ حضرت علی نے کہا۔ اللہ کی قسم اگر ہم رسول اللہ ﷺ سے خلافت طلب کریں اور آپ ہم سے انکار کر دیں۔ تو لوگ ہم کو کبھی خلافت نہ دیں گے۔ میں تو رسول اللہ ﷺ سے کبھی خلافت طلب نہ کروں گا۔ انتہی۔

(۲) اخبرنا محمد بن عمر حدثنی هشام بن سعد عن زید بن اسلم قال جاء العباس علی النبی صلی الله علیه وسلم فی وجعه الذی توفی فیه فقال علی ابن ابی طالب ما ترید فقال العباس اریدان اسال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یستخلف مناخلیفة فقال علی لا تفعل قال ولم قال اخشی ان یقول لا فاذا ابتغینا ذلک من الناس قالوا الیس قد ابی رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ (طبقات ابن سعد مطبوعه جرمنی - الجزء الثانی من القسم الثانی ص۳۹)

خبر دی ہم کو محمد بن عمر نے کہ حدیث کی مجھ کو ہشام بن سعد نے زید بن اسلم سے۔ کہا زید نے کہ حضرت عباس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اس درد میں کہ جس میں آپ نے وفات پائی۔ پس حضرت علی بن ابی طالب نے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے حضرت عباس نے کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ سے درخواست کروں کہ ہم میں سے خلیفہ بنا دیں۔ حضرت علی نے کہا۔ ایسا نہ کیجئے حضرت عباس نے پوچھا کیوں؟ حضرت علی نے جواب دیا کہ میں ڈرتا ہوں کہ آپ انکار فرما دیں تو پھر جب ہم لوگوں سے طلب کریں گے تو وہ کہہ دیں گے۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے انکار نہیں کیا؟ انتہی۔

ہردو روایت بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کی خلافت پر نص تو درکنار کوئی اشارہ تک موجود نہ تھا۔ اگر مولیٰ مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو ذرا سا سہارا بھی نظر آتا۔ تو حضرت عباس کے کہنے پر کبھی انکار نہ

فرماتے۔ اور خود حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ حضرت عمر کو یقین تھا کہ رسول اللہ ﷺ حالت مرض میں بذریعہ تحریر حضرت علی کی خلافت کی تصریح فرمانے لگے تھے۔ بالکل بے بنیاد ہے۔ شیعہ نادر الوجود کتب تاریخ کا حوالہ گھڑنے میں بڑے مشتاق ہیں۔ احمد بن ابی طاہر کی تاریخ بغداد کا حوالہ بھی انشاء اللہ اسی قبیل سے نکلے گا۔ اگر بالفرض ایسی شاذ روایت اس میں موجود بھی ہو۔ تو کتب متداولہ کی روایت صحیحہ کے مقابلہ میں اسے پیش نہ کرسکتے۔ سیدنا عمر کی نسبت جو کچھ مصنف نے لکھا ہے محض افتراء ہے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں جو فیصلہ ہوا۔ اس پر حضرت علی نے اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا۔ جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔ حضرت عمر اور حضرت علیؓ کے باہمی تعلقات نہایت خوشگوار تھے۔ حتی کہ مولیٰ مرتضیٰ نے اپنی بیٹی ام کلثوم بنت فاطمہ الزہرا کا نکاح حضرت فاروق اعظم سے کر دیا۔ اور حضرت فاروق اعظم مہمات امور میں حضرت مولیٰ مرتضیٰ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ غزوہ روم میں آپ سے مشورہ لیا تھا جیسا کہ نہج البلاغہ میں مذکور ہے۔

امر پنجم کا جواب اہل سنت و جماعت کا یہ دعویٰ کہ آنحضرت ﷺ بذریعہ تحریر حضرت صدیق اکبر کی خلافت کی صراحت فرمانے لگے تھے۔ بے بنیاد معلوم نہیں ہوتا۔ ان کے دعویٰ کے تائید دلائل ذیل سے ہوتی ہے۔

(۱) عن عائشة قالت قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مرضه ادعی لی ابابکر اباک و اخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن و یقول قائل انا ولا و یابی الله والمومنون الا ابا بکر رواه مسلم فی کتاب الحمیدی انا اولٰی بدل انا ولا (مشکوۃ - باب فی مناقب ابی بکر الصدیق)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض موت میں فرمایا۔ کہ تو اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی (عبدالرحمٰن) کو میرے پاس بلا تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ آرزو کرنے والا آرزو کرے اور کہنے والا کہے کہ خلافت کا مستحق ہوں۔ اور میرے سوا کوئی مستحق نہیں اور اللہ تعالیٰ اور مومنوں کو ابوبکر کے سوا کوئی منظور نہ ہوگا۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور حمیدی (متوفی ۴۸۸ھ) کی کتاب الجمع بین الصحیحین) میں انا ولا کی جگہ انا اولٰی (میں سزاوار تر ہوں) ہے۔ انتہی۔

(۲) عن ابی هریرة قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول بینا انا نائم رائیتنی علی قلیب علیها ودلو فنزعت ماشاء الله ثم اخذها ابن ابی قحافة فنزع منها ذنوبا او ذنوبین و فی نزعه ضعف والله یغفرله ضعفه ثم استحالت غربا

فاخذها ابن الخطاب فلم ارعبقريا من الناس ينزع نزع عمر حتى ضرب الناس بعطن و فى رواية ابن عمر ثم اخذها ابن الخطاب من يد ابى بكر فاستحالت فى يده غربا فلم ارعبقريا يفرى فرية حتى روى الناس و ضربوا بعطن متفق عليه (مشکوۃ۔ مناقب عمر)

ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا فرماتے تھے کہ اس اثنا میں میں سویا ہوا تھا۔ میں نے اپنے تئیں ایک کوئیں پر دیکھا کہ جس پر ایک ڈول تھا۔ پس میں نے اس کوئیں میں سے پانی نکالا۔ جس قدر اللہ نے چاہا۔ پھر اس ڈول کو ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکر) نے لیا۔ اور اس کوئیں میں سے ایک یا دو ڈول نکالے۔ اور ابوبکر کے نکالنے میں سستی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس کی سستی کو معاف فرمائے۔ پھر وہ ڈول چرسا بن گیا۔ پس اسے ابن الخطاب (عمر) نے لیا۔ میں نے لوگوں میں سے کسی ایسے قوی شخص کو نہیں دیکھا۔ جو پانی اس طرح نکالے جس طرح عمر نکالتے تھے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے (اپنے اونٹ سیراب کرکے) ان کی نشست گاہ میں بٹھا دیئے۔ اور ابن عمر کی روایت میں یوں ہے۔ پھر ڈول کو عمر نے ابوبکر کے ہاتھ سے لیا۔ پس وہ عمر کے ہاتھ میں چرسا ہوگیا۔ سو میں نے کسی قوی شخص کو نہیں دیکھا کہ عمر کی طرح چرڑا قطع کرتا ہو (یعنی عمل کرتا ہو) یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے اور انہوں نے اپنے اونٹ سیراب کرکے ان کی جائے نشست میں بٹھا دیئے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔ انتہی۔

(۳) عن حذيفة قال قال رسول الله ﷺ انى لا ادرى ما بقائى فيكم فاقتدوا بالذين من بعدى ابوبكر و عمر رواه الترمذى (مشکوۃ مناقب ابی بکر و عمر)

حضرت حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میری زندگی تمہارے درمیان کس قدر ہے۔ پس پیروی کرو ان دو شخصوں کی جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ اور وہ ابوبکر و عمر ہیں اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ انتہی۔

(۴) عن جبير بن مطعم قال اتت النبى صلى الله عليه وسلم امراة فكلمته فى شئى فامرها ان ترجع اليه قالت رسول الله ارايت ان جئت ولم اجدك كانها تريد الموت قل فان لم تجدينى فاتى ابابكر متفق عليه (مشکوۃ باب فی مناقب ابی بکر الصدیق)

حضرت جبیر بن مطعم کا بیان ہے کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کسی امر کے بارے میں آپ سے کلام کیا پس آپ نے فرمایا کہ میرے پاس پھر آنا۔ وہ بولی۔ یا رسول اللہ مجھے بتایئے۔ کہ اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں۔ گویا اس عورت کی مراد آپ کو نہ پانے سے آپ کی

موت تھی۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس جانا۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔ انتہی۔

(۵) عن ابی موسیٰ قال مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاشتد مرضہ فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس قالت عائشۃ انہ رجل رقیق اذا قام مقامک لم یستطع ان یصلی بالناس قال مروا ابابکر فلیصل بالناس فعادت فقال مری ابابکر فلیصل بالناس فانکن صواحب یوسف فاتاہ الرسول فصلی بالناس فی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (صحیح بخاری جزء اول - باب اہل العلم و الفضل احق بالامامۃ)

ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ بیمار ہوئے۔ پس آپ کی بیماری سخت ہوگئی۔ آپ نے فرمایا کہ ابوبکر کو کہہ دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے عرض کی کہ وہ نرم دل شخص ہیں۔ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پس حضرت عائشہ نے پھر وہی عذر کیا۔ پس آپ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہہ دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ البتہ تم صواحب یوسف ہو۔ پس قاصد حضرت ابوبکر کے پاس آیا۔ اور آپ نے نبی ﷺ کی حیات شریف میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔ انتہی۔

(۶) اخبرنا وکیع بن الجراح عن ابی بکر الھذلی عن الحسن قال قال علی لما قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم نظرنا فی امرنا فوجدنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد قدم ابابکر فی الصلاۃ فرضینا لدنیانا من رضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا فقد منا ابابکر (طبقات ابن سعد - جزء ثالث قسم اول - ترجمہ ابی بکر الصدیق ص ۱۳۰)

خبر دی ہم کو وکیع بن الجراح نے ابوبکر ہذلی سے ابوبکر نے حسن سے کہا۔ حسن نے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو ہم نے اپنے معاملہ میں نظر کی۔ پس ہم نے دیکھا کہ نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر کو نماز میں ہمارا امام بنایا تھا۔ اس لیے ہم نے اپنی دنیا کے لیے انہی کو پسند کیا۔ جس کو رسول اللہ ﷺ نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تھا۔ پس ہم نے حضرت ابوبکر صدیق کو خلیفہ بنالیا۔ انتہی۔

اس مقام پر ہم نے آیات متعلقہ خلافت کو عمداً ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ ان کی بحث مناسب مقام پر آئے گی۔ اور احادیث میں بھی بقدر کفایت پیش کی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بطریق اجمال مومنین صالحین کے استخلاف اور ان کے بارے تمکین دین کا وعدہ فرمایا۔ پھر عالم رویا میں اس مجمل کو دکھادیا۔ پھر خود آنحضرت ﷺ نے اشارہ بلکہ نص سے خلافت شیخین کی تفصیل فرمادی۔ اور اخیر وقت میں

حضرت صدیق اکبر کو نماز میں امام بنا کر اس تفصیل قولی کو عملی رنگ میں پیش کر دیا۔ یہاں ہم بالخصوص حد نمبر(۱) کی طرف ناظرین کو توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس سے حسبنا کتاب اللہ کے معنی پر زائد روشنی پڑتی ہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے مرض موت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی سند تحریر فرمانے کا ارادہ کیا مگر پھر اسے اس وجہ سے ترک فرمایا کہ آپ کو علم تھا کہ آپ کے بعد مومنین کا اجماع حضرت صدیق اکبر کی خلافت پر ہو جائے گا۔ بقول اہل سنت و جماعت کثر اللہ تعالیٰ سوادہم یہی سند تھی جسے آنحضرت ﷺ نے امت پر کمال شفقت و رحمت کی وجہ سے محض بنا پر احتیاط دوبارہ لکھنے کے لیے کاغذ طلب فرمایا۔ عندالتحقیق اہل سنت ہی کا قول حق معلوم ہوتا ہے۔ تخلف عن جیش اسامہ کی بحث آئندہ آئے گی۔

قال السید امداد امام

قول حسبنا کتاب اللہ پر نظر

واضح ہو کہ یوں تو عملی طور پر توہین آل محمد کی ابتدا امر خلافت سے ظہور میں آئی۔ مگر دراصل اس کی ابتدا کی صورت حضرت عمر بن الخطاب کے قول معروف یعنی حسبنا کتاب اللہ سے ہوئی یہ قولی ابتداء ایسی ہے کہ جس سے انواع و اقسام کے ایسے امور اسلام کو پیش آگئے کہ جو پیغمبر خدا کے عہد کے مسلمانوں کے وہم و گمان میں بھی نہ آئے ہوں گے۔ ہرچند رسول اللہ نے اپنی رحلت کے قریب یہ فرمایا کہ ہم تم میں دو امر بزرگ چھوڑے جاتے ہیں یہ ایسے ہیں کہ اگر تم ان سے متمسک رہو گے تو میرے بعد ہرگز تم گمراہ نہ ہوگے۔ اور وہ دونوں امر بزرگ "قرآن اور میرے اہل بیت ہیں" مگر شان کبریائی سے حضرت عمر بن الخطاب کے قول حسبنا کتاب اللہ کے عشر عشیر کے برابر بھی یہقول نبوی عملی تاثیر نہیں پیدا کر سکا۔ یہ قول نبوی جو فریقین کے نزدیک مستند ہے۔ حدیث انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی (دیکھو تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز صاحب تتمہ الباب باب چہارم - ص ۲۰۱) لاریب یہ اس ذات پاک کا قول ہے۔ جس کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی یعنی حضرت محمد ﷺ بے سروپا تقاضائے نفسانیت سے باتیں نہیں کرتے ہیں۔ آپ مورد وحی ہیں۔ وحی خداوندی ہی کے مطابق آپ کے ارشادات ہوتے ہیں۔ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ یہ ایسی ہی حدیث ہے کہ جس کی نسبت اپنے تحفہ میں جناب شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ کہ "درمقامات دین و احکام شرعی پیغمبر حوالہ بہ ایں دو چیز عظیم القدر فرمودہ است پس مذہبے کہ مخالف ایں دو باشد درامور شرعیہ

عقیدۃ و عملاً باطل و نامعتبر است و ہر کہ انکار ایں دو بزرگ نماید گمراہ نو خارج از دین باشد۔"

(دیکھو تحفہ شاہ صاحب چہارم ۲۰۱) لاریب حکم نبوی ایسا ہی تھا کہ امت محمدی ضرور قرآن اور عترت نبوی کی متمسک ہو۔ مگر امت محمدی کس قدر اس حکم کی متمسک ہوئی راقم اس کو دکھلانے کو ہے۔ میں اس جگہ اس سے کوئی بحث نہیں رکھتا ہوں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب کا قول حسبنا کتاب اللہ اچھا تھا یا برا۔ مگر اس کی تاثیر پر نظر ڈالنا اس کتاب کے احاطہ مقاصد سے ہے۔ ظاہرا ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر حسب قول نبوی تمسک بالقرآن کے ساتھ تمسک بالعترت بھی ایک ضروری امر سمجھا جاتا۔ تو اس وقت کی اسلام کی تاریخ نے واقعات مذہبی و ملکی کے اعتبار سے ایک دوسرا رنگ پیدا کیا ہوتا۔ مگر حضرت عمر کے صرف ان تین چار لفظوں نے ایک ایسی نئی اسلامی دنیا قائم کر دی ہے کہ آج تک بڑے زوروں کے ساتھ قائم ہے۔ ہر چند رسولؐ کا قول بڑی تاکید سے خبر دیتا ہے۔ مگر حضرت عمر کے قول بالائے نے قول نبوی کو عملی پیرایہ حاصل نہ ہونے دیا۔ جس کے باعث ارشاد نبوی ایک قولی حیثیت تک محدود رہ گیا۔ اگر قول نبوی کو کامیابی نصیب ہوتی۔ تو یہ سقیفہ بنی ساعدہ کا اجماع ظہور میں آتا۔ نہ بنی ہاشم کو طرح طرح کی مصیبتیں پیش آتیں۔ نہ بنی ہاشم کی عظمت میں کسی قسم کا فتور پڑتا۔ نہ بنی ہاشم کے عقائد کے خلاف مذاہب ایجاد ہوتے اور نہ وہ واقعات عظیمہ ظہور میں آتے جو شہادت علی و شہادت حسن و شہادت حسین و دیگر آل محمد و دوستداران محمد پر مشتمل دیکھے جاتے ہیں۔ ظاہرا تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ قول حسبنا کتاب اللہ نے عامہ مسلماناں کو تمسک عترت نبوی سے آزاد کر دیا۔ اور گو حدیث ثقلین بقول صاحب تحفہ فریقین کی ایک مقبولہ حدیث ہے مگر اس حدیث پر عامہ مسلمانان یعنی مسلمانان غیر امامیہ کا نہ کبھی سابق میں عملدرآمد رہا ہے اور نہ آج ہے یہ حدیث نبوی ڈیڈلیٹر (Dadeter) یعنی ایک قول مردہ کی طرح کتابوں میں حوالہ قلم پائی جاتی ہے۔ اور اس سے زیادہ حیثیت اس کو کبھی حاصل نہیں رہی ہے چنانچہ اہل واقفیت سے پوشیدہ نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے رحلت فرماتے ہی بنی ہاشم اور دوستداران بنی ہاشم کے سوا عامہ مسلماناں سے کوئی بھی عترت محمد کا متمسک نہیں ہوا۔ عترت محمد سے مراد فاطمہ۔ علی۔ حسن اور حسین ہیں۔ ان چہار تن کے ساتھ عامہ مسلمانان نے پیغمبر ﷺ کی رحلت کے بعد کیا تمسک کی کاروائی کی کسی کتاب سے کچھ پتہ نہیں لگتا۔ (مصباح الظلم وایضاح البہم ص ۱۰۰۹)

اقول ☜ مصنف کا یہ دعویٰ (کہ مسلمانان غیر امامیہ کا کبھی حدیث ثقلین پر عمل درآمد نہیں رہا اور نہ آج ہے۔ بالکل غلط ہے بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے اہل سنت و جماعت کے پاس جو قرآن ہے وہ اسے کامل و غیر محرف کلام الٰہی جانتے رہے اور شرفا غربا ان کا اسی پر عمل رہا ہے۔ پس وہ حسب عقیدہ خود ثقل اکبر سے متمسک میں رہا ثقل اصغر یعنی اہل بیت۔ سو اس مفصل بحث انشاء اللہ اس کتاب کے

دوسرے حصے میں آئے گی- وہاں ہم دکھائیں گے کہ اہل سنت ہی ہیں جو اہل بیت سے متمسک ہیں- مگر امامیہ ثقلین سے کبھی متمسک نہیں ہوئے- اور نہ آج ہیں- کیونکہ حسب عقیدہ امامیہ ثقل اکبر کو حضرت امیر علیہ السلام نے غائب کر دیا تھا- اور تیسری صدی ہجری سے امام غائب علیہ السلام کے پاس غار سرمن رای میں بتایا جاتا ہے پس شیعہ کے لیے ثقل اکبر سے تمسک ممکن نہیں ہوا- اور نہ آج ہے- ثقل اصغر کے ساتھ جو سلوک شیعہ نے کیا وہ بحوالہ کتب شیعہ حصہ دوم میں دیکھنا چاہیے- غرض شیعہ کی طرف سے تمسک بالثقلین کا دعوی بالکل غلط و باطل ہے-

مصنف کا یہ کہنا ہے کہ توہین آل محمدؐ کی قولی ابتداء حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قول حسبنا کتاب اللہ سے ہوئی اس کی نادانی پر دلالت کرتا ہے- اس قول کا مطلب ہم پہلے بیان کر آئے ہیں- اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں- شیعہ جو غلط فہمی کے سبب حسبنا اللہ پر اعتراض کرتے ہیں- انہیں دیکھنا چاہیے کہ حضرت امیر علیہ السلام قرآن کی نسبت کیا فرما رہے ہیں- **واعلموا انه ليس على احد بعد القران من فاقة** (نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت - جز اول ص ۱۸۴)

اور جان لو کہ قرآن کے بعد کسی کو کوئی حاجت نہیں - انتہی- میثم بحرانی شیعی نے اس قول امیرؑ کی شرح میں یوں لکھا ہے-

ثم نبههم على انه ليس بعده على احد فقر اى ليس بعد نزوله للناس و بيانه الواضح حاجة بالناس الى بيان حكم فى اصلاح معاشهم و معادهم

پھر حضرت امیر نے ان کو اس بات پر آگاہ کیا' کہ قرآن کے بعد کسی کو کوئی حاجت نہیں- یعنی لوگوں کے لیے قرآن کے نزول اور اس کے بیان واضح کے بعد ان کے معاش و معاد کی اصلاح میں کسی حکم کے بیان کی حاجت نہیں- انتہی - محمد عبدہ مصری نے اس قول کے حاشیہ میں یوں لکھا ہے-

اى فقر و حاجة الى هاد سواه يرشده الى مكارم الاخلاق و فضائل الاعمال و سائق الى شرف المنازل و غايات المجد والرفعة

یعنی فقر و حاجت نہیں قرآن کے سوا کسی اور ہادی کی جو اسے مکارم اخلاق اور فضائل اعمال کی طرف رہنمائی کرے- اور حاجت نہیں کسی شخص کی جو شرف منازل اور غایات مجد و رفعت کی طرف لے جائے- انتہی حضرت امیر کا یہ قول نہایت کار آمد ہے کیونکہ اس سے فیصلہ ہو جاتا ہے کہ حدیث ثقلین میں تمسک بالعزت سے کیا مراد ہے-

مصنف کا قول بھی عملی طور پر توہین آل محمد کی ابتدائے امر خلافت سے ظہور میں آئی ایک

دیوانہ کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ خلافت راشدہ میں ترتیب جس طرح وقوع میں آئی وہی حق ہے اور قرآن مجید سے اسی کی تصدیق ہوتی ہے۔ جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ اس ترتیب میں ایک نکتہ قابل غور ہے جسے حضرت ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

و انما جاء الترتیب فی التفضیل و الخلافة مخالفا للقیاس و المعقول توکیدا للنبوة و تاییدا للرسالة لئلا تلتبس النبوة بالملک ولا ینحوا النبی صلی الله علیه وسلم فی الخلافة نحو الاکا سرة والقیاصرة فی المملکة - لما کانت النبوة مخالفة للملک جاء ت الخلافة علی غیر امیرة الملوک من استخلاف ابنائهم و اهل بیتهم ولو کان للمعقول و القیاس مدخل فی التفضیل لکان افضل الناس بعدرسول الله صلی الله علیه وسلم الحسن ابنه فی البنوة والعباس عمه اذفیه الابوة و قد اجمعوا علی خلاف ذلک (قوت القلوب مطبوعہ مصر۔ جزء ثانی ۔ ص ۱۴۳)

نبوت کی تاکید اور رسالت کی تائید کے لیے فضیلت اور خلافت میں ترتیب قیاس و معقول کے خلاف واقع ہوئی ہے تاکہ نبوت کا التباس ملک کے ساتھ نہ ہو جائے۔ اور پیغمبر ﷺ خلافت میں اسی طریق کو اختیار نہ کریں جو اکاسرہ قیاصرہ کے مملکت میں اختیار کیا۔ چونکہ نبوت ملک کے مخالف ہے۔ اس لیے خلافت بادشاہوں کے طریق پر نہ ہوئی۔ جو اپنے بیٹوں اور گھر والوں کو اپنا جانشین بناتے ہیں۔ اگر معقول قیاس کو فضیلت میں دخل ہوتا۔ تو رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کے بیٹے حسن بنوت کے سبب اور آپ کے چچا عباس ابوت کے سبب سب لوگوں سے افضل ہوتے حالانکہ اس کے خلاف پر اجماع ہے۔ انتہی۔

انتباہ سال گزشتہ میں لاہور کے شیعی مولوی سید علی حائری نے جن کو مجتہد العصروالزمان بتایا جاتا ہے۔ ایک طویل تقریر کے اثناء میں منجملہ دیگر مضامین حدیث قرطاس کے متعلق بھی بہت کچھ کہا۔ اس مکمل تقریر کو شمس الدین حسن جنزل سیکرٹری پنجاب شیعہ مشن لاہور نے ایک کتاب کی شکل میں ترتیب دیا ہے۔ اور موعظہ حسنہ اس کا نام رکھا ہے۔ موعظہ حسنہ مولوی حائری کی تمام عمر کا اندوختہ ہے۔ مگر اس میں کوئی نئی بات نہیں پائی جاتی۔ وہی پرانے اعتراضات ہیں۔ جن کے جوابات بارہا دیے جا چکے ہیں۔ چونکہ لاہور کے شیعہ حائری کی تقریر کو لاجواب سمجھتے ہیں۔ اس لیے ہم یہاں ازالہ اوہام کے لیے موعظہ حسنہ میں سے مقالہ ششم کو معرض بحث میں لاتے ہیں۔ جس کا عنوان یہ ہے۔ حدیث قرطاس یعنی حضرت عمر کا حسبنا کتاب اللہ کہہ کر وصیت پیغمبر اسلام سے مانع ہونا۔"

قال الحائری :- عزیزو دوستو؟ مسئلہ قرطاس سب سے زیادہ معرکتہ الآراء مسئلہ ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اسلامی دنیا میں یہ سب سے پہلی مخالفت تھی جس نے زمین اسلام میں تخم مخالفت کو کاشت کیا۔ جس پر یہ تمام مخالفتیں آج تک متفرع ہوتی چلی گئیں۔ یہ سچ ہے کہ اس وقت بھی جبکہ رسول اللہ ﷺ آیا تھا۔ لوگوں نے اس لیے اس کو رسول ماننے سے انکار کر دیا کہ ہماری طرح کیوں کھاتا پیتا سوتا جاگتا ہنستا روتا ہے۔ اور انہوں نے اپنا خیال ایک حد تک ظاہر بھی کر دیا تھا لقولہ تعالیٰ - حکایتہ منھم ما لھذا الرسول یا کل الطعام و یمشی فی الاسواق یہ خیال اس لیے پیدا ہوا تھا۔ کہ انہوں نے دراصل حقیقت نبویہ کو پہچانا ہی نہیں تھا۔ ظاہری لباس بشری کے مشاہدہ سے ان پر حقیقت امر مشتبہ ہو گئی تھی ان کا خیال تھا کہ رسول فرشتہ ہو کر آنا چاہیے۔ فقال الملوا الذین کفروا من قومہ ما ھذا الا بشر مثلکم یرید ان یتفضل علیکم و لو شاء اللہ لانزل ملا ئکۃ ما سمعنا بھذا فی ابائنا الاولین (پ ۱۸- ع ۲) قوم کفار کے جو سردار تھے آپس میں کہنے لگے کہ یہ (بھی) بس تمہیں جیسا آدمی ہے۔ اور تم پر افضل بننا چاہتا ہے۔ اور اگر خدا کو (پیغمبر ہی بھیجنا) منظور ہوتا تو فرشتوں کو اتارتا۔ ہم نے تو ایسی بات باپ دادوں میں ہوتی سنی نہیں۔ تب اس مظہر الہیت و مظہر احدیت کو حکم ہوا کہ کہہ دو۔ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا و للبسنا علیھم مایلبسون تمہارے خیال کے مطابق اگر ہم فرشتے کو بھی رسول بنا کر بھیجتے تو پھر ضرور اس کو بھی ہم آدمی ہی بنا دیتے۔ اور وہی لباس پہناتے۔ جو کہ یہ خود پہنا کرتے ہیں۔ ورنہ غیر جنس کی طرف یہ کیونکر مائل ہوتے۔ اس لیے وہ آئینہ حق نما رسول مصطفیٰ ﷺ کہہ رہے ہیں۔ انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم اللہ واحد اس کے سوا نہیں کہ میں بھی (بظاہر) تمہاری ہی طرح بشر ہوں۔ مگر مجھے یہ وحی نازل ہوتی ہے۔ کہ تمہارا خدا ایک ہے۔ اس پر بھی اسلام لانے کے بعد بعض لوگ اسی خیال پر ڈٹے رہے۔ کہ آخر ہے تو یہ شخص (پیغمبر اسلام) بشر ہی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ لوازمات بشری ان میں نہ موجود ہوں۔ یہی ایک شبہ تھا کہ جس کی بنا پر وہ سب کچھ کر گزرے۔ جو ان کے حق میں بحیثیت منصب نبوت قوم کو نہ کرنا چاہیے تھا اور یہ نتیجہ تھا اسی بات کا کہ ایسے لوگوں نے حقیقت نبویہ کو پہچانا نہیں تھا۔ ورنہ جب قرآن قانون کلی کے طور پر یہ تعلیم دے چکا تھا کہ ما اتاکم الرسول فخذوہ و مانھکم عنہ فانتھوا کہ پیغمبر خدا جو کچھ بھی تمہیں کہے (بغیر چون و چرا) اس پر عمل کرو۔ اور جس بات سے تمہیں روکیں اس سے رک جاؤ۔ کیونکہ اس کی اطاعت تو عین خدا کی اطاعت ہے اور اس کی نافرمانی عینا خدا کی نافرمانی ہے القولہ تعالیٰ ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ کہ جس نے رسول کی اطاعت اس کے ہر حکم میں کی اسی نے خدا کی اطاعت کی ہے تو معلوم ہوا کہ جس نے پیغمبر کی کسی امر میں بھی نافرمانی کی ہو اس نے درحقیقت خدا کی نافرمانی کی ہے (موعظہ حسنہ - ۶۷ - ۶۸)

اقول :- اس میں شک نہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے ارشاد ائتونی اکتب لکم پر حاضرین مجلس میں اختلاف و تنازع ہوا تھا۔ مگر اس میں کسی صحابی نے آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کی جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ مصنف کا اس اختلاف پر تمام مخالفتوں کو متفرع بتانا غلط ہے کیا امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے تہتر فرقے جو اصولاً مختلف ہیں اسی اختلاف پر متفرع ہیں؟ پھر رافضیہ کے باہمی اختلاف کو دیکھیے۔ رافضیہ کے یہ چار اصناف ہیں۔ امامیہ - زیدیہ - کیسانیہ - غلات - پھر ہر صنف کے تحت میں کئی کئی فرقے ہیں۔ مثلاً امامیہ کے یہ پندرہ فرقے ہیں۔ کاملیہ - محمدیہ - باقریہ - موسویہ - ناووسیہ - شمیطیہ - عماریہ - اسماعیلیہ - اثنا عشریہ - مبارکیہ - قطعیہ - ہشامیہ - زراریہ - یونسیہ - شیطانیہ - (دیکھو کتاب الفرق بین الفرق - تصنیف امام ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر بن محمد بغدادی - مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ) کیا یہ سب اسی اختلاف پر متفرع ہیں؟

مولوی حائری صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ کفار نے حقیقت نبویہ کو نہیں پہچانا تھا۔ بالکل درست ہے۔ مگر ہمیں نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ شیعہ بھی امامت کی دھن میں حقیقت نبویہ کو نہیں سمجھے۔ اس واسطے وہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر علیہ السلام اور باقی ائمہ سوائے آنحضرت ﷺ کے سب نبیوں سے افضل ہیں۔ چنانچہ سید نعمت اللہ جزائری نے انوار نعمانیہ میں یوں لکھا ہے۔

اعلم انه لا خلاف بین اصحابنا رضوان الله علیہم فی اشرفیه نبینا اعلی سائر الانبیاء للاخبار المتواترة و انما الخلاف بینهم فی افضلیة امیر المومنین والائمة الطاهرین علی الا النبیاء ما عداجدهم فذهب جماعة الی انهم افضل باقی الانبیاء ما خلا اولی العزم فهم افضل من الائمة و بعضهم الی مساواتهم واکثر المتاخرین الی افضلیة الائمة علی اولی العزم و غیرهم وهو الصواب

جان لے کہ ہمارے اصحاب رضوان اللہ علیہم کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ کہ ہمارے پیغمبر ﷺ سب نبیوں سے اشرف ہیں۔ جیسا کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ ہاں ان کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا امیر المومنین اور آئمہ طاہرین سوائے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے سب نبیوں سے افضل ہیں؟ ایک گروہ کا مذہب یہ ہے کہ بے شک وہ سوائے اولو العزم نبیوں کے باقی سب نبیوں سے افضل ہیں۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ وہ ان کے برابر ہیں۔ اور متاخرین میں سے اکثر کا مذہب یہ ہے کہ ائمہ اولو العزم اور غیر اولو العزم سب نبیوں سے افضل ہیں۔ اور یہی مذہب درست ہے۔ انتہی۔

سید دلدار علی صاحب مجتہد نے تحفہ اثنا عشریہ کے باب ششم کا جواب دیتے ہوئے اس مسئلے کی

نسبت یوں لکھا ہے کہ بدانکہ مذہب منصور دریں مسئلہ آنست کہ جناب امیرو اولاد طیبین آنحضرت افضل انداز جمیع انبیائے سابقہ - گو ناصبی اشعار بایں قول نکردہ - و چون روئے گفتگو ناصبی دریں عقیدہ از فرقہ ناجیہ بطرف کسانے کہ قائل بتفضیل جناب علی بن ابی طالب و باقی ائمہ دین برکافہ انبیاء و رسل ماورائے خاتم المرسلین شدہ اند بطریق اولی است و معہذا مختار متاخرین علمائے امامیہ نیز ہمیں است بلکہ میتواں گفت کہ دریں زماں ایں عقیدہ از جملہ ضروریات مذہب امامیہ شدہ بنا بریں عنان قلم را باستیصال کلام نافرجام ناصبی معطوف ساختہ در نصرت ایں عقیدہ بجولاں درمے آرد (حسام الاسلام و سہام الملام فی صدور قوم لئام چھاپہ ٹائپ - پشت ورق ۵)

جان لے کہ اس مسئلے میں مذہب منصور یہ ہے- کہ جناب امیرؑ اور ان کی اولاد طیبین تمام انبیائے سابقہ سے افضل ہے- اگرچہ ناصب اہل بیت نے یہ قول نہیں بتایا- چونکہ ناصب اہل بیت کا روئے سخن اس عقیدہ میں فرقہ ناجیہ میں سے ان لوگوں کی طرف جو خاتم المرسلین علیہم السلام کے سوا تمام انبیاء و رسل پر جناب علی بن ابی طالب اور باقی آئمہ دین کی فضیلت کے قائل ہیں اولی ہے- اور بایں ہمہ متاخرین علمائے امامیہ کی ضروریات میں سے ہے- اس لیے قلم کی باگ کو ناصب اہل بیت کے کلام نافرجام کی بیخ کنی کی طرف پھیر کر اسے اس عقیدہ کی تائید میں جولان میں لاتا ہوں- انتہی

کتب شیعہ میں ایسی روایتیں بھی ملتی ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ حضرت علی مرتبہ میں آنحضرت ﷺ کے مساوی بلکہ آپ سے بڑھ کر ہیں اس کے ثبوت میں کتاب شہادت جلد پنجم سے دو تین کہانیاں نقل کی جاتی ہیں-

ساتویں کہانی

معراج حضرت علی کو رسول اللہ کے ساتھ ساتھ ہوئی ☜ بریدہ اسلمی رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے حضرت علی سے فرمایا- اے علی تمہیں اللہ نے ہر مقام پر میرے ساتھ ساتھ رکھا ہے- پھر آپ نے ہر مقام کی تشریح فرمائی- معراج کا واقعہ پھر بیان کیا اور کہا- کہ میرے پاس جبرئیل آئے اور رات کو مجھے آسمان پر لے گئے- جب میں جبرئیل کے ساتھ آسمان پر پہنچا- تو جبرئیل نے کہا- یا رسول اللہ آپ کے بھائی کہاں ہیں- میں نے کہا میں انہیں پیچھے چھوڑ آیا ہوں- جبرئیل نے کہا آپ اللہ سے دعا کریں وہ انہیں یہاں پہنچا دے گا- کیونکہ بغیر علی کے آسمان میں گھسنا نہیں ملنے کا) میں نے یہ سنتے ہی اللہ سے دعا کی اسی وقت تم میرے پاس آگئے- پھر فورا ہم دونوں کے آگے ساتوں زمینیں اور

ساتوں آسمان کھول دیئے گئے۔ یہاں تک کہ میں نے ان کے رہنے والوں کو ان کی عمارتوں کو اور ہر ہر فرشتہ کے مکان کو دیکھ لیا۔ اور ان میں جتنی چیزیں میں نے دیکھی تھیں سب جوں کی توں تم نے بھی دیکھ لیں۔ از بحار الانوار جلد ۹ ص ۳۴۴ (کتاب شہادت جلد پنجم ص ۶۵)

آٹھویں کہانی

محمد اور علی ایک مرتبہ رکھتے ہیں ابن عباس کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے۔ کہ جس طرح اللہ تعالی نے پانچ چیزیں مجھے عطا کی ہیں اسی طرح پانچ ہی چیزیں علی کو بھی عطا ہوئی ہیں۔ مجھے جوامع الکلم عطا کئے ہیں تو علی کو جوامع الکلم عطا کیے ہیں مجھے نبی بنایا تو انہیں وصی بنایا ہے۔ مجھے کوثر عطا کیا ہے تو انہیں سلسبیل دی گئی ہے مجھے وحی عطا کی ہے تو انہیں الہام (جو بمنزلہ وحی کے ہے) دیا گیا ہے۔ مجھے اللہ نے اگر اپنے پاس بلایا تھا۔ تو ان کے لیے سب آسمانوں اور دروازوں کے پردے کھول دیئے۔ کہ انہوں نے (شب معراج میں) مجھے دیکھ لیا۔ اور میں نے انہیں دیکھ لیا۔ اس کہنے کے بعد رسول اللہ رونے لگے میں نے پوچھا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ روتے کیوں ہیں فرمایا اے ابن عباس اللہ نے مجھ سے کہا تھا اے محمد تو نیچے نگاہ کر میں نے پردوں پر نگاہ کی تو وہ پھٹ گئے تھے۔ اور آسمان کے دروازوں کو دیکھا تو وہ کھل گئے تھے۔ اسی وقت میں نے علی کو دیکھا تو وہ اپنا سر میری طرف اٹھائے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے گفتگو کی اور میرے پروردگار نے مجھ سے گفتگو کی۔ علی نے اس وقت مجھ سے پوچھا بھائی اللہ نے تم سے کیا گفتگو کی میں نے کہا اے علی اللہ نے مجھ سے کہا۔ کہ علی کو میں نے تمہارا وصی تمہارا وزیر اور تمہارا جانشین بنا دیا ہے تم ان سے کہہ دینا میں نے اللہ کے آگے یہ باتیں ان سے کہہ دیں علی نے مجھ سے کہا اچھا مجھے یہ سب باتیں منظور ہیں جوں ہی علی کی زبان سے منظوری کے الفاظ نکلے فلک پر خوشی کے شادیانے بجنے لگے اللہ تعالی نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ سب ملکے اس کی خوشی کریں۔ (چنانچہ فرشتوں میں جشن اڑنے لگے) آسمان کے دورے میں فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرا اس نے مجھے مبارکباد دی اسی اثنا میں میں نے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ اپنا سر زمین کی طرف جھکائے ہوئے تھے میں نے متعجب ہو کے دریافت کیا کہ یہ حاملین عرش اپنے سروں کو نیچے کیوں جھکائے ہوئے ہیں جبریل نے جواب دیا۔ سوائے ان حاملین کے اور کل فرشتوں نے فوراً انبساط سے علی کی طرف دیکھا جب ان حاملین نے اجازت مانگی تو انہیں بھی علی کے منہ کی طرف ٹکٹکی باندھنے کی اجازت مل گئی۔ چنانچہ وہ بھی اسی طرح علی کا منہ تکنے لگے۔ اس کے بعد رسول اللہ فرمانے لگے۔ جب میں نیچے اترا تو میں نے یہ خبریں علی کو دیں۔ علی نے کہا مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ لو تم مجھ سے ہی سن لو۔ اس وقت میں سمجھا کہ جہاں کہیں میں گیا ہوں۔ علی ساتھ ساتھ تھے۔ (بس رونے کی وجہ یہی تھی۔ کہ میری بزرگی علی پر نہیں رہی (از بحارالانوار جلد 9 ص 443) کتاب شہادت جلد پنجم 66)

آٹھارہویں کہانی

علی رسول اللہ سے ہر طرح سے افضل ہیں ایک راوی نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت نے (حضرت علی سے) فرمایا۔ اے علی تمہارے لیے بہت سی چیزیں ہیں کہ ان جیسی میرے لیے بھی نہیں ہیں۔ اول یہ کہ فاطمہ جیسی تمہاری بیوی ہے۔ حالانکہ اس جیسی میرے واسطے نہیں ہے۔ اور تمہارے نطفہ سے تمہارے دو بیٹے ہیں کہ ان جیسے میرے نطفہ سے نہیں ہیں اور خدیجہ جیسی تمہاری ساس ہیں ایسی میری کوئی ساس نہیں ہے اور مجھ جیسا تمہارا سسر ہے۔ حالانکہ میرا ایسا کوئی سسر نہیں ہے۔ اور جعفر جیسے تمہارے نسبی بھائی ہیں حالانکہ اس جیسا میرا کوئی نسبی بھائی نہیں ہے۔ اور فاطمہ بنت ہاشمیہ مہاجرہ جیسی تمہاری والدہ ہیں ان جیسی میری والدہ نہیں ہیں۔ (از بحار الانوار ص ۵۱۱) (کتاب شہادت جلد پنجم ص ۷۶)

پچیسویں کہانی

علی رسول اللہ سے افضل ہیں حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ علی کا مرتبہ مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میرے سر کا مرتبہ میرے بدن سے (از بحار الانوار جلد 9۔ ص 388) کتاب شہادت جلد پنجم ص 79۔

شیعہ اگرچہ زبانی کہتے ہیں کہ سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم خاتم النبین ہیں مگر حقیقت میں وہ ختم نبوت کے منکر ہیں کیونکہ وہ اپنے ائمہ کو آنحضرت ﷺ کی طرح معصوم جانتے ہیں۔ اور ان پر نزول وحی کے قائل ہیں دیکھو احادیث ذیل

(۱) عدة من اصحابنا عن احمد بن محمد بن ابی نصر عن ثعلبة بن میمون عن زرارة قال سالت ابا جعفر عن قول الله عزوجل و کان رسولاً نبیاً۔ ما الرسول وما النبی قال النبی الذی یری فی منامه ویسمع الصوت ولا یعاین الملک والرسول الذی یسمع الصوت ویری فے المنام ویعاین الملک قلت الامام مامنزلته قال یسمع الصوت ولا یرے فی المنام ولا یعاین الملک ثم تلا هذه الا یة وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی ولا محدث (اصول کافی کتاب الحجہ ص ۱۰۲)

ترجمہ: (بحذف اسناد) زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے قول الٰہی وکان رسولاً نبیاً کے معنی پوچھے کہ رسول کون ہوتا ہے۔ اور نبی کون ہوتا ہے امام نے فرمایا کہ نبی وہ ہوتا ہے جو

فرشتہ کو خواب میں دیکھتا ہے اور بیداری میں فرشتہ کی آواز سنتا ہے مگر فرشتے کو بیداری میں آشکارا نہیں دیکھتا اور رسول وہ ہے جو بیداری میں فرشتہ کی آواز سنتا ہے۔ اور خواب میں فرشتہ کو دیکھتا ہے۔ اور بیداری میں بھی فرشتہ کو آشکار دیکھتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ امام کا کیا مرتبہ ہوتا ہے۔ امام محمد باقر نے جواب دیا کہ امام بیداری میں فرشتہ کی آواز سنتا ہے اور فرشتہ کو خواب میں نہیں دیکھتا۔ اور نہ آشکارا بیداری میں فرشتہ کو دیکھتا ہے پھر امام نے اپنے قول کی تائید میں یہ آیت پڑھی

وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی ولا محدث (انتھی)

اب قرآن میں ولا محدث نہیں ہے۔

(2)علی بن ابراهیم عن ابیه عن اسمعیل بن مرار قال کتب الحسن بن العباس المعروفی الی الرضیا جعلت فداک اخبرنی ماالفرق بین الرسول والنبی والامام قال فکتب اوقال الفرق بین الرسول والنبی والامام قال فکتب او قال الفرق بین الرسول والنبی والا مام ان الرسول الذی ینزل علیه جبرئیل فیراه ویسمع کلامه وینزل علیه الوحی وربمارای فی منامه نحورؤیا ابراهیم والنبی ربما سمع الکلام وربمارای الشخص ولم یسمع والا مام هوالذی یسمع الکلام ولا یری الشخص

(اصول کافی کتاب الحجہ ص ۱۰۲)

ترجمہ: (بحذف اسناد) حسن بن عباس معروفی نے امام رضا کو لکھا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں مجھے بتایئے کہ رسول اور نبی اور امام کے درمیان کیا فرق ہے راوی کا قول ہے کہ امام رضا نے لکھا یا فرمایا کہ رسول اور نبی اور امام کے درمیان یہ فرق ہے کہ رسول وہ ہے جس پر جبرئیل نازل ہو۔ اور وہ اس کا کلام سنے۔ اور جبرئیل اس پر وحی نازل کرے اور بسا اوقات وہ جبرئیل کو خواب میں دیکھے جیسا کہ ابراہیم نے دیکھا اور نبی بسا اوقات فرشتہ کا کلام سنتا ہے اور بسا اوقات فرشتہ کا شخص یا شکل دیکھتا ہے۔ اور اس کا کلام نہیں سنتا اور امام وہ ہے جو بیداری میں فرشتہ کا کلام سنتا ہے۔ اور اس کی شکل نہیں دیکھتا۔ (انتھی)

(3)حدثنا احمد بن محمد عن الحسین بن سعید عن علی بن نعمان عن یزید بن اسحاق یلقب شعر عن ابن ابی حمزة قال سمعت اباعبدالله یقول ان منا لمن ینکت فی اذنه وان منالمن یؤتی فی منا مه وان منالمن یسمع الصوت مثل صوت السلسلة یقع فی الطست وان منا لمن یاتیه صورة اعظم من جبرنیل و میکائیل

(بصائر الدرجات جزء خامس باب سابع)

ترجمہ: (بحذف اسناد) ابن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق کو سنا کہ فرماتے تھے ہم

میں سے ایسے ہیں کہ ان کے کان میں پھونکا جاتا ہے۔ اور ہم میں سے ایسے ہیں کہ فرشتہ ان کے خواب میں آتا ہے اور ہم میں سے ایسے ہیں جو آواز سنتے ہیں۔ مثل زنجیر کی آواز کے جو طشت میں گرے اور ہم میں سے ایسے ہیں۔ کہ ان کے پاس جبرئیل و میکائیل سے بڑی صورت آتی ہے (انتہیٰ)

(4) حدثنا علی بن محمد قال حدثنی حمدان بن سلیمان النیشابوری قال حدثنا عبدالله بن محمد الیمانی عن منبع عن یونس عن علی بن اعین عن ابی رافع قال لما دعا رسول الله علیا یوم خیبر فتضل فے عینیه قال له اذاانت فتحتها فقف بین الناس فان الله امرنی بذلک قال ابورافع فمضی علی وانا معه فلما اصبح افتح خیبر ووقف بین الناس واطال الوقوف فقال الناس ان علیا یناجی ربه فلما مکث ساعة امربا نتهاب المدینة التی فتحها قال ابورافع فاتیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت ان علیا وقف بین الناس کما امرته قال قوم منهم من یقول ان الله ناجاه فقال نعم یا ابا رافع ان الله ناجاه یوم الطائف ویوم عقبة تبوک ویوم حنین

(بصائر الدرجات جزء ثامن باب سادس عشر)

ترجمہ: (بحذف اسناد) ابو رافع کہتے ہیں کہ جب خیبر کے دن رسول اللہ نے علی کو بلایا تو ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب مبارک ڈالدیا۔ اور فرمایا کہ جب تم خیبر فتح کر لو تو لوگوں کے درمیان کھڑے ہو جانا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے۔ ابو رافع کا بیان ہے کہ یہ سنتے ہی علی روانہ ہو گئے۔ اور میں ان کے ساتھ تھا۔ جب صبح ہوئی خیبر فتح ہوگیا۔ اور علی لوگوں کے درمیان جا کھڑے ہوئے۔ اور دیر تک کھڑے رہے اس پر لوگوں نے کہا کہ علی اپنے پروردگار سے سرگوشی کر رہے ہیں۔ جب ایک ساعت گزر چکی تو اس شہر کے لوٹنے کا حکم دیتے جسے فتح کیا تھا۔ ابو رافع کہتے ہیں۔ کہ پھر میں رسول اللہ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا کہ علی لوگوں کے درمیان کھڑے ہو گئے۔ جس طرح آپ نے حکم دیا تھا۔ بعض لوگوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ علی سے سرگوشی کر رہا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ اے ابو رافع ہاں واقع اللہ تعالیٰ نے علی سے طائف کے دن اور عقبہ تبوک کے دن اور حنین کے دن سرگوشی کی تھی۔ (انتہیٰ)

(5) حدثنا محمد بن الحسین عن منبع عن یونس عن علی بن اعین عن ابی عبدالله قال قال رسول الله لاهل الطائف لا بعثن الیکم رجلا کنفسی یفتح الله به الخیبر سیفه سوطه فیشرف الناس له فلما اصبح ودعا علیا فقال اذهب بالطائف ثم امر الله النبی ان یرحل الیها بعد ان رحل علی فلما صار الیها کان علی علی راس الجبل فقال له رسول الله اثبت فسمعناه صریر الزجل فقال یا رسول الله ما هذا

قال ان اللہ ناجاہ علیا (بصائر الدرجات جزء ثامن باب سادس عشر)

ترجمہ: (بحذف اسناد) امام جعفر کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے اہل طائف سے کہا کہ میں تمہاری طرف ایک شخص مثال اپنی ذات کے بھیجوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خیبر فتح کرے گا۔ اس کی تلوار اس کا کوڑا ہے پس لوگ اس کی تمنا کرنے لگے۔ جب صبح ہوئی اور رسول اللہ نے علی کو بلایا تو فرمایا کہ تم طائف کو جاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ علی کے جانے کے بعد آپ بھی طائف جائیں پس جب طائف پہنچے تو علی پہاڑ کی چوٹی پر تھے۔ رسول اللہ نے اس سے کہا ثابت رہ پس اصحاب نے رعد کی سی کڑک سن کر عرض کی یا رسول اللہ یہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ علی سے سرگوشی کر رہا ہے۔ (انتہی)

(6) محمد بن مسلم کہتے ہیں میں نے ابو عبداللہ سے پوچھا کہ سلمہ ابن سہیل نے حضرت علی کے بارے میں مجھ سے ایک بات کہی تھی۔ انہوں نے دریافت کیا وہ کونسی بات تھی۔ میں نے کہا مجھ سے یہ بیان کیا تھا کہ جب رسول اللہ نے اہل طائف کو گھیر لیا تھا۔ تو اسی زمانہ میں ایک دن رسول اللہ اور حضرت علی تنہا ایک مقام میں بیٹھے ہوئے تھے تیسرا اور کوئی نہ تھا۔ اس پر آپ کے اصحابہ میں سے بعض نے کہا سخت تعجب کی بات ہے کہ ہم تو یہاں سختی میں مبتلا ہوں۔ اور وہاں رسول اللہ اس لڑکے سے سرگوشی کریں۔ اسی وقت رسول اللہ نے ارشاد کیا۔ میں علی سے سرگوشی نہیں کر رہا ہوں۔ علی سے تو ان کا پروردگار سرگوشی کر رہا ہے۔ بحار الانوار صفحہ ۱۱۔ ۱۴ کتاب شہادت جلد پنجم ص ۶۴۔

خلاصہ کلام میں شیعہ ائمہ کو آنحضرت کی طرح معصوم و مفترض الطاعۃ جانتے ہیں اور ان پر وحی کے نزول کے قائل ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ وصیت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں این فقیراز روح پر فتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرد کہ حضرت چہ میفر مایند درباب شیعہ کہ مدعی محبت اہل بیت اند و صحابہ رابد میگویند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصحابہ وسلم بنوعی از کلام روحانی القافرمودند کہ مذہب ایشان باطل است و بطلان مذہب ایشاں از لفظ امام معلوم میشود چوں ازاں حالت افاقت دست داد۔ در لفظ امام تامل کردم معلوم شد کہ امام باصطلاح ایشاں معصوم مفترض الطاعۃ منصوب للخلق است ووحی باطنی درحق امام تجویزے نمایند پس در حقیقت ختم نبوت را منکر اند گوبزبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راخاتم الانبیاء مے گفتہ باشند (انتہی)

ترجمہ: اس فقیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے سوال کیا کہ حضور شیعہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو اہلبیت کی محبت کا دعوی کرتے ہیں۔ اور صحابہ کرام کو برا کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ نے ایک طرح کے روحانی کلام سے میرے دل میں یہ ڈال دیا۔ کہ ان کا مذہب

باطل ہے اور ان کے مذہب کا بطلان لفظ امام سے معلوم ہوتا ہے جب مجھے اس حالت سے افاقہ ہوا تو میں نے لفظ امام میں غور کیا معلوم ہوا کہ شیعہ کی اصطلاح میں امام معصوم مفترض الطاعۃ خلقت کے لیے منصوب ہوتا ہے اور وہ امام کے لیے وحی باطنی جائز قرار دیتے ہیں۔ حقیقت میں وہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ اگرچہ زبان سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبین کہتے رہتے ہیں (انتہی)

اس میں شک نہیں کہ شیعہ ائمہ کی مدح میں ایسا غلو کرنے سے انبیاے کرام کی تحقیر و تذلیل کرتے ہیں۔ صاحب تحفہ اثنا عشریہ نے کیا خوب لکھا ہے ہم چناں در شرائط امامت کہ بالا جماع نیابت نبوت و فرع آنست ودر مناقب و مدائح ائمہ آنقدر افراط نمودہ اند کہ منصب نبوت را حقیر و ذلیل ساختہ اند و در ستائش جناب امیر و ذریۃ طاہرہ کہ شعبہ ایست از شعب ایمان و شریعت آنقدر غلو کردند کہ ایمان بانبیاء از دست ایشاں رفت و تحقیر و تذلیل انبیاء بر ایشاں لازم آمد (تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۵۸)

ترجمہ: اسی طرح شیعہ نے امامت کی شرطوں میں جو بالاتفاق نبوت کی نیابت اور اس کی فرع ہے اوائمہ کے مناقب و مدائح میں اس قدر افراط کیا ہے کہ انہوں نے منصب نبوت کو حقیر و ذلیل کر دیا ہے اور جناب امیر علی نبینا و علیہ السلام اور ان کی ذریت طاہرہ کی تعریف میں جو کہ ایمان و شریعت کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے شیعہ نے اس قدر غلو کیا ہے کہ ایمان بالانبیاء ہاتھ سے دے بیٹھے ہیں اور نبیوں کی تحقیر و تذلیل ان پر لازم آگئی (انتہی)

بیان بالا سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ شیعہ حقیقت نبویہ سے کہاں تک واقف ہیں مزید توضیح کے لیے ہم خود مولوی حائری صاحب کی مثال پیش کرتے ہیں چند سال ہوئے کہ لاہور کے مومنین نے مولوی صاحب موصوف کے اجتہاد و لیاقت پر ایک رسالہ برہان حق نام شائع کیا تھا اس رسالہ کے اخیر میں ڈیڑھ سو نام مشتہرین کے درج ہیں۔ ہم بطور مشتے نمونہ از خروار امر زیر بحث کے متعلق دو تین مقام اس رسالہ سے لفظ بلفظ نقل کرتے ہیں۔

(۱) ہم سادات و مومنین فرقہ اثنا عشریہ لاہور حضرات مومنین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ قوم کی شامت اعمال اور علوم کی طرف ان کی عدم توجہی اور امور دین میں عموماً تساہل اور کم رغبتی کی وجہ سے مولوی سید علی لاہوری باوجود اپنی بے سوادی اور کم علمی کے اجتہاد جیسے رفیع الشان عہدے کا دعوی کر بیٹھے ہیں۔ اور میدان خالی دیکھ کر کوئی القاب اور خطاب خواہ شایان شان ہو یا نہ ہو۔ ایسا نہیں چھوڑا جس کو اپنے اشتہارات تحریرات تالیفات میں خود لکھا۔ یا دوسرے ناحق شناسوں اور دنیا طلبوں سے لکھوایا نہ ہو۔ ابو تراب کنیت ہر وقت نام کے ساتھ موجود ہے۔ حجتہ السلام آیتہ اللہ فی العالمین نائب امام زمان وغیرہ معمولی القاب میں داخل ہیں۔

اسی پر کفایت نہیں کی۔ گورنمنٹی خطاب شمس العلماء کا استعمال بھی ایک مدت تک ہو چکا ہے جو غالبا کسی مشفق و مہربان کی دوستانہ فہمائش سے ترک کر دیا گیا اسی پر بس نہیں ہوئی القاب و خطابات میں روز افزوں ترقی ہوتی رہی یہاں تک کہ اپنے آپ کو خیر الا نام لکھوایا جو جناب رسالتماب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے سوا اور کسی شخص کے لیے جائز نہیں۔ (برھان حق ص ۱۱)

(4) عجیب و غریب لطیفہ مفسر لاہوری اپنی مؤلفہ تفسیر میں حضرت یعقوب کے حضرت یوسف کو بہت دوست رکھنے کی کیا خوب وجہ بیان فرماتے ہیں۔ اور اس کی تمثیل میں ان پیغمبران عالی مقام کو (معاذ اللہ) بندریا اور اس کے بچے سے مشابہت دیتے ہیں جس سے آپ کی مراتب شناسی پر کافی روشنی پڑ سکتی ہے۔ جب پیغمبروں کی جناب میں آپ ایسے دریدہ دہن اور دلیر ہیں تو اوروں کو ان کی سخت کلامی اور دشنام کی کیا شکایت ہو سکتی ہے مومنین کی آگاہی اور ان کے عالمانہ اخلاق جتانے کے لیے تفسیر کی عبارت بجنسہ نقل کرتے ہیں جلد سیزدہم تفسیر لوامع ص ۶۲۔ ۶۳ سوال چرا حضرت یعقوب گریہ (بہ یا اسفی علی یوسف) کرد۔ و بر دو پسر دیگر بنیا مین و شمعون یا روئیل نہ کرد و حالانکہ این دو شخص ہم ازا ولا داو او مفارقت کردہ بودند جواب درین دو سبب اند یکے یوسف احسن الوجہ نظیف و لطیف الہیکل و الشمائل از اصغر اولادش بود و اصغر اولاد بہر والد خصوصا بایں اوصاف جسمانی محمودہ پسندیدہ خصال اعزوحب از ہمہ بمقتضائے طبع بشری میباشد و تمثیل این از اولا بوزینہ تبو مشہور خواہد شاشہ کہ عزیز ترین ہمہ بچہ ہائے خود اصغر ہمہ را بشکم گرفتہ یاہ میرد و لہذا بمفارقت او گریہ واندوہ اضطراب مے کرد تا تلاقی باہم۔

ترجمہ: مختصر یہ ہے سوال: حضرت یعقوب حضرت یوسف کی جدائی میں تو یا اسفی علی یوسف کہہ کر روئے باقی دو فرزند نبیامین و شمعون یا روئیل کی جدائی میں کیوں گریہ نہ فرمایا؟ جواب: اس کے دو سبب ہیں ایک تو یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نہایت خوش شکل اور سیرت اور صورت میں نہایت لطیف و نظیف اور سب سے چھوٹے تھے اور چھوٹی اولاد مقتضائے بشری کی وجہ سے باپ کو بہت عزیز اور محبوب ہوتی ہے۔ خصوصا جو بچہ ان جسمانی اوصاف محمودہ اور پسندیدہ خصائل سے متصف ہو اس کی مثال بندری کی اولاد میں دیکھی جا سکتی ہے۔ کہ وہ اپنے سب سے چھوٹے بچے کو پیٹ سے لگائے چلتا پھرتا ہے یہی سبب تھا کہ جب تک باہم ملاقات نہ ہوئی حضرت یعقوب یوسف کی مفارقت میں برابر روتے اور غمگین اور مضطراب رہے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا آپ کی طرح صورت پرست بھی تھے۔ معاذ اللہ (برہان حق ص ۱۴)

(3) مولوی صاحب موصوف کو خیر الانام ہونے کا دعوے ہے۔ (دیکھوں غایۃ المقصود جلد ۴ ص ۳۶۰ سطر ۶)

ذکی	فاضل	بابی	وامی
علی	الحائری	خیر	الانام

اس پر آپ نے مہر کی ہوئی ہے۔ گویا اپنا خیر الانام ہونا تصدیق کیا ہے۔ (برہان حق ص ۲۲)

مولوی حائری صاحب نے آیت یوں نقل کی ہے۔

ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا وللبسنا علیھم ما کانوا یلبسون

تمہارے خیال کے مطابق اگر ہم فرشتے کو بھی رسول بنا کر بھیجتے الخ حالانکہ یوں ہے

والجعلناہ رجلا وللبسنا علیھم ما یلبسون (انعام الخ) آیت: ۹)

اور ترجمہ یوں چاہیئے تھا۔ اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے اسی طرح مولوی صاحب نے

ما اتاکم الرسول

الایۃ کے شروع سے واؤ کو بلا وجہ چھوڑ دیا ہے۔ یوں چاہیے تھا

وما اتاکم الرسول (الایتہ حشر ع۱)

قال الحائری عزیزو! اب تم آسانی کے ساتھ سمجھ سکتے ہو کہ پیغمبر اسلام نے قیامت تک امت کے لیے مرض الموت میں ایک ضروری حکم دیا۔ مگر اس کو ہذیان کہہ کر ٹال دیا گیا غور کرو کہ۔ جب قرآن نے مااتاکم الرسول فخذوہ رسول جو کچھ بھی کہے اس پر عمل کرو۔ ایک کلیہ قرار دے رکھا تھا۔ تو اب تم خود ہی انصاف کرو کہ رسول کو ہذیان کہنے والے کا یہ رویہ اس قرآنی تعلیم اور حکم سے کہاں تک مطابق ہو سکتا ہے اور خدا اور رسول کا ایسا نافرمان انسان کسی سزا کا بھی مستحق ہو سکتا ہے۔ یا نہیں کیا یہ نتیجہ نہیں ہے اس امر کا کہ بعض لوگوں نے فی الواقع حقیقت نبویہ کو نہیں پہچانا تھا ورنہ وہ کبھی اس قدر گستاخی سے حضور نبوی میں پیش نہ ہوتے۔ اور وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی جیسے صاحب وحی کے اس کلام بلاغت نظام کو ہذیان سے تعبیر نہ کرتے رہا یہ امر کہ دربار رسالت میں یہ کلمہ کس نے کہنے کی جرات کی اس کے متعلق پہلے میں یہ کہوں گا۔ کہ اس واقعہ ہائلہ کا نام حدیث قرطاس مشہور ہے۔ اور عموماً تمام کتب حدیث و سیر و تواریخ مسلم وغیر مسلم میں اس کا ذکر کم یا زیادہ موجود ہے۔ ان کے سنی مصنفین کی اپنی عبارتوں سے جن کو میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ پیغمبر اسلام کے کلام کو ہذیان کہنے والے کا نام آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ (موعظہ حسنہ ص ۴۸-۴۹)

اقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کو کسی صحابی نے ہذیان نہیں کہا یہ محض افتراء ہے۔ صحابہ کرام سے بڑھ کر حقیقت نبویہ کے پہچاننے والے کون ہو سکتے ہیں؟ ہاں شیعہ حقیقت نبویہ کو نہیں سمجھے مولوی حائری صاحب شیعہ میں غالباً اول نمبر نکلیں گے۔ جنہوں نے اپنے خیر الانام ہونے کی

بذریعہ مہر تصدیق کردی ہے نعوذ باللہ من ذلک
آیۃ وما ینطق عن الھوی سے یہ سمجھنا کہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے تمام اقوال وحی ہیں درست نہیں کیونکہ یہ آیت قرآن کے ساتھ خاص ہے اور اس کی دلیل آیۃ لاحقہ یعنی علمہ شدید القوی (اس کو تعلیم کیا بڑی قوتوں والے نے) ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال وحی ہوتے تو آپ کئی جگہ مورد عتاب نہ ہوتے۔ مثال آیات ذیل میں عفا اللہ عنک لم اذنت لھم (اللہ نے آپ کو معاف کردیا ہے۔آپ نے ان کو اجازت دے کیوں دی۔ (توبہ : ع ۷) ولا تکن للخائنین خصیما واستغفر اللہ ان اللہ کان غفورا رحیما ○ ولا تجادل عن الذین یختانون انفسھم اور تم خیانت کرنے والوں کے طرف دار نہ بنو۔ اور اللہ سے بخشش مانگو بیشک اللہ بڑا بخشش کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے اور جو لوگ اپنی ذات سے خیانت کرتے ہیں تم ان کی طرف سے جھگڑا نہ کرو۔ (نساء : ع ۱۶) اور اسیران بدر سے فدیہ لینے پر یوں تشدد کیوں ہوتا۔ لولا کتب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم اگر تحریر خدا پہلے سے نہ ہو گئی ہوتی۔ تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کے بارے میں تم پر بڑا سخت عذاب واقع ہوتا (انفال ع ۹) اور اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت علی سے تہجد کے بارے میں فرمایا تھا۔ اس میں حضرت علی کا چون و چرا کرنا رد وحی ٹھہرتا اور نیز اس صورت میں وشاورھم فی الامر اور ان سے معاملات میں مشورہ کرلیا کرو۔ (آل عمران ع ۱۷) کے کیا معنی ہونگے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا بعض امور میں بعض صحابہ کرام کا کہا ماننا کیسا ہوگا۔ لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم اگر وہ بہت سی باتوں میں تمہارا کہنا مانے تو تم ضرور ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔ (حجرات ع ۱) اور نیز غزوہ تبوک میں حضرت علی کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہنا اتخلفنی فی النساء والصبیان کیا آپ مجھے عورتوں اور لڑکوں میں پیچھے چھوڑتے ہیں۔ رد وحی ٹھہرے گا۔ تفصیل کے لیے دیکھو تحفہ اثنا عشرص ۲۸۷) اگر ہم تسلیم کرلیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم حتمی طور پر بذریعہ وحی اس کتابت کے لیے مامور تھے تو اس صورت میں باوجود قدرت و مہلت کے آپ کا ترک کتابت فرمانا آپ کی عصمت کے منافی ہے۔ شیعہ چونکہ حقیقت نبویہ سے نابلد محض ہیں۔ لہٰذا وہ اس پہلو کو بالکل نظرانداز کر کے عدم تعمیل ارشاد نبوی کا الزام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ تبلیغ وحی میں حضور اقدس بابی ہو و امی کسی کے روکنے سے رک نہیں سکتے تھے۔ علاوہ ازیں حضورؐ ایتونی جمع کا صیغہ ارشاد فرمایا تھا جس کے مخاطب نہ فقط حضرت عمرؓ تھے بلکہ حضرت علیؓ اور دیگر حاضرین بھی لہٰذا عدم تعمیل کا الزام حضرت علی پر بھی عائد ہوگا۔ حالانکہ شیعہ حضرت امیر اور دیگر ائمہ کو معصوم جانتے ہیں پس معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

والہٖ وسلم کا تکلیف کتابت کو گوارا فرمانا وحی الہٰی سے نہ تھا۔ بلکہ امت پر محض شفقت کے سبب سے تھا۔

قال الحائری صحیح بخاری مطبوعہ بمبئی جلد پنجم باب مرض النبی (ص ۴۰ سطر ا)

قال ابن عباس یوم الخمیس وما یوم الخمیس اشتد برسول الله صلی الله علیه وسلم وجعه فقال ائتو نی اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعده ابد افتنا زعوا ولا ینبغی عند بنی تنازع فقالوا ماشا نه اهجر استفهموه فذ هبوا یردون عنه فقال دعونی فالذی انا فیه خیر مما تدعونی الیه واو صاهم بثلث قال اخر جوا المشرکین من جزیرۃ العرب واجیزوا الوفد بنحو ماکنت اجیز هم وسکت عن الثالثة اوقال فنسیتها (انتہی بلفظہ)

یعنی ابن عباس نے کہا پنجشنبہ کا روز عجیب بد روز تھا کہ اس شدت مرض میں فرمایا پیغمبر ﷺ نے کہ لاؤ کاغذ تاکہ میں ایک وصیت نامہ لکھ دوں کہ اس پر عمل کرنے کے بعد تم لوگ گمراہی میں نہ پڑو گے۔ پس حاضرین میں نزاع واقع ہوا اور پیغمبر کے حضور میں تکرار اور نزاع کسی طرح مناسب نہ تھا پس کہا اصحاب نے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) ہذیان بول رہے ہیں۔ فرمایا پیغمبر نے چھوڑ دو مجھے جس حالت میں میں ہوں یعنی شور نہ کرو۔ اس کے بعد پیغمبر نے تین وصیتیں کیں۔ اول یہ کہ نکال دینا مشرکین کو جزیرہ عرب سے دوم وفود کو جائزہ دینا جس طرح میں دیا کرتا تھا۔ سوم وصیت کے وقت پیغمبر خاموش ہوگئے یا یہ کہ راوی اس کو بھول گیا۔

بخاری کی اس روایت کے مطابق اس قدر ثابت ہوا کہ پیغمبر ﷺ کو ہذیان کی نسبت دی گئی۔ مگر اس صحابی کا یہاں نام چھپایا گیا ہے مگر۔

نہاں کے ماند آں رازے کز وسازند محفلہا

بہر حال بقول اصحاب نبوی اگر معاذ اللہ پیغمبر اسلام بھی ایک عام آدمی کی طرح بد حواس ہوگئے تھے۔ تو پھر ایسی مخدوش حالت میں جو اور تین وصیتیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کیں ہیں وہ کیوں نہ ہذیان سمجھ لی گئیں۔ اور آج کیوں انگریزوں کو جزیرہ عرب سے نکل دینے کے لیے خم ٹھوک کر اس وصیت کی تعمیل کی جا رہی ہے اگر ہذیان کی حالت تھی۔ تو پھر یہ وصیت اخر جو الیهود من جزیرۃ العرب بھی قابل اعتماد و عمل سینوں کے نزدیک نہ ہونی چاہیے اور آئندہ اس حدیث اور وصیت پر عمل کرنا سینوں کو قطعاً ترک کر دینا چاہیے۔ ورنہ یہ تو وہی مثل ہوگی۔" میٹھا میٹھا ہڑپ اور کڑوا کڑوا تھو۔

بخاری کی اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوسری وصیت پر خاموش ہوگئے۔ یا روای بھول گیا ہے مطلب کی وصیتیں تو یاد رہ گئیں۔ اور جس سے سارے مطلب پر پانی

پھر جاتا تھا وہ بھول گئے۔ ورنہ ان کو آج پوچھتا ہی کون اسی بات کے لیے تو ساری جدوجہد ہو رہی تھی۔ یہ وصیت نافذ نہ ہونے پائے۔ مگر خدا بھلا کرے امام غزالی کا جس نے یہ راز طشت از بام کر دیا۔ ولما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قبل وفاتہ ایتونی بدوات و بیاض لازیل عنکم اشکال الامر واذکر لکم من المستحق بعدی قال عمر دعوا الرجل فانہ لیھجر وقیل یھزو (انتہی بلفظہ سرالعالمین مطبوعہ بمبئی ص ۹ سطر ۱۵) یعنی جب پیغمبر اسلام کا انتقال ہوا تو مرنے سے پہلے آپ نے فرمایا۔ دوات اور کاغذ لاؤ کہ تمارے لیے امارت اور خلافت کی مشکلات کو دور کردوں۔ اور بتادوں تم کو کہ میرے بعد امارت اور خلافت کا کون مستحق ہے۔ مگر حضرت عمر نے اس وقت کہہ دیا کہ چھوڑ دو اس شخص نے پیغمبر ﷺ کو کہ یہ (معاذ اللہ) ہذیان یعنی بکواس کر رہا ہے۔ کتاب الشفاء مطبوعہ صدیقی بریلی ص ۳۰۸ سطر ۱۲ میں قاضی عیاض نے بھی اس کی تائید کی ہے

وذکر ان الذی طلب کتابتہ امر الخلافۃ بعدہ و تعیین الخلافۃ (انتہی بلفظہ)
یعنی یہی ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مقصود اس وقت وصیت لکھنے سے امر خلافت کا فیصلہ اور خاص خلیفہ کو معین و مقرر کرنا اپنے بعد کے لیے تھا۔

دوستو! اب تو امام غزالی اور قاضی عیاض جیسے مسلم سنی اماموں نے اس کو صاف کر دیا کہ حضرت عمر ہی وہ صحابی تھے۔ جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وصیت لکھے جانے کی رکاوٹ کی۔ اور ہذیان کی نسبت ذات معلی کو دیتے ہوئے فیصلہ امر خلافت اور تعین خلیفہ کے متعلق وصیت کے متعلق وصیت پیغمبر اسلام میں حائل ہوگئے مسئلہ خلافت میں مسلمانوں کا اسلامی شیرازہ بکھر گیا ہے اگر اس وقت وصیت سے پیغمبر اسلام کو خلافت کا فیصلہ کر لینے دیتے تو آج بھی وہی ایک ہی ملت اسلامیہ ہوتی اور یہ فرقہ بندی نظر نہ آتی افسوس۔ (مواعظ حسنہ ص ۶۹ - ۷۰)

اقول یہاں مصنف نے اپنے زعم میں سنی مصنفین کی تین عبارتیں پیش کی ہیں جن سے ناظرین کو پیغمبر اسلام کے کلام کو ہذیان کہنے والے کا نام معلوم ہو جائے گا۔ ہم ان تینوں کی نسبت الگ الگ عرض کرتے ہیں۔

(۱) حدیث بخاری جو نقل کی گئی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ اور مطلب پہلے بیان ہو چکا ہے۔ مصنف نے ترجمہ کرنے میں دیانتداری سے کام نہیں لیا۔ ماشانہ اھجر ستفھموہ کا ترجمہ ہی نہیں کیا۔ صرف اھجر کا ترجمہ کیا ہے مگر وہ بھی غلط کیونکہ اھجر بسکون ہائے مہملہ کسی روایت میں نہیں۔ بلکہ اھجر کیا آنحضرت صلی اللہ تعالی ہذیان بول رہے ہیں؟ استفہام انکاری ہے اور یہ مجوزین کتابت کا قول ہے جو انہوں نے متوقفین فی الکتابت سے اپنی رائے کی

تائید میں کہا ان کا مطلب یہ تھا کہ ہذیان چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا آپ کے ارشاد کی تعمیل کرنی چاہیے۔ اس کے بعد استفهموه کا آنا بھی بتا رہا ہے۔ کہ یہ استفہام انکاری ہے ورنہ استفهموه کی جگہ اعرضوا عنه چاہیے تھا۔ کیونکہ جو شخص ہذیان بکے اس سے پوچھنا کیا اس سے تو اعراض کرنا چاہیے پس اس روایت سے پیغمبر اسلام کے کلام کو ہذیان کہنے والے کے نام کی تصریح تو کیا آپ کی طرف ہذیان کی نسبت کا ثبوت تک نہیں ملتا بلکہ اس کے برعکس آپ کے حق میں نسبت ہذیان کا انکار پایا جاتا ہے۔

مصنف نے دعونی فالذی انافیه خیر مماتدعونی الیه کا ترجمہ (چھوڑ دو مجھے جس حالت میں ہوں۔ یعنی شور نہ کرو) بھی غلط کیا ہے۔ اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے چھوڑ دو مجھے کیونکہ میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو۔" اس سے علی رغم انف المصنف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کتابت زیر بحث کے لیے منجانب اللہ مامور نہ تھے کیونکہ پیغمبر کے لیے تبلیغ وحی سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔

مصنف نے ذسکت عن الثالثة اوقال فنسیتها کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے صحیح ترجمہ یوں ہے اور سعید بن جبیر نے اسے بیان کیا مگر میں اسے بھول گیا اس کی دلیل بخاری شریف کی روایت ذیل ہے

حدثنا محمد حدثنا ابن عیینة عن سلیمان بن ابی مسلم الاحول سمع سعید بن جبیر سمع ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما یقول یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم بکی حتی بل دمعه الحصی قلت یا ابن عباس ما یوم الخمیس قال اشتد برسول الله صلی الله علیه واله وسلم وجعه فقال ائتونی بکتف اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعده ابدا فتنا زعوا ولا ینبغی عند بنی تنازع فقالوا ماله اهجر استفموه فقال ذرونی فالذی انا فیه خیر مما تدعونی الیه فامرهم بثلاث قال اخر جو الیهود من جزیرة العرب واجیزوا الوفد بنحو ماکنت اجیزهم والثالثة اماان سکت عنها واما ان قالها فنسیتها قال سفیان هذا من قول سلیمان (صحیح بخاری جزء ثانی باب اخراج الیهود من جزیرة العرب)

اور تیسری وصیت اس رویات کے الفاظ والثالثة الخ کا ترجمہ یہ ہے سے یا تو سعید بن جبیر خاموش ہو گئے یا ابن جبیر نے اسے بیان کیا مگر میں اسے بھول گیا سفیان بن عیینہ نے کہا کہ یہ سلیمان کا قول ہے۔ مصنف نے وصیتوں کی نسبت جو خامہ فرسائی کی ہے وہ لغو اور نتائج غلط برغلط ہے اس ایک ہی حدیث کے ترجمہ سے ناظرین مجتہد لاہوری کی لیاقت کا اندازہ لگا

سکتے ہیں۔

(۲) سرالعالمین کا جو حوالہ مصنف نے نقل کیا ہے وہ اسے مفید نہیں۔ کیونکہ یہ کتاب امام غزالی کی تصنیف نہیں بلکہ کسی رافضی نے لکھ کر امام غزالی کی طرف منسوب کر دی ہے چنانچہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ یوں تحریر فرماتے ہیں۔ کید بست ویکم آنکہ کتابے را نسب کنند بیکے از کبرائے اہلسنّت ودر آن مطاعن صحابہ وبطلان مذہب اہلسنّت درج نمایند ودر اول آں کتاب خطبہ نویسند کہ دروے وصیت باشد بکتمان سرحفظ امانت و آنکہ آنچہ دریں کتاب مذکور شود عقیدہ پنہانی ماست و آنچہ در کتب دیگر نوشتہ ایم محض پردہ داری و زمانہ سازی است مثل کتاب سر العالمین کہ آنرا امام محمد غزالی انسبت کنند و علی ہذا القیاس کتب بسیار تصنیف کردہ اند و بہریک از معتبرین اہلسنّت نسبت نمودہ و کسے کہ با کلام آں بزرگ آشنا باشد و مذاق سخن اورا از مذاق سخن غیراو امتیاز و تفرقہ نماید کمیاب ے باشد ناچار عوام طلبہ دریں مکر غوطہ خورند و خیلے سراسیمہ و حیران شوند (تحفہ اثنا عشریہ ص ۴۰)

ترجمہ: رافضیوں کا اکیسواں فریب یہ ہے کہ کسی ایک کتاب کو بزرگان اہلسنّت میں سے کسی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس میں صحابہ پر طعن اور مذہب اہلسنّت کا باطل ہونا درج کرتے ہیں۔ اور کتاب کے شروع میں ایک دیباچہ لکھتے ہیں۔ جس میں یہ وصیت ہوتی ہے کہ اس راز کو پوشیدہ رکھا جائے اور اس امانت کی حفاظت کی جائے۔ اور یہ کہ جو کچھ اس کتاب میں مذکور ہے وہ ہمارا پوشیدہ عقیدہ ہے اور جو کچھ ہم نے دوسری کتابوں میں لکھا ہے۔ وہ محض پردہ داری اور زمانہ سازی ہے مثلاً کتاب سرالعالمین جس کو وہ امام محمد غزالی سے منسوب کرتے ہیں اور علی ہذالقیاس رافضیوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں اور ہر ایک کو اہل سنت میں سے کسی نہ کسی بڑے آدمی سے منسوب کیا ہے اور ایسا شخص جو اس بزرگ کے کلام سے آشنا ہو اور اس کے مذاق سخن کو غیر کے مذاق سخن سے امتیاز و فرق کرے بہت کم ہوتا ہے۔ ناچار عام طلبہ اس مکر میں غوطہ کھا جاتے ہیں اور بہت حیران و پریشان ہوتے ہیں (انتہیٰ)

صاحب تحفہ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے بالکل درست ہے سترالعالمین امام غزالی کی تصنیفات میں سے نہیں شیخ الاسلام تاج الدین سبکی نے طبقات الشافعیتہ الکبریٰ (جز رابع ص ۱۱۶) میں امام غزالی کی تصنیفات کی مکمل فہرست دی ہے اس میں سرالعالمین درج نہیں بلکہ ایک کتاب بیان فضائح الامامیہ درج ہے

(3) کتاب الشفاء کی عبارت جو نقل کی گئی ہے اس میں پیغمبر اسلام کے کلام کو ہذیان کہنے والے کا نام تو درکنار ہذیان کا کوئی ذکر تک نہیں اور نہ اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہے

کہ جن پر توجیہات باطلہ سے کوئی بہتان اختراع کیا جاسکے۔
مجتہد لاہوری نے عبارت شفاء کے سیاق و سباق پر غور نہیں کیا اس واسطے الذی طلب کتابتہ کا ترجمہ درست نہیں کیا جب آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے سامان کتابت طلب فرمایا تو اس کی تعمیل کے بارے میں اختلاف ہوا علمائے کرام نے اس اختلاف کی مختلف توجیہات کی ہیں۔ جن کو قاضی عیاض نے بالتفصیل ذکر کیا ہے چنانچہ بعض علما کہتے ہیں کہ حضار مجلس میں سے بعضے قرآئن قویہ سے سمجھ گئے تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد بطریق ایجاب نہیں۔ لہٰذا ان کا دوسروں سے اختلاف ہوا جو یہ نہ سمجھے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ ارشاد بطریق مشورہ امتحان تھا۔ کہ دیکھیں حاضرین اس میں اتفاق کرتے ہیں۔ یا اختلاف جب اختلاف ہوا تو حضور اقدس بابی ہو وامی نے ترک کتابت فرمایا۔ اور ایک گروہ قائل ہے کہ حاضرین مجلس میں سے بعض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ آپ ہمیں کچھ لکھ کر دیتے جائیں۔ مگر دوسروں نے آپ پر شفقت کو ملحوظ رکھ کر اسے اچھا نہ سمجھا لہٰذا اختلاف پیدا ہوا اس کے بعد قاضی عیاض نے وہ عبارت نقل کی ہے جسے مجتہد لاہوری نے اپنے مفید طلب سمجھ کر پیش کیا ہے اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ اور ذکر کیا گیا ہے کہ وہ بات جس کی کتابت کے لیے بعض حاضرین نے آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے درخواست کی تھی۔ آپ کے بعد خلافت کا معاملہ اور اس کی تعیین تھی۔ یہ عبارت مصنف کو مفید نہیں کیونکہ اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ مقرر کرنے لگے تھے بلکہ اس کے برعکس ہمارے پاس دلائل قویہ موجود ہیں کہ یہ وہی خلافت صدیق اکبر کی سند تھی جس کی تحریر کا آپ نے اس سے پہلے بھی ارادہ کیا تھا۔ جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔ مصنفہ کا یہ کہنا آج بھی وہی ایک ہی ملت اسلامیہ ہوتی غلط ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پیشتر حالت صحت میں فرما چکے تھے کہ میری امت کے تہتر فرقے ہونگے۔ جو سوائے ایک کے سب دوزخ میں جائیں گے اور وہ فرقہ اہلسنت و جماعت ہے چنانچہ کتاب الخصال (مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ھ مجلد ثانی ص ۱۴۱) میں ہے۔

حدثنا ابو احمد محمد بن جعفر البیدار الشافعی بفرغانہ قال حدثنا مجاھد بن اعین بن دائود قال حدثنا محمد بن الفضل قال حدثنا ابن لھیعہ عن سعید بن ابی ھلال عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ان بنی اسرائیل تفرقت علی احدی وسبعین فرقۃ یھلک سبعون فرقۃ و تتخلص فرقۃ وان امتی ستفرق اثنتین وسبعین

فرقۃ یھلک احدی وسبعون وتتخلص فرقۃ قالوا یا رسول اللہ من تلک الفرقۃ قال الجماعۃ الجماعۃ الجماعۃ

ترجمہ (بحذف اسناد) انس بن مالک کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ بنو اسرائیل کے ۷۱ فرقے ہو گئے جن میں سے ستر دوزخی اور ایک بہشتی ہو گا اور میری امت کے بہتر فرقے ہوں گے جن میں سے اکہتر دوزخی اور ایک بہشتی ہوگا۔ حاضرین نے عرض کی یا رسول اللہ وہ فرقہ کون ہے آپ نے فرمایا جماعت جماعت جماعت (گروہ کثیر) انتہی

حدثنا احمد بن محمد بن الهیثم العجلی قال حدثنا ابو العباس احمد بن یحیی بن ذکریا القطان قال حدثنا بکر بن عبداللہ بن حبیب قال حدثنا تمیم بن بهلول قال حدثنا ابو معاویۃ عن سلیمان بن عن جعفر بن محمد عن ابیه جده عن ابیه الحسین بن علی ابن ابی طالب قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه واله وسلم یقول ان امۃ موسی افترقت بعده علی احدی وسبعین فرقۃ فرقۃ منها نا جیۃ وسبعون فی النار وافترقت امۃ عیسی علیه السلام بعده علی اثنتین و سبعین فرقۃ فرقۃ منها نا جیۃ واحدی وسبعون فی النار وان امتی ستفترق بعدی علی ثلث وسبعین فرقۃ فرقۃ ناجیۃ واثنتان وسبعون فی النار۔

ترجمہ: (بحذف اسناد) حضرت حسین بن علی بن ابی طالب کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ فرما رہے تھے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کی امت کے اکہتر فرقے ہو گئے جن میں سے ایک ناجی اور ستر دوزخی ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ کے بعد ان کی امت کے بہتر فرقے ہوگئے جن میں سے ایک ناجی اور اکہتر دوزخی ہیں۔ اور میرے بعد میری امت کے تہتر فرقے ہونگے جن میں سے ایک ناجی اور بہتر دوزخی ہونگے۔ انتہی۔

قال الحائری بخاری مطبوعہ بمبئی جلد پنجم ص ۴۰ سطر ۵ میں مرقوم ہے۔

عن ابن عباس قال لما حضرت رسول اللہ تعالی صلی اللہ علیه وسلم وفی البیت رجال فقال النبی هلموا کتب لکم کتابا لا تضلوا بعده فقال بعضهم وان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قد غلبه الوجع و عند کم القران حسبنا کتاب اللہ فاختلف اهل البیت واختصموا منهم من یقول قربوا یکتب لکم کتاب لا تضلوا بعده ومنهم من یقول غیر ذلک فلما اکثروا اللغو والاختلاف قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال قوموا عنی قال عبید اللہ فکان ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل

المرزئة ما حال بين رسول الله و بين ان يكتب لهم ذلك الكتاب لا ختلافهم ولغطهم (انتھی بلفظہ)

بخاری کی اس روایات کے مطابق حضرت عمر نے یہ دعوی کیا ہے کہ تمہارے پاس قرآن موجود ہے۔ بس کتاب خدا ہمارے واسطے کافی ہے وصیت پیغمبر کی ضرورت نہیں اس میں شک نہیں کہ قرآن کافی ہے اور ضرور کافی ہے مگر کس کے لیے جس کے پاس کتاب کا علم موجود ہے ومن عنده علم الكتاب جس کے حق میں آیت اتری ہے عام لوگوں کے لیے جو تفقہ فی الدین رکھتے ہی نہیں ان کے لیے قرآن کیونکر کافی ہوسکتا ہے۔ قرآن کے کافی ہونے کے مدعی خود حضرت عمرؓ کے لیے تو قرآن تنہا کافی نہیں ہوا پھر دوسروں کے لیے وہ کیا کافی ہوتا۔ ورنہ بار بار کیوں مسائل دین میں وہ علی کی طرف محتاج ہوتے اور علی ہر مرتبہ ان کو ہلاکت سے بچاتے جیسا کہ محدثین اہلسنّت نے لکھا ہے قال عمر بن الخطاب فی عدة مواطن لولا علی لهلک عمر ینابیع المودة شیخ سلیمان قندوزی حنفی مطبوعہ قسطنطنیہ ۷۰ سطر ۱۲۲ انتھی بلفظہ یعنی عمر بن خطاب نے متعدد موقعوں پر اقرار کیا ہے کہ اگر علی قرآن ناطق نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوگیا تھا۔

دوستو! اس سے اب صاف ثابت ہوا کہ قرآن کے کافی ہونے کا دعوی حضرت عمرؓ کا یقیناً غلط ہے ورنہ وہ خود احکام دین میں صامت قرآن کافی کو چھوڑ کر کیوں علی قرآن ناطق کی طرف متعدد موقعوں پر محتاج ہوئے ان کو قرآن کے ہوتے جب وصیت رسول کی ضرورت نہ تھی تو پھر رسول اللہ کے شاگرد رشید جناب علی کی طرف رجوع کرنے اور خود کو ہلاکت سے بچانے کی کیوں ضرورت محسوس ہوئی۔ اس لیے کہ ہاتھی کے دانت کھانے اور دکھانے کے اور

قرآن مجید ان بیشمار علوم پر شامل ہونے کے باوجود اگر تنہا بغیر محمد و آل محمد کے عام لوگوں کے لیے کافی ہو سکتا۔ تو پھر وہ تنہا ایک مکمل کتاب کی صورت میں پہلے ہی کیوں نہ نازل کیا گیا۔ اسی لیے کہ خدا فرماتا ہے وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین للناس ما نزل الیهم کہ اے محمد ﷺ پر نازل نہیں کیا گیا۔ یہ قرآن مگر اس لیے کہ تم بیان کرو ان لوگوں پر جو کچھ کہ ان کی طرف نازل کیا گیا ہے دوسری آیت میں ہے لتبین للناس مالذی اختلفو فیه کہ جس میں یہ لوگ اختلاف کریں اس کو تم کھول کر بیان کر دو۔ اسی لیے فرمایا ہے قد جاء کم من الله نور و کتاب مبین کہ خدا کی طرف سے دو چیزیں تمہارے لیے بھیجی گئی ہیں۔ ایک نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کتاب یعنی قرآن مگر افسوس کہ حضرت عمر نے نہ تو اس حکم خدا کی پرواہ کی اور نہ امت مرحومہ کی آیندہ بہتری کا کچھ اندیشہ کیا۔

عزیزو! پھر کچھ تم نے غور کیا کہ اس کے اپنے لیے قرآن ناکافی ہونے کے علاوہ کیا امت کے

لیے کافی ثابت ہوا اگر کافی ہوتا تو آج اس منحوس اختلاف کی صورت میں اسلام کی متحدہ قوت کیوں منتشر دکھائی دیتی ہے۔ ایک ملت اسلامیہ آج کیوں ٹکڑے ٹکڑے ہزاروں کی تعداد میں نظر آتی۔ اسی لیے کہ حضرت عمر نے اس وقت رسول کی وصیت لکھے جانے میں رکاوٹ پیدا کی اور یہ روز آج مسلمانوں کو دیکھنا پڑا جس کے لیے حضرت ابن عباس روتے رہے۔ اور اس قدر روئے کہ اس کے آنسوؤں نے سنگریزوں کو تر کر دیا۔ (موعظہ حسنہ ص ۷۱ - ۷۲)

اقول مجتہد لاہوری نے اس حدیث کا اردو ترجمہ نہیں کیا۔ اگر کرتے تو خدا جانے حدیث اول کے ترجمہ کی طرح اس میں کتنی جگہ ٹھوکریں کھاتے ہاں عند کم القوان حسبنا کتاب اللہ کا ترجمہ دیا ہے مگر اس میں الفاظ (وصیت پیغمبر کی ضرورت نہیں) اپنی طرف سے بڑھا دیے ہیں متن حدیث میں حضر کی جگہ حضرت لکھ دیا ہے شاید مجتہد صاحب کی سمجھ میں حضر کے معنی نہ آئے اس لیے یہ تصرف کر دیا ناظرین کی سہولت کے لیے ہم اس کا اردو ترجمہ لکھ دیتے ہیں۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات شریف کا وقت آیا اور دو تحانہ میں لوگ جمع تھے تو نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا آؤ میں تمہیں ایک ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔ اس پر ان میں سے بعض نے کہا کہ رسول اللہ پر درد غالب ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے۔ اللہ کی کتاب ہمارے لیے کافی ہے پھر گھر والوں نے اختلاف کیا اور آپس میں جھگڑنے لگے۔ بعض کہتے تھے کہ سامان کتابت) نزدیک رکھدو تاکہ آپ تمہارے واسطے ایسی تحریر لکھدیں۔ کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔ اور بعض اس کے سوا کہتے تھے۔ جب انہوں نے شور و اختلاف زیادہ کیا تو رسول اللہ نے فرمایا اٹھ جاؤ عبیداللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس کہہ رہے تھے۔ کہ مصیبت بڑی مصیبت وہ چیز ہے جو ان کے اختلاف اور شور کے سبب حائل ہو گئی۔ درمیان رسول اللہ کے اور درمیان اس کے کہ آپ ان کے لیے وہ تحریر لکھدیں۔ اس حدیث میں پیغمبر اسلام کے کلام کو ہذیان کہنے والے کا نام مذکور نہیں۔ بلکہ ہذیان کا ذکر تک نہیں لہذا یہ حدیث بھی مدعائے مصنف کے ثبوت میں کار آمد نہیں بلکہ قول بعض عمر فاروق حسبنا کتاب اللہ موجود ہے جس پر مجتہد صاحب نے حسب عادت خامہ فرسائی کی ہے ہم اس سے پیشتر اس قول کے مطلب و معانی پر کافی روشنی ڈال چکے ہیں جس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔ حسبنا کتاب اللہ کے قائل کی دقت نظر اور اصابت رائے پر آفرین و صد آفرین کہ حضرت امیر کو بھی جو حاضر واقعہ تھے بجز تسلیم و سکوت چارہ نہ ہوا اور ہوتا کیسے جب کہ اس قائل کی رائے کی تصویب خود آنحضرت ﷺ نے جو سید المعصومین ہیں اس موقع پر اپنے عمل یعنی ترک کتابت سے فرمادی مجتہد صاحب حسبنا کتاب اللہ کا مطلب سمجھے نہیں۔

اور یوں ہی منہ آتے ہیں لہذا منہ کی کھاتے ہیں۔ رہا قرآن کے کافی یا ناکافی ہونے کی بحث سو

جس قرآن پر ہمارا ایمان ہے وہ واقعی ہمارے واسطے کافی ہے اسی کا بیان حدیث رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے جس کی نسبت قرآن ہی کا حکم ہے۔ وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا اسی قرآن کی نسبت حضرت امیر علیہ السلام یوں فرماتے ہیں۔ واعلموا انہ لیس علی احد بعد القران من فاقة (نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت جز اول ص ۱۸۴)

ترجمہ : اور جان لو کہ کسی کے لیے قرآن کے بعد کوئی حاجت نہیں انتھی وہ قرآن جس کو مصنف فقط اپنے خیالی ائمہ معصومین کے لیے کافی بتا رہا ہے وہی ہے جو حسب عقیدہ شیعہ تیسری صدی ہجری سے غار سر من رای میں امام غائب علیہ السلام کے پاس ہے۔

مجتہد لاہوری نے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت دریدہ دہنی کی ہے اسے چاہیے کہ وہ مسائل بروایت ثقات بیان کرے جن میں حضرت فاروق اعظم نے خلاف قرآن و حدیث کیا ہو محض ہرزہ سرائی سننے کے لیے ہم تیار نہیں۔ کسی موقع پر حضرت عمر کا یہ کہنا (لو لا علی لھلک عمر) اس بات کو ظاہر نہیں کرتا کہ ان کو مسائل شرعیہ سے واقفیت نہ تھی۔ اس قول کا ایک موقع یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر نے ایک زانیہ عورت کے حق میں سنگسار کیے جانے کا حکم دیدیا تھا۔ مگر آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ عورت حاملہ ہے حضرت علی کو اس عورت کا حاملہ ہونا معلوم تھا۔ لہٰذا جب انہوں نے حضرت فاروق اعظم کو اس کے حمل سے آگاہ کیا تو اس وقت بطور ادائے شکریہ یہ فقرہ حضرت فاروق اعظم کی زبان سے نکلا جس سے آپ کا مطلب یہ تھا۔ اگر حد کے وقوع اور اس عورت اور اس کے بچہ کے ہلاک ہونے کے بعد مجھے معلوم ہوتا کہ وہ عورت حاملہ تھی تو نادانستہ اس بچہ کی ہلاکت پر مجھے اتنا افسوس ہوتا کہ بمنزلہ میری ہلاکت کے ہوتا۔ اگر یہ قصہ درست ہے تو اس سے حضرت عمر پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا کیونکہ جج کا کام شہادت پر حکم لگا دینا ہے۔ اس پر یہ واجب نہیں کہ دریافت کرے کہ تو حاملہ ہے یا نہیں۔ ہاں عورت کو چاہیے کہ اپنا حال ظاہر کرے جو حکم بصورت عدم اطلاع بر حقیقت حال قاضی سے صادر ہوں اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ قاضی کو وہ مسئلہ معلوم نہ تھا۔ اس طرح کی بے اطلاعی سے قاضی تو در کنار کسی پیغمبر پر بھی حرف نہیں آسکتا۔ دیکھیے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ والصلوۃ والسلام نے حقیقت سے بے اطلاعی میں اپنے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی پکڑلی تھی۔ حالانکہ حضرت موسیٰ مسئلہ تعظیم برادر کلاں سے ناواقف نہ تھے۔ اس طرح کی اور مثالیں بھی ملتی ہیں۔ جن میں سے ایک وہ ہے جو ترمذی شریف میں بروایت وائل کندی منقول ہے کہ آنحضرت کے زمانے میں ایک عورت اپنے گھر سے جماعت نماز میں شامل ہونے کے لیے نکلی کوچہ میں ایک شخص نے اس سے زنا بالجبر کیا۔ اس عورت نے شور و فریاد کی زانی بھاگ گیا ایک شخص گزر رہا تھا عورت نے کہا کہ اسی نے مجھ سے زنا بالجبر

کیا ہے لہٰذا اس شخص کو پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لائے آپ نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا جب اسے سنگسار کرنے لگے تو زانی نے اٹھ کر اقرار کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے یہ کام کیا ہے اس پر آپ نے زانی کے لیے سنگسار کیے جانے کا حکم دیا۔ اس روایت کو نقل کرکے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ یوں تحریر فرماتے ہیں پس وقتیکہ مثل ایں امر کمل عصمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلل نہ کردہ باشد افضیلت فاروق راچہ خلل رساند بلکہ غلط از حضرت مرتضٰی واقع شد وآں غلط در نفس مسئلہ فقہ بود در قصہ احراق مرتد و عبداللہ بن عباس براں متنبہ ساخت

عن عکرمة ان علیا حرق قوما ارتد واعن الاسلام فبلغ ذلک ابن عباس فقال لوکنت انا لقتلتم لقول رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من یدل دینه فاقتلوہ ولم اکن لا حرقم لان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال لا تعذبوا بعذاب النار فبلغ ذلک علیا فقال صدق ابن عباس اخرجه الترمذی۔ (قرۃ العینین مطبوعہ مطبع مجتبائی دھلی ص ۱۸۶)

ترجمہ: جب ایسا امر آنحضرت صلی اللہ کے کمال عصمت میں خلل انداز نہ ہوا تو فضیلت فاروق میں کیا نقصان پہنچائے گا۔ بلکہ غلطی تو حضرت مرتضٰی سے وقوع میں آئی اور وہ غلطی بھی قصہ احراق مرتد میں نفس مسئلہ فقہ میں تھی اور حضرت عبداللہ بن عباس نے اس پر آگاہ کیا چنانچہ حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت علی نے ایک جماعت کو جلا دیا۔ جو اسلام سے پھر گئے تھے۔ یہ خبر ابن عباس کو پہنچی تو کہا اگر میں ہوتا تو ان کو قتل کرتا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ جو اپنا دین بدل دیتا ہے اسے قتل کرو۔ اور میں ان کو آگ سے نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آگ کا عذاب نہ دو جب یہ خبر حضرت علی کو پہنچی تو فرمایا کہ ابن عباس نے سچ کہا ہے اس حدیث کو ترمذی نے نقل کیا ہے۔ (انتھی)

شیعہ نے جو دو لفظ قرآن ناطق اور قرآن صامت گھڑ لیے ہیں اس سے ان کا مقصود قرآن موجود کو نا مکمل و ناکافی ثابت کرنا ہے۔ حالانکہ حضرت امیر علیہ السلام اسے ناطق فرما رہے ہیں۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے و کتاب اللہ بین اظہر کم ناطق لا یعیی لسانه (نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت جزء اول ص ۱۳۵)

ترجمہ: اور اللہ کی کتاب تمہارے درمیان ناطق ہے۔ اس کی زبان نہیں تھکتی انتھی اور حضرت امیرؓ ہی نے اہل بیت کو ثقل اصغر بتایا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ائمہ ثقل اکبر کے محتاج اور اس کی تحت میں ہیں۔ اور خود قرآن نازل کرنے والا قرآن کی نسبت یوں فرما رہا ہے۔

(1) ھذا بیان للناس وھدی و موعظة للمتقین (ال عمران ع ۱۴) یعنی یہ روشن دلیل ہے سب لوگوں کے لیے اور ہدایت و نصیحت ہے پرہیزگاروں کے لیے اس کا فارسی ترجمہ مسلمہ شیعہ یہ ہے ھذا

آنچہ گزشت ازواقعائے امم گزشتہ بیان للناس دلیلے روشن است برائے مردماں یعنی مکذباں زمان رسالت پناہ یا قرآن دلالت روشن و ہوید است برائے ہمہ مردماں وھدی و زیاتی بصیرت و بیان طریق رشد بجنت و موعظۃ للمتقین و پندے تمام برائے پرہیز گاراں اگرچہ قرآن مرمتقیاں رانیز لطیف است اما چونکہ متقیاں برآں پند میگرند نہ غیر ایشاں ازیں جہت ایشاں رابذکر تخصیص نمود ترجمہ گزشتہ امتوں کے واقعات ایک روشن دلیل ہیں لوگوں کے لیے یعنی جناب رسالت ماب ﷺ کے زمانہ کے مکذبین کے لیے یا یہ قرآن روشن و ظاہر دلالت ہے تمام لوگوں کے لیے اور بصیرت کی زیادتی اور جنت کی طرف رہنمائی کے طریق کا بیان اور مکمل نصیحت ہے پرہیز گاروں کے لیے اگرچہ قرآن غیر پرہیز گاروں کے لیے بھی لطیف ہے لیکن چونکہ پرہیز گار اس سے نصیحت پکڑتے ہیں۔ نہ کہ غیر پرہیز گار اس وجہ سے پرہیز گاروں کو ذکر سے مخصوص کیا (انتھی)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن تمام لوگوں کے لیے روشن و ظاہر دلالت ہے۔ نہ کہ فقط شیعہ کے خیالی ائمہ معصومین کے لیے

ما کان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیه وتفصیل کل شئی و هدی و رحمة لقوم یومنون (سورہ یوسف رکوع اخیر)

یہ کوئی بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ جو اس سے پہلے ہے اس کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور جو لوگ ایمان لائے ان کے لیے ہدایت و رحمت ہے (ترجمہ شیعہ)

هذا ابلغ للناس (ابراہیم: ع ۷) بغرض نصیحت یہ لوگوں کے لیے کافی اطلاع ہے (ترجمہ شیعہ)

اس کا فارسی ترجمہ یوں ہے ایں قرآن یا آنچہ دریں سورہ است از مواعظہ کفایت است مرمردماں را (خلاصۃ المنہج) یہ قرآن یا جو نصیحتیں اس صورت میں ہیں کافی ہیں لوگوں کے لیے (انتھی)

(4) **ونزلنا علیک الکتب تبیانا لکل شئی** (نحل ع ۱۲) ترجمہ: اور ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے کہ ہر چیز کا بلیغ بیان ہے (ترجمہ شیعہ) فارسی یوں ہے و فرو فرستادیم برتو قرآن را در حالتیکہ بیان روشن است براے ہر چیز از امور دین بتفصیلی واجمالی کہ بیان آں بستہ مطہرہ باشد خلاصۃ المنہج۔

یعنی ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا درآنحالیکہ وہ امور دین میں سے ہر چیز کے لیے بیان روشن ہے مفصل طور پر اور مجمل طور پر کہ جس کا بیان پیغمبر علیہ السلام کی حدیث ہے انتھی۔

(۵) **ولقد ضربنا للناس فی هذا القران من کل مثل لعلهم یتذکرون** (زمر: ع ۳)

ترجمہ: اور ہم نے آدمیوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثل بیان کی تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں (ترجمہ شیعہ)

(6) انا جعلنه قرء نا عربیا لعلکم تعقلون (زخرف ع ۱) ترجمہ: بیشک ہم نے اس کو عربی قرآن مقرر کیا تاکہ تم سمجھو۔ (ترجمہ شیعہ)

(7) هذا ابصائر للناس (جاثیہ: ع۲) ترجمہ: کل آدمیوں کے لیے یہ کھلی دلیلیں ہیں۔ (ترجمہ شیعہ)

(8) ولقد یسرنا القران للذکر فهل من مدکر (قمر: ع ۱) ترجمہ: اور یقیناً ہم نے نصیحت حاصل کرنے کے لیے اس قرآن کو آسان کر دیا تو آیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔؟ (ترجمہ شیعہ)

(9) وتلک الامثال نضربها للناس لعلهم یتفکرون (حشر: ع ۳) ترجمہ: اور یہ مثالیں ہیں ہم کل آدمیوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔ (ترجمہ شیعہ)

خلاصہ مطلب یہ کہ ہمارے پاس جو قرآن ہے اس کے اوصاف یہ ہیں۔

(1) وہ تمام لوگوں کے لیے روشن دلیل ہے

(2) وہ ہر چیز کی تفصیل ہے۔

(3) وہ لوگوں کے لیے کافی ہے۔

(4) اس میں ہر چیز کا بلیغ بیان ہے۔

(5) اس میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے ہر طرح کی مثل بیان فرمادی ہے۔

(6) وہ عربی زبان میں مخاطبین کے سمجھنے کے لیے نازل کیا گیا۔

(7) وہ کل آدمیوں کے لیے کھلی دلیلیں ہیں۔

(8) خدا نے اسے اپنے بندوں کے لیے نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا۔

(9) مثالیں جو اس میں مذکور ہیں وہ سارے آدمیوں کے لیے بیان ہوئی ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔ اس میں شک نہیں کہ ایسا قرآن ہمارے واسطے کافی ہے یہ خیال کہ اہلبیت کے پاس کچھ اور علم ہے جس کے بغیر یہ قرآن ہمارے واسطے کافی نہیں محض ایک دیوانہ کی بڑ ہے حسب عقیدہ شیعہ اہل بیت کے نزدیک تو یہ قرآن محرف و ناقابل اعتبار ہے۔ اول سے آخر تک اس کی ایک آیت بھی ایسی نہیں۔ کہ جس میں تحریف کا احتمال نہ ہو۔ پھر بھلا یہ قرآن اہل بیت کے لیے بھی کیونکر کافی ہو سکتا ہے اہل بیت کا تو قرآن ہی اور ہے اور غار سر من رای میں بتایا جاتا ہے۔ لاہوری مجتہد اگر اس قرآن کو صامت بتائے۔ تو اسے اختیار ہے مگر ہم یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں کہ شیعہ کے ائمہ معصوم قرآن ناطق تھے۔ کیونکہ جب تک وہ زندہ رہے۔ تقیہ کا لباس اوڑھے کنج خلوت میں چھپے رہے۔ نطق بالقرآن ان میں پایا نہیں گیا۔

بارہویں امام جو زندہ بتائے جاتے ہیں وہ بھی غار سرمن رای میں خاموش و پوشیدہ ہیں۔ نتیجہ یہ کہ شیعہ کا قرآن صامت غائب اور ان کا امام زمان بھی صامت و غائب احادیث شیعہ جو ائمہ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ان میں اختلاف کا وہ طوفان ہے کہ ایک حدیث بھی ایسی نہیں جس کی ضد دوسری حدیث موجود نہ ہو۔ اب فیصلہ کی کیا صورت؟

مجتہد لاہوری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے قرآن کو پارہ پارہ اس واسطے نازل کیا ہے کہ ساتھ ساتھ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام اسے بیان فرماتے جائیں اگر قرآن تنہا (بغیر محمد آل محمد کے) لوگوں کے لیے کافی ہوتا تو وہ ایک ہی بار مکمل کتاب کی صورت میں نازل ہوتا۔ جواب میں گزارش ہے کہ اس سے ائمہ یا آل محمد کے بیان کی ضرورت ثابت نہ ہوئی۔ رہا بیان اجمال قرآن یعنی حدیث نبوی سو اس سے ہمیں انکار نہیں مگر بیان پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کو قرآن کے پارہ پارہ نازل ہونے کی علت قرار دینا صریح قرآن کے خلاف ہے چنانچہ اللہ تعالی یوں فرماتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا○ (فرقان: ع ۳) ترجمہ فارسی

و گفتند آنانکہ نگروید نداز یہود ونصاری دیا مشرکان چرافرو فرستادہ نمیشود بر محمد قرآن یگانہ جملہ یعنی یکبار چنانچہ توریتہ و انجیل و زبور و ایں اعتراض ازروئے مکابرہ و عناداست و نفور ایشاں ازحق چہ قرآن متصف بصفت اعجاز است و آن مختلف نمیشود بانکہ پراگندہ یا بیکبار نازل شود و تفریق متضمن فوائد الیست کہ در جملہ نیست چنانچہ میفر مائد ہمچنیں فرو فرستادیم پراگندہ تاثابت گردانیم وقوت وہیم بتفریق آں دراوقات متعددہ دل ترا یعنی تا بتفریق وحی دل ترابان تمسکین دہیم وبر تو خواندیم آنرا بعضے ازپے بعضے بروجہ تبیین و تفریق خواندنی بمہلت وتانی در مدت متباعدہ کہ بیست سال یا بیست وسہ سال بودہ حاصل کہ حق تعالی در جواب اعتراض کفار میفر مائید کہ تفریق قرآن بجہت آنست کہ متضمن فوائد ست یکے سہولت حفظ چہ موسی و عیسی و داؤد کہ کتاب ایشاں بیکبار فرود آمد خوانندہ نویسندہ بودند وایں پیغمبر بامت امی است پس اگر اویکبار نازل شدے حفظ آں مشکل بودے و دیگر نزول آں بحسب مواقع موجب مزید بصیرت است و سبب زیادتی خوض در معنی آں و دیگر آنکہ تاہر نجمے کہ فرودے آید تحری مینماید د اعجاز قرآن وعجز ایشاں روز بروز ظاہر میگردد دیگر نزول جبرئیل آنا فانا موجب تسلی خاطر آنحضرت است و دیگر در قرآن ناسخ و منسوخ ہست و ہر آیتہ ناسخ متاخراز منسوخ مے باید و اجتماع ایشاں در زمان واحد نشاید ودیگر آنکہ قرآن مشتمل است براجوبہ واسولہ وجواب درعقب سوال آید (خلاصۃ المنہج)

ترجمہ: یہود و نصاری یا مشرکین میں سے جو لوگ ایمان نہ لائے وہ کہنے لگے کہ تورات وانجیل و

زبور کی طرح قرآن سارا ایک ہی بار محمد پر نازل کیوں نہیں کیا گیا ان کا یہ اعتراض حق سے نفرت اور مکابرہ و عناد کے سبب سے تھا کیونکہ قرآن اعجاز کی صفت سے متصف ہے اور وہ قرآن کے پراگندہ یا ایک بار نازل ہونے سے مختلف نہیں ہوتا۔ اس کے پراگندہ نازل ہونے میں فائدے ہیں۔ جو ایک ہی بار ہونے میں نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اسی طرح اسے پراگندہ نازل کیا ہے تاکہ اوقات متعددہ میں اس کے پراگندہ نازل ہونے سے ہم تیرے دل کو ثابت و قوی کردیں۔ یعنی تاکہ تفریق وحی سے ہم تیرے دل کو اس کے فہم و حفظ پر قادر کردیں اور ہم نے اسے تجھ پر بطریق ترتیل ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے۔ بڑی مدت میں چوبیس یا تیئس سال ہے۔ حاصل یہ کہ حقتعالیٰ کفار کے اعتراض کے جواب میں فرماتا ہے۔ کہ قرآن کا پراگندہ نازل کرنا اس واسطے ہے کہ اس میں بہت سے فائدے ہیں۔ اول حفظ کرنے میں آسانی کیونکہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ و داؤد کہ جن کی کتاب ان پر ایک ہی بار نازل ہوئی لکھے پڑھے تھے۔ اور یہ پیغمبر مع امت کے ان پڑھ ہے پس اگر سارا ایک ہی بار نازل ہوتا تو اسے حفظ کرنا مشکل ہوتا۔ دوسرے یہ کہ موقع موقع پر اس کا نازل ہونا مزید بصیرت کا موجب اور اس کے معنی میں زیادہ خوض کرنے کا سبب ہے تیسرے تاکہ جو حصہ نازل ہو اس کے ساتھ تحری کی جائے اور اس طرح قرآن کا اعجاز اور کفار کا عاجز ہونا روز بروز ظاہر ہوتا رہے۔ چوتھے یہ کہ جبرئیل کا آنا فانا نازل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کی تسلی کا موجب ہے پانچویں یہ کہ قرآن میں ناسخ و منسوخ ہے۔ ناسخ منسوخ سے پیچھے آنا چاہیے دونو ایک وقت میں جمع نہیں ہو سکتے ۔ چھٹے یہ کہ قرآن میں جوابات وسوالات ہیں۔ اور جواب سوال کے پیچھے آیا کرتا ہے۔ (انتہی)

مجتہد لاہوری نے اخیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گریہ کی طرف توجہ دلائی ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے وقت حضرت ابن عباس کی عمر تیرہ سال کی تھی۔ (دیکھو تہذیب التہذیب) ان کے خیال میں اگر وہ تحریر وقوع میں آجاتی تو بہت فائدہ ہوتا۔ مگر یہ ان کی اپنی رائے ہے۔ فاروق اعظم کی رائے کی فوقیت و اصابت میں کلام نہیں جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں۔

قال الحائری صحیح مسلم مطبوعہ نو لکشور جلد دوم 43 سطر 4 میں ابن عباس سے مروی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ائتونى بالكتف والدواة واللوح إكتب لكم كتابالن تضلو ابعده ابدا فقالوا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يهجر بلفظه

اور اس کے ساتھ ہی سطر 5 میں ہے

عن ابن عباس قال لما حضر رسول الله صلى الله عليه وسلم فى البيت رجال فيهم عمر بن الخطاب قال النبى صلى الله عليه وسلم هلم اكتب لكم كتابا لاتضلون

بعده ابدا فقال عمر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قدغلب علیه الوجع وعند کم القران حسبنا کتاب الله فاختلف اهل البیت فاختصمو امنسم من یقول قربوا یکتب لکم رسول الله صلی الله علیه وسلم کتابالن تضلوا بعده ومنسم مایقول عمر فلما اکثر واللغو والاختلاف عند رسول صلی الله علیه وسلم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قوموا قال عبیدالله فکان ابن عباس یقول ان الرزیة کل الرزیة ماحال بین رسول الله صلی الله علیه وسلم و بین ان یکتب لهم ذلک الکتاب من اختلافهم والغطهم (انتہی بلفظہ)

ترجمہ: روایت بخاری کے ذیل میں مرقوم ہے کیونکہ دونوں کا مضمون تقریباواحد ہے

دوستو! اس روایت صحیح مسلم میں بھی حضرت عمر کا نام نامی موجود ہے اور یہجر کا لفظ مرقوم ہے اب انکار کی گنجائش تو رہی نہیں۔ البتہ ٹھیکداران خلافت اب تاویلین کر کے بیچارے سادہ لوح مسلمانوں پر حق کو مشتبہ کرنے کی کوشش کریں گے مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ لغت عرب میں لفظ هجر معنی ہذیان (بکواس) میں مستعمل ہے اور لفظ اهجر فحش (گالی دینے) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اسی لیے سینوں کے امام الائمہ قاضی عیاض نے کتاب شفاء مطبوعہ صدیقی بریلی کے ص ۳۰۶ سطر ۳۰ میں مجبور ہو کر یہ لکھ دیا ہے۔

روایة من روی فی الحدیث هجراذ معناه هذی یقال هجر هجر اذا هذی واهجر هجرا اذا فحش واهجر تعدیة هجرا (انتہی بلفظہ)

یعنی جس روایت میں کہ هجر کا لفظ پیغمبر کے حق میں عمر کا کہنا آیا ہے۔ اس کے تو معنی ہذیان (بکواس) کرنے کے جیسا کہ لغت عرب میں بکواس کے وقت هجر هجر مستعمل ہے اور اهجر اهجرا گالی فحش دینے کو کہتے ہیں۔ قرآن کی یہی اصطلاح ہے۔ دیکھو آیت مستکبرین به سمرا تهجرون (پ ۱۸: ع ۴) یعنی بیہودہ بکواس کرتے الٹے پاؤں بھاگتے تھے (ترجمہ نذیر احمد سنی) تہجرون کے معنی بیہودہ بکواس کیئے گئے ہیں۔ اسی طرح دوسری جگہ ہے وقال یارب ان قومی اتخذ واهذ القران مهجور (پ ۱۹: ع ۱) اور اس وقت پیغمبر عرض کریں گے کہ اے میرے پروردگار میری امت نے اس قرآن کو بکواس سمجھا (ترجمہ نذیر احمد سنی) تہجرون اور مہجورا اسی هجر کے باب سے مستقبل اور مفعول کے صیغے ہیں۔ اصطلاح قرآن میں بھی جس کے معنی بکواس (ہذیان) کے ہیں۔ بے جا حمایت میں لفظوں کو تاویل کر کے امر حق کو عوام پر مشتبہ کر دینے سے باطل کبھی حق نہیں ہو سکتا بخاری اور مسلم کی مذکورہ روایتوں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عمر اور دیگر جس قدر اصحاب اس وقت بیت الرسول میں موجود تھے

حضرت عمر کے لفظ ہذیان اور حسبنا کتا اللہ کہنے سے دو گروہ ہو گئے تھے اور ان میں سخت اختلاف ونزاع اور درشت کلامی بلکہ لغو گوئی تک بھی نوبت پہنچ چکی تھی۔ فلما اکثر واللغو والاختلاف عند رسول اللہ روایت مذکورہ کی عبارت جس پر گواہی دے رہی ہے یہ ان کا فعل بھی یقیناً حکم خدا اور نص قرآن کے خلاف تھا

لقوله تعالیٰ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهر واله بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمال کم وانتم لا تشعرون۔ (پ ۲۶: ع ۱۳)

کہ اے مسلمانوں اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے اونچا نہ ہونے دو۔ اور نہ اس کے ساتھ بہت زور سے بات کرو جیسے تم ایک سے ایک آپس میں زور زور سے بولا کرتے ہو۔ (کہیں ایسا نہ ہو) کہ تمہارا کیا کرایا سب اکارت ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ (ترجمہ نذیر احمد)

کیوں دوستو! اب بھی تم ان صحابیوں کے عصیان کے قائل نہ ہوگے۔ کہ بخاری و مسلم جیسی اصح الکتب بھی مذکورہ حدیث قرطاس میں بیت الرسول کے اندر پیغمبر علیہ السلام کے سامنے حضرت عمر اور دیگر صحابیوں کے لڑنے جھگڑنے کو تسلیم کرتے ہوئے فحش کلامی اور لغو گوئی تک کو بھی مان لیا ہے کیونکہ لفظ لغو کے معنی لغت میں بیہودہ گوئی کے ہیں۔ اور لغت کے معنی ہیں۔ اصوات مبهمة لا یفهم یعنی بہت سی مبہم چیخیں جو سمجھ میں نہ آسکیں۔ پس ایسی حالت میں کیا ان کا اس لڑائی اور جھگڑا میں پیغمبر کے سامنے آوازو کو بلند کرنا اور لغو گالیاں ایک دوسرے کو دینا مذکورہ آیت کے خلاف نہیں تھا۔ یقیناً حکم قرآن کے مخالف تھا اور شان نبوت کی توہین پر مبنی تھا یہی وجہ ہے کہ بخاری و مسلم کی مذکورہ روایت میں مرقوم ہے۔ (فتنا زعوا ولا ینبغی عند بنی تنازع) کہ پیغمبر کے سامنے ان صحابیوں نے جھگڑنا شروع کر دیا حالانکہ پیغمبر کے سامنے ان کا جھگڑنا بنص قرآن ناجائز و نامناسب تھا۔ اس بات کی یہ تائید ہے کہ ان کی اس گستاخی سے پیغمبر علیہ السلام نے متاذی ہو کر ان سب کو جن میں حضرت عمر بھی تھے۔ بروایت مذکور بخاری و مسلم جھڑک دیا۔ اور فرمایا قوموا میرے پاس سے اٹھ جاؤ اگر ان کا گستاخانہ رویہ پیغمبر علیہ السلام کو ناگوار نہ گزرتا تو وہ جھڑک کر اٹھ جانے کے لیے ان کو حکم نہ دیتے۔ پس یہ حکم (قوموا) اس امر کی دلیل ہے کہ پیغمبر اسلام اس گستاخی کی وجہ سے متاذی ہو کر ضرور ناراض ہوگئے تھے۔ اور رسول کو ایذا پہنچانے والے کا حکم قرآنی یہ ہے۔ کہ والذین یؤذون رسول اللہ لہم عذاب الیم (پ ۱۰: ع ۱۴) یعنی اور جو لوگ اللہ کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان کو قیامت کے دن عذاب دردناک ہونا ہے (ترجمہ نذیر احمد) ان سب باتوں کے باوجود بھی پیغمبر اسلام کو ایذا پہنچانے والوں سے محبت ترک کرنے کے لیے میں تم کو مجبور کرنا نہیں۔ چاہتا تمہارا ضمیر تم کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کے لیے مجبور کرے گا میری اب یہ دعا ہوگی

کہ خدا ہم سب کو صراط مستقیم پر قائم رکھے۔

مشکوۃ شریف مطبوعہ محمدی دہلی 455 سطر 6 میں مرقوم ہے۔

عن ابن عباس قال لما حضر رسول الله صلى الله عليه وسلم وفى البيت رجال فيهم عمر بن الخطاب قال النبى صلى الله عليه وسلم هلموا اكتب لكم كتابا لن تضلوا بعده فقال عمر قد غلب عليه الوجع وعند كم القرآن حسبكم كتاب الله فاختلف اهل البيت واختصموا فمنهم من يقول قربوا يكتب لكم رسول الله ومنهم من يقول ماقال عمر فلما اكثروا اللغط والاختلاف قال رسول صلى الله عليه وسلم قوموا عنى كان ابن عباس يقول ان الرزية كل الرزية ما حال بين رسول صلى الله عليه وسلم و بين ان يكتب لهم ذلك الكتب الا ختلافهم ولغطهم (انتہی بلفظہ)

ترجمہ: روایت بخاری کے ذیل میں گزر چکا ہے تکرار کی وجہ سے ضرورت ترجمہ نہیں عبارت بھی تقریبا وہی ہے۔ جو بخاری اور مسلم سے ہیں ذکر کر چکا ہوں۔ اس میں بھی حضرت عمر کا نام نامی موجود ہے جس سے اب کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔ (موعظہ حسنہ ص ۷۳ - ۷۵

اقول ترجمہ: مسلم کی دونوں حدیثوں کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

(1) ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شانہ اور دوات یا لوح اور دوات میرے پاس لاؤ۔ تاکہ میں تمہارے لیے ایک تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ پس انہوں نے کہا کیا رسول اللہ ہذیان کہتے ہیں؟ (انتہی)

(2) ابن عباس سے روایت ہے کہ کہا جب رسول اللہ ﷺ کی وفات شریف کا وقت آیا اور دولتخانہ میں لوگ جمع تھے جن میں حضرت عمر بن الخطاب تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آؤ میں تمہارے لیے ایک ایسی تحریر لکھ دوں کہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ پر درد غالب ہے۔ اور تمہارے پاس قرآن ہے کتاب اللہ ہمیں کافی ہے پس گھر والوں نے اختلاف کیا۔ اور جھگڑ پڑے بعض کہتے تھے۔ کہ سامان کتابت نزدیک رکھ دو تاکہ رسول اللہ ﷺ تمہارے واسطے ایسی تحریر لکھ دیں۔ کہ جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اور بعض کہتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عمر نے کہا پس جب انہوں نے شور اختلاف زیادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اٹھ جاؤ عبیداللہ کا بیان ہے کہ ابن عباس کہتے تھے کہ مصیبت بڑی مصیبت وہ چیز ہے جو ان کے اختلاف و شور کے سبب حائل ہو گئی درمیان رسول اللہ ﷺ کے اور

درمیان اس کے کہ آپ ان کے لیے وہ کتاب لکھ دیتے۔ (انتہی)

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔ کہ جن روایتوں میں ہجریا یہجر ہے۔ وہاں ہمزہ استفہام انکاری مقدر ہے جو دوسری روایتوں میں مذکور ہے اس حذف پر قرینہ عقلی بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ حضور اقدس بابی ہو وامی بالاتفاق ہذیان سے پاک ہیں۔ اب دیکھیے کہ پہلی حدیث میں حضرت فاروق اعظم کا ذکر تک نہیں۔ بلکہ مجوزین کتابت ہیں۔ جو بطور استفہام انکاری یوں گویا ہیں۔ کیا رسول اللہ ہذیان کہہ رہے ہیں؟ دوسری حدیث میں حضرت عمر کا نام بیشک مذکور ہے مگر اس میں ہذیان کا کچھ ذکر نہیں بالآخرہم مجتہد لاہوری یوں لکھ رہے ہیں۔ اس روایت صحیح مسلم میں بھی حضرت عمر کا نام نامی موجود ہے۔ اور یہجر کا لفظ بھی مرقوم ہے اب انکار کی گنجائش تو رہی نہیں۔ یہ حضرت فاروق اعظم سید نا عمر بن الخطاب کے ساتھ بغض رکھنے کا نتیجہ ہے کہ مجتہد صاحب کی بصیرت میں تو خلل تھا ہی اب بصارت میں بھی خلل آگیا اسی مقام پر مجتہد لاہوری کے مختل البصارت ہوئے کی ایک اور مثال قابل غور ہے۔ آپ نے ہجر اور اہجر کے لغوی معنی لکھ کر اپنی تائید میں کتاب الشفاء کی عبارت نقل کی ہے میں کتاب مذکور کی پوری عبارت مع ترجمہ نقل کر دیتا ہوں۔ جس کے بعد مجتہد صاحب کے اختلال بصارت کے باب میں کسی کو شک نہ رہے گا۔

قال ائمتنا فی هذالحديث ان النبی غير معصوم من الامراض وما يكون من عوارضها من شدة وجع وغشی ونحوه مما يعرض علی جسمه ومعصوم من ان يكون منه من القول اثناء ذلک ما يطعن فی معجزته ويؤدی الی فساد فی شريعته من هذيان او اختلال فی الكلام وعلی هذا لايصح رواية من روی هجر اذ معناه هذی يقال هجر يهجر هجرا اذا هذی واهجر هجرا اذا فحش واهجر تعدية هجر

ترجمہ: ہمارے ائمہ نے اس حدیث ابن عباس کی نسبت فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم امراض سے اور امراض کے ساتھ شدت درد غشی وغیرہ سے جو آپ کے جسم کو عارض ہو معصوم نہیں اور اس بات سے معصوم ہیں کہ اثنائے مرض میں آپ سے ہذیان یا آپ کے کلام میں اختلال پایا جائے جس میں آپ کے معجزوں پر طعن اور شریعت میں فساد لازم آئے بنابریں جس نے ہجر روایت کیا ہے اس کی روایت صحیح نہیں کیونکہ ہجر کے معنی ہیں۔ اس نے بیفائدہ کلام کہا۔ جب کوئی بے فائدہ کلام کہے تو لغت عرب میں هجر هجر هجرا استعمال ہوتا ہے۔ اور جب کوئی فحش کہے تو اهجر هجرا استعمال ہوتا ہے۔ اور اهجر تعدیہ ہے هجر کا (انتہی) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجتہد لاہوری نے روایۃ من روی الخ کے پہلے جولا یصح ہے وہ چھوڑ دیا ہے اور اردو ترجمہ بھی غلط کیا ہے پس مجتہد صاحب کی بصارت

اور بصیرت ہر دو میں خلل عیاں ہے۔ اگر کوئی اس عبارت شفاء پر اعتراض کرے کہ روایت میں ھجر بھی آیا ہے پس روایۃ ھجر کے غیر صحیح ہونے کے کیا معنی ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک بحسب الروایۃ ھجر درس ہے مگر یہاں غیر صحیح ہونے سے مراد یہ ہے کہ روایتہ ھجر بحسب المعنی صحیح نہیں۔ اگر اس میں ہمزاہ استفہام مقدر نہ سمجھا جائے۔

مجتہد لاہوری نے جو آیات پیش کی ہیں۔ ان میں شیعہ و سنی ہر دو کے نزدیک ھجر کے معنی ترک اور ھذی دونوں درست ہوسکتے ہیں۔ بہر حال اس سے ہمارے مقصود پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا۔ بخاری مسلم میں یہ کہیں نہیں آیا کہ حضرت عمر نے پیغمبر اسلام کے کلام کو ہذیان کہا ہو جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ نے ائتونی اکتب لکم ارشاد فرمایا تو اس پر حاضرین دو گروہ میں منقسم ہو گئے۔ ایک متوقفین اور دوسرے مجوزین کتابت جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے مجتہد صاحب نے جو رفع صوت وغیرہ کی نسبت خامہ فرسائی کی ہے ہم اس کا جواب پہلے دے چکے ہیں۔ اور یہاں پھر یاد دلاتے ہیں کہ رفع صوت و تنازع و ایذاے رسول غرض جو جو الزام حضرت فاروق اعظم یا صحابہ حاضرین مجلس پر لگائے جائیں ان میں حضرت مولی علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بھی شامل ہیں۔ جن کو شیعہ معصوم کہتے ہیں حدیث مشکوۃ جو مصنف نے نقل کی ہے وہی ہے جو بحوالہ بخاری و مسلم پہلے آچکی ہے لہٰذا اس کے نقل کرنے سے بجز طوالت کلام کچھ فائدہ نہیں۔

قال الحائری معارج النبوۃ مطبوعہ نو لکشور رکن چہارم باب سیزدہم فصل دوم 330 سطر 24 میں سنیوں کے امام ملامعین کاشفی رقمطراز ہیں۔ واقعہ دیگراز وقائع مرض آن بود کہ در حیں اشتداد مرض کہ اصحاب در حجرہ ہمایوں مجتمع بودند آنسرور علیہ السلام فرمود کہ دوات و صحیفہ بیا رید تا از برائے شما وصیے بنولیم کہ ہرگز گمراہ نشویدا اصحاب اختلاف کردند کہ تا بعضے گفتند کہ آنچہ فرمودہ بداں عمل ے باید کردو جماعتے گفتند کہ ایں سخناں آں مخناں باشد کہ در شدت مرض میگویند امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ گفت کہ درد و الم بر حضرت رسول مستولی گشتہ قرآن درمیان ما است اں مارا بسند است جمع با فاروق اتفاق کردند و زمرہ در مخالفت ادا صرار نمودند پس آنحضرت صلعم اشارت فرمود کہ یاراں از صحبت بر خیزند کہ منازعت دریں محل مناسب نیست باوجود آں سہ وصیت بجائے آور دیکے آنکہ فرمود کہ مشرکاں را از جزیرہ عرب اخراج کنید دوم آنکہ فرمود کہ چوں قبائل عرب ۔شما آیند ایشاں راجوائز وصلات بدہید چنانچہ من باں جماعت میدادم م سوم راوی را فراموش شدہ بودیا در اظہار آں مصلحت ندید (انتھی بلفظہ)

اس میں نئی بات قابل ذکر یہ ہے کہ اس تیسری وصیت کے ظاہر کرنے میں حضرت محمد ﷺ نے مصلحت نہ جانی اسی لیے کہ وہ تحریری وصیت میں رکاوٹ ڈالے جانے سے سمجھ گئے تھے کہ یہ لوگ بقول

غزالی وقاضی عیاض امرخلافت اور تعیین خلیفہ کے متعلق مشکلات کا فیصلہ کرنے نہیں دیں گے کیونکہ جب تحریر کے وقت انہوں نے نہ صرف مخالفت ہی کی بلکہ مجھے ہذیان وغیرہ کی نسبت دی تو اب تقریر وصیت کے وقت وہ کب ماننے کے لیے تیار ہوں گے۔ غالبا علامہ کاشفی کا یہ آخری جملہ کہ در اظہار آں مصلحت ندید اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حضرت وہ تیسری وصیت جو خلافت کے فیصلے کے متعلق تھی۔ خلاف مصلحت سمجھ کرخاموش ہوگئے۔ اور پہلی وصیت کے متعلق جو سقم تھا ہم اس مسئلہ قرطاس کے شروع میں ہی بخاری کی روایت کی توضیح کرتے ہوئے بیان کر چکے ہیں۔

تاریخ خمیس مطبوعہ مصر جلد دوم ص 182 سطر 26 علامہ دیار بکری نے نقل کیا ہے۔

لما حضررسول و فے البیت رجال منہم عمر بن الخطاب قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھلم اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ فقال عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد غلبہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اھل البیت واختصموا منھم من یقول قدموا یکتب لکم رسول اللہ کتابا لاتضلوا بعدہ ومنھم من یقول ما قال عمر فلما اکثروا اللغو والا ختلاف قال رسول اللہ علیہ وسلم قوموا اعنی (الخ انتہی بلفظہ)

ترجمہ وہی ہے جو پہلے بتا چکا ہوں۔ اس روایت میں بھی اس گرامی حضرت عمر موجود ہے جس کی ذات معطے نے اسلام میں یہ سارا طوفان مچا رکھا ہے روایت میں الفاظ بھی وہی ہیں جو عموما سب محدثین و مفسرین اہل سنت نے نقل کیے ہیں بغرض اطمینان اصل کتاب میں ضرور ملاحظ کیجیے گا۔ (موعظہ حسنہ ص 75-76)

اقول قصہ زیر بحث کو بحوالہ صحاح نقل کرنے کے بعد کتب سیرو تاریخ کی عبارتوں کے نقل کرنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ ایسی کتب بمقابلہ صحاح پایہ اعتبار سے ساقط ہیں ان میں اگر کوئی بات خلاف صحاح ہوگی وہ تسلیم نہ کی جائے گی۔ مجتہد صاحب نے معارج النبوۃ کی عبارت میں تیسری وصیت کی طرف توجہ دلائی ہے جواب میں گزارش ہے کہ مجتہد صاحب اس عبارت فارسی (سوم مرراوی فراموش شدہ بودیا دراظہار آں مصلحت ندید کا مطلب نہیں سمجھے۔ ہم حدیث بخاری کے الفاظ (وسکت عن الثالثہ اوقال فنسیتھا) کی تشریح میں اس پر کافی روشنی ڈال آئے ہیں اس کے مطابق عبات فارسی میں راوی سے مراد سلیمان احول ہونا چاہیے اور ندید کا فاعل سعید بن جبیر اگرچہ یہاں متبادر ایسا ہوتا ہے کہ ندید کا فاعل بھی سلیمان ہی ہے۔ بہرحال ندید کا فاعل کسی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں۔ مجتہد صاحب کی تمام خامہ فرسائی لاطائل ہے۔

ہم بھی مجتہد صاحب کو یہاں ایک بات کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ پہلے لکھ چکے ہیں کہ حضرت عمر کے لفظ ہذیان اور حسبنا کتاب اللہ کہنے سے دو گروہ ہو گئے تھے۔ مگر اس عبارت معارج النبوۃ سے جسے مجتہد صاحب تسلیم کرتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ائتونی اکتب لکم فرمایا تو اس پر حضار مجلس دو گروہ ہو گئے تھے۔ اور اسی عبارت سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کلمہ ہذیان کا الزام بھی غلط ثابت ہوتا ہے۔

مجتہد لاہوری نے حضرت عمر کی نسبت جو لکھا ہے کہ ان کی ذات معلی نے اسلام میں یہ سارا طوفان مچا رکھا ہے وہ سرا سر غلط ہے حضرت فاروق اعظم کی ذات سے اسلام کو جو تقویت پہنچی وہ محتاج بیان نہیں۔ یہ شیعہ ہیں جو ابن سبا کی تقلید سے شیرازہ اسلام کے پراگندہ کرنے میں ہمیشہ ساعی رہے ہیں ناظرین اس کتاب کے دوسرے حصے میں دیکھیں گے۔ کہ اہلبیت جن کی محبت کا یہ دم بھرتے ہیں۔ جو د ان کے ساتھ انہوں نے کیا سلوک کیا۔

قال الحائری کتاب الشفاء مطبوعہ صدیقی بریلی 306 سطر 10 میں امام الائمہ اہل سنت قاضی عیاض نے نقل کیا ہے۔

لماحضر علیه الصلوة والسلام وفی البیت رجال فقال النبی صلی الله علیه وسلم هلموا اکتب لکم کتابالن تضلوا بعده فقال بعضهم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم غلبه الوجع الحدیث وفی روایة ائتونی اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدی ابدا فتنازعوا فقالوا ماله اهجر استفهموه دعونی فان الذی انا فیه خیر وفی بعض طرقه ان النبی یهجر وفی روایة هجر ویروی اهجر (انتہی بلفظہ)

ترجمہ وہی ہے جو بیان ہو چکا ہے صرف اس روایت میں جملہ ماله اهجر استفموه قابل ذکر بات ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو (پیغمبر خدا کو) کیا ہو گیا ہے۔ سمجھو تو سہی آیا (معاذ اللہ) ہذیان کہہ رہا ہے یعنی حضرت عمر نے استفہام کی صورت میں یہ لفظ کہا تھا۔ (بہت خوب) فرمائیے پیغمبر کے ان الفاظ میں ایسا کونسا لفظ تھا جس سے حضرت عمر یا کسی صحابی کو معاذاللہ پیغمبر اسلام صاحب الوحی کے ہذیان کا شبہ ہوا جسوجہ سے ایسی گستاخی کا لفظ آپ کی شان میں استعمال کرنا پڑا سنئے پیغمبر کا کلام بلاغت نظام اس وقت صرف اسی قدر تھا کہ ائتونی بدواة وقرطاس اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدی ابدا میں دنیا بھر کے عربی دانوں سے ضرور اپیل کروں گا۔ کہ خدارا پیغمبر اسلام کے ان کلمات میں غور فرما کر مجھے بتائیں کونسا کلمہ بقول عمر ہذیان فضول اور بے معنی ہے آیا ائتونی بد واة وقرطاس ہذیان ہو سکتا ہے یا اکتب لکم کتابا غیر مربوط اور ہذیان ہے یا کہ لن تضلوا بعدی ابدا معاذ اللہ ہذیان و بکواس ہو سکتا

ہے ان تین جملوں کے سوا تو کوئی اور لفظ ہی حضرت نے ارشاد نہیں فرمایا جس سے یہ شبہ پیدا ہو سکتا کہ یہ غیر مربوط اور ہذیان ہے پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی کلام بلاغت نظام کو سن کر ایسی گستاخی کے وہ کیوں مرتکب ہوئے۔ یقیناً بلاوجہ ان کے ایسے بلاغت و فصاحت نظام کلام کو ہذیان کہہ کر تکمیل وصیت میں گڑبڑ مچانا ہی اس امر کی ڈگری ہے کہ وہ خود بعد وفات پیغمبر خلافت پر قبضہ جمانے کی غرض سے مشکلات کو بذریعہ تحریر پیغمبر خدا کو طے نہیں کرنے دینا چاہتے تھے جیسا کہ امام غزالی و قاضی عیاض کے حوالہ سے ہم اس کو بیان کر چکے ہیں۔ فاہم و تدبر جدا قاضی صاحب اس امر کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ایک اور روایت میں ہجر (بکواس کرنا) ہے اور تیسری میں اہجر (فحش کہہ دینا۔) بھی وارد ہوا ہے لا حول و لا قوۃ الا باللہ (موعظہ حسنہ ص ۷۶-۷۷)

اقول مجتہد لاہوری نے جو قابل ذکر بات بیان کی ہے ہم اس پر پہلے بحث کر آئے ہیں مگر مجتہد صاحب کی خاطر یہاں بھی کچھ گزارش کر دیتے ہیں۔ جب حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ ائتونی اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا (سامان کتابت میرے پاس لاؤ تاکہ میں تمہارے واسطے ایک ایسی تحریر لکھدوں کہ جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔) تو حاضرین مجلس میں اختلاف ہوا۔ اور ان کے دو گروہ بن گئے۔ ایک تو مجوزین کتابت تھے جو کہتے تھے۔ کہ فورا سامان کتابت آپ کے پاس رکھ دیا جائے۔ تاکہ وہ تحریر لکھدیں دوسرے متوقفین تھے۔ جنہوں نے آپ کی حالت موجودہ کو دیکھ کر اور مقصود کتابت کو سمجھ کر تعمیل ارشاد میں توقف کیا مجوزین نے اپنی رائے کی تائید میں متوقفین سے کہا۔ آپ کا کیا حال ہے کیا آپ کی زبان سے ہذیان صادر ہوا ہے آپ سے پوچھ لوں ان کا یہ سوال بطریق استفہام انکاری تھا یعنی چونکہ ہذیان آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے ہذیان صادر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے فورا آپ کے ارشاد کی تعمیل کرو اور آپ سے دریافت کرلو۔ کہ آپ کیا بات حوالہ قلم فرمانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا مجتہد صاحب کا یہ قول (حضرت عمر نے استفہام کی صورت میں) الخ بالکل غلط ہے کیونکہ حضرت عمر تو متوقفین کے زمرہ میں تھے اور یہ قول (ماله اهجر) مجوزین کتابت کا ہے اور وہ بھی بطریق استفہام انکاری نہ استخباری اگر بر سبیل تنزل ہم تسلیم کر لیں کہ یہ متوقفین کا قول ہے تو اس صورت میں بھی یہ استفہام انکاری ہوگا۔ جس سے ان کا مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کی زبان سے ہذیان صادر نہیں ہو سکتا اور ظاہر ارشاد ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لیے آپ سے پوچھ لینا چاہیے کہ اکتب لکم سے آپ کی مراد حقیقت کتابت ہے یا کچھ اور اور ارشاد نبوی کے نہ سمجھنے کی وجہ ظاہر تھی۔ کیونکہ حضور اقدس بابی وامی لکھ نہ سکتے تھے۔ اور یہاں فرمایا اکتب لکم میں تمہارے واسطے لکھ دوں اور نیز آپ سوائے قرآن کے اور کچھ نہ لکھوایا کرتے تھے۔ لہٰذا متوقفین نے بطریق استفہام انکاری، یا استفہام تعجبی یہ سوال کیا تھا۔ اگر متوقفین کی مراد کلام پیغمبر اسلام کی طرف ہذیان کی

نسبت کرنا ہوتی جیسا کہ مجتہد صاحب کہہ رہے ہیں۔ تو اھجر بطور استفہام نہ کہتے بلکہ ھجر کہتے اور اس کے بعد استفہموہ نہ کہتے۔ بلکہ دعوہ (چھوڑو اس کو) یا اعرضو اعنہ (روگردانی کرو اس سے) کہتے کیونکہ جو شخص ہذیان کہتا ہو اس سے پوچھنا کیا۔ خلاصہ کلام یہ کہ تمام روایات دلالت کرتی ہیں کہ اس حدیث کے تمام طریقوں میں استفہام ہے ملفوظ ہویا مقدر لہٰذا جہاں یہجر یا ہجر آیا ہے وہاں ہمزہ استفہام مقدر سمجھنا چاہیے کیونکہ آنحضرت ﷺ بالاتفاق ہذیان سے پاک ہیں۔

مولوی حائری نے مالہ اھجر استفہموہ کا مطلب یہ لکھا ہے۔ اس کو (پیغمبر خدا کو) کیا ہو گیا سمجھو تو سہی آیا (معاذ اللہ) ہذیان کہہ رہا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ مجتہد صاحب نے استفہموہ کا ترجمہ سمجھو تو سہی کیا ہے اس سے مجتہد صاحب کی علمی لیاقت پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ اور دیکھیے مجتہد صاحب نے کتاب الشفاء کی عبارت نقل کرنے میں کیا گل کھلایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ اور تیسری میں اھجر (فحش کہہ دینا) بھی وارد ہوا ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ حالانکہ اصل کتاب میں یوں ہے ویروی اھجر ویروی اھجر جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک روایت میں اَھُجْرٌا ہے اور ایک روایت میں اَھُجْرًا ہے یعنی ہمزہ استفہام کے ساتھ ایک روایت میں مصدر مرفوع ہے۔ اور دوسری میں مصدر منصوب ہے ہردو کے معنی یوں ہوں گے۔ اکلام صلی اللہ علیہ وسلم ھجر (کیا آپ کا کلام ہذیان ہے) ءیھجر ھجر (کیا آپ ہذیان کہتے ہیں۔) مجتہد صاحب نے اَھُجْرٌ کو اَھْجَرَ (فحش کہا) ماضی مطلق خیال کیا ہے۔ اور اس میں اپنا مقصود حاصل دیکھ کر ویروی اھجرا کو نقل ہی نہیں کیا۔

قال الحائری روضتہ الاحباب مطبوعہ تیغ بہادر لکھنؤ ص 550 سطر 3 محدث جمال الدین نے حدیث قرطاس کو یوں نقل کیا ہے۔ در صحاح احادیث مروی گشتہ از سعید بن جبیر کہ ابن عباس گفت روز پنجشنبہ و چہ روزے بود روز پنجشنبہ یعنی عجب روزے بود آں روز و امر غائب دراں روز واقع شد آنگاہ ابن عباس چنداں بگریست کہ اشک برمثال مروارید در رشتہ کشیدہ روئے او فرود آمد پس گفت روز پنجشنبہ بود کہ مرض پیغمبر خدا اشتداد یافت بایاراں فرمود بیائید بنزد من تابرائے شما نوشتہ بنویسم روایتے آنکہ فرمود دواتے وصحیفہ و بروایتیے دواتے وشانہ بیارید تا برائے شما چیز بنویسم کہ بعد از من ہرگز گمراہ نگردید پس میان اصحاب اختلاف واقع شد بعض گفتند دوات وصحیفہ مے باید آورد تا حضرت آنچہ خواہد بنویسد بعض گفتند مناسب نیست کہ آنحضرت رادریں محل مشغول بکتابت داریم وبایکدیگر منازعت کردند ودر آں خانہ در نظر حضرت آواز بلند برداشتند چنانچہ آنسرور بتنگ آمد و ترک آن امر کرد

پھر اسی ص 550 کی سطر 13 میں یوں ارقام فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ عمر خطاب گفت وجع بر پیغمبر غلبہ کردہ وقرآن درمیان ماہست حسبنا کتاب اللہ پس خصومت و منازعت نمودند وچوں لغو و اختلاف از

حد گز رانید ند فرمود برخیزید از پیش من کہ سزوار نیست منازعت بنز دیچ پیغمبریا آنکہ فرمود نزد من وسہ وصیت (الخ)

اس کے بعد وہی تین وصیتیں بیان کی ہیں۔ جو میں پہلے آپ کو سنا چکا ہوں۔ اسی عبارت میں محدث ممدوح نے صاف اقرار کیا ہے کہ دراں خانہ در نظر حضرت آواز بلند برداشتند چنانچہ آں سرور بتنگ آمد و ترک آں امر کردبہ کہ پیغمبر کے مکان کے اندر آنحضرت کے سامنے جھگڑے میں آوازیں انہوں نے بلند کیں۔ جس سے پیغمبر کو تکلیف ہوئی اور بتنگ آکر وصیت لکھنا ترک کیا۔ یقیناً اس قدر شہادتوں کے بعد ان میں حضرت عمر کے موجود ہونے سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ پس اب فرمایئے کہ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الخ (جس کا کہ پہلے ذکر کرچکا ہوں۔) حکم قرآنی کی مخالفت کے مرتکب یہ لوگ ہوئے ہیں۔ یا نہیں اگر مرتکب ہوئے ہیں تو پھر اسی آیت کے حکم ان تحبط اعالکم وانتم لا تشعرون کے مطابق ان کی وہ عبادتیں اور سب اعمال نیکیاں جہاد فتوحات عجم و عرب آج جن کا فخر کیا جارہا ہے کہاں باقی رہیں۔ نص ان تحبط اعما لکم نے تو ان کا کیا کرایا سب اکارت کر دیا۔ اور بنص آیت ان کو خبر تک بھی اس کی نہ ہوئی اور تم ان کے فتوحات عجم پر فخر کرنے میں ہی ہاتھ ملتے رہ گئے۔ جس کا ایک حد تک ہمیں بھی ضرور افسوس ہے۔

اس میں ایک اور بات قابل ذکر یہ ہے کہ محدث ممدوح نے بھی اعتراف کیا ہے کہ آنسرور بتنگ آمد و ترک آں کرد یعنی ان لوگوں کے اس وقت حضور پیغمبر خدا میں جنگ و جدل کرنے اور عام لوگوں کی طرح شور مچانے خصومت فساد اور منازعت تک نوبت پہنچنے کی وجہ سے خود پیغمبر تک کو جب لفظ ہذیان کہنے کی گستاخی کے وہ لوگ مرتکب ہوئے تو پیغمبر خدا ان کے ناروا رویہ سے تنگ آکر ترک وصیت پر مجبور ہو گئے۔ اس لیے تحریری وصیت تو نہ کر سکے۔ رہا زبانی سو منقولہ صحیحین تین زبانی وصیتوں میں سے تیسری وصیت جو پیغمبر نے کی ہے۔ یقیناً وہی خلافت اور تعیین خلیفہ کے متعلق تھی جس کو عمداً سہو ونسیان راوی کہہ کر ڈال دیا گیا۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم نے بھی ذکر کیا ہے غرض تحریر وصیت کے وقت اگر ان بزرگوں نیا اس طرح شور و شر کر کے گڑبڑ مچادی تو تحریر سے مجبور ہو کر حضرت نے وہی وصیت زبانی کردی مگر اس کو بھی سہو ونسیان راوی کہہ کر لوگوں پر امر حق اور فیصلہ خلافت کو مشتبہ کر دیا گیا یہ کیسی نا قابل وثوق بات ہے کہ اس قدر مجمع اصحاب وہاں موجود تھا۔ اور کہا جائے کہ راوی کو تیسری وصیت ہی بھول گئی اگر فرضاً راوی بھول گیا تھاں تو مجمع میں سے کوئی صاحب بتا دیتے مگر بتائے کون ایک گروہ تو حضرت عمر کی طرف تھا ہی دوسرے جو پیغمبر کی طرف تھے ان کو سنتا کون کیونکہ تحریری وصیت کے متعلق بھی ان کی ایک نہ سنی گئی تھی اور عمداً ایسا کرنے کے بعد لوگوں پر ظاہر نہ ہونے دی اب دھوکا دینے کے لیے کہہ دیا

کرتے ہیں۔ کہ یہ واقعہ پنجشنبہ کو ہوا اور وفات ہوئی حضرت کی دو شنبہ کو اگر یہ وصیت ضروری ہوتی تو کیوں نہ ان درمیانی تین روز میں دوبارہ حضرت نے پھر کسی موقعہ پر یہ وصیت کردی ہوتی پس یاد رکھو کہ اس کا یہی جواب ہے کہ وہ تیسری وصیت یہی تھی جس کو نسیان راوی کہہ کر محدثین نے ٹال دیا ہے ہمیشہ اس قسم کے دھوکے یہ لوگ دیا کرتے ہیں الہیت نبوت اور رسالت پر کوئی اعتراض ہو جائے تو ہو مگران کی خود ساختہ خلافت پر کوئی حرف نہ آنے پائے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (مواعظ حسنہ ص ۷۷-۷۹)

اقول روضۃ الاحباب کتب معتبرہ میں سے نہیں چنانچہ صاحب تحفہ اثناعشریہ یوں لکھتے ہیں کید پنجاہ و یکم آنکہ جمعے از ایشاں مخادعہ میکنند بامؤرخاں اہلسنّت۔ پس کتابے در تاریخ تالیف میکنند واز اخبار و قصص چیزے موہوم آنکہ مولف ایں کتاب خارج از اہلسنّت است درج نمے نمایندو لکن در سیر خلفاء احوال صحابہؓ و محاربات ایشاں چیزے قلیلے ازمذہب خود داخل میکنند وبعضے مورخین اہل سنت ازاں کتاب بگماں آنکہ مؤلف آں از اہلسنّت است نقل نمایند و۔غلط افتند ورفتہ رفتہ موجب ضلالت ناظران بے تحقیق شوود و نقش ایں کید ہم بر مراد ایشاں نشستہ عالمے را از مصنّفین تواریخ در ورطہ غلط انداختہ اند و ناظران آں تواریخ را در بقہ ضلالت کشیدہ حتیٰ کہ سید جمال الدین محدث صاحب روضۃ الاحباب نیز در بعض جاہا ازیں قبیل تواریخ نقل آوردہ خصوصاً در قصہ بیعت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ وتوقف حضرت امیر کرم اللہ وجہہ در قصہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (تحفہ اثناعشریہ ص ۵۷)

رافضیوں کا فریب نمبر51 یہ ہے کہ ان کا ایک گروہ اہلسنّت کے مؤرخوں کو دھوکا دیتا ہے پس وہ تاریخ میں ایک کتاب تالیف کرتے ہیں اور اس میں اخبار وقصص میں سے کوئی ایسی بات درج نہیں کرتے جس سے وہم گزرے کہ کتاب کا مؤلف اہلسنّت سے خارج ہے مگر خلفاء کے سوانح اور صحابہ کے حالات اور ان کے محاربات میں اپنے مذہب کی تھوڑی سی بات درج کردیتے ہیں اہلسنّت کے بعض مورخین اس گمان پر کہ اس کا مولف اہلسنّت میں سے ہے اس کتاب میں نقل کرتے ہیں۔ اور غلطی میں پڑ جاتے ہیں اور ناظرین غیر محقق کی گمراہی کا باعث ہوتے ہیں۔ وہ اس فریب میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور اس طرح انہوں نے مصنّفین کے گروہ کثیر کو غلطی کے بھنور میں ڈال دیا ہے اور اس تواریخ کے ناظرین کو گمراہی کے حلقہ میں لے آئے۔ یہاں تک کہ سید جمال الدین محدث صاحب روضۃ الاحباب نے بھی بعض بعض جگہوں میں بالخصوص حضرت ابو بکر صدیق کی بیعت اور حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے توقف اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصے میں اسی طرح کی تواریخ نقل کی ہے۔ (انتہی)

جو کچھ صاحب تحفہ نے فرمایا ہے بالکل درست ہے۔چنانچہ عبارت منقولہ مصنف میں الفاظ

(چنانچہ آں سرور بتنگ آمد و ترک آں امر کرد۔) اسی طرح کی تواریخ سے نقل کئے گئے ہیں۔ رفع صوت کی بابت ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ آیت قرآنی میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو۔ اور یہ نہیں کہ آپ کے حضور میں باہم بحث نہ کرو ورنہ آپ کے حضور میں جو مناظرات و مباحث صحابہ کرام میں ہوتے تھے۔ وہ حرام ٹھہریں گے۔ حالانکہ آپ ان کو جائز رکھتے تھے۔ مجتہد صاحب نے تیسری وصیت کے بارے میں کلام کو بے فائدہ طوالت دی ہے اس بیچارے کو یہ بھی معلوم نہیں وہ راوی کون سے ہیں۔ جو اسے بھول گئے اسی واسطے یوں لکھ رہے ہیں۔ اگر فرضاً راوی بھول گیا تھا۔ تو مجمع میں سے کوئی صاحب بتا دیتے مجتہد صاحب کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت علی کی خلافت بلافصل کو حوالہ قلم فرمانے لگے تھے۔ اور نہ اس امر کا کوئی ثبوت ہے کہ تیسری وصیت حضرت علی کی خلافت بلا فصل کے متعلق تھی۔ مجتہد صاحب نے یہ ساری عبارتیں سینوں سے اس واسطے نقل کی تھیں کہ ان سے ثابت ہو جائے کہ حضرت عمر نے رسول اللہ ﷺ کو نسبت ہذیان دی مگر اس روایت روضۃ الاحباب میں ہذیان کا ذکر تک نہیں۔

مجتہد لاہوری کا یہ کہنا کہ اہلسنت خلافت ثلاثہ کے ثبوت کی دھن میں الہیت، نبوت کی بھی پروا نہیں کرتے۔ بالکل غلط ہے خلافت ثلاثہ کے حق ہونے کا ثبوت تو کلام الٰہی سے ملتا ہے۔ جیسا کہ آئندہ مذکور ہو گا۔ ہاں شیعہ خلافت بلا فصل کی دھن میں الہیت و نبوت کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے چنانچہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ شیعہ نے اپنے ائمہ کی شان میں نہایت غلو سے کام لیا ہے حتیٰ کہ حضرت علی اور دیگر ائمہ کو سوائے حضور خاتم الانبیاء ﷺ کے سب نبیوں سے افضل جانتے ہیں اور سچ پوچھیے تو ختم نبوت کے بھی منکر ہیں اس مقام پر الہیت میں بھی بطور مشتے نمونہ از خروارے کا ایک عقیدہ بیان کیا جاتا ہے وہ یہ کہ حسب عقیدہ شیعہ اللہ تعالیٰ کو بداء ہو جایا کرتا ہے۔ بداء کے معنی یہ ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کسی کام کا ارادہ یا حکم فرمائے اور اس کے بعد معلوم کرے کہ یہ امر خلاف مصلحت ہے اور مصلحت کسی دوسرے امر میں ہے اس لیے امر اول کو ترک فرمائے جو خلاف مصلحت تھا اور دوسرے امر موافق مصلحت کا از سر نو حکم یا ارادہ فرمائے جس کا حاصل یہ ہوا کہ علم الٰہی میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ عواقب امور سے جاہل ہے۔ رسالہ اعلام الھدے فی تحقیق البداء میں بداء کے معنی یوں بیان کئے ہیں۔

یقال بداله اذا ظهرله رای مخالف للرای الاول وهوالذی حققه الشیخ فی العدة وابو الفتح الکراجکی فی کنز الفوائد والذی حققه المرتضی فی الذریعة ویشعربه کلام الطبرسی هو ان معنی قولنا بداله تعالی انه ظهر له من الا مر مالم یکن ظاهرا۔ (تحفه اثنا عشریه ص ۱۴۵)

جب کسی شخص کو اپنی پہلی رائے کے مخالف رائے ظاہر ہو۔ تو اس وقت کہا کرتے ہیں بدا کے یہی معنی شیخ نے عدۃ الاصول میں اور ابوالفتح کراجگی نے کنز الفوائد میں تحقیق کیے ہیں اور معنی مرتضیٰ نے کتاب ذریعہ میں تحقیق کیے ہیں جو کلام طوسی سے بھی سمجھ آتے ہیں وہ یہ ہیں کہ بدلہ تعالیٰ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ایک امر ظاہر ہو جائے۔ جو پہلے معلوم نہیں تھا۔ (انتہی)

ناظرین کی آگاہی کے لیے بداء کے متعلق چند روائیتیں اصول کافی سے نقل کی جاتی ہیں۔

محمد بن یحیی عن احمد بن محمدبن عیسٰی عن الجمال عن ابی اسحق ثعلبة عن زراة بن اعین عن احد هما قال ما عبدالله بشئی مثل البداء وفی روایة ابن ابی عمیر عن ہشام بن سالم ساعظم الله بمثل البداء (اصول کافی کتاب التوحید- باب البداء ص ۸۴)

(بحذف اسناد) زرارۃ بن اعین کا بیان ہے کہ امام محمد باقر و امام جعفر صادق میں سے ایک نے فرمایا کہ کسی چیز کے ساتھ اللہ کی ایسی عبادت نہیں کی گئی جیسا کہ بداء کے ساتھ اور ابن ابی عمیر نے جو ہشام بن سالم سے روایت کی ہے اس میں یوں ہے کہ کسی چیز کے ساتھ اللہ کی ایسی عبادت نہیں کی گئی۔ جیسا کہ بداء کے ساتھ۔ اور ابن ابی عمیر نے جو ہشام بن سالم سے روایت کی ہے اس میں یوں ہے کہ کسی چیز کے ساتھ اللہ کی ایسی تعظیم نہیں کی گئی جیسا کہ بداء کے ساتھ۔

(۲) **علی بن ابراهیم عن ابیه عن الریان بن الصلت قال سمعت الرضا یقول مابعث الله نبیا قط الا بتحریم الخمروان یقر لله بالبداء** (اصول کافی- باب البداء ص ۸۶)

ریان بن الصلت کا بیان ہے کہ میں نے امام رضا کو سنا کہ فرماتے تھے کہ اللہ نے کبھی کوئی پیغمبر نہیں ریان بن بھیجا مگر تحریم خمر اور اقرار بالبداء کے ساتھ۔

(۳) **بعض اصحابنا عن ابن جمهور عن ابیه عن ابن محبوب عن ابن رئاب عن عبدالرحمن بن الحجاج وعن محمد بن سنان عن المفضل بن عمر جمیعا عن ابی عبدالله علیه السلام قال یبعث عبدالمطلب امة وحده علیه بها الملوک وسیماء الا نبیاء و ذلک انه اول من قال بالبداء** (اصول کافی کتاب الحجۃ ص ۲۸۳)

(بحذف اسناد) امام جعفر صادق نے فرمایا کہ عبدالمطلب تنہا ایک امت اٹھایا جائے گا۔ جس پر بادشاہوں کا ساجلال اور پیغمبروں کے سے نشان ہوں گے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جو بداء کے قائل ہوئے انتہی ملا خلیل قزوینی نے شافی شرح اصول کافی میں اس مقام پر یوں لکھا ہے۔ چوں بداء دراصل لغت بمعنی پشیمانی است استعارہ لفظ بداء در فعل الٰہی از پیش خودخالی از جراتے نیست پس پیش از عبدالمطلب کے استعارہ نہ کردہ بود چوں آدمی در وقت اضطراب و کمال خوف معذور مے باشد در

جرات در گفتگو عبدالمطلب ایں جرات کردہ و بعد از د مستمر شد مانند مضمونے وحی شدہ باشد و بیان معنی بداء شد درباب بست چہارم کتبا التوحید و ازیں تقریر ظاہر شد کہ منافانے نیست میاں ایں حدیث و احادیث باب مذکور کہ دلالت میکند برآنکہ ہیچ پیغمبرے مبعوث نشدہ مگر باقرار بہ بداء۔

ترجمہ: چونکہ اصل لغت میں بداء کے معنی پشیمانی کے ہیں اس لیے خدا کے فعل میں لفظ بداء کا استعارہ اپنی طرف سے جرات سے خالی نہیں لہٰذا عبدالمطلب سے پہلے کسی نے یہ استعارہ نہ کیا تھا چونکہ انسان اضطراب اور کمال خوف کے وقت جرات کرنے میں معذور ہوتا ہے اس لیے عبدالمطلب نے گفتگو میں یہ جرات کی اور اس کے بعد یہ جاری ہوگیا جیسا کہ وہ مضمون جو وحی ہوا ہو بداء کے معنی کتاب التوحید باب 24 میں گزر چکے ہیں اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ اس حدیث اور باب مذکور کی حدیثوں میں (جو دلالت کرتی ہیں۔ کہ کوئی پیغمبر نہیں بھیجا گیا۔ مگر اقرار بالبداء کے ساتھ) کوئی منافات و مخالفت نہیں۔ انتہی

ایک حدیث میں اصبغ بن نباتہ حضرت امیرالمؤمنین سے یوں سوال کرتا ہے۔

ثم مایکون بعد ذلک فقال ثم یفعل اللہ مایشآء فان لہ بداء ات و ارادات و غایات و نہا یات (کتاب الحجہ باب فی الغیبتہ ص ۲۱۱)

ترجمہ: پھر اس (یعنی حیرت و غیبت) کے بعد کیا ہوگا حضرت امیر نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ کرے گا جو چاہے گا۔ کیونکہ اس کے لیے بہت سے بداء اور ارادے او مصلحتیں اور غائیتیں ہیں۔ (انتہی)

شیعہ میں سے بعضے اہل حق کی وارد گیر کے وقت تنگ آکر اس عقیدے سے انکار کر جاتے ہیں لہٰذا اس کے ثبوت میں اصول کافی کی روایت پیش کی جاتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

علی بن محمدعن اسحق بن محمد عن ابی ہاشم الجعفری قال کنت عند ابی الحسن علیہ السلام بعد مامضی ابنہ ابو جعفر وانی لا فکر فی نفسی اریدان اقول کا نما اعنی اباجعفر وابا محمد فی ہذا الوقت کابی الحسن موسٰی و اسمٰعیل بن جعفر بن محمد علیہم السلام وان قصتہما کقصتہما اذ کان ابو محمد المرجا بعد ابی جعفر فاقبل علی ابوالحسن علیہ السلام قبل ان انطق فقال نعم یاابا ہاشم بد اللہ فی ابی محمد بعد ابی جعفر مالم یکن یعرف لہ کما بد الہ فی موسی بعد مضی اسمٰعیل ماکشف بہ عن حالہ وہو کماحدثتک نفسک وان کرہ المبطلون وابو محمد ابنی الخلف من بعدی عندہ علم مایحتاج الیہ ومعہ الۃ الا مامۃ (اصول کافی کتاب)

کتاب الحجتہ باب لاشارہ والنص علی ابی محمد علیہما السلام۔ ص ۲۵۴

ترجمہ: علی بن محمد نے اسحاق بن محمد سے روایت کی اور اسحاق نے ابو ہاشم جعفری سے روایت کی کہ کہا ابو ہاشم نے کہ میں ابو الحسن امام علی نقی علیہ السلام کے پاس تھا جب کہ ان کا بیٹا ابو جعفر وفات پا چکا تھا اور میں اپنے جی میں فکر کر رہا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ کہدوں کہ گویا یہ دونو یعنی ابو جعفر اور ابو محمد (حسن عسکری) اس وقت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دو بیٹوں ابو الحسن موسیٰ (کاظم) اور اسماعیل کی مانند ہیں اور ان دونوں کی حکایت ان دونوں کی حکایت کی مانند ہے۔ کیونکہ ابو محمد (حسن عسکری) ابو جعفر کے بعد امام بنائے گئے۔ پس پیشتر اس کے کہ میں بولوں امام ابوالحسن (علی نقی) علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ہاں اے ابو ہاشم اللہ تعالیٰ کو ابو جعفر کے بعد ابو محمد کے بارے میں بداء واقع ہوا اور وہ امر ظاہر ہوا جو پیشتر اس پر ظاہر نہ ہوا تھا۔ جیسا کہ اسمٰعیل کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ کو موسیٰ (کاظم) کے بارے میں وہ امر ظاہر ہوا کہ جس سے اس کا حال کھل گیا اور یہ امر یوں ہی ہے جس طرح تیرے دل میں گزرا اگرچہ اہل باطل برا مانیں۔ اور ابو محمد حسن عسکری میرا بیٹا میرے بعد میرا قائم مقام ہے اور اس کے پاس مایحتاج الیہ کا علم ہے اور اس کے پاس سامان امامت ہے انتہی اس روایت سے بداء کے معنی اظہر من الشمس ہیں۔ کسی تشریح کی ضرورت نہیں یہاں زیدیہ کا ایک قوی اعتراض ہے جس کے جواب سے اثنا عشریہ کا عہدہ برآں ہونا مشکل ہے۔ اس اعتراض اور اس کے جواب کو ابن بابویہ قمی نے یوں ذکر کیا ہے۔

قالت الزيدية ومما تكذب به دعوى الا مامية انهم زعموا ان جعفر بن محمد عليه السلام نص لـم على اسمعيل واشار اليه في حيٰوته ثم ان اسماعيل مات في حيوته فقال مابدالله في شئي كما بداله في اسماعيل ابني فان كان الخبرا لا ثنى عشر صحيحا فكان لا اقل من ان يعرفه جعفر بن محمد عليه السلام يعرف خواص شيعته لئلا يغلط هو وهم هذا التغليظ وقلنا لـم لم قلتم ان جعفر بن محمدعليه السلام نص على اسماعيل بالا مامة ومادلك الخبر ومن رواه ومن تلقاء بالقبول فلم يجدوا الى ذلک سبيلا وانماهذه ولد ها قوم قالوا بامامة اسمعيل ليس لها اصل (کمال الدین و تمام النعمتہ فی اثبات الغیبتہ مطبوعہ ایران ۱۳۰۱ھ ص ۴۱)

ترجمہ: زیدیہ کہتے ہیں کہ امامیہ کے اس دعوے (کہ امام بارہ ہیں) تکذیب یوں ہوتی ہے کہ امامیہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق نے اسماعیل کی امامت پر نص کی اور اپنی زندگی میں اس کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اسماعیل نے آپ کی زندگی میں وفات پائی پس آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو کسی شے میں ایسا بداء واقع نہیں ہوا۔ جیسا کہ میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں واقع ہوا ہے اگر حدیث ائمہ اثنا عشر صحیح ہوتی تو کم

سے کم امام جعفر صادق اور ان کے خواص شیعہ کو معلوم ہوتی تاکہ آپ اور وہ اس غلطی میں نہ پڑتے ہم (امامیہ) جواب میں زیدیہ سے کہتے ہیں کہ تم کیوں قائل ہو۔ کہ امام جعفر صادق علیہ اسلام نے اسماعیل کی امامت پر نص کی۔ وہ حدیث کیسی ہے اس کے راوی کون ہیں۔ اور کس نے اسے قبول کیا پس وہ نہیں بتا سکتے۔ اسماعیل کی امامت کو فرقہ اسماعیلیہ نے گھڑ لیا ہے حالانکہ اس کی کوئی اصل نہیں۔ (انتہی)

امامیہ کا جواب قابل اطمینان نہیں۔ روایت کافی جو ہم نے ابھی نقل کی ہے زیدیہ کی دلیل کو بہت کچھ سہارا دیتی نظر آتی ہے۔ ابن بابویہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول (مابداالله فی شئی) کی نسبت یوں لکھا ہے

فاما قوله مابداالله فی شئی کما بداله فی اسماعیل ابنی فانه یقول ماظهرالله امر کما ظهر له فی اسماعیل ابنی اذا اخترمه فی حیوتی لیعلم بذلک انه لیس با مام بعدی

یعنی امام جعفر صادق کے قول کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالی کو کوئی امر ظاہر نہیں ہوا جیسا کہ اسے میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں ظاہر ہوا کیونکہ خدا نے اسے میری زندگی میں موت دی تاکہ اس سے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ میرے بعد امام نہیں۔ (انتہی)

ایسی مہمل اور خلاف تبادر توجیہ سے پایا جاتا ہے کہ ابن بابویہ جیسے شیعی اس مسئلے میں عاجز ہیں۔

سید والدار علی مجتہد لکھنوی نے اساس الاصول میں یوں لکھا ہے۔

اما الا عتقادات التی لیست من تلک المثابة کبعض خصوصیات الرجعة وذهاب بعض الایات عن کتاب الله تعالی وامثال ذلک فالمخطی فیه معذور فانا بعد الرجوع الی وجد اننا لانجد فرقا بین المسائل الا جتهادیة الفروعیة وبین تلک المسائل فی عدم ظهور الد لا ئل القاطعة فیما ولذاتری جماکثیرا من اجلائنا علمائنا مختلفین فیها منها جواز السهوعلی النبی صلی الله علیه وسلم الذی قال به ابن بابویه واحاله الباقون وهکذا ذکر ذهاب بعض الایات عن الکتاب وانکر القول بالبداء المحقق الطوسی وانکر بعض خصوصیات الرجعة الشهید الثالث السید السند مولانا نور الله الشستر و امثال ذلک کثیر۔

ترجمہ: وہ مسائل اعتقادیہ جو اس پلہ کے نہیں ہیں۔ جیسے رجعت کے بعض خاص مسائل اور نقصان آیات قرآنی وغیرہ ان میں خطا کرنے والا معذور ہے کیونکہ جب ہم اپنے وجدان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تو مسائل فرعیہ اجتہادیہ میں اور ان مسائل اعتقادیہ میں دلائل قطعیہ نہ ہونے کے اعتبار سے

کوئی فرق نہیں پاتے از انجملہ نبی ﷺ پر سہو کا جائز ہونا ہے جس کا ابن بابویہ قائل ہوا ہے اور باقی تمام علماء نے اسے ناممکن کہا ہے۔ اور اسی طرح کتاب اللہ میں سے بعض آیات کا نکلنا ہے اور بداء کے قائل ہونے سے محقق طوسی نے انکار کیا ہے۔ اور نیز بعض خاص مسائل رجعت سے شہید ثالث سید السند مولانا نور اللہ شستری نے انکار کیا ہے اور اس قسم کے اور بھی بہت سے مسائل ہیں۔ (انتہی)

اس سے ظاہر ہے کہ صرف محقق طوسی بدا کا منکر ہے اور سوا اس کے اور تمام علماء اس پر متفق ہیں صاحب سبیل السلام الی معالم الاسلام کہ عمدہ و اعلے علماء اثنا عشریہ سے ہیں۔ وہ تقریب شرح حدیث میں فرماتے ہیں۔ کہ کلام الشیخ ابی الفتح الکرا جکی فی کنز الفوائد یدل علی اجماع الامامیة علی البداء وانه من خصائصہم وانکرہ سائر الفرق وکلام العلامة الحلی فے النہایة والتہذیب وکشف الحق یدل علی الاصرار فے الانکار

یعنی کلام شیخ ابو الفتح کراجگی کا کنزالفوائد میں دلالت کرتا ہے اجماع امامیہ پر اوپر مسئلہ بداء کے اور البتہ تحقیق وہی بداء خصائص ان کے سے ہے اور انکار کیا اس کا باقی فرقوں نے اور کلام علامہ علی کا نہایہ اور تہذیب اور کشف الحق میں دلالت کرتا ہے اصرار انکار میں۔ (انتہی مظہر الغرائب مصنفہ زبدۃ المتکلمین مولوی جہانگیر خاں شکوہ آبادی ص ۵۶)

شیعہ میں سے بعض بداء کے جواز پر آیتہ یمحو اللہ مایشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب سے استدلال کرتے ہیں۔ مگر اس آیت میں محو و اثبات سے صحائف اعمال یا صحف ملائکہ میں محو و اثبات مراد ہے نہ کہ علم الٰہی میں بعض اسے نسخ کے ساتھ ملتباس کرتے ہیں۔ حالانکہ نسخ میں مصالح مکلفین کی تبدیلی ہوتی ہے نہ کہ خدا تعالیٰ کے لیے ایک مصلحت غیر ظاہرہ کا ظاہر ہونا۔ اس طرح کی تاویلات باطلہ سے کچھ فائدہ نہیں علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں بل بدالهم ما کانوا یخفون من قبل الایة سورہ انعام کے تحت میں کھلے لفظوں میں یوں لکھ دیا ہے۔

بدا یبدو ابدوا اذا ظهر وفلان ذو بدوات اذا بداله الرای بعد الرای وبدالی فی هذا الا مربدا والبدا لا یجوز علی الله سبحانه لا نه العالم بجمیع المعلومات لم یزل ولا یزال (مجمع البیان مطبوعہ ایران جلد اول ص ۳۳۱)

ترجمہ: جب کوئی چیز ظاہر ہو تو بدا۔ یبدو بدوا بولا کرتے ہیں۔ اور جب کسی شخص کو ایک رائے کے بعد دوسری رائے ظاہر ہو تو اس وقت کہا کرتے ہیں کہ فلاں ذو بدوات اور یوں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے بداء الی فی هذا الامر بداء اور بداء اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں کیونکہ وہ تمام معلومات کا عالم ہے عالم رہا ہے۔ اور رہے گا۔ (انتہی)

ہمارے بیان بالا سے ظاہر ہے کہ بداء جس کے معنی ایک رائے کے بعد دوسری مصلحت پا رائے کا ظاہر ہونا ہے خاص شیعہ امامیہ کا مجمع علیہ عقیدہ ہے چونکہ اس سے علم باری تعالیٰ میں نقص اور اس ا عواقب امور سے جاہل ہونا لازم آتا ہے اس لیے محقق طوسی اور علامہ طبرسی نے اس سے صاف انکار کر دیا ہے۔ اور علامہ موصوف نے اس کے اللہ تعالیٰ پر ناجائز ہونے کی وجہ بھی بیان فرما دی ہے یہ عقیدہ جو سراسر باطل ہے بعض وقت اس سے ناجائز پر فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جاتی ہے چنانچہ علامہ ابو منصور عبدالقاہر بغدادی (متوفی ۴۲۹ھ نے کتاب الفرق بین الفرق ص ۳۶) میں مختار کا ذکر کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ جب مختار بن ابی عبید ثقفی نے عبداللہ بن زیاد اور قاتلین امام حسین کو قتل کر دیا۔ تو اس نے کہانت کا دعویٰ کیا بعد ازاں نبوت کا بھی دعوی کر دیا۔ مختار مذکور بداء کا قائل تھا جس کا سبب یہ ہوا کہ ابرھیم بن اشتر کو جب یہ خبر پہنچی کہ مختار نے کہانت و نزول وحی کا دعوے کیا ہے تو اس کی اعانت چھوڑ دی۔ اور بلاد جزیرہ کا حاکم بن بیٹھا مصعب بن زبیر نے جب معلوم کیا۔ کہ ابراہیم مختار کو مدد نہ دے گا۔ تو اس نے مختار کو مغلوب کرنے کا ارادہ کیا اور سادات کوفہ اس کے ساتھ ہوگئے۔ جب مختار کو یہ خبر ملی تو اس نے احمد بن شمیط کو تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ مصعب کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اور اس سے کہدیا کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے۔ کہ ہمیں فتح ہوگی۔ دونوں لشکروں کا مدائن میں مقابلہ ہوا۔ مختار کے لشکر کو شکست ہوئی اور ابن شمیط اور اکثر قواد سپاہ قتل ہوئے۔ جو باقی رہے انہوں نے مختار سے کہا کہ تو نے تو ہم سے دشمن پر فتح پانے کی پیشین گوئی کی تھی۔ مختار نے جواب دیا۔ ان اللہ تعالی کان قد وعد فی ذلک لکنه بداله (بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فتح کا وعدہ کیا تھا مگر اسے بداء واقع ہوگیا) اور بداء پر اس آیت سے استدلال کیا یمحو اللہ مایشاء و یثبت انتہی تعجب نہیں کہ شیعہ امامیہ نے خلافت بلا فصل ہی کی حمایت کے لیے یہ عقیدہ وضع کر لیا ہو۔ کیونکہ وہ اسی خلافت بلا فصل کے انکار کے سبب صحابہ کرام مہاجرین و انصار کو مرتد قرار دیتے ہیں۔ مگر جب ان پر یہ اعتراض کیا جائے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں مہاجرین و انصار کو بہشتی ہونے کی خبر دی ہے۔ تو پھر وہ مرتد کیسے ہو سکتے ہیں۔ اس کا جواب بر مسلک امامیہ یہی ہوگا کہ خدا تعالیٰ کو صحابہ کے بارے میں بداء ہوگیا یعنی بے شک پہلے تو ارشاد باری تعالیٰ یونہی تھا۔ مگر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کو یہ خلاف مصلحت معلوم ہوا اس لیے ان کو نعوذ باللہ من ذلک دوزخی کر دیا۔

قال الحائری شرح ابن ابی الحدید جلد اول ص 73 سطر 3 میں مرقوم ہے۔

عن ابن عباس قال لما احتضر رسول اللہ وفی البیت رجال منہم عمر بن الخطاب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم هلم اکتب لکم کتابا لا تضلون بعدہ فقال عمر ان

رسول اللہ قد غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ (الخ انتہی بلفظہ)

ترجمہ: وہی ہے جو بیان ہو چکا ہے۔ اس میں حضرت عمر کا نام نامی موجود ہے جس سے ان کا کوئی مرید انکار نہیں کر سکتا۔ (مواعظ حسنہ ص ۷۹)

اقول اس روایت ابن ابی الحدید میں حضرت عمر کا نام بیشک موجود ہے مگر اس میں یہ کہاں ہے کہ حضرت عمر نے رسول اللہ ﷺ کو نسبت ہذیان دی مجتہد لاہوری کی طرح دیگر مجتہدین شیعہ بھی ابن ابی الحدید کو علمائے اہل سنت میں شمار کرتے ہیں۔ مگر ان کا خیال بالکل غلط ہے چنانچہ صاحب کشف الظنون نے نہج البلاغہ کے تحت میں لکھا ہے۔

فقد شرحہ عزالدین عبدالحمید بن ہبۃ اللہ المدائنی الکاتب الشاعر الشیعی فی عشرین مجلدا و توفی سنۃ 655 خمس وخمسین وستمائۃ

ترجمہ: شرح لکھی ہے نہج البلاغہ کی عزالدین عبدالحمید بن عصبتہ اللہ مدائنی کاتب شاعر شیعی نے بیں جلدوں میں اور اس نے 655 میں وفات پائی۔ انتہی صاحب تحفہ اثناعشریہ لکھتے ہیں۔ وابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ کہ تشیع را با اعتزال جمع نمودہ (تحفہ اثناعشریہ 41) نواب محسن الملک مولوی سید محمد مہدی علی خان صاحب اپنی مشہور تصنیف آیات بینات (دوسری جلد ص ۸۰) میں لکھتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں میں ابن ابی الحدید معتزلی بھی ہے کہ وہ اعتزل کے ساتھ تشیع کا بھی جامع تھا۔ اس نے ابن علقمی وزیر مستعصم باللہ کے خوش کرنے اور اس کے کتب خانے کے واسطے شرح نہج البلاغہ لکھی اور اس میں گمنام کتابوں اور غیر محقق مصنفوں کی تصنیفات سے وہ چھوٹی اور نامعتبر روائیتیں چن چن کر جمع کیں۔ جس سے صحابہ کرام مطعون اور مورد ملام ٹھہریں اور شیعوں کے اعتراضات اور عقاید کو تقویت ہو ابن علقمی اس کا بڑا مربی اور دوست تھا اس نے اس کتاب کے صلہ میں ایک لاکھ دینار اور بہت بڑا خلعت فاخرہ ابن ابی الحدید کو دیا۔ اور یہ ابن علقمی معمولی شیعہ نہ تھا بلکہ ایسا غالی شیعہ اور دشمن سینوں کا تھا کہ اس نے صرف مذہبی تعصب کی وجہ سے عباسیہ کی خلافت کو غارت کیا۔ اور ہلاکو کو پوشیدہ دعوت دیکر بغداد پر حملہ کرنے کے لیے بلایا اور خلیفہ کو دھوکا دے کر اس کے پاس لے گیا اور اسے مع علماء اور امراء کے شہید کرادیا۔

ابن ابی الحدید کی کتاب اگرچہ نہایت جامع اور عالمانہ اور خود ابن ابی الحدید نہایت قابل اور بڑا ادیب تھا مگر مذہب تشیع کا حامی تھا۔ کسی غالی اور متعصب شیعہ نے بھی اپنے مذہب کے لیے اس قدر مواد بہم نہ پہنچایا ہوگا۔ جیسا کہ ابن ابی الحدید نے ان کے لیے مادہ جمع کردیا اسی کی وہ کتاب ہے کہ اس کے لیے زمانے سے لے کر اب تک اسی سے حضرات امامیہ روایتیں پیش کرتے ہیں اور استناد اور استدلال فرماتے ہیں۔ اور ایسے اہل بدعت اور مخالف مذہب کو سینوں کے اکابر علماء میں سے قرار دیکر اس کی

روایتوں کو ہمارے مقابلے میں پیش کرتے ہیں شروع زمانے سے اب تک جس کتاب کو شیعوں کی دیکھیے اکثر مطاعن صحابہ میں ابن ابی الحدید ہی کی کتاب کا حوالہ ہوگا۔ اور اسی کی جھوٹی اور غلط روایتیں ہمارے مقابلے میں پائی جائیں گے۔ (انتھی بلفظہ)

قال الحائری الفاروق مطبوعہ مفید عام آگرہ حصہ اول صفحہ 60 سطر 14 میں شمس العلماء مولوی محمد شبلی نعمانی لکھتے ہیں بیماری کا مشہور واقعہ قرطاس کا واقعہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے وفات سے تین روز پہلے قلم اور دوات طلب کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے لیے ایسی چیز لکھوں گا کہ تم آئندہ گمراہ نہ ہوگے۔ اس پر حضرت عمر نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آنحضرت کو درد کی شدت ہے اور ہمارے لیے قرآن کافی ہے حاضرین میں سے بعضوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہذیان کی باتیں کر رہے ہیں۔ (نعوذ باللہ) روایت میں ہجر کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہیں۔

اس کے بعد ص 61 سطر 4 میں شبلی صاحب فرماتے ہیں۔ یہ واقعہ ظاہر تعجب انگیز ہے ایک معترض کہہ سکتا ہے۔ کہ ء سے زیادہ اور کیا گستاخی اور سرکشی ہوگی کہ جناب رسول خدا بستر مرگ پر ہیں۔ اور امت کے درد واری کے لحاظ سے فرماتے ہیں۔ کہ لاؤ میں ایک ہدایت نامہ لکھ دوں جو تم کو گمراہی سے محفوظ رکھے۔ یہ ظاہر ہے کہ گمراہی سے بچانے کے لیے جو ہدایت ہوگی وہ منصب نبوت کے لحاظ سے ہوگی اور اس لیے اس میں سہو و خطا کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ باوجود اس کے حضرت عمر بے پروائی ظاہر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کچھ ضرورت نہیں ہم کو قرآن کافی ہے۔ طرہ یہ کہ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عمر ہی نے آنحضرت کے ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا تھا (نعوذ باللہ)

مولوی شبلی نعمانی نے اس سارے واقعہ قرطاس کو لکھ کر حضرت عمر کو اس طعن عظیم سے بری الذمہ کرنے کی کوشش کرنی چاہی مگر وہ عذر گناہ بدتر از گناہ کی پوری مثل صادق ہوئی زیادہ تر انہوں نے جو تاویلیں کی ہیں موقع بموقع ان کا جواب میں دیتا چلا آیا ہوں۔ مولوی شبلی خواہ اب کچھ ہی تاویلیں اپنے پیشوا کی حمایت میں کریں۔ مگر خط کشیدہ عبارت میں وہ مان چکے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ بستر مرگ پر ہیں۔ اور امت کے درد غمخواری کے لحاظ سے وصیت فرماتے ہیں۔ مگر حضرت عمر بے پروائی ظاہر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ کچھ ضرورت نہیں ہم کو قرآن کافی ہے۔ اور یہ کہ حضرت عمر ہی نے آنحضرت کے ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا تھا۔ (موعظہ حسنہ ص ۷۹ - ۸۰)

اقول یہاں تک مجتہد صاحب نے حدیث قرطاس کے متعلق مولوی شبلی نعمانی صاحب کی تنقید و تحقیق کو تو عمداً پس انداز کر دیا ہے۔ صرف آپ خط کشیدہ عبارت کی طرف ہمیں توجہ دلا رہے ہیں۔ اور اس سے سید نا عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو نعوذ باللہ گستاخ اور کلام پیغمبر اسلام کو ہذیان کہنے والا ثابت کر رہے ہیں۔

ایک معمولی لیاقت کا اردو خواں شخص بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ کہ مولوی شبلی صاحب نے یہ ایک فرضی معترضی کا قول نقل کیا ہے مگر مجتہد صاحب بے سمجھے یوں فرمارہے ہیں کہ مولوی شبلی خواہ اب کچھ ہی تاویلیں اپنے پیشوا کی حمایت میں کریں۔ مگر خط کشیدہ عبارت میں وہ مان چکے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ بستر مرگ پر ہیں۔ اور امت کے درد غمخواری کے لحاظ سے وصیت فرماتے ہیں۔ مگر حضرت عمر بے پروائی ظاہر کرتے ہیں۔ (الخ)

مجتہد لاہوری کو چاہیئے کہ کسی پرائمری سکول میں اردو سیکھیں اور اس طرح خلق خدا کو گمراہ نہ کریں۔

قال الحائری تاریخ ابو الفدا جلد اول ص ۱۵۹ میں منقول ہے۔

ولما اشتد به وجعه قال ائتونی بدواۃ وبیضاء فاکتب لکم کتابا لا تضلون بعدے ابدا فتنازعوا فقال قوموا عنی لا ینبغی عند بنی تنازع فقالوا ان رسول اللہ یھجر (الخ)

وہی الفاظ ہیں اور وہی ترجمہ ہے جو بیان ہوچکا۔ اس عبارت میں لفظ ہجر موجود ہے جس کے معنی ہیں۔ معاذ اللہ پیغمبر ہذیان کہہ رہا ہے۔

سیرۃ المحمدیہ ۵۲۸ میں مرقوم ہے۔

دعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکتف قال ائتونی بکتف اکتب لکم کتابا لا تختلفون بعدہ فاخذ من عندہ الناس فی لغط فقال امراۃ ممن حضروا ویحکم عند رسول اللہ فقال بعض القوم اسکتی فانہ لا عقل لک فقال رسول اللہ انتم لا احلام لکم

مقصود یہ ہے کہ ایک عورت بھی وقت احتضار رسول اللہ صلعم کے پاس حاضر تھی۔ اس نے کہا کہ تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ بجا آوری حکم پیغمبر اسلام علیہ والہ السلام میں تم مخالفت کرتے ہو۔ اس پر بعض اصحاب بولے خاموش رہ اے بیوقوف اس وقت ایسا کہنے والوں سے پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ تم کو عقل نہیں ہے۔ (موعد حسنہ ص ۸۰)

اقول روایت ابو الفداء میں تو یہ قول اللہ یھجر کا جواب حدیث مسلم میں آچکا ہے۔ سیرۃ المحمدیہ کی عبارت مولوی حائری صاحب نے اخیر احوال نہیں لکھا یہاں سوال ہیں اگر کالا ضرور ہے کیونکہ یہ کتاب فہرست کتب جو اہلسنت میں درج نہیں اور سند اس کے مصنف کا نام بتایا گیا ہے۔ ایک عورت کی کہانی جو اس میں بلا سند اور صحیح بتائی جاتی ہے اس کے موضوع ہونے میں کلام نہیں اگر مجتہد صاحب کے پاس اس

روایت کی صحت کا کوئی ثبوت ہو تو پیش کریں۔ ہم انشاء اللہ اس کا جواب دیں گے۔

قال الحائری دوستو! ان سب حوالہ جات کتب معتمدہ اہلسنت سن لینے کے بعد اس حدیث قرطاس کے نتیجہ میں کم از کم چار باتوں میں ٹھنڈے دل سے ضرور غور کرنا چاہیے اول یہ کہ وصیت میں رکاوٹ ڈالنے سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت عمر نے کلام پیغمبر اسلام کو رد کیا ہے اور کلام رسول وحی ہے لقولہ تعالیٰ ما ینطق عن الخ۔ اور وحی خدا کو رد کر دینا کفر ہے باتفاق فریقین بقولہ تعالیٰ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون۔ (موعظہ الحسنۃ ص ۸۰)

اقول قرآن اور حدیث صحیح کے خلاف کوئی روایت جو کتب سیر و تواریخ وغیرہ میں ہو وہ قابل تسلیم نہیں۔ مجتہد لاہوری کا یہ کہنا کہ جن کتابوں سے اس نے حوالہ جات نقل کئے ہیں وہ سب کتب معتمدہ اہلسنت ہیں بالکل غلط ہے۔ مثلاً سرالعالمین کسی رافضی نے لکھ کر امام غزالی کی طرف منسوب کر دی ہے۔ ینابیع المودۃ بھی اس قسم کی کتاب ہے۔ معارج النبوۃ کتب معتمدہ اہلسنت میں سے نہیں۔ الفاروق کسی گنتی میں نہیں۔ سیرۃ محمدیہ ایک مجہول کتاب ہے۔ ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ رافضیوں کی کتاب ہے۔ روضۃ الاحباب کی کوئی روایت ہم پر حجت نہیں اس کتاب کی نسبت بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ ہم پہلے گزارش کر چکے ہیں۔ اگر اور درکار ہو تو بغور سنئے شیخ عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ (مطبوعہ نو لکشور ص 302) میں فضلائے عہد اکبر بادشاہ کے ذکر میں یوں لکھا ہے۔ مولانا عبداللہ سلطان پوری از قوم انصار است واجداد او در سلطان پور آمدہ سکونت اختیار کردہ بودند از فحول علمائے زمان ویگانہ دوران بود خصوصاً در عربیت و اصول وفقہ و تواریخ و سائر نقلیات صاحب تصانیف لائقہ رائقہ است از انجملہ کتاب عصمت الانبیاء و شرح شمائل النبی ﷺ مشہور است۔ از بادشاہ جنت آشیانی رحمہ اللہ خطاب مخدوم الملک وہم شیخ الاسلامی یافتہ بود در ترویج شریعت غرا ہمیشہ سعی بلیغ ے نمود و سنی متعصب بود خیلے از ملاحدہ وروافض سعی او بجائے کہ جہت ایشاں آمادہ ساختہ بودند رفتند۔ واز نہایت غلوے دفتر ثالث روضۃ الاحباب رامے گفت کہ از میر جمال الدین محدث نیست۔ در آں سال کہ فتح گجرات شدو او در فتحپور وکیل دیوانخانہ عالی درعین جاہ و جلال بود فقیر از سفر پنجاب بازگشتہ روزے بصحبت شیخ ابو الفضل کہ ہنوز ملازم نشدہ بود وحاجی سلطان تھانیسری بدیدن مخدوم الملک رفتیم و دیدیم کہ دفتر ثالث رادر پیش دارد و میگفت کہ بہ بینید کہ مقتدایان ولایت چہ خرابہا در دین کردہ اند۔ وآن بیت رانمود کہ در منقبت واقع شدہ بیت ہمیں بس بود آشنائیے او۔ کہ کردند شک درخدائیے او۔ وگفت او از رفض ہم گزرانیدہ کار بجائے دیگر رسانید کہ حلول باشد۔ و قرار دادہ ام کہ این جلد را بحضور شیعہ بسوزم فقیر ہرچند از خبایائے مجہول آمدہ و مرتبہ اول ملاقات بادنمودہ بودم بدلیری گفتم ایں بیت ترجمہ آن شعر است کہ بامام شافعی رحمہ۔ اللہ منسوب است کہ۔

لوان المرتضی ابدی محلہ لصار الناس طرا سجدالہ کفی فی فضل مولانا علی بموقوع الشک۔ فیہ انہ اللہ

بجانب من نیز نگریست و پرسید کہ این نقل از کجاست گفتم از شرح دیوان امیر گفت شارح دیوان کہ قاضی میر حسین میبندی است نیز متہم است بر فض گفتم این بحث دیگر است۔ و شیخ ابو الفضل وحاجی سلطان دست برلب نہادہ ہر زمان اشارت بمنع من میکردند باز گفتم کہ از بعضے ثقات استماع دارم کہ دفتر ثالث از میر جمال الدین نیست بلکہ از پسر ایشاں سید میرک شاہ یا از دیگریست ولہذا ایں عبارت عبارت دو دفتر سابق نمے ماند کہ پر شاعرانہ است نہ محدثانہ جواب داد کہ بابا من در دفتر دوم نیز چیز ہا یافتہ ام کہ دلالت صریح بر بدعت وفساد اعتقاد دارد وحواشی ہم نوشتہ ام۔ ازا نجملہ آنکہ مصنف نوشتہ امیرالمؤمنین علی رضی اللہ عنہ در زمانے کہ طلحہ رضی اللہ عنہ پیشتر از ہمہ بیعت باد نمود فرمود کہ ید شاء وبیعہ شاء دست شل وبیعت شل۔ فی الواقع دستے کہ روز احد دفایہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم شدہ ویازدہ زخم خوردہ باشد امیرالمؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آنرا چوں شگون بد گیرد کہ در شرع ممنوع است حاشاو کلا این از محالات عادی واعتقادی است گفتم ظاہرا افترائے باشد از تفاول یا شگون وشیخ ابو الفضل خفیہ دست مرا بر در میمالید و ملغ ے آید مخدوم پرسید کہ تعریف ایں مرد بکنید کہ کیست از حال من شمہ گفتند وآں صحبت بخیر گزشت ولعد از بر آمدن یاراں مے گفتند کہ امروز خطرے عجیب گزرانیدہ کہ اوہیچ متعرض تونشدہ واگرنہ باعث تلف کہ مے بود و دراوائل عہد کہ شیخ ابوالفضل رامیدید بتلامذہ خویش میگفت کہ چہ خلل کہ در دین ازین خیزد بیت۔

چوں طفیلش بدیدم بنمودم اہل دین را
کہ شود بلالے جانہا بشما سپردم ایں را

ودر سنہ نہصد ونود در گجرات بعد از انصراف از مکہ معظمہ بعالم بقاخرامید انتہی۔

ترجمہ: ملا عبد اللہ سلطان پوری قوم انصار میں سے ہیں۔ ان کے اجداد نے سلطان پور میں آکر سکونت اختیار کی تھی۔ وہ اپنے زمانے کے زبردست عالموں میں سے تھے۔ اور بالخصوص عربیت۔ اصول فقہ تاریخ اور تمام علوم نقلیہ میں یگانہ روزگار تھے۔ ان کی عمدہ تصانیف ہیں۔ ازا نجملہ کتاب عصمت الانبیاء اور شرح شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم مشہور ہیں۔ بادشاہ جنت آشیانی رحمہ اللہ (ہمایوں بادشاہ) کی طرف سے ان کو مخدوم الملک کا خطاب اور منصب شیخ الاسلام بھی ملا ہوا تھا۔ شریعت غرا کی ترویج میں ہمیشہ بڑی کوشش کیا کرتے تھے۔ اور پکے سنی تھے۔ بہت سے ملحد اور رافضی آپ کی کوشش سے وہاں چلے گئے۔ جو ان کے لیے تیار کی گئی تھی۔ اور نہایت علو کے سبب آپ روضۃ الاحباب کے دفتر سوم کی نسبت فرماتے تھے۔ کہ یہ میر

جمال الدین محدث کی تصنیف نہیں ہے جس سال گجرات فتح ہوا اور آپ فتحپور میں عین جاہ جلال میں وکیل دیوانخانہ عالی تھے۔ فقیر سفر پنجاب سے واپس آکر ایک روز شیخ ابوالفضل (جواب تک ملازم نہ ہوا تھا) اور حاجی سلطان تھانیسری کے ہمراہ مخدوم الملک کی زیارت کو گیا۔ ہم نے دیکھا کہ روضۃ الاحباب کا دفتر سوم آگے رکھا ہوا ہے اور فرما رہے ہیں۔ کہ دیکھو مقتدایاں ولایت نے دین میں کیا کیا خرابیاں پیدا کردی ہیں۔ اور آپ نے وہ بیت دکھائی جو منقبت میں واقع ہے۔ بیت۔

همیں بس بود آشنائے ہے او
کہ کروند شک در خدائے او

اور ارشاد فرمایا کہ اس نے تو رفض سے بھی آگے حلول تک کی نوبت پہنچادی۔ اور میں نے یہ قرار دیا ہے۔ کہ اس جلد کو شیعہ کے سامنے جلادوں۔ فقیروں نے گوزاویہ گمنامی سے آیا تھا اور آپ سے پہلی ملاقات تھی۔ دلیری سے کہا کہ یہ بیعت اس شعر کا ترجمہ ہے جو امام شافعی کی طرف منسوب ہے۔

لوان المرتضیٰ ابدی محلہ
لصار الناس طراً سجداً لہ
کفی فی فضل مولانا علی
وقوع الشک فیہ انہ اللہ

آپ نے میری طرف بھی دیکھا۔ اور پوچھا کہ یہ کہاں سے منقول ہے۔ میں نے کہا۔ دیوان علی کی شرح سے آپ نے فرمایا کہ شارح دیوان جو قاضی میر حسن میبندی ہے وہ بھی رفض کے ساتھ متہم ہے۔ میں نے کہا یہ دوسری بحث ہے ابوالفضل اور حاجی سلطان ہربار ہاتھ ہونٹ پر رکھ کر اشارہ سے مجھے منع کرتے تھے۔ پھر میں نے کہا۔ کہ میں نے بعض ثقہ لوگوں سے سنا ہے۔ کہ دفتر سوم میر جمال الدین کی تصنیف نہیں۔ ہے۔ بلکہ ان کے بیٹے سید میرک شاہ یا کسی دوسرے کا ہے۔ اسی وجہ سے دفتر سوم کی عبارت پہلے دو دفتروں کی عبارت سے ملتی جلتی نہیں۔ کیونکہ دفتر سوم کی عبارت بہت شاعرانہ ہے۔ نہ کہ محدثانہ۔ آپ نے جواب دیا کہ بابا میں نے دوسرے دفتر میں بھی بعض باتیں پائی ہیں۔ جو بصراحت بدعت و فساد اعتقاد پر دلالت کرتی ہیں۔ اور میں نے حواشی بھی لکھے ہیں۔ ازانجملہ ایک حاشیہ یہ ہے۔ کہ مصنف نے لکھا ہے کہ جس وقت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تو حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا ید شلاء و بیعۃ شلاء یعنی لنجھ ہاتھ اور لنجھی بیعت۔ فی الواقع وہ ہاتھ جس نے احد کے دن جناب رسالت پناہ ﷺ کو بچایا اور گیارہ زخم کھائے اس کو امیرالمومنین علی مرتضیٰ کیسے شگون بد سمجھ سکتے ہیں جو شریعت میں منع ہے۔ حاشا وکلا یہ محالات عادی و اعتقادی میں سے ہے۔ میں نے کہا

بظاہر تفاؤل یا شگون سے مختلف ہوگا۔ شیخ ابوالفضل پوشیدہ میرے ہاتھ کو دروازے پر ملتے تھے۔ اور منع کرتے تھے۔ مخدوم نے پوچھا کہ اس شخص کی تعریف کیجئے کہ کون ہے۔ انہوں نے میرا کچھ حال بیان کیا۔ اور وہ گفتگو بخیریت گزر گئی۔ باہر آکر ساتھی کہنے لگے۔ کہ آج عجیب معاملہ گزرا۔ کہ مخدوم نے تجھ سے تعرض نہ کیا۔ ورنہ چھٹکارے کا باعث کون ہوتا۔ مخدوم الملک اوائل عہد میں جب شیخ ابوالفضل کو دیکھا کرتے تھے۔ تو آپ شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ دین میں ایسا کونسا خلل ہے جو اس شخص سے پیدا نہ ہوگا۔ بیت

چوں طفیلش بدیدم بنمودم اہل دین را
کہ شود بلائے جانہا بشماسپردم این را

مخدوم الملک نے 990ھ میں گجرات میں مکہ معظمہ سے واپس آنے کے بعد عالم بقا کو رحلت فرمائی۔ انتہی

مسلمانوں کو مخدوم الملک جیسے نقادو مبصر اور خالص الاعتقاد بزرگوار کی بڑی ضرورت ہے۔ جو قوم کو رافضیوں کے مکائد سے آگاہ کرتے رہیں۔

اب ہم ٹھنڈے دل سے ان باتوں میں غور کرتے ہیں۔ جو مولوی حائری صاحب نے حدیث قرطاس سے بطور نتائج اخذ کی ہیں۔ یہ نتائج قریباً وہی ہیں جن کی طرف مجتہد صاحب اوراق گذشتہ میں بار بار توجہ دلاتے رہے ہیں۔ ہاں یہاں وہ ایک جگہ جمع کر دیئے گئے ہیں۔ لہٰذا ہم بھی بالترتیب ان کا جواب تحریر کرتے ہیں امر اول کے متعلق مجتہد لاہوری نے جو آیت پیش کی ہے۔ وہ قرآن کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ **علم شدید القوی** ظاہر کر رہا ہے لہٰذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ آنحضرت ﷺ کے تمام اقوال وحی ہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے دلائل سے ثابت کر آئے ہیں ثانیاً اگر تسلیم کر لیں۔ کہ آنحضرت ﷺ اس کتابت کے لیے مامور تھے۔ تو آپ کسی کے روکنے سے ہرگز نہ رک سکتے تھے۔ کیونکہ تبلیغ وحی آپ کا فرض اولین تھا۔ بقولہ تعالیٰ۔

یایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسلتہ ○ واللہ یعصمک من الناس۔ (مائدہ: ع ۱۰)

ترجمہ: اے رسول پہنچا دے جو تیری طرف تیرے پروردگار کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا۔ اور اللہ تجھ کو لوگوں سے بچائے گا۔ انتہی ذرا غور انصاف کیجئے اگر مبلغ الہیم کی مزاحمت مانع ہو سکتی تھی۔ تو اس کے لیے سب سے سزاوار وہ وقت تھا جب کہ ایک جہان کفر پر متفق اور آنحضرت ﷺ کی ایذا پر تلا ہوا تھا۔ جب اس وقت

آپ نے تبلیغ میں تساہل نہ فرمایا تو ایسے وقت جب کہ ایک جہان آپ کا مطیع تھا آپ کسی کے روکنے سے کیسے رک سکتے تھے؟ آپ کا باوجود سید المعصومین ہونے کے اس کتابت کو ترک فرمانا تھا۔ اسی واسطے جب وہ معاملہ آپ پر دوبارہ پیش کیا گیا۔ تو آپ نے فرمادیا کہ میں جس حالت (مراقبہ حق) میں ہوں وہ اس کتابت سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام کے لیے تبلیغ وحی سے بڑھ کر عبادت اور کوئی کام نہیں ثالثاً حضور اقدس ﷺ نے ائتونی صیغہ جمع استعمال فرمایا تھا۔ جس کے مخاطب نہ فقط حضرت عمر تھے۔ بلکہ جمیع حاضرین مجلس تھے۔ جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی شامل تھے۔ لہٰذا اگر حضرت عمر نے تعمیل میں توقف کیا۔ تو حضرت علی کو چاہیے تھا کہ قلم دوات لے کر حاضر ہوتے۔ اور رد وحی نہ کرتے۔ اگر وہ حضرت عمر کی موجودگی میں ایسا نہ کر سکتے تھے تو حضور اقدس ﷺ کے باقی ایام حیات میں کسی وقت حاضر ہو کر حسب عقیدہ شیعہ اپنی خلافت کی تحریری سند لے سکتے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے انگشتری وغیرہ لی تھی پس عدم تعمیل یا رد وحی کے الزام میں حضرت علی بھی شامل ہیں جن کو شیعہ معصوم جانتے ہیں۔

قال اجائری

دوم یہ امر اب ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عمر نے یقیناً ہذیان کی نسبت رسول اسلام ﷺ کو دی ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام بالیقین ہذیان بولنے سے معصوم ہوتے ہیں ورنہ ان کے قول پر کسی طرح اعتماد نہیں ہو سکتا۔ (موعظہ حسنہ 81)

اقول

مجتہد لاہوری کا یہ قول محض بہتان ہے جس قدر احادیث و روایات پیش کی گئی ہیں۔ ان میں سے کسی سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کو نسبت ہذیان دی۔ کسی صحیح حدیث میں یہ وارد نہیں ہوا کہ اہجر کا قائل حضرت عمر ہیں۔ بلکہ احادیث میں جہاں اہجر بطریق استفہام انکاری آیا ہے۔ اس کے قائل مجوزین کتابت ہیں۔ اگر متوقفین فرض کئے جائیں تو بھی استفہام انکاری ہی ہو گا جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔ ہر دو صورت میں اس کی قائل ایک جماعت ہے کیونکہ حدیث میں فقالوا صیغہ جمع وارد ہے۔ اور اسی پر نسبت ہذیان کا الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس نسبت کا انکار ثابت ہے

قال الحائری

سوم پیغمبر کے سامنے رفع صوت (آواز بلند کرنا) قطعاً حرام ہے۔

لقوله تعالٰی یایها الذین امنوالا ترفعوا اصو اتکم فوق صوت النبی ولا تجهرو اله بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون (پ ۲۶ ع ۱۳)

یعنی مسلمانو اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے اونچا نہ ہونے دو اور نہ ان کے ساتھ بہت زور سے

بات کرو نہ جیسے تم ایک سے ایک (آپس میں) زور سے بولا کرتے ہو۔ (کہیں ایسا نہ ہو) کہ تمہارا کیا کرایا سب اکارت ہو جائے۔ اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ (ترجمہ نذیر احمد سنی) اور حدیث قرطاس میں مسلمہ طور پر ثابت ہوا کہ حضرت عمر ہمراہیوں کے ساتھ لڑنے جھگڑنے تک اتر آئے۔ اور لغو لغط یعنی چیخ و پکار تک آپس میں پیغمبر کے سامنے نوبت پہنچ گئی۔ جس پر پیغمبر کو قوموا عنی کہہ کر ان کو سامنے سے ہٹا دینا پڑا۔ (موعظہ حسنہ ص ۸۱)

اقول: اس آیت سے تو یہ معلوم ہوا کہ جب تم آنحضرت ﷺ کے ساتھ گفتگو کرو۔ تو اس میں اپنی آواز کو حضور اقدس ﷺ کی آواز پر بلند نہ کرو۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے حضور آپس میں گفتگو اور بحث بھی نہ کرو جس کے جواز میں کسی کو کلام نہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ پیغمبر کے سامنے آواز بلند کرنا۔ حرام ہے بحث طلب ہے آنحضرت کی خاموشی کی حالت میں اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں آکر فریاد کرتا۔ تو وہاں بھی رفع صوت پایا گیا کیا وہ بھی حرام تھا۔ محاربات میں حضور اقدس بابی ہو وامی کے سامنے نعرے بلند کئے جاتے تھے۔ کیا وہ بھی حرام تھے۔ آپ کے حضور میں صحابہ کرام مہمات امور میں مباحثہ کیا کرتے تھے۔ کیا وہ بھی حرام تھا؟ قصہ قرطاس میں لفظ فتنازعوا (پس وہ جھگڑ پڑے) ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ تمام حاضرین مجلس آپس میں جھگڑ پڑے جن میں حضرت علی بھی شامل تھے۔ کسی روایت میں یہ تصریح نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باقی تمام حاضرین سے جھگڑ پڑے۔ زیادہ سے زیادہ جو یہاں کہا جا سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس وقت وہ تنازع مناسب نہ تھا۔ جیسا کہ لفظ لا ینبغی (مناسب نہیں) ظاہر کر رہا ہے۔ لہٰذا بڑے سے بڑا جرم تمام حاضرین کا یہ ہوا کہ ان سب نے ترک اولیٰ کیا۔ آنحضرت ﷺ کا قوموا عنی فرمانا بجا تھا۔ کیونکہ آپ کا مشن پورا ہو چکا تھا۔ کتابت زیر بحث کا ارادہ آپ نے محض امت پر شفقت کے سبب کیا تھا۔ لہٰذا ایسے وقت میں جب کہ آپ اس دنیا سے رخصت ہونے کو تھے۔ آپ نے اس کتابت کی نسبت تنازع سننا گوارا نہ فرمایا اور جب رفیق اعلیٰ کے غلبہ میں فرما دیا قوموا عنی (میرے پاس سے اٹھ جاؤ)

قال الحائری: چہارم وصیت میں رکاوٹ ڈالنے کی وجہ سے انہوں نے امت کے حق کو تلف کر دیا۔ کیونکہ اگر وصیت لکھی جاتی تو یقیناً امت مرحومہ گمراہی سے ہمیشہ کے لیے محفوظ رہتی کیونکہ پیغمبر صادق الامین اسی حدیث قرطاس میں پیشگوئی کر چکے تھے۔ بقولہ اکتب لکم کتابا لن تضلو ابعدہ ابدا کہ اس سے تمسک و تعمیل کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔ پھر آج اسلام تہتر مذہب متفرق ہو جانے اور امت کے گمراہی میں پڑ جانے کے ذمہ دار وصیت روکنے کی وجہ سے حضرت عمر ہوئے یا نہیں۔ (مواعظ حسنہ 81)

اقول: یہ پہلے آچکا ہے کہ اگر امر زیر بحث از قبیل وحی ہوتا۔ تو اس میں کوئی رکاوٹ نہ ڈال سکتا تھا۔ ورنہ آنحضرت ﷺ کی عصمت پر حرف آئے گا۔ لن تضلو ابعدہ کے معنے یہ نہیں کہ اس کے بعد تم

میں سے کوئی بھی گمراہ نہ ہو گا۔ کیونکہ یہ تو صریح مخالفت ہے۔ اس حدیث صحیح کے جس میں حضور اقدس ﷺ بابی ہو وامی نے بحالت صحت پشین گوئی فرمادی تھی۔ کہ میرے بعد میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے بعد تمہارا اجتماع گمراہی پر نہ ہو گا اس کی مفصل بحث پہلے آچکی ہے۔

قال الحائری پنجم حضرت عمر کا ہی یہ کہنا کہ وصیت پیغمبر کی ضرورت نہیں حسبنا کتاب اللہ قرآن ہمارے لیے کافی ہے کس کام کے لیے کافی ہے۔ ہدایت کے لیے کافی ہو سکتا بغیر وصیت پیغمبر کے تو پھر بہتر مذہب کیوں قرار دیئے گئے۔ وہ بھی تو اپنے عقائد کا ماخذ قرآن ہی کو پیش کرتے ہیں اور اس ایک ناجی فرقہ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ ان کا ماخذ قرآن سے صحیح ہے۔ باقی سب کا غلط ہے۔ تنہا قرآن کے ہوتے اس تفرقہ امت پڑجانے کی صورت میں حضرت فاطمہ کا دعوے حسبنا کتاب اللہ صحیح ثابت ہوا یا باطل۔(مواعظ حسنہ 81)

اقول حسبنا کتاب اللہ کی مفصل بحث پہلے آچکی ہے۔ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے حسبنا کتاب اللہ کے قائل کی رائے ہی کو ایسا پسند کیا۔ کہ ترک کتابت فرمایا حضرت علی جن کو شیعہ معصوم جانتے ہیں۔ ان کو بھی بجز سکوت و تسلیم چارہ نہ ہوا۔ بحث فدک میں دیکھا جائے گا۔ کہ آیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حسبنا کتاب اللہ کا دعوی کیا یا نہیں۔ مجتہد صاحب بار بار بہتر یا تہتر فرقوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ شیعہ جن کو تمسک بالعترت کا دعوی ہے۔ ان میں بہت سے فرقے کیوں ہیں۔ ایک ہی فرقہ کیوں نہیں مولوی حائری صاحب اس آیت قرآنی پر غور فرمائیں۔

ولو شاء ربک لجعل الناس امة واحدة ولا یزالون مختلفین ○ الا من رحم ربک ولذلک خلقهم وتمت کلمة ربک لاملئن جهنم من الجنة والناس اجمعین۔ (ہود۔ ع ۱۰)

ترجمہ: اور اگر چاہتا تیرا رب کرڈالتا لوگوں کو ایک راہ پر اور ہمیشہ رہتے ہیں اختلاف میں مگر جن پر رحم کیا رب نے اور اسی واسطے ان کو پیدا کیا۔ اور پورا ہوا لفظ رب تیرے کا کہ البتہ بھروں گا دوزخ جنوں سے اور آدمیوں سے اکٹھے (ترجمہ شاہ عبدالقادر) حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ نے حسبنا کتاب اللہ کی نسبت یوں لکھا ہے وقول فاروق حسبنا کتاب اللہ عمقے دارد مقصود او نفی ظن فاسد است یعنی کسے گمان نکند کہ آنحضرت ﷺ چیزے در آخر عمر خود خواستند کہ بگویند وآں معنی باتمام ترسید نمیدانم شاید نسخ بعض احکام مقرر مقصود باشد یا فریضہ دیگر را تشریع میخواستند پس احتمال متطرق شد بجمیع احکام شرعیہ فاروق افادہ فرمود کہ خدا تعالیٰ۔ میفرمائد الیوم اکملت

لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الا سلام دینا پس ہیچ احتمال متطرق نیست۔ آنچہ القائے آں مے خواستند تاکید و تقریر احکام سابقہ است (قرۃ العینین ۲۶۹،
ترجمہ: اور حضرت فاروق کا قول گہرا ہے۔ ان کا مقصود گمان فاسد کا دور کرنا ہے۔ یعنی کوئی شخص گمان نہ کرے کہ آنحضرت ﷺ نے آخر عمر میں کوئی بات کہنی چاہی اور وہ کہہ نہ سکے ہمیں معلوم نہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا مقصود بعض احکام مقرر کا منسوخ کرنا تھا یا آپ کوئی نیا فریضہ مشروع فرمانے لگے تھے۔ پس یہ احتمال تمام احکام شرعیہ میں چلے گا۔ اور حضرت فاروق نے بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور مت پر اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام تمہارے واسطے دین پسند کیا۔ لہٰذا نسخ و تشریع کا کوئی احتمال نہیں چل سکتا۔ اور جس چیز کو آپ بتانا چاہتے تھے۔ وہ احکام سابقہ کی تاکید و تقرر تھی۔ انتہی

قال الحائری ششم حضرت عمر کی مخالفت وصیت اور نسبت ہذیان دینے سے پیغمبر کو ایذا پہنچی یا نہیں اگر ایذا نہیں پہنچی۔ تو قوموا عنی (اٹھ جاؤ میرے سامنے سے) کہہ کر ان کو کیوں باہر نکال دیا۔ اور اگر ایذا پیغمبر کو پہنچی ہے۔ تو پیغمبر کو ایذاء دینے کے متعلق قرآنی تعلیم یہ ہے۔ والذین یئوذون رسول اللہ لھم عذاب الیم (پ ۱۰: ۱۴) یعنی جو لوگ اللہ کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان کو (قیامت کے دن) درد ناک عذاب ہونا ہے (ترجمہ نذیر احمد سنی)

دوستو! یہ چھ باتیں اس مسئلہ میں غور طلب ہیں ہر ایک شخص سے میں امید کرتا ہوں کہ وہ ان میں مناسب تامل اور غور کرنے کے بعد مفید اور قابل قدر نتیجہ تک آسانی کے ساتھ پہنچ سکے گا۔ جس کا منتہی باب النجات ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالٰی والیہ ترجع الا مور (موعظہ حسنہ 82)

اقول حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہ تو پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کو نسبت ہذیان دی۔ اور نہ وصیت کی مخالفت کی۔ بلکہ حضور اقدس ﷺ پر شفقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ دوسرے کو بتا دیا کہ ایسی حالت میں آپ کو اس امر کی تکلیف نہ دی جائے جس کے حصول کے لیے کتاب اللہ کافی ہے اس رحمتہ اللعالمین سید المعصومین نے اپنے عمل سے رائے فاروقی کی تصویب فرمادی اور لقائے رفیق اعلیٰ کے شوق وغلبہ میں فرما دیا کہ اب میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔

نظر ثانی مجتہدین شیعہ بعض صحابہ کرام کے سبب قصہ قرطاس میں جو غلط تاویلات کرتے ہیں۔ ان سے پایا جاتا ہے کہ انہیں حضور اقدس ﷺ کی شان نبوت کی کچھ پروا نہیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں۔ کہ کتابت کتاب کے لیے آپ منجانب اللہ مامور تھے لہٰذا اس کتابت کے عدم وقوع سے نعوذ باللہ آپ کی عظمت پر حرف آگیا۔ اگرچہ آپ کو تین چار روز کا وقفہ بھی مل گیا مگر پھر بھی وہ تحریر حوالہ قلم نہ ہوئی۔ مجتہد لاہوری

فرماتے ہیں۔ کہ جو بات آپ تحریر کرنا چاہتے تھے۔ وہ وہی وصیت تھی۔ کہ جس کو نسیان راوی کہہ کر ٹال دیا گیا۔ مگر مجتہد صاحب کے پاس اپنے دل کا کوئی ثبوت نہیں۔ سلیمان احول کا ہی کہنا۔(کہ سعید بن جبیر تیسری وصیت سے چپ رہا یا اس نے تو اسے ذکر کر دیا تھا مگر یہ بھول گیا) ظاہر کر رہا ہے کہ حدیث رسول مقبول ﷺ کی رویات میں اسے کس قدر احتیاط ملحوظ ہے اگر مجتہد کے قول کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر بھی آپ ﷺ نے نعوذ باللہ خلاف حکم الہی کیا۔ کیونکہ حکم تو لکھ دینے کا تھا علاوہ بریں مجتہد صاحب کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ وصیت سوم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل کے متعلق تھی۔ مزید بریں آنکہ حسب قول شیعہ خلافت بلافصل کا اعلان تو ستر ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ آدمیوں کے سامنے خم غدیر میں ہو چکا تھا۔ اب دولتخانہ کے اندر چند حضار مجلس کے سامنے اس کے اعلان سے کیا فائدہ تھا۔ ثانیاً آنحضرت ﷺ تیئس سال تک اپنے اصحاب کو تعلیم قرآن دیتے رہے۔ اور ان کو عقائد و اخلاق کی خباثتوں سے پاک کرتے رہے جیسا کہ خود قرآن اس پر ناطق ہے۔ مگر بنابر قول شیعہ آپ کی تعلیم کا بجز تین چار اشخاص کے کسی پر کوئی اثر نہ ہوا۔ حتی کہ وہ آپ کے حضور میں آداب کلام سے بھی نابلد محض رہے۔ اور نعوذباللہ گستاخ ایسے کہ آپ کے سامنے آپ کی شان میں نہایت ناموزون الفاظ استعمال کرنے سے باز نہ رہتے تھے۔ یہ ان کا حال ہے جو چوٹی کے اصحاب تھے۔ اوروں کی حالت تو اور ناگفتہ بہ ہو گئی کیا اس سے تنقیص شان محمدی لازم نہیں آتی؟ کیا یہ اصحاب وہی نہیں جن کے اوصاف حمیدہ اللہ تعالیٰ نے تو رات و انجیل میں بیان فرمائے تھے۔ ثالثاً عدم تعمیل ارشاد نبوی آنحضرت ﷺ کے سامنے رفع صوت اور تنازع اور حق تلفی امت وغیرہ کے الزامات میں سے بعض حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر بھی عائد ہوتے ہیں۔ اس پر تو حضرات شیعہ کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ آپ ﷺ کی عصمت کو بھی اپنی خلافت بلا فصل پر سے قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اب دیکھیے حضور اقدس ﷺ کی عصمت کا کبھی کو خیال نہیں مگر اپنی خلافت کو بچانے کے لیے کیسے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں سید محمد مجتہدین سید دلدار علی مجتہد لکھنوی طعن الرماح (مطبوعہ سلطان المطابع لکھنؤ ص ۱۹۳) میں یوں لکھتے ہیں۔ تفصیل ایں اجمال آنکہ قول او حضرت عباس و حضرت علی نیز درانوقت حاضر بودند مردود است باینکہ فاضل معاصر یا آنکہ عمر عزیز خودرا در بحث وجدال و قیل و قال سپری کردہ ہنوز از طریق استدلال وفنون مناظرہ بلد نیتے ہیم نرسانیدہ چہ ے بایست کہ اولا اقامت بینہ بریں دعوے نماید زیرا کہ ادعاے بے دلیل مقرون .مقبول نمے شود ودر احادیث کثیرہ از کتب معتمدہ اہل نحلہ او آنفا مذکور گشتہ ہیچ جاذ کر حاضر بودن حضرت امیر المومنین نیست پس اثبات ایں دعویٰ بر گردنش لازم و عہدہ مانع منع است وبس بعد تسلیم عنقریب بوضوح ے انجامد کہ اذیال مجوزین احضار قرطاس از اوناس استحقاق طعن ولوم منزہ و مبراست انتھی۔ ترجمہ اس اجمال

کی تفصیل یہ ہے کہ شاہ صاحب کا یہ قول کہ حضرت عباس و حضرت علی بھی اس وقت حاضر تھے۔ مردود ہے۔ بدیں طور کہ ہمعصر فاضل نے اگرچہ اپنی عمر عزیز بحث و مناظرہ میں ختم کی ہے۔ مگر اسے اب تک استدلال وفنون مناظرہ سے کچھ بھی واقفیت نہیں ہوئی کیونکہ اسے چاہیے کہ پہلے اپنے دعوے پر دلیل پیش کرے اس لیے کہ دعوے بے دلیل سنا نہیں جاتا۔(اور ان احادیث کثیرہ میں جو ابھی کتب معتمدہ اہل سنت سے مذکور ہوئیں۔ کسی جگہ حضرت امیرالمومنین کے حاضر ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ پس اس دعوے کا ثابت کرنا شاہ صاحب کے ذمہ ہے۔ اور مانع کا کام تو صرف منع ہے۔ اور اگر حضرت امیرالمومنین کا حاضر ہونا تسلیم کیا جائے تو عنقریب واضح ہو جائے گا۔ کہ مجوزین احضار قرطاس کا دامن طعن و ملامت کے استحقاق کی آلودگی سے پاک و منزہ ہے۔ انتھی جواب میں گزارش ہے۔ کہ ملا باقر مجلسی حیات القلوب (مطبوعہ نو لکشور۔ جلد دوم۔ ص847، 848) میں لکھتے ہیں۔ شیخ مفید روایت کردہ است کہ حضرت مردم رامرخص کرد و بیروں رفتند وعباس وفضل پسراو علی بن ابی طالب و اہل بیت مخصوص آنحضرت نزد او ماندند پس عباس گفت یارسول اللہ اگر ایں امر خلافت در مابنی ہاشم قرار خواہد گرفت پس مارا بشارت دہ کہ شاد شویم واگر میدانی کہ برماستم خواہند کرد و خلافت رااز ماغصب خواہند کرد پس باصحاب خود سفارش مارا بکن حضرت فرمود کہ شمارا بعد از من ضعیف خواہند کرد بر شماغالب خواہند شد پس ہمہ اہلبیت گریاں شدند۔ واز حیات آنحضرت ناامید گردیدند۔ ودراں مرض حضرت امیرالمومنین شب و روز در خدمت آنحضرت بودو از آنحضرت مفارقت نمے نمود مگر برائے حاجت ضروری وابن بابویہ وشیخ مفید و شیخ طوسی وصفار شیخ طبرسی وابن شہر آشوب و دیگراں روایت کردہ اندبسند ہائے متواتر از حضرت امیرالمومنین و امام محمد باقرو امام جعفر صادق وام سلمہ وعائشہ وغیرہ ایشاں کہ در مرض آخر آنحضرت امیرالمومنین برائے ضرورتے بیروں رفتہ بود حضرت فرمود کہ بخوانید از برائے من یار مرادوست مراد برادر مرا۔ پس حضرت فاطمہ حضرت امیرالمومنین راطلب کردوچوں حاضر شد حضرت اور ابر سینہ خود چسپانید۔ ودہان مبارک رابر گوش اوگزاشت وجامہ خودرا بروئے اوکشید و عرق ایشاں بروئے یکدیگر میریخت وزمان بسیار باآنحضرت راز گفت انتھی مختصرا عبارت سے معلوم ہوا کہ اس مرض میں حضرت علی دن رات آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہتے تھے۔ اور بجز حاجت ضروری باہر نہ جاتے تھے۔ اگر کسی ضرورت کے لیے باہر جاتے اور آنحضرت ﷺ کو ان کے متعلق کچھ کام ہوتا) تو ان کو بلالیا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ بنابر قول شیعہ آنحضرت ﷺ حضرت علی کو ان کی خلافت کی تحریری سند لکھ کر دینے لگے تھے۔ پس ان حالات میں حضرت علی غیر حاضر قرار نہیں دے سکتے۔ بالخصوص جب کہ خلافت کی سند انہی کو دینی تھی۔ اور دولتخانہ نبوی کے اندر تحریر کا کام حضرت علی ہی کیا کرتے تھے۔ حتی کہ وحی بھی وہی لکھا کرتے

تھے۔ مصنف طعن الرماح نے برتقدیر حضور حضرت امیر دراں مجمع وقوع رفع صورت ازاں حضرت میگوئم که مراد جناب حق تعالیٰ از کریمہ لاترفعوا اصوا تکم فوق صوت النبی نہی است از رفع صوتیکہ مشتمل برامله ت ادب وموجب تاذی انخضرت بودہ باشد رفع صوت چنانچہ سیاق و سباق آیت برآں دلالت تمام دارد۔ ہرگاہ منصف خبیر تامل نماید و بنظر انصاف ملاحظہ فرماید یقین میکند کہ رفع اصواتیکہ در ماجرائے منع قرطاس بوقوع پیوستہ بود برکمال اہانت واستخفاف مشتمل بودو چنانچہ کلمہ ان الرجل لیھجر ماشانه اھجر و کلمه قد غلب علیه الوجع وحسنا کتاب الله برآں دلالت واضحہ جلیلہ وارد واما ارتفاع صوت کہ از قبل مجوزین بوقوع پیوستہ باشد چوں موافق مرضی آنجناب و مشتمل برزجرو منع مانعین بودو اطاعت وانقیاد آن حضرت بودہ باشدنہ منافی آن (طعن الرماح ص ۱۹۵ ص ۱۹۶) حاصل کلام ہم بہ تکمیل تنزل اور اس بات کو تسلیم کر کے کہ حضرت امیر اس مجمع میں حاضر تھے۔ اور آپ سے رفع صوت وقوع میں آیا۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مراد لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی سے منع کرنا ہے۔ ایسے رفع صوت سے جو بے ادبی پر مشتمل اور آنحضرت کی تاذی کا باعث ہو نہ کہ مطلق رفع صوت چنانچہ اس آیت کا سیاق و سباق اسی پر دلالت کرتا ہے۔(یہاں تک کہ کہا مصنف نے) جب واقف کار منصف تامل کرے گا۔ اور بنظر انصاف دیکھے گا۔ تو اسے یقین آجائے گا کہ منع قرطاس کے قصہ میں جو آوازیں بند ہوئیں وہ کمال اہانت و تحقیر پر مشتمل تھیں۔ چنانچہ کلمہ ان الرجل لیھجر اور ماشانه اھجر اور کلمه قد غلب علیه الوجع حسبنا کتاب الله اس پر بڑی واضح دلالت کرتے ہیں۔ مگر مجوزین کی طرف سے جو رفع صوت وقوع میں آیا ہوگا۔ وہ آنجناب کی مرضی کے موافق اور مانعین کے زجز و منع پر مشتمل ہونے کے سبب آنحضرت ہی عین اطاعت وفرمانبرداری ہوگا نہ کہ اس کے مخالف۔ انتہی۔

مجتہد لکھنوی نے آیه لاترفعوا پر بنظر انصاف غور نہیں کیا۔ ورنہ اسے پیش ہی نہ کرتے کیونکہ اس آیت کا تو مطلب صاف یہ ہے۔ کہ جب تم پیغمبر خدا ﷺ کے ساتھ گفتگو کرو۔ تو آپ کی عظمت کو ملحوظ خاطر رکھ کر اپنی آوازوں کو ان کی آواز پر بلند نہ کرو۔ اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ آپ کے حضور میں تم باہمی گفتگو میں بھی آوازیں بلند نہ کرو۔ اور یہ محتاج بیان نہیں کہ قصہ زیر بحث میں حاضرین میں سے کسی نے اپنی آواز حضور کی آواز پر بلند نہیں کی۔ جب مجتہد صاحب نے دیکھا کہ اس طرح تو حضرت عمر پر بھی کوئی الزام عاید نہیں ہوتا تو یہ چال چلے کہ اس باہمی جھگڑے میں جو آوازیں ایک دوسرے پر بلند ہوئیں۔ ان میں فرق تھا۔ چنانچہ حضرت عمر سے جو رفع صوت صادر ہوا وہ نعوذباللہ آنحضرت ﷺ کی اہانت و تحقیر پر مشتمل تھا۔ مگر حضرت علی کا رفع صوت ایسا نہ تھا۔ لیکن یہ ثابت کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ کیونکہ حضار مجلس میں سے کسی کا رفع صوت بھی مشتملبر اہانت و تحقیر نہ

تھا۔ حضرت عمر کے رفع صوتؓ کے خلاف جو کچھ پیش کیا گیا ہے اس سے مجتہد صاحب کا مقصود حاصل نہیں ہوتا کیونکہ کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ حضرت عمر نے ان الرجل لیھجر کہا ماشانہ اھجر مجوزین احضا قرطاس کا قول ہے۔جو بطریق استفہام انکاری مانعین کے آگے اپنی رائے کی تائید میں پیش کر رہے ہیں۔ اگر بر سبیل تنزل اسے مانعین کا قول قرار دیا جائے۔ تب بھی استفہام انکاری و تعجبی ہوگا۔ نہ کہ استخباری جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔ رہا قد غلب علیه الوجع وحسبنا کتاب الله سو یہ بیشک حضرت عمرؓ کا قول ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر آنحضرت ﷺ پر شفقت کو ملحوظ رکھ کر ایسی حالت میں آپ کو کتابت کی تکلیف سے بچانا چاہتے تھے جیسے آپ نے محض امت پر احتیاط کی رو سے گوارا فرمانے کا ارادہ فرمایا تھا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں جو رائے حضور اقدس بابی ہو دامی کے نزدیک اولی تھی۔ وہ رائے فاروقی تھی کہ جس کا ثبوت آپ نے عملی رنگ میں پیش کیا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رفع صوت مجوزین کے رفع صوت کی نسبت بطریق اولے آنحضرت ﷺ کی مرضی کے موافق تھا۔ مجتہد لکھنوی نے طعن الرماح میں مجتہد لاہوی کی نسبت اور بھی بہت کچھ زیادہ لکھا ہے۔ لہذا بحث حدیث قرطاس کی تکمیل کے لیے ہم اس میں سے ضروری امور کو بالاختیار نقل کرتے ہیں۔ احمد بن حنبل امام سنیاں در مسند خود از جابر انصاری روایت نمودہ رسول الله دعاعند موته بصحیفة لیکتب فیها کتابا لا یضلون بعده فخالف فیها عمر یعنی رسول خدا طلب فرمود نزد وفات خود کاغذے را تا بنویسد دراں نامہ کہ گمراہ نشوند مرد ماں بعد آں پس مخالفت نمود در آں عمر۔ وہم در صحیح مسلم از عبداللہ بن عباس ماثور است کہ گفت۔

یوم الخمیس ومایوم الخمیس ثم جعل یسیل دموعه حتی رایت علی خدیه کانه نظام اللؤلؤ ثم قال قال رسول الله ائتونی بالکتف والدواة اواللوح والدواة اکتب کتابا لن تضلوا بعده ابدا فقال عمران رسول الله صلی الله علیه واله وسلم هجرا وفی بعض النسخ فقالوا ان رسول الله یهجر۔

یعنی ابن عباس بر سبیل تحسر و تاسف میگفت کہ روز پنجشنبہ وچہ روز پنجشنبہ وگریستن آغاز کرد واشک از دید ہائش جاری گشت تا اینکہ دیدم مانند مروارید قطرات عبرات برگونہ رویش جاری گردید۔ بعد ازاں گفت کہ در آنروز رسول خدا فرمود بیارید شانہ دواتے یالوح و دواتیکہ مینوبسم برائے شما نامہ کہ ہرگز بعد ازاں گمراہ نشوید پس عمر گفت بدرستیکہ رسول خدا ہذیان میگوید ودر بعضے نسخ صحیح مسلم بنا برپاس خلیفہ خود لفظ عمر را ساقط ساختہ لاعن شعور لفظ فقالو انوشتہ وندانستہ کہ ایں صیغہ جمع انفع است برائے شیعیان چہ دریں صورت معنی آں چنیں میشود کہ عمرو اتباع اوازمانعین

گفتند کہ پیغمبر خدا ہذیان میگوید چنانچہ از شرح مشکوۃ کلام ابن اثیر صاحب جامع الاصول مستفاد میشود و سیاتیک کلاھما عما قریب و احمد بن حنبل تصریح باسم عمر نمودہ در مسند خود علی مانقل عنہ میگوید ان عمر بن الخطاب قال ان النبی لیھجر یعنی عمر بن خطاب گفت کہ تحقیق کہ پیغمبر خدا ہذیان میگوید۔ وملا یوسف اعور واسطی کہ از متعصبین علمائے اہل تسنن است در کتاب خود اعتراف نمودہ باینکہ عمر کلمہ ان الرجل لیھجر بر زبان راند چنانچہ کلامش عنقریب سمیت تحریر میابد و غزالی در کتاب سر العالیمن آورد ہ قال عمر دعوا الرجل فانہ لیھجر یعنی بگذارید میں مرد را کہ ہذیان میگوید (طعن الرماح 181، 182)

ترجمہ: سینوں کے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں جابر انصاری سے۔ روایت کی ہے کہ رسول خدا نے اپنی وفات کے قریب ایک کاغذ طلب کیا تاکہ آپ اس میں ایک ایسی تحریر لکھدیں۔ کہ جس کے بعد لوگ گمراہ نہ ہوں۔ اور صحیح مسلم میں بھی عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا روز پنجشنبہ اور کیسا روز پنجشنبہ۔ پھر آپ کے آنسو بہنے لگے یہاں تک کہ میں نے آپ کے رخساروں پر آنسو مانند رشتہ مروارید کے دیکھے پھر ابن عباس نے کہا کہ رسول خدا نے فرمایا کہ شانہ روایت یا لوح دوات میرے پاس لاؤ تاکہ میں تمہارے واسطے ایک ایسی تحریر لکھدوں کہ جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے یہ سن کر حضرت عمر نے کہا بیشک رسول خدا ہذیان کہتے ہیں۔ اور صحیح مسلم کے بعض نسخوں میں انہوں نے اپنے خلیفہ کے لحاظ سے لفظ عمر کو گرادیا ہے۔ اور بغیر سمجھے فقالوا لکھدیا ہے۔ اور ان کو یہ معلوم نہیں کہ یہ جمع کا صیغہ شیعوں کے لیے زیادہ مفید ہے۔ کیونکہ اس صورت میں معنی یوں ہوں گے۔ بس عمر اور اس کے تابعین نے جو منع کرنے والے تھے کہا کہ پیغمبر خدا ہذیان کہتے ہیں۔ جیسا کہ شرح مشکوۃ اور ابن اثیر مصنف جامع الاصول کے کلام سے سمجھا جاتا ہے اور یہ دونوں حوالے عنقریب آئیں گے۔ اور احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں عمر کے نام کی تصریح کردی جیسا کہ اس سے منقول ہے کہ وہ کہتا ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا کہ تحقیق پیغمبر خدا ہذیان کہتے ہیں اور ملا یوسف اعور واسطی نے جو کہ اہلسنت کے متعصب عالموں میں سے ہیں اپنی کتاب میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ عمر نے کلمہ ان الرجل لیھجر اپنی زبان سے نکالا تھا۔ جیسا کہ اس کا کلام عنقریب نقل کیا جائے گا۔ اور غزالی نے کتاب سر العلمین میں نقل کیا ہے کہ عمر نے کہا کہ اس شخص کو چھوڑ دو کیونکہ یہ ہذیان کہتا ہے۔ (انتھی)

جواب میں گزارش ہے کہ مجتہد لکھنوی نے جو حدیث مسند احمد بن حنبل کا حوالہ دیا ہے کہ وہ یہ ہے۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی حدثنا موسی بن داؤد حدثنا ابن لھیعۃ عن ابی الزبیر عن

جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا عند موتہ بصحیفۃ لیکتب فیھا کتابا لا تضلون بعدہ قال فخالف فیھا عمر بن الخطاب حتی رفضھا۔ (مسند احمد بن حنبل مطبوعہ مصر جزء ثالث ص ۳۴۶)

ترجمہ: حدیث کی ہم کو عبداللہ نے کہ حدیث کی مجھ کو میرے باپ نے کہ حدیث کی ہم کو موسیٰ بن داؤد نے کہ حدیث کی ہم کو ابن لہیعہ نے ابو الزبیر سے ابوالزبیر نے جابر سے کہ نبی ﷺ نے اپنی وفات کے وقت ایک کاغذ طلب کیا تاکہ آپ اس میں ایک ایسی تحریر لکھ دیں کہ جس کے بعد وہ گمراہ نہ ہوں۔ راوی کا قول ہے کہ عمر بن خطاب نے اس میں اختلاف کیا۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے اسے ترک فرمایا۔ (انتہیٰ)

اولا اس حدیث کے اسناد میں کلام ہے۔ موسیٰ بن داؤد کی نسبت تہذیب التہذیب میں ایک قول یہ بھی درج ہے قال ابو حاتم شیخ فی حدیثہ اضطراب یعنی ابو حاتم نے کہا کہ موسیٰ بن داؤد کی حدیث میں اضطراب ہے عبداللہ بن لہیعہ کا حال قابل غور ہے۔

قال حنبل عن احمد ما حدیث ابن لھیعۃ بحجۃ قال البخاری ترکہ یحیی بن سعید وقال ابن مھدی لا احمل عنہ شیئا۔ وقال ابن خزیمۃ فی صحیحۃ وابن لھیعۃ لست ممن اخرج حدیثہ فی ھذا الکتاب اذا انفرد۔ قال عبدالکریم بن عبدالرحمن النسائی عن ابیہ لیس بثقۃ وقال ابن معین کان ضعیفا لا یحتج بحدیثۃ۔ قال مسعود عن الحاکم لم یقصد الکذب وانما حدث من حفظہ بعد احتراق کتبہ فاخطا وقال الجوزجانی لایوقف علی حدیثہ ولا ینبغی ان یجتج بہ ولایغتر بروایۃ۔ (تہذیب التہذیب)

یعنی احمد کا قول ہے کہ ابن لہیعہ کی حدیث حجت نہیں امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابن لہیعہ کو یحییٰ بن سعید نے ترک کر دیا ہے۔اور ابن مہدی کا قول ہے کہ میں ابن لہیعہ سے کوئی روایت نہیں کرتا۔ ابن خزیمہ اپنی صحیح میں فرماتے ہیں کہ ابن لہیعہ ایسا نہیں کہ میں اس کی حدیث اپنی کتاب میں نقل کروں۔ جبکہ وہ روایت میں منفرد ہو۔ امام عبدالرحمٰن نسائی کا قول ہے کہ ابن لہیعہ جان بوجھ کر جھوٹ نہ کہتا تھا۔ اس کو کتابیں جل گئی تھیں۔ لہٰذا اس نے اپنے حفظ سے حدیث نقل کیں اور خطا کی۔ جوزجانی کہتے ہیں کہ ابن لہیعہ کی حدیث سے احتجاج نہ چاہیے۔ اور نہ اس کی روایت سے دھوکا کھانا چاہیے۔ انتہیٰ۔ جب اس حدیث کے اسناد کا یہ حال ہے۔ تو ہم پر بطور حجت پیش نہیں کی جاسکتی۔ ثانیاً اگر اسناد سے قطع نظر کی جائے تو بھی تین حدیث سے کوئی

اعتراض حضرت عمر پر وارد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ فخالف فیھا بن الخطاب سے مطلب یہ ہے کہ عمر بن الخطاب نے بعض حاضرین سے اختلاف کیا۔ نہ کہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کی جیسا کہ مجتہد صاحب خیال کر بیٹھے ہیں۔

(۲) حدیث مسلم جو پیش کی گئی ہے۔ اس پر بحث پہلے گزر چکی ہے۔ اس کا اسناد یوں ہے۔ حدثنا اسحق ابراھیم اخبرنا وکیع عن مالک بن مغول عن طلحۃ بن مصرف عن سعید بن جبیر عن ابن انہ قال یوم الخمیس الحدیث اس اسناد میں وکیع کی نسبت کچھ کلام ہے۔ چنانچہ تہذیب التہذیب میں ہے قال حنبل عن ابن معین رایت عند مروان بن معاویۃ لوحا مکتوب فیہ اسماء شیاء فلان کذا وفلان کذا ووکیع رافضی قال یحیی فقلت لہ وکیع خیر منک قال قلت نعم قال فسکت یعنی یحیی بن معین کہتے ہیں کہ مروان بن معاویہ کے پاس ایک تختی دیکھی جس پر شیخ کے نام تھے۔ کہ فلاں شیخ ایسا ہے اور فلاں ایسا ہے۔ اور وکیع رافضی ہے۔ یحیی کا بیان ہے کہ میں نے مروان سے کہا وکیع تجھ سے اچھا ہے۔ اس نے کہا مجھ سے؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ یحیی کہتے ہیں کہ وہ یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ انتھی۔

یہاں قابل غور یہ امر ہے کہ سعید بن جبیر کی دوسری روایتوں میں جو صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہیں۔ اھجر ہمزہ انکاری کے ساتھ وارد ہے۔ پس اس روایت میں بھی استفہام مقدر سمجھنا چاہیے۔ اور اس حذف پر ایک قرینہ عقلی بھی موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ بالاتفاق ہذیان سے پاک ہیں۔ لہٰذا اس حدیث مسلم سے مجتہد صاحب کا مقصود حاصل نہیں ہو سکتا اور ترجمہ حدیث جو اس نے بصورت اخبار کیا ہے غلط ہے۔ مجتہد صاحب نے لکھا ہے کہ صحیح مسلم کے اکثر نسخوں میں فقال عمر ہے۔ مگر بعض میں اس کی جگہ فقالوا بنا دیا گیا ہے۔ یہ بالکل بہتان ہے۔ کیونکہ تمام نسخوں میں فقالوا پایا جاتا ہے۔ ہاں شیعہ نے اپنے کسی مطبوعہ یا قلمی نسخہ میں فقالوا کی جگہ فقال عمر بنا دیا ہو تو کچھ تعجب نہیں کیونکہ وہ اس فن میں بڑے مشاق ہیں۔

(۳) شرح مشکوۃ کے جس حوالہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ ان ابن عباس کان یقول بخلاف ما قال عمرو من تبثہ من الصحابۃ یعنی ابن عباس کہتے ہیں برخلاف اس کے جو کہا عمر نے اور اس کے تابعین نے صحابہ میں سے۔ انتھی حضرت عمر کے اتباع ثابت کرنے سے مجتہد صاحب کا مقصود تب ہی ثابت ہو سکتا ہے کہ حدیث میں استفہام مقدر نہ سمجھا جائے۔ مگر یہ ہو نہیں سکتا۔ دوسری روایات اور نیز قرینہ عقلیہ ہمزہ استفہام انکاری کے حذف پر صریح دلالت کر رہا ہے۔

ابن اثیر کی کلام جس کی طرف مجتہد صاحب نے اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے۔ قالوا ماشانہ اھجر

ای اختلف کلامہ بسبب المرض علی سبیل الاستفہام ای ھل تغیر کلامہ واختلط لاجل مابہ من المرض وھذا احسن مایقال فیہ ولا یجعل اخبارا فیکون امامن الفحش او الھذیان والقائل کان عمر ولا یظن بہ ذلک (نہایہ ابن اثیر)۔

ترجمہ: کہا انہوں نے۔ کیا حال ہے آپ کا۔ کیا ہجر کیا آپ نے یعنی مختلف ہوا کلام آپ کا بسبب مرض کے۔ بر سبیل استفہام۔ یعنی کیا تغیر ہو گیا کلام آپ کا اور مختلط ہو گیا بسبب مرض کے۔ اور یہ احسن الاقوال ہے۔ اس کو اخبار نہ بنانا چاہیے۔ کہ فحش یا ہذیان سے ہو اور اس کے قائل حضرت عمر تھےیں کہ جن پر یہ گمان نہیں ہو سکتا۔ انتہی۔ ابن اثیر کے اس کلام سے تو ہماری تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ علامہ موصوف صاف فرمارہے ہیں کہ اہجر کو اخبار نہ بنانا چاہیے۔ جس سے حضرت عمرؓ پر بیجا الزام عائد ہو۔ لہٰذا اس امر کو تسلیم کرکے کہ حدیث مسلم میں نقالوا سے مراد حضرت عمرؓ اور دیگر مانعین ہیں۔ ان رسول اللہ ھجر کو اخبار نہیں سمجھ سکتے۔ بلکہ استفہام مقدر سمجھنا پڑے گا۔ اور وہ استفہام انکار و استبعاد و تعجب ہوگا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

(۴) مجتہد صاحب نے جو یہ لکھ دیا کہ مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا ان النبی یھجر سو ان کو اسکا ٹھیک حوالہ دینا چاہیے تھا۔ کم سے کم اتنا تو بتادیتے کہ یہ حدیث کس راوی کی مسند میں ہے۔ علی ما نقل عنہ سے تو صاف پایا جاتا ہے کہ مجتہد صاحب نے کسی رافضی کی کتاب میں ایسا لکھا دیکھا ہے اسی طرح مجتہد صاحب نے ملا یوسف اعور واسطی کا نام لکھ دیا ہے۔ اور ان کی کتاب کا نام تک نہیں بتایا۔ یہاں ضرور کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہو رہی ہے۔

طعن قرطاس مجتہدین شیعہ کی بہت سی تصانیف میں مذکور ہے۔ جو عموماً فارسی زبان میں ہیں۔ مگر یہاں کچھ مفصلہ تعلی جواب میں لکھا گیا ہے۔ وہ فقیر کے خیال میں سب کے جواب کے لیے کافی ہوگا۔ لہٰذا اس بحث کو یہاں ختم کر دیا جاتا ہے۔

واللہ ھو المستعان وعلیہ التکلان ٭

باب سوم

اعتراضات و جوابات: اس باب میں بتوفیق الٰہی ثقل اکبر یعنی قرآن مجید کے متعلق شیعہ کے اعتراضات مع جوابات مذکور ہوں گے اور طریق قال اقوال جاری رکھا جائے گا۔ مگر اعتراضات کے آغاز سے پہلے مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ جمع و تالیف قرآن کی نہایت مختصر کیفیت حوالہ قلم کی جائے تاکہ ناظرین کو میرے جوابات کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ وھو الموفق والمعیت

تاریخ القرآن: قرآن کریم عرصہ تیئیس سال میں تھوڑا تھوڑا حسب موقع اترتا رہا۔ وقرانا فرقنہ لتقراہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا (وہ قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کرکے اتارا تاکہ تم ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کو پڑھ کر سنا دو۔ اور ہم نے اسی طرح سے اتارا جس طرح اتارنا مناسب تھا۔ (ترجمہ: شیعہ سورہ بنی اسرائیل) وقال الذین کفروا لولا نزل علیه القرآن جملة واحدة كذلك لنثبت به فوادك ورتلنه ترتیلا (اور کہنے لگے وہ لوگ جو منکر ہیں کیوں نہ اترا اس پر قرآن سارا ایک جگہ۔ اسی طرح تاثابت رکھیں ہم اس سے تیرا دل اور پڑھ سنایا ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر۔ ترجمہ شاہ عبدالقادر سورہ فرقان۔ جب کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو آنحضرت ﷺ اپنے اصحاب کو پڑھاتے اور حفظ کراتے۔ آپؐ کے اصحابؓ کو یاد کرکے سناتے۔ اتقان حفظ کے بعد وہ اپنے بچوں کو پڑھاتے۔ اور جو اصحاب نزول کے وقت حاضر نہ ہوتے۔ انہیں بھی بتاتے۔ اس طرح وہ آیت یا سورہ ایک جماعت کثیرہ کے سینوں میں محفوظ ہوجاتی۔ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (بلکہ وہ کھلی آیتیں ان لوگوں کے سینوں میں موجود ہیں جن کو علم دیا گیا ہے۔ ترجمہ شیعہ سورہ عنکبوت ہجرت سے پہلے جس میں انصار میں مدینہ میں اسلام کی روشنی پھیلنے لگی تو نو مسلموں کو قرآن سکھانے کے لیے خاص حفاظ صحابہ مثلاً مصعب بن عمیر اور عمرو بن ام مکتوم مقرر تھے۔ قرآن پاک کی خارق عادت تاثیر کا یہ عالم تھا کہ ہجرت کے بعد حدود مدینہ سے خارج غیر مسلم بچوں کے سینوں میں بھی گھر کررہا تھا۔ چنانچہ عمرو بن سلمہ کا قصہ اس پر شاہد ہے۔ مسلمانوں کو تعلیم و تعلیم قرآن کی ترغیب کے لیے حضور اقدس کا یہی کہنا کافی تھا کہ خیرکم من تعلم القران و علم (صحیح بخاری) یعنی تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ اس لیے آپ کے اصحاب میں سے ہزار ہا تھے جن کا کام حفظ کلام الٰہی تھا۔ مسجد نبوی تلاوت قرآن سے قرآن سے گونجا کرتی تھی اور خود آقائے نامدار ﷺ کا قرآن سنا کرتے تھے۔ اور شکر کرتے کہ آپ کی امت میں

ایسے لوگ ہیں۔

جب وحی نازل ہوتی تو آنحضرت ﷺ حفظ کرانے کے علاوہ اس کے لکھے جانے کا ارشاد فرماتے۔ اور تب اسے آپ کے سامنے چمڑے۔ پتوں درخت خرما کی چھال' سنگریزوں پر لکھ لیتے۔ اور حضور پر پیش کرتے۔ یہاں تک کہ آپ فرماتے کہ درست ہے۔ کتابت وحی کا ارشاد اس لیے نہ تھا کہ آپ کہیں بھول نہ جائیں۔ کیونکہ آپ کی شان میں وارد ہے۔ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى (عنقریب ہم تم کو پڑھائیں گے۔ پھر تم نہ بھولو گے۔ ترجمہ شیعہ سورہ اعلیٰ) بلکہ اس لیے تھا کہ امت کو بتا دیا جائے کہ کلام الٰہی کو کتابت کی صورت میں محفوظ رکھنا اس کے لیے ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ صدور میں محفوظ رکھنا اس پر واجب ہے۔ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں کتابت قرآن مسنون و رخصت تھی۔ مگر آپ کے بعد فرض و عزیمت ہوگئی۔ تاکہ صدور و کتابت ہر دو میں حفظ ہونے سے وعدہ الٰہی متحقق ہو جائے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانالہ لحفظون (ہم ہی نے ذکر کو نازل کیا اور یقیناً ہم اس کے محافظ ہیں۔ (ترجمہ شیعہ۔ سورہ حجر)

عرب کی عادت تھی کہ ہرایک نفیس و اہم شئے مثلاً اشعار فصیحہ اور خطب بلیغہ کو لکھ لیا کرتے تھے جیسا کہ قصائد سبعہ معلقہ اور اس صحیفہ سے ظاہر ہے جیسے خانہ کعبہ کی چھت میں دیمک چاٹ گئی تھی۔ مسلمانوں کو کلام الٰہی سے عزیز اور کیا شئے ہوسکتی تھی۔ لہٰذا ان میں سے جو لکھنا چاہتے تھے وہ اوائل اسلام میں بھی جبکہ چھپ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ جو آیت یا سورت نازل ہوتی اسے لکھ لیا کرتے تھے۔ اور گھروں کے اندر صحائف پر سے پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا قصہ اس پر شاہد ہے۔ خود آنحضرت ﷺ نے صحابہ کی ایک جماعت مثلاً حضرات زید بن ثابت خلفاء اربعہ ابی بن کعب۔ زبیر بن العلوام۔ عبداللہ بن سعد۔ حنظلہ الربیع الاسیدی۔ معیقیب بن ابی فاطمہ۔ خالد دابان پسران سعید بن العاص۔ معاویہ بن ابی سفیان کو کتابت وحی کے لیے مقرر کر دیا تھا۔ آپ کاتب سے ارشاد فرما دیا کرتے تھے کہ فلاں آیت کو فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد لکھو۔ آپ نماز میں بھی اسی ترتیب سے پڑھا کرتے تھے اور اصحاب سنا کرتے تھے۔ اسی طرح نفس آیات کی طرح ہر سورت میں ترتیب آیات بھی صحابہ کرام کو معلوم تھی۔ صحیح حدیثوں سے پایا جاتا ہے کہ آیات کی طرح سورتیں بھی بترتیب معلوم مرتب تھیں اور آنحضرت ﷺ ہر سال ماہ رمضان مبارک میں اسی ترتیب سے حضرت جبریل علیہ السلام پر پیش کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے۔

بیان بالا سے قطعی طور پر ثابت ہوگیا کہ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں قرآن کریم مرتب بترتیب معلوم تھا۔ اور ہزار ہا حفاظ کے صدور میں محفوظ اور صحائف وغیرہ پر بترتیب حفظ مسطور تھا۔ رسول من اللہ یتلوا صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ (اللہ کی طرف سے رسول جو ان کو پاک صحیفے

پڑھ کر سناتا ہے جن میں پختہ نوشتے موجود ہیں۔ (ترجمہ شیعہ - سورہ بینہ)

حضور اقدس ﷺ کی حیات شریف میں تمام جزیرہ عرب میں اسلام پھیل گیا تھا۔ یمن۔ بحرین۔ عمان۔ نجد۔ بلاد مضرور بیعہ و قضاعہ۔ طائف۔ اور مکہ - مدینہ وغیرہ میں جابجا مسجدیں بن گئیں۔ کوئی قریہ یا شہر ایسا نہ تھا جہاں نمازوں میں قرآن نہ پڑھا جاتا ہو۔ اور مرد عورتیں اور بچے قرآن نہ سیکھ رہے ہوں حضرت صدیق اکبر کی اڑھائی سال کی خلافت میں مسلمانوں نے فارس وروم پر حملہ کیا۔ اور یمامہ کو فتح کیا۔ قرآن کی قراءت و تلاوت زیادہ ہوگئی۔ چونکہ یمامہ کی لڑائی میں بہت سے قاری شہید ہوگئے۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صلاح دی کہ قرآن جو مختلف چیزوں پر مکتوب اور سینوں میں محفوظ ہے۔ اس کو کاغذوں پر یکجا جمع کر دیا جائے حضرت صدیق اکبر نے آخر کار حضرت فاروق اعظم سے اتفاق رائے کیا اور حفاظ صحابہ کو جمع کیا۔ حضرت عمر نے اطراف مدینہ میں منادی کردی کہ جس کے پاس کوئی قطعہ ہو۔ جس پر قرآن لکھا ہو۔ وہ مسجد میں لے آئے۔ اس پر بہت سے قطعات لائے گئے۔ مگر کوئی قطعہ قبول نہ کیا جاتا تھا۔ تاوقتیکہ شہادت سے تحقیق نہ ہو جائے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے حضور میں لکھا گیا تھا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ اسی قطعہ سے نقل کی جائے۔ جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے لکھا گیا ہو اور مزید احتیاط کے لیے قطعات مکررہ کا مقابلہ مکررہ کا مقابلہ بھی کر لیتے تھے۔ قرآن صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت کے سینوں میں محفوظ تھا۔ پھر باوجود اس کے قطعات سے جمع کرنا تقریر بر تقریر تھا۔ کسی قطعہ کی نسبت شہادت طلب کرنے سے مراد نہیں کہ وہ اس کی قرآنیت کو شہادت سے ثابت کرتے تھے۔ کیوں کہ قرآن تو ان کو قطعاً اور یقیناً معلوم تھا۔ اور ان کے نزدیک غیر قرآن سے متمیز تھا۔ بلکہ یہ ساری تحقیق و تفتیش محض بنا بر احتیاط و تاکید تھی۔ قرآن چونکہ سب کا سب متواتر ہے اس لیے جب تک کہ تمام صحابہ اتفاق نہ کر لیتے تھے۔ اور ان کا اجماع نہ ہو جاتا تھا۔ حضرت زید بن ثابت نہ لکھ سکتے تھے۔ غرض اس احتیاط کے ساتھ تمام قرآن حضرت زید ہی نے لکھا۔ زید مذکور کا بیان ہے کہ میں اس طرح قرآن کی تلاش کرتا رہا اور شاخ خرما۔ سنگریزوں۔ چمڑوں - اونٹ یا بکری کے شانہ کی ہڈیوں وغیرہ سے اور حفاظ کے سینوں سے جمع کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ہم سورہ توبہ کی اخیر دو آیت یعنی لقد جاء کم رسول من انفسکم الخ پر پہنچے۔ وہ ہمیں لکھی ہوئی نہ ملیں گو یاد تھیں۔ تلاش کے بعد ابو خزیمہ انصاری کے پاس لکھی ہوئی۔ غرض اس طرح اجماع صحابہ سے جمع قرآن کا اہم کام سرانجام پایا۔ ایسے اجماع کے بعد کوئی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس قرآن مجمع علیہ میں آیتوں اور سورتوں کی ترتیب اس طرح نہ تھی جس طرح کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کو تلاوت فرماتے سنا تھا یا کتابت میں اس رسم خط کے خلاف کیا گیا۔ جو آنحضرت ﷺ کے حضور میں اختیار کیا گیا تھا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جمع قرآن کا اہم کام بلحاظ ترتیب و نظم درہم ایسے قطعی طور سے صورت پذیر ہوا کہ اس میں کسی

نے ذرا بھی اختلاف نہیں کیا۔ اور یہ امر محتاج بیان نہیں کہ مجموع سارے کا سارا متواتر۔ عرضہ اخیرہ کے مطابق اور منسوخ التلاوۃ آیات سے پاک تھا۔

ناظرین! یہ صحابہ کرام کا ہم پر سب سے بڑا احسان ہے کہ انہوں نے کلام الٰہی کو جوں کا توں کاغذوں میں یکجا جمع کر دیا۔ اور اس کار اخیر میں حضرت صدیق اکبر اعظم الناس اجرا ہیں۔ یہ صحف مجمع ملیہا حضرت صدیق اکبر کے بعد حضرت فاروق اعظم کے پاس رہے۔ اور حضرت فاروق اعظم کے بعد حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھے۔

حضرت صدیق اکبر کی وفات شریف کے بعد حضرت فاروق اعظم کے عہد مبارک میں فارس۔ شام۔ جزیرہ اور مصر فتح ہوا۔ شہروں میں جابجا مسجدیں بنائی گئیں۔ قرآن نقل کئے گئے۔ آئمہ قرآن سنایا کرتے۔ اور مکاتب میں بچوں کو قرآن پڑھایا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وسیع سلطنت میں ہزار ہا نسخے قرآن پاک کے ہوں گے۔ جن میں سے کسی میں ایک حرف تک کا فرق نہ تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں بعضے مسلمان دوسروں سے کہنے لگے کہ ہمارا حرف قراءت (لغت) تمہارے حرف قراءت سے بہتر ہے۔ چونکہ اس سے مسلمانوں میں اختلاف عظیم کا خدشہ تھا اس لیے حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے قرآن حفصہ طلب کیا جس میں احرف سبعہ ثبت تھیں۔ اور صحابہ کرام کو جن کی تعداد خاص مدینہ منورہ میں بارہ ہزار سے زائد تھی جمع کیا۔ اور ان سے مشورہ کیا۔ مشورے کے بعد حضرت عثمان غنی نے حضرات زید بن ثابت۔ عبداللہ بن زبیر۔ سعید بن العاص اور عبداللہ بن حارث بن ہشام کو حکم دیا کہ احرف سبعہ میں سے صرف حرف واحد یعنی لغت قریش برقرار رکھ کر ان صحف کو مصاحف میں نقل کرو۔ چنانچہ پانچ یا سات مصاحف لکھے گئے جن میں سے ایک مدینہ منورہ میں رکھا گیا باقی مکہ شام کوفہ بصرہ یمن اور بحرین کو بھیج دیئے گئے پھر ان مصاحف سے بے شمار نقلیں کی گئیں۔ اور ہمارے زمانے تک ہوتی چلی آئی ہیں۔ پس ہمارے ہاتھ میں جو اس وقت قرآن مجید ہے اور اس میں اور مصحف عثمانی میں بلحاظ نظم و ترتیب و رسم ذرا بھی فرق نہیں۔ اب ہم شیعہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

قال السید امداد امام

معاملات قرآنی واضح ہو کہ جناب رسالت مآب نے حدیث ثقلین کی رو سے تمام مسلمانوں کو قرآن اور اہلبیت کے ساتھ متمسک ہونے کے واسطے تاکید کے ساتھ فرمایا تھا مگر حضرت عمر ابن الخطاب نے صرف قرآن کے ساتھ متمسک ہونے کو کافی سمجھا۔ اب اہل اسلام دیکھیں کہ خود قرآن کے ساتھ

متمسکان قرآن کس نہج سے پیش آئے عہد حضرت ابو بکر میں حکم حضرت سے قرآن جمع کیا گیا۔ اس کام کے لیے خلافت اولی کی طرف سے زید بن ثابت ابی بن کعب وغیرہ واسطے جمع کرنے قرآن کے مقرر کیے گئے چنانچہ ان حضرات نے قرآن کو جمع فرمایا۔ یہی جمع کردہ قرآن حضرت بالا کا مسلمانوں میں عہد شیخین تک مروج رہا۔ مگر جب زمانہ حضرت عثمان کی خلافت کا آیا۔ تو آپ نے چند اشخاص کے ذریعہ سے قرآن کی تصحیح و ترتیب از سر نو فرمائی اس اس تصحیح و ترتیب سے نہ صرف مقدم آیتیں سابق کے نسخہ ہائے قرآن کی موخر میں داخل ہو گیئں۔

یا یہ کہیے کہ بہت سی مدنی آیتیں مکی آیتوں میں اور مکی آیتیں مدنی آیتوں میں جا ملیں۔ بلکہ کچھ الفاظ کے ترک سے منصوصی حیثیت علی المرتضیٰ اور آل محمد کی بھی جاتی رہی۔ لاریب اہلبیت نبوی کی حیثیت کا یہ نقصان حضرت عمر کے قول حسبنا کتاب اللہ کا معین تو ہوا لیکن اسے نقصان قرآنی کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ ایسے متروکات سے قرآن کے ظاہری کمال میں نقص آگیا۔ عقل صحیح کے نزدیک یہ ترتیب عثمانی ہرگز مکمل نہیں سمجھی جاسکتی ہے۔ واضح ہو کہ حضرت عثمان نے قرآن کی تصحیح و ترتیب کا حکم اس بنیاد پر دیا تھا کہ حضرت ابو بکر کے نسخہ ہائے قرآن میں جو اختلاف قرات وغیرہ پائے جاتے تھے۔ تصحیح و ترتیب سے مٹ جائیں گے۔

وہ اختلافات تو مٹ گئے۔ مگر حضرت علی اور آل محمد ایسی کاروائی سے بہ اسباب ظاہر بڑے گھاٹے میں پڑ گئے۔ قرآن کی تصحیح و ترتیب کے لیے زید بن حارث عبدالرحمن بن زبیر۔ سعد بن العاص اور عبداللہ بن الحارث بن ہشام مقرر کئے گئے۔ تھے۔ اور ان حضرات کو علیؑ کے ساتھ کھلے طور پر عداوت تھی۔ اختلافات قراءت کی بنیاد پر ان حضرات نے لفظ آل محمدؐ اور کبھی علی کے نام کے کو بھی جو چند مقام پر داخل قرآن تھا۔ قرآن سے خارج کر دیا۔ بلاشبہ یہ امر بھی قول عمری کی طرح حدیث کی تاثیر کا مٹانے والا ثابت ہوا اس واسطے کہ جب علی اور آل محمد کی منصوصی حیثیت باقی نہیں رہی تو آئندہ آپ حضرات کے ساتھ کیوں کوئی متمسک ہونے لگا۔ چنانچہ حضرت معاویہ اور حضرت کے صاحبزادے اور دیگر اشخاص بھی جو آپ صاحبوں کے انداز و مذہب کے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ امام حسینؓ کے ساتھ کبھی متمسک نہ ہوئے۔ مصباح الظلم وایضاح البہم۔

اقول ثقلین میں سے ثقل اکبر کی بحث اور حضرت فاروق اعظم کے قول حسبنا کتاب اللہ کا مطلب اوراق سابقہ میں بالتفصیل مذکورہ ہو چکا ہے۔ ان کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔ مجھے امید ہے کہ ناظرین حضرت امیر علیہ السلام کا یہ قول نہ بھولے ہونگے۔ واعلموا انہ لیس علی احد بعد القرآن من ناقۃ (نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت ص ۱۸۴) جان لو کہ قرآن کے بعد کسی کو کوئی حاجت نہیں انتھی میثم بحرانی

شعبی نے جو اس قول کی شرح میں لکھا ہے وہ بھی حوالہ قلم ہو چکا ہے۔ اگر ضرورت ہو تو اس کتاب کا صفحہ 92'93 ملاحظہ کیجئے اس قول سے یہ بھی پتہ لگ سکتا ہے کہ تمسک بالعترت سے کیا مراد ہے۔ مصنف نے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت عثمان کے عہد میں قرآن کی تصحیح و ترتیب از سرنو ہوئی۔ جس سے حضرت علی اور آل محمد بہ اسباب ظاہر بڑے گھاٹے میں پڑے گئے۔ بالکل غلط ہے۔ جیسا کہ تاریخ القرآن کے مطالعہ سے جو بیان ہو چکی ہے ظاہر ہے۔ حضرت زید بن ثابت وغیرہ کو حضرت علیؓ کا دشمن بتانا مصنف کا محض وہم ہے۔ حضرت معاویہ وغیرہ کی نسبت جو لکھا ہے۔ اس کا ذکر مناسب موقعہ پر آئے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

قال السید امداد امام جائے لحاظ ہے کہ قول حسبنا کتاب اللہ کی بدولت دو امر بزرگ میں سے ایک امر بزرگ یعنی تمسک بہ اہل بیت تو متروک ہو ہی چکا تھا۔ اب دوسرا امر بزرگ جو قرآن تھا اس میں اس طرح کی کتر بیونت کی گئی۔ کہ رسول اللہ کے بعد علی جو اہلبیت کے سردار تھے۔ ان کی منصوصی سرداری یا امامت معرض نزاع ہو گئی۔ عموماً اہلسنت یہی کہتے ہیں کہ قرآن میں تو نام کسی اہلبیت کا نہیں دیکھا جاتا ہے پھر امامت یعنی سرداری علی کی یا کسی اور اہل بیت کی کیونکر قرآن سے ثابت ہو سکتی ہے۔ اب میں دکھلانا چاہتا ہوں۔ کہ حضرت عثمان کے وقت میں ایسے قرآنی انقلابات پیدا ہوئے کہ جو علی مرتضے کی منصوصی سرداری کو امت محمدی سے نزاعی بنانیوالے ہو گئے۔ واضح ہو کہ عہد آنحضرت میں آیتہ بلغ پارہ 6 رکوع 14 کی قراءت یوں ہوتی تھی۔ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین یہ ٹکڑا ان علیا مولی المومنین کا قرآن موجود سے خارج کر دیا گیا۔ اس ترک کا پورا پتہ تفاسیر قرآن سے لگتا ہے۔ (دیکھا در منشور تفسیر علامہ جلال الدین سیوطی و کتاب مفتاح النجا مرزا محمد ابن معتمد خاں بدخشانی) اسی طرح مفسرین لکھتے ہیں کہ قراءت ابن مسعود میں کفی اللہ المومنین القتال کے بعد علی ابن ابیطالب کا ٹکڑا داخل تھا۔ چنانچہ اسی در منثور اور مفتاح النجا میں ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔ پھر ثعلبی اپنی تفسیر میں اپنے استاد ابی وائل سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے مصحف عبداللہ بن مسعود کو جو پڑھا تو آیہ ان اللہ اصطفی ادم و نوحا و ابراھیم وال عمران علی العلمین میں آل عمران کے بعد آل محمدؐ کا لفظ موجود تھا اس سے معلوم ہوا کہ مصحف ابن مسعود کے وجود تک یہ لفظ ال محمد کا داخل قرآن تھا اور قرآن کے پڑھنے والے اس کو پڑھا کرتے تھے۔ مگر تعجب ہے کہ عثمان اور حضرت کے کارکناں نے اس لفظ کو نامعتبر سمجھا اور اسے قرآن سے خارج کر دیا۔ کیا علی اور آل محمد کے الفاظ کے نکال ڈالنے پر قرآن کی تصحیح موقوف تھی اہل انصاف خود اس کی تجویز کرلیں راقم کو اس سے زیادہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر جو روز سیاہ ابن مسعود کو اس قرآنی قصہ میں پیش آیا وہ نہایت ملال انگیز ہے۔ جب اس جلیل القدر صحابی نے اپنے نسخہ قرآن کو حضرت عثمان کے حوالہ کرنے سے انکار کیا تو خوب ان پر مار پڑی (دیکھو نہایہ العقول امام فخرالدین رازی اور

نجاۃ المومنین ملا محسن کشمیری اور بھی معارف ابن قتیبہ) ہائے بیچارے ابن مسعود کا قرآن گیا اور بدن کی مرمت الگ ہوئی ان رحیمانہ کا روائیتوں کا جواب ابن مسعود کیا دے سکتے تھے مار کھا کر چپ ہو رہے۔ مگر نہایت غضبناک ہوئے۔ اور حضرت خلیفہ کی شان میں جو کچھ ارشاد فرمایا راقم کو اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر ایسی زبانی خفگی سے کیا ہوتا ہے۔ حکم حضرت خلیفہ سے آپ کے والد بزرگوار کا قرآن بھی ابن مسعود اور دیگر اشخاص کے نسخہ ہائے قرآن کے ساتھ خاک کے برابر کر دیا گیا۔ مصباح الظلم و ایضاح البہم۔

اقول بحمد اللہ اہلسنت سے تمسک حاصل ہے اور رہا ہے جیسا کہ اس کتاب کے دوسرے حصہ میں انشاءاللہ تعالیٰ مذکور ہوگا۔ رہا ثقل اکبر سو شرقا غربا اہلسنت کا معمول یہ ہے۔ اور اس کی نسبت ان کا عقیدہ ہے کہ یہ کلام الٰہی غیر محرف و کامل ہے۔ مگر شیعہ کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ اسلام میں شیعہ پہلا فرقہ ہے جس نے اہلبیت کی مخالفت کی کیونکہ خوارج جنہوں نے حضرت مولی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی مخالفت کی وہ شیعہ تھے۔ اور شیعہ ہی پہلا فرقہ ہے جس نے قرآن کا انکار کیا۔ خلافت بلا فصل حسب عقیدہ شیعہ اصل اصول دین ہے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ نماز روزہ وغیرہ کے مسائل تو قرآن کریم میں موجود ہیں۔ حالانکہ یہ ایسے ضروری نہیں۔ مگر خلافت بلا فصل کا اس میں ذکر تک نہیں اس لیے وہ قرآن میں تحریف کے قائل ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ فلاں جگہ سے لفظ آل محمد حذف کر دیا گیا ہے۔ اور فلاں آیت سے فقرہ ان علیا مولی المومنین نکال دیا گیا ہے۔ اس قسم کی روایتیں ان کی معتبر کتابوں میں بکثرت ملتی ہیں۔ مگر بطور الزام وہ ہماری کتابوں کے حوالے بھی پیش کرتے ہیں۔ جیسا کہ مصنف نے یہاں کیا ہے۔ جواب میں گزارش ہے کہ کسی روایت کا محض کسی کتاب تفسیر یا تاریخ میں منقول ہونا اس کی صحت کی دلیل نہیں ہو سکتا بغرض تو صیح ہم در منثور اور تفسیر ثعلبی ہی کو لیتے ہیں جن کا مصنف نے حوالا دیا ہے۔ شیعہ جن آیات و احادیث و آثار سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی فضیلت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے مولانا شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ قرۃ العینین (مطبوعہ مجتبائی دہلی 281-283) میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ تفصیل این اجمال آنکہ در امت مرحومہ منسوب بذریت حضرت مرتضےٰ فرق ضالہ بسیار شدہ اند مانند امامیہ و زیدیہ و اسماعیلیہ و تناسخیہ و باطنیہ وغیرہ ایشاں و بحقیقت چنداں تشعب مذاہب و اختلاف آرا و تفرق دراصل و فروع کہ از ذریت حضرت مرتضیٰ برخاستہ است ہیچ شعبے و اختلافے بو جو دنیا مدہ است و ہریکے ازیشاں داعی بودند بمذہب خود بلکہ بسیارے ازیشاں وضع احادیث برائے ترویج مذہب خود تجویز میکردند خواہ این وضع صریح باشد خواہ بتا ویل مثال وضع بتاویل آنست کہ امامیہ گفتہ اند ہرچہ از معصومے ثابت شود نسبت آں بحضرت پیغامبر درست است زیرا کہ معصوم نمے گوید الا موافق علم پیغامبر و جمعے از تفریع

متن حدیث بروجے کہ مفہوم اور امنطوق گردند۔ ایمائے اور صریح نماید مبالات ندارند و جمعے بسبب درود حدیث بوجے کہ خود فہمیدہ اند درمیان قصہ داخل کنند وصوق حدیث رابرہم زنند ابی عیر ذالک و زیدیہ را اتفاق افتا داست کہ قریب بصدبار برسلطان وقت خروج کردہ اند و خلق را بخویش دعوت نمودہ و غرض ایشاں آن بودکہ خلافت حق مرتضے است و بعداز وے حق حسنین است و بعد از ایشاں ہرفاطمی عالمے کہ خروج ۔سیف کند واجد میشود خروج بردے ایں مفی حامل آں شد کہ دعاوی کا ذبہ خودراباحادیث مقلوبتہ المتن والسند موید سازندو چوں نوبت علم حدیث ۔طبقہ دیلمی و خطیب وابن عساکر رسید۔ این عزیزان دید ند کہ احادیث صحاحہ وحسان رامتقدمین مضبوط کردہ اند۔ ومساع سعی دراں باب نماندہ است پس مائل شدند لیع احادیث ضعیفہ و مقلوبہ کہ سلف آنرادیدہ دانستہ گزاشتہ بودند۔...............

ولیع طرق غریبہ غایتہ الغرابہ کہ سلف بوجود کوشش بسیار آنرا نیافتند وعرض ایشاں ازیں جمع آں بودکہ بعد جمع حفاظ محدثین درآں حدیث تامل کنند موضوعات رااز حسان لغیرہا امتاز نمایند چنانکہ اصحاب مسانید طرق احادیث جمع کردند و غرض ایشا آن بود کہ حفاظ محدثین متواتر مشہور و مستفیض و صحیح و حسن و غریب ضعیف و غریب غیر ضعیف ازیکدیگر ممتاز سازند و آنچہ ۔فقہ و تفسیروا عتقادر قاق تعلق وارد در محل خود بکار برند وظن ہر دو فریق راخدا تعالی محقق ساخت پس بخاری و مسلم ترمذی و حاکم تمیز احادیث کردند۔وحکم ۔صحت وحسن نمودند۔ وابوداؤد و نسائی ودارقطنی بیہقی برائے فقہ تصانیف نبوند کہ احادیث کہ ۔فقہ تعلق دراد جدا ساختند۔ وابوالشیخ وابن مردویہ وابن جریر در تفسیر تصانیف پر داختند واحادیث مناسبہ بآیات ایراد نمودند۔ وآخری و بیہقی در عقیدہ خود آنچہ ۔عقاید مناسب بود مجرد نمودند وہمچناں متاخران دراحادیث خطیب وطبقہ اوتصرف نمودند ابن جوزی موضوعات رامجرد ساخت۔ وسخاوی در مقاصد حسنہ حسان لغیرہا از ضعاف ومناکیر ممیز نمود۔ سیوطی در در منثور جمع احادیث مناسبہ بقرآن نمود قطع نظراز صحت وسقم تامحدثے آنہارامیزان علم خود ۔سنجدو ہر حدیثے در محل خودش بگزارد۔ وخطیب وطبقہ او راز خود ایں عار رازائل ساختہ اندزیراکہ در مقدمات کتب خود باین مقاصد تصریح نمودہ اند جزاہم اللہ تعالیٰ عن امتی النبی ﷺ لہ خیرا صاحب جامع الا صول نقل کردہ است کہ خطیب از شریف مرتضے برادر رضی احادیث شیعہ روایت کردہ است۔ وسیوطی دراول جمع الجوامع ذکرنمودہ کہ ایں کتب متفردا ند برائے ضعاف پس اگر کسے از جمع الجوامع در منثور مانند آن احادیث ضعیفہ جمع کند وخلاف مذہب اہل سنت و جماعت ترویج نماید باوامیتواں گفت۔

فان	کنت	لا	تدری	فتلک	مصیبتہ
فان	کنت		تدری	فالمصیبتہ	اعظم

ودریں احادیث چیزہا است کہ بالقطع معلوم البطلان است انتھی بلفظہ۔

(ترجمہ) اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ امت مرحومہ میں ذریت حضرت مرتضٰی سے منسوب گمراہ فرقے بہت ہوئے ہیں۔ جیسا کہ امامیہ زیدیہ اسماعیلیہ۔ تناخیہ۔باطنیہ وغیرہ حقیقت میں جتنا اختلاف مذاہب اور اختلاف آرا اور اختلاف اصول و فروع حضرت مرتضٰی کی ذریت سے پیدا ہوا ہے اور کہیں ایسا کتنا اختلاف ظہور میں نہیں آیا۔ ان میں سے ہر فرقہ اپنے اپنے مذہب کی طرف بلاتا تھا۔ بلکہ ان میں سے بہت سے اپنے مذہب کے رواج دینے کے لیے حدیثیں وضع کرنا جائز سمجھتے تھے۔ خواہ وہ وضع صریح ہو یا تاویل کے ساتھ تاویل کے ساتھ وضع کی مثال یہ ہے کہ امامیہ کہتے ہیں کہ کسی معصوم سے جو کچھ ثابت ہو اسے حضرت پیغمبر سے منسوب کرنا درست ہے کیونکہ معصوم وہی کہتا ہے جو پیغمبر کے علم کے موافق ہو۔اور یہ گروہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ متن حدیث کی ایسی وجہ سے تقریر کرے جو اس کے مفہوم کو منطوق کر دے اور اس کے اشارہ کو صریح بنا دے اور ایک گروہ حدیث کی ایسی وجہ سے وارد ہونے کے سبب کہ جیسا وہ خود سمجھا ہے۔ اسے قصہ کے درمیان داخل کر دیتا ہے اور سوق حدیث کو درہم برہم کر دیتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ زیدیہ کو ایسا اتفاق ہوا ہے کہ قریبا سو مرتبہ انہوں نے سلطان وقت پر خروج کیا ہے۔ اور لوگوں کو اپنی طرف بلایا ہے۔ ان کی غرض یہ تھی کہ خلافت حضرت مرتضٰی کا حق تھا ان کے بعد حضرات حسنین کا حق تھا۔ اور ان کے بعد ہر فاطمی عالم جو تلوار کے ساتھ خروج کر سکتا ہو۔ اس پر خروج واجب ہوتا ہے۔ اور یہ شرط اس بات کا باعث ہوئی کہ وہ اپنے جھوٹے دعاوی کو مقلوبتہ المتن والسند حدیثوں سے تقویت دیں۔ جب علم حدیث کی نوبت دیلمی و خطیب وابن عساکر کے طبقہ کو پہنچی تو ان بزرگوار نے دیکھا کہ صحیح و حسن حدیثوں کو متقدمین نے ضبط کر لیا ہے۔ اور اس بات میں کوشش کی گنجائش نہیں رہی۔ پس وہ اس بات کی طرف مائل ہوئے کہ ان ضعیف و مقلوب حدیثوں کو جمع کریں جن کو سلف نے دیدہ و دانستہ چھوڑ دیا تھا۔ اور نہایت غریب طریقوں کے جمع کرنے کی طرف جھکے کہ جو سلف کو باوجود بہت کوشش کے نہ ملے تھے۔ اس جمع کرنے سے ان کی غرض یہ تھی کہ جمع کئے جانے کے بعد حافظ محدثین ان حدیثوں میں غور و تامل کریں۔اور موضوع حدیثوں کو حسن لغیرہا سے جدا کر دیں۔ جس طرح اصحاب مسانید نے احادیث کے طریقے جمع کر دیئے۔ اور ان کی غرض یہ تھی کہ حفاظ محدثین ان میں سے متواتر مشہور۔ مستفیض۔ صحیح۔ حسن غریب ضعیف اور غریب غیر ضعیف کو ایک دوسرے سے الگ کر دکھائیں۔ اور ان میں سے جو فقہ و تفسیر و اعتقاد و وعظ کے متعلق ہوں ان سے اپنے اپنے محل پر کام لیں۔ ہر دو فریق کے ظن کو اللہ تعالٰی نے پورا کر دیا۔ چنانچہ بخاری و مسلم و ترمذی و حاکم نے احادیث میں تمیز کی۔ اور ان پر صحیح۔ حسن ہونے کا حکم لگا دیا۔ اور ابو داؤد ونسائی و دار قطنی و بیہقی نے فقہ میں

تصانیف کیں اور جو حدیثیں فقہ کے متعلق تھیں ان کو الگ کیا۔ اور ابو الشیخ و ابن مردویہ و ابن جریر نے تفسیر میں تصانیف کیں اور ان میں آیتوں کے مناسب حدیثیں لائے اور آجری اور بیہقی نے اپنے عقیدہ میں وہ حدیثیں لکھیں۔ جو عقاید کے مناسب تھیں۔ اسی طرح متاخرین نے خطیب اور اس کے طبقہ کی حدیثوں میں تصرف کیا۔ چنانچہ ابن جوزی نے موضوع حدیثوں کو الگ کر دیا۔ اور سخاوی نے مقاصد حسنہ میں حسان لغیرہا کو ضعیف و منکر حدیثوں سے جدا کر دیا۔ اور سیوطی نے در منثور میں صحت و سقم سے قطع نظر کرکے قرآن کے مناسب حدیثیں جمع کیں تاکہ کوئی محدث ان کو اپنے علم کے ترازو سے تولے اور ہر حدیث کو اس کی جگہ میں رکھے خطیب اور اس کے طبقہ نے اپنے آپ سے اس عیب کو دور کر دیا ہے کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب کے دیباچوں میں ان مقاصد کی تصریح فرمادی ہے۔ جزاہم اللہ تعالیٰ عن امتہ النبی ﷺ خیراً۔ صاحب جامع الاصول نے نقل کیا ہے کہ خطیب نے رضی کے بھائی شریف مرتضیٰ سے شیعہ کی حدیثیں روایت کی ہیں۔ اور سیوطی نے جمع الجوامع کے شروع میں ذکر کیا ہے۔ کہ یہ کتابیں ضعیف حدیثوں کے لیے مخصوص ہیں۔ پس اگر کوئی شخص جمع الجوامع یا در منثور یا ایسی کسی اور کتاب سے ضعیف حدیثیں جمع کر دے۔ اور اہلسنّت و جماعت کے مذہب کے خلاف ان کو رواج دے تو ہم اس سے کہ سکتے ہیں۔

فان کنت لا تدری فتلک مصیبته
اگر تو نہیں جانتا تو یہ ایک مصیبت ہے۔
وان کنت تدری فالمصیبة اعظم
اور اگر تو جانتا ہے تو یہ مصیبت اس سے بڑھ کر ہے۔

اور ان حدیثوں میں ایسی باتیں ہیں جن کا باطل ہونا قطعی طور پر معلوم ہے۔ انتھی بیان بالا سے معلوم ہوا کہ درمنثور اور اس قسم کی اور کتابوں کی کوئی حدیث ہم پر حجت نہیں۔ تاوقتیکہ اصول روایت و درایت پر پوری نہ اترے روایت درمنثور جو مصنف نے پیش کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اخرج ابن مردویه عن ابن مسعود قال کنا نقرا علے عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم یاایها الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین وان لم تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمک من الناس۔ (درمنثور جز ثانی ص ۲۹۸)

ابن مردویہ نے بروایت ابن مسعود نقل کیا ہے۔ کہ کہا ابن مسعود نے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں یوں پڑھا کرتے تھے۔

یا ایها الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین وان لم تفعل فما

بلغت رسالته والله يعصمک من الناس انتہی۔

اولاً حضرت عبداللہ بن مسعود جلیل القدر صحابی ہیں۔ ابن مردویہ یعنی حافظ ابوبکر احمد بن موسیٰ اصفہانی کی وفات 410ھ میں ہوئی پس درمیانی سلسلہ رواۃ ندراد ہے۔اور بغیر اسناد کے روایت کی صحت و سقم کا حال معلوم ہونا متعذر ہے۔ لہٰذا مخالف اس روایت کو بطور حجت ہم پر پیش نہیں کر سکتا ثانیاً اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی نسبت فرماتا ہے۔ وانا له لحفظون یعنی ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔ پس اگر یہ فقرہ قرآن میں ہوتا تو آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی اسے قران سے خارج نہ کر سکتا تھا اس سے ثابت ہوا کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اس کے وضع کرنے والے شیعہ ہیں جنہوں نے خلافت بلا فصل کے ثابت کرنے کے لیے دو ہزار سے زاید روایتیں وضع کیں۔ چنانچہ آیۃ زیر بحث کے متعلق تفسیر قمی اور تفسیر صافی میں لکھا ہے کہ کہ آیت یوں اتری تھی۔

یایها الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک فی علی وان لم تفعل فما بلغت رسالته

یعنی اے پیغمبر اللہ تعالیٰ نے جو کچھ علی کے بارے میں آپ پر نازل کیا ہے اسے پہنچا دیجئے اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ اللہ تعالیٰ پیغام خدا کو نہ پہنچانے والے ٹھہریں گے۔ انتھی اس سے مترشح ہوتا ہے۔ کہ شیعہ کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی رسالت محض تبلیغ خلافت بلافصل میں منحصر تھی۔ شیعہ لفظ مولے سے اولے بالتصرف مراد لیتے ہیں۔ جو بالکل غلط ہے۔ مفصل بحث قصہ خم غدیر میں انشاءاللہ تعالیٰ آئے گی۔ اب احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی صاحب تفسیرا لکشف والبیان کی بابت سنئے امام ثعلبی اخباری ہیں جن کا کام قصص واخبار بیان کرنا ہے۔ خواہ وہ صحیح ہوں یا غلط چنانچہ صاحب کشف الظنون(جز اول 300ھ)طبقات مفسرین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

والا خباری لیس له شغل الا القصص والتیفاؤها والا خبار عمن سلف سواء کانت صحیحه اوباطلة ومنهم الثعلبی۔

یعنی اخباری کا کام بجز اس کے نہیں کہ قصے بیان کرے اورانہیں پوری طرح لائے اور گزشتہ لوگوں کے حالات بتائے اور ایسے مفسروں میں سے ثعلبی ہے۔ انتھی پس ثعلبی کی تفسیر پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے؟ثعلبی کا سنہ وفات ۴۲۷ھ ہے مصنف کی عبارت سے متبادر ہوتا ہے۔ کہ ثعلبی کے استاد ابووائل نے مصحف ابن مسعود کو پڑھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصحف ابن مسعود پانچویں صدی ہجری تک موجود تھا مگر یہ صریح البطلان ہے۔ کیونکہ مصنف خود لکھ رہا ہے مصحف ابن مسعود کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تلف کر دیا اگر ثعلبی یا مصنف کی کچھ اور مراد ہے تو پوری سند پیش ہونی چاہیے غرض یہ روایت بھی موضوع ہے۔ اور اس کے وضع کرنے والے وہی ہیں۔

جو قرآن موجود کو محرف بتا رہے ہیں ثبوت کے لیے اس کتاب کا صفحہ 29'28 ملاحظہ ہو۔

حضرت ابن مسعود کے ساتھ قرآنی قصہ میں جو بد سلوکی کا ذکر کیا گیا ہے وہ بے اصل ہے شیعہ کی عادت ہے کہ غیر مشہور نادر الوجود کتابوں کا حوالا دیتے ہیں۔ نہایتہ العقول اور نجات المومنین ہمارے پاس نہیں ہیں۔ ہاں معارف ابن قتیبہ موجود ہے مگر اس میں اس بد سلوکی کا کچھ ذکر نہیں۔ ابن قتیبہ دو ہیں۔ ایک سنی۔ دوسرا رافضی۔ شاید رافضی کی کتاب میں اس کا ذکر ہو۔ یہ بھی شیعہ کا ایک فریب ہے۔ جس کی تشریح تحفہ اثنا عشریہ ص۴۰ کی عبارت ذیل سے ظاہر ہے۔ کید نوزدہم آنکہ در اسماء والقاب رجال معبرین اہل سنت نظر کنند و ہر کرا از جال خود شریک نام ولقب اویابند حدیث اور اروایت اوربآں سنی نسبت دہند۔ وبجہت اتحاد نام و لقب امتیاز درمیان ہردو حاصل نشود پس سنیاں ناواقف اورا امامے ازائمہ خود اعتقاد کنند۔ وروایت اورا محمل اعتبار شمارند مثل سدی کہ دو کس اند سدی کبیر وسدی صغیر کبیر از معتبرین وثقات اہلسنّت است۔ وصیغر ازوضاعین وکزابین است ورافضی غالی است ومثل ابن قتیبہ کہ نیز دو کس اند ابراہیم بن قتیبہ رافضی غالی ست وعبداللہ بن مسلم بن قتیبہ کہ در اہلسنّت معدودے شود و کتاب المعارف دراصل از تصانیف ہمیں اخیر است اما آں رافضی نیز کتاب خود رامعارف نام کردہ تااشتباہ حاصل شود۔ (انتھی)

ترجمہ: انیسواں فریب شیعہ کاہی ہے کہ اہلسنّت کے ہاں جو لوگ معتبر سمجھے جاتے ہیں۔ وہ ان کے اسماء و القاب پر نظرڈالتے ہیں اور اپنے اشخاص میں سے جس کو سنی کے نام و لقب میں شریک پاتے ہیں اس کی حدیث و روایت کو اسی سنی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور نام ولقب میں اتحاد کے سبب میں شریک پاتے ہیں۔ اس کی حدیث وہ روایت کو اس سنی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور نام و لقب میں اتحاد کے سبب وہ دونوں میں تمیز نہیں رہتی۔پس سنی بیچارے اس کو اپنے اماموں میں سے ایک امام سمجھے جاتے ہیں۔ اور اس کی روایت کو معتبر خیال کرتے ہیں۔ مثلا سدی دو شخص ہیں۔ سدی کبیر اور سدی صغیر کبیر اہل سنت کے معتبر و ثقہ لوگوں سے ہے ادر صغیر حدیثیں گھڑلینے والوں اور جھوٹوں میں سے ہے۔ اور رافضی غالی ہے۔ اسی طرح ابن قتیبہ بھی دوہیں۔ ایک ابراہیم بن قتیبہ جو غالی رافضی ہے۔ دوسرا عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ جو اہلسنّت میں شمار ہوتے ہیں۔ کتاب المعارف اصل میں اسی اخیر کی تصنیف ہے مگر اس رافضی نے بھی اپنی کتاب کا نام معارف رکھا ہے۔ تاکہ اشتباہ ہو جائے۔ انتھی علامہ آلوسی بغدادی اپنی تفسیر کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

وما نقل عن ابن مسعود انه قال لما احراق مصحفه لو ملکت کما ملکو الصنعت

بمصحفهم كما صنعوا بمصحفي كذب كسوء معاملة عثمان معه التى يزعمه الشيعة حين اخذ المصحف منه- (تفسیر روح المعانی جز اول ص ۲۰)

اور یہ جو ابن مسعود کی نسبت منقول ہے۔ کہ جب حضرت عثمان نے ان کا مصحف جلا دیا۔ تو انہوں نے کہا اگر میں قابو پاؤں جیسا کہ انہوں نے قابو پایا ہے تو ان کے مصحف کے ساتھ وہی کروں جو انہوں نے میرے مصحف کے ساتھ کیا ہے۔ سو یہ جھوٹ ہے۔ جیسا کہ ابن مسعود کے ساتھ حضرت عثمان کی بدسلوکی کا دروغ ہے اور یہ روافض کا گمان ہے کہ ان سے مصحف لیا گیا تھا انتھی بالفرض اگر ابن مسعود کے ساتھ ذرا سا تشدد بھی وقوع میں آیا ہو۔ تو وہ حضرت عثمان کے ملازموں کی طرف سے ہوگا۔ اگر حضرت عثمان کی طرف سے بھی تسلیم کر لیا جائے تو چنداں قابل اعتراض نہیں۔ کیونکہ اس معاملے میں حق حضرت عثمان کی طرف تھا۔ جو چاہتے تھے کہ امت کو متواتر و مجمع علیہ قرآن پر جمع کردیں۔ اور امت کی بہبودی بھی اسی میں تھی۔ مگر حضرت ابن مسعود اس امر کے مخالف نہ تھے مصنف نے جو کچھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نسبت لکھا ہے بے اصل ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نقل کرنے کے لیے حضرت حفصہ سے وہ قرآن طلب کیا تھا۔ جو حضرت صدیق اکبر کی خلافت میں جمع کیا گیا تھا اور انہوں نے بغیر کسی عذر کے بھیج دیا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو دیگر مصاحف کو تلف کیا پھاڑ کر یا جلا کر یا پانی سے دھونے کے بعد جلا کر اس میں ان پر کوئی الزام عاید نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ اختلاف عظیم جس کا خدشہ تھا اس سے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو روکنے کا بہترین طریقہ اس وقت یہی تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس معاملہ کو پسند فرمایا چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری (جز تاسع ص ۱۵) میں ہے۔

اخرج ابن ابی دائود باسناد صحیح من طریق سوید بن غفلة قال قال علی لا تقولوا فی عثمان الا خیر افوالله مافعل الذی فعل فے المصاحف الا عن ماء منا قال ماتقولون فی هذه القراة فقد بلغنی ان بعضهم یقول ان قراتی خیر من قراتک وهذا یکادان یکن کفرا قلنا فماتری قال اری ان نجمع الناس علی مصحف واحد فلا تکون فرقة ولا اختلاف قلنا فنعم مارایت۔

ابن ابی داؤد نے سند صحیح کے ساتھ سوید بن غفلہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ حضرت عثمان کے حق میں سوائے نیکی کے کچھ اور نہ کہو۔ اللہ کی قسم اس نے جو مصاحف کے بارے میں کیا وہ ہم صحابہ کے حضور میں اور ہماری رضامندی سے کیا۔ کہا حضرت عثمان نے کہ

تم اس قراءت کی نسبت کیا کہتے ہو۔ مجھے خود خبر پہنچی ہے کہ کہتے ہیں کہ ہماری قرارت تمہاری قرائت سے بہتر ہے۔ اور یہ قریب ہے کہ کفر ہو ہم نے کہا کہ آپ کی رائے کیا ہے حضرت نے جواب دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کریں کہ کوئی اختلاف نہ ہو۔ ہم نے کہا کہ آپ کی یہ رائے اچھی ہے انتہی۔

قال السید امداد امام واضح ہو کہ قرآن میں دست اندازیوں کے قائل حضرت عبداللہ ابن عمر بھی دیکھے جاتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ بہت ساحصہ قرآن سے جاتا رہا ہے۔

کما قال ابن عمر لا یقولن احد کم قد اخذت القرآن کلہ مایدریہ ما کلہ قد ذھب منہ کثیر۔

یہ تو قرآن پاک کی سرگزشت ہے۔ دست اعداء سے نہ اہل بیت نبوی بچے اور نہ قرآن مجید مگر کیا کیا جائے۔ جس قدر اور جس وضع پر اس وقت قرآن مجید موجود ہے۔ اسی کو سنی اور شیعہ گلے لگائے ہوئے ہیں۔ راقم بھی اس قرآن کو اپنا ہادی جانتا ہے لیکن اگر علی مرتضیٰ کا جمع کردہ قرآن یا تنزلہ ابن مسعود ہی کا قرآن دستیاب ہو سکتا۔ تو راقم کو قرآن موجود سے آزاد ہو جانا پڑتا۔ راقم کی تحقیق سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن موجود میں کوئی شے افزود نہیں کی گئی ہے۔ اس وقت جس قدر قرآن وجود رکھتا ہے۔ یہ سب کا سب قول خدا ہے قول بشر نہیں ہے۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ قول خدا ناتمام ہے جیسا کہ اوپر دکھلایا گیا ہے مصابح الظلم وایضاح البہم۔ ص ۱۹

اقول علامہ سیوطی نے قرآن میں نسخ کی تین قسمیں بیان کی ہیں اور قول ابن عمر کو تیسری قسم یعنی منسوخ التلاوہ غیر منسوخ الحکم کے تحت میں یوں ذکر کیا ہے۔

قال ابو عبید حدثنا اسمعیل بن ابراہیم عن ایوب عن نافع ابن عمر قال لا تقولن احد کم قد اخذت القران کلہ ومایدریہ ما کلہ قد ذھب منہ قرآن کثیر ولکن لیقل قد اخذت منہ ماظھر۔ (تفسیر اتقان مطبوعہ مصر جزء ثانی ص ۲۵)

کہا ابوعبید نے کہ حدیث کی ہم کو اسمٰعیل بن ابراہیم نے ایوب سے اور ایوب نے نافع سے اور نافع نے ابن عمر سے کہ کہا ابن عمر نے تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں سے سارا قرآن لیا ہے اور اسے کیا معلوم کہ سارا کتنا ہے۔ کیونکہ اس میں بہت سا قرآن جاتا رہا۔ بلکہ یوں کہے کہ میں نے قرآن سے وہ لیا جو ظاہر ہے۔ انتہی یہ معلوم ہے کہ قرآن شریف 23 سال کے عرصے میں حسب ضرورت و موقع تھوڑا تھوڑا اترتا رہا ہے۔ اس عرصے میں بعض آیتیں آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک ہی میں منسوخ التلاوہ ہو گئی تھیں۔ لہٰذا وہ قرآن میں موجود نہ رہیں پس حضرت ابن

عمر کا یہ قول درست رہا کہ کوئی یوں نہ کہے کہ میں نے سارا قرآن اخذ کیا ہے اور نہ ہی معلوم ہے کہ کل قرآن (منسوخ التلاوۃ سمیت) کتنا تھا۔ کیونکہ منسوخ التلاوۃ آیتیں تو اس میں موجود رہیں پس کل کا اخذ کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔ پس قول ابن عمر سے یہ سمجھنا کہ صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ کے وصال شریف کے بعد قرآن میں کمی کر دی بالکل غلط ہے۔ مصنف کا قرآن موجود کو ناقص و ناتمام جاننا اور اس کی ترتیب کو غلط سمجھنا اور پھر اس کو اپنا ہادی بتانا عجیب خبط ہے۔

قال السید امداد امام وہ حضرات جو کہتے ہیں کہ قرآن کا حافظ خود خدا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کا حافظ خود خدا ہے۔ اس میں کوئی نقصان لاحق نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی شک نہیں کہ قرآن کا حافظ خدا ہے۔ مگر ضروری نہیں کہ نقوش کا بھی حافظ خدا ہو۔ اگر نقوش کتابی کا بھی حافظ بالضرور خدا ہوتا تو ایک نسخہ بھی قرآن مجید کا عہد حضرت عثمان ابن عفان میں نہ جلایا جاسکتا۔ اور نہ اس کے بعد کبھی قرآن کے نقوش کتابی کو کسی طرح کا آسیب پہنچ سکتا۔ حال میں ایک کافر نے کسی مسجد میں گھس کر ایک نسخہ قرآن کو جلا ڈالا اگر بالضرور نقوش کتابی کا حافظ خدا تعالیٰ ہوتا تو اس عاقبت برباد سے ایسا فعل قبیح صادر نہ ہو سکتا۔ پس جاننا چاہیے کہ خدائے تعالیٰ قرآن کا حافظ ہے۔ مگر ضروری نہیں کہ نقوش کتابی کا بھی حافظ ہو۔ قرآن قول خدا ہے اور علم خدا میں محفوظ ہے۔ اور کوئی شے ماسواء ایسی نہیں ہے کہ اس کی حفاظت میں اپنے فعل سے خس برابر بھی کمی کر سکے جس کے باعث کسی طرح کا نقص قرآنی پیدا ہو سکے مصباح الظلم وایضاح البہم 19ص۔

اقول اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی نسب فرماتا ہے۔ ان نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون یعنی بیشک ہم ہی نے قرآن اتارا ہے۔ اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔ انتھی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن جو اتارا ہے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ علم الٰہی میں جو قرآن محفوظ ہے اس میں تحریف متصور ہی نہیں۔ لہذا اس کی حفاظت کی ضرورت ہی نہیں ہاں جو نازل کیا گیا ہے اس میں تحریف کا احتمال تھا۔ سو اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تحریف سے حفاظت کی معنی یہ ہیں کہ اگر اس میں تحریف کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ کوشش بے سود ہوگی کہ اگر کوئی ایک نقطہ بھی بدل دے تو اطفال مکتب بھی اس کی تردید کردیں گے اور بتادیں گے کہ صحیح یوں ہے چنانچہ روح المعانی جز رابع ص ۲۷۷ میں ہے۔ (وانا له لحفظون)

ای من کل مایقدح فیه کالتحریف والزیادة والنقصان وغیر ذلک حتی ان الشیخ المهیب لو غیر نقطة یرد علیه الصبیان ومعنی حفظه من ذلک عدم تاثیره فیه وذبه عنه انتهی مختصرا۔

اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں یعنی ہر ایسے امر سے جو اس میں قادح ہو مثل تحریف اور کمی بیشی وغیرہ کے یہاں تک کہ اگر کوئی بارعب شیخ ایک نقطہ کو بدل دے تو بچے اس کی تردید کر دیں گے۔ اور قرآن کو تحریف سے بچانے کے معنی یہ ہیں۔ کہ اس میں تحریف اثر نہ کرے گی۔ اور خدا تحریف کو اس سے دور رکھے گا انتھی ہمارے بیان کو تصدیق خود شیعہ کے عمل سے ہوئی ہے جنہوں نے قرآن میں تحریف کرنے کے لیے ہر چند ہاتھ پاؤں مارے اور دو ہزار سے زاید حدیثیں بھی گھڑیں۔ مگر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ قرآن وہی رہا جو پہلے تھا آیت مذکورہ بالا کے متعلق مزید بحث انشاءاللہ تعالیٰ آیندہ آئے گی۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ دور ثالث کے شیعہ تحریف بالزیادہ کے سوا اور سب طرح کی تحریف کے قائل ہیں مگر آج کل بین الفریقین قرآن کی بحث چھڑ جانے سے وہ اپنی کمزوریوں کو محسوس کر گئے ہیں اور لاجواب ہو کر ان میں سے بعض عجیب چالیں چل رہے ہیں۔ کوئی تو کہتا ہے کہ قرآن موجود میں جو تحریف وہ خلفائے ثلثہ کے وقت میں نہیں ہوئی ہاں ان کے بعد کاتبوں کی تصحیف سے خرابی پیدا ہوگئی۔ چنانچہ مولوی میرزا احمد سلطان صاحب مصطفوی چشتی دہلوی نے اپنے رسالہ تصحیف کاتبین و نقص آیات کتاب مبین (مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی ماہ اگست 1918ھ میں یہی مسلک اختیار کیا ہے۔ اور کوئی یوں کہہ رہا ہے کہ قرآن میں کبھی کوئی تحریف واقع نہیں ہوئی۔ اس وقت جو قرآن موجود ہے وہی ہے جو رسول ﷺ کے عہد مبارک میں تھا مولوی حائری صاحب لاہوری اب اپنا ہی مسلک ظاہر کر رہے ہیں۔ جیسا کہ موعظہ تحریف قرآن مرتبہ سید محمد رضی الرضوی (مطبوعہ پبلک پرنٹنگ پریس لاہور ماہ اپریل 1923ھ میں مذکور ہے۔ لہٰذا پہلے ہم مرزا صاحب موصوف سے مخاطب ہوتے ہیں۔

<u>قال المیرزا</u> بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیہ والہ الطیبن الطاھرین واصحابہ المکرمین۔

اما بعد احقر العباد احامد سلطان خاور گورگانی مصطفوی چشتی ابن میرزا محمد مظفر بخت بہادر ابن میرزا محمد شاہرخ بہادر ابن بہشت آرامگاہ حضرت ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ غازی عرض پرواز خدمت احباب ہے کہ مدت سے سنی شیعہ میں نقص و تحریف قرآن کی چھیڑ چھاڑ ایک شعار خاص ہو گیا ہے۔ اور اہلسنّت و جماعت اس کو سب و شتم خلفاء ثلثہ سمجھ کر برافروختہ ہوتے ہیں۔ اور شیعہ ان کے چڑنے سے اور جان جان کر نقص و تحریف قرآن کا الزام خلفاء ثلثہ اور بالخصوص حضرت عثمان غنی کے سر لگاتے ہیں جو دونوں فریق کی غلطی اور خطائے فاحش ہے۔ کیا معنی کہ جو قرآن مجید خلافت اولی ثانی میں جمع و مرتب ہوتا رہا وہ کامل نہ ہونے پایا تھا کہ خلیفہ اول کا اور پھر

خلیفہ ثانی کا انتقال ہو گیا۔ اگر چہ اس قرآن ناقص کی نقول زمانہ فاروق ہی میں تقریباً ایک لاکھ سے زیادہ ہو چکی تھیں۔ مگر جمع ترتیب قرآن کے وقت حضرت عثمان نے ان جملہ قرآنوں اور رسول خدا کے زمانہ کے جمع و تصحیح شدہ قرآنوں کو جلا دیا۔ چنانچہ عینی کی شرح بخاری عمدہ القاری جلد 9 صفحہ 306 میں ہے کہ حکم دیا کہ جو مصاحف عثمانی ممالک میں بھیجے گئے تھے۔ ان کے خلاف جس قدر مصاحف ہوں۔ وہ سب جلا دیے جائیں اس وقت ملک عراق کے جملہ قرآن جلا دیئے گئے۔ انتھی محصلا۔

وعند ابی داؤد والطبرانی امرهم ان یحرقوا کل مصحف یخالف المصحف الذی ارسل الیه قال عند ذلک احرقت المصاحف بالعراق بالنار۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شیخ عبدالحق دہلوی کی جلد دوم کتاب الفضائل القرآن باب اختلاف القرآن و جمع القرآن صفحہ (175) میں ہے۔

حتی اذا نسخوا الصحف فے المصاحف رد عثمان رضی الله عنه الصحف الی حفصة وارسل الی کل افق بمصحف مما نسخوا وامر بما سواه من القرآن فی کل صحیفته او مصحف ان یحرق۔

تاآنکہ وقتیکہ نسخہ برداشتند صحف رادر مصاحف بازگردانید عثمان آں مصحف رابسوئے حفصہ فرستاد عثمان رضی اللہ عنہ بسوئے ہرناحیہ از دیار اسلام مصحفے راازاں مصاحف کہ انتساخ نمودند

پھر اس کے آئے لکھا ہے

وامر کرد عثمان بانچہ بود جزء اں مصاحف در ہر صحیفہ تا کہ سوختہ شودیا پارا پارا کردہ شود۔

ظاہر امراد از صحیفہ آن بود کہ در رقاع و لحاف وجز آن بودو بہر مصحف آنچہ ترد حفصہ بود۔ وتواند کہ شک راوی باشد یحرق بجائے مہملہ وخائے معجمہ ہر دو روایت است۔ وظاہر حدیث آنست کہ آنچہ نزدیک حفصہ بود بعد از وفائے وعدہ رد کردہ نیز سوختند انتھی بلفظہ۔ لیکن ان شیخ صاحب محدث دہلوی کے علاوہ اور موخین و محدثین نے یہ لکھا ہے۔ کہ زمانہ عثمان ہی میں ام المومنین حفصہ کے انتقال کے بعد مروان بن الحکم نے عبداللہ ابن عمر سے حفصہ والا قرآن منگا کر پارا پارا کر کے جلادیا بہرحال مجموعہ روایات سے ثابت ہے کہ خلافت اولی و ثانی کے جمع شدہ قرآنوں کا وجود دنیا میں نہ رہا اور رسول خدا کے زمانہ کے تصحیح جمع شدہ قرآنوں کے ضائع ہونے کا یوں اور پتہ لگتا ہے۔ کہ امام تراویح ابی بن کعب اور عبداللہ ابن مسعود کے قرآن زبردستی چھین کر جلا دیئے گئے جس کی گواہ صحاح اور تواریخ وسیر ہیں پس جب ایسے مقرب و معتمد صحابہ کے قرآن احراق سے بچ نہ سکے تو اور صحابہ کے قرآن عقلا نہیں بچ سکتے۔

دوسرا وہ قرآن جو شاہ چین نے سرور کائنات کے خط کے جواب میں طلب کیا تھا اور آنحضرت کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر نے اس کے جواب میں قرآن بھجوایا جس کا آغاز سورہ کہف سے ہے وہ قرآن آج تک ایک شیشے کے صندوق میں محفوظ ہے جس کو ڈاکٹر سید کاظم حسین صاحب ساکن ملک اودھ دیکھ کر ہندوستان واپس آئے تو وہ قرآن پیکن دارالخلافہ سلطنت چین میں ہے۔ اس کی نقل کسی ملک والے کو میسر نہیں ہوئی۔ اس قرآن کا پتہ اب سے تین سال پیشتر یعنی 32ھ یا 1333ھ ہجری میں گورکھ پور کے اخبار مشرق نے بھی دیا تھا۔

تیسرا جناب علی کا مرتبہ قرآن جس کا ذکر اتقان سیوطی جلد اول صفحہ ۷۴ میں ہے یہ کہ۔

مات ابو بکر ولم يجمع القرن وقتل عمرو لم يجمع القرن قال ابن حجر وقد ورد عن علی انه جمع القرن علی ترتیب النزول عقب موت النبی اخرجه ابوداؤد

ابوبکر مرگئے۔ اور قرآن جمع نہ ہونے پایا۔ اور عمرو قتل کیے گئے اور قرآن جمع نہ ہونے پایا۔ اور جناب علی نے بعد انتقال رسول ترتیب نزول کے مطابق قرآن جمع کیا۔ انتہی

تو اس قران کی نسبت یہ روایت ہے کہ جناب علی نے زمانہ شیخین میں قرآن مرتب کر کے پیش کیا۔ حضرت عمر نے کہا کہ ہم کو تمہارے قرآن کی حاجت نہیں۔ اس پر جناب علی نے فرمایا کہ تم پھر اس قرآن کو نہ پاؤ گے۔ پس ایسا ہی ہوا۔ کہ پھر اس کو کسی آنکھ نے نہ دیکھا چنانچہ حضرت ابو طفیل عامری صحابی رسول اللہ کے غلام مسمی محمد بن سیرین نے روپیہ خرچ کر کے صدی اول ہی میں بہت تلاش کرایا۔ لیکن نہ دستیاب ہوا۔ پس اس کی نقل بھی دنیا میں ظاہر نہیں ہے۔ تصحیف کا تبین ونقص آیات کتاب مبین صفحہ 2 تا 4۔

اقول مصنف نے جمع قرآن کی نسبت جو کچھ لکھا ہے اس کی ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ تاریخ القرآن سے جو پہلے مذکور ہو چکی ہے ظاہر ہے جناب رسالتماب ﷺ کے زمانہ مبارک میں قرآن مرتب بترتیب معلوم تھا۔ مگر سنگریزوں۔ درخت خرما کی چھال وغیرہ پر پراگندہ تھا۔ حضرت صدیق اکبر کے عہد میں اسے کاغذوں پر عرضہ اخیرہ کے مطابق باثبات حروف سبعہ یکجا جمع کر دیا گیا۔ اسی قرآن کامل کی نقلیں حضرت فاروق اعظم کے عہد میں ہوئیں حضرت عثمان غنی کی خلافت میں بعض دوسروں سے کہنے لگے کہ ہمارا حرف تمہارے حرف سے بہتر ہے۔ چونکہ اس سے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں اختلاف عظیم کے وقوع کا خدشہ تھا اس لیے حضرت ذوالنورین نے بمشورہ صحابہ کرام قرآن ایک حرف یعنی لغت قریش پر قرار رکھا۔ اس میں اور کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور اس کی نقلیں کئی جگہ بھیج دیں۔ اور باقی مصاحف جو تھے وہ سب تلف کر دیے اور اس وقت یہی درست تھا۔ اور یہی مصلحت تھی۔ چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

تمام مسلمانوں کو شیخین کے قرآن پر جو سب کا سب متواتر مجمع علیہ تھا جمع کرنا چاہتے تھے۔ ان سے ...
ابن مسعود یا کسی اور صحابی کے مصحف کو تلف کرنے میں وہ حق پر تھے آج کل جو قرآن ہمارے پاس ہے
اس میں اور مصحف عثمان میں ملفوظ رسم و نظم و ترتیب ذرا بھی فرق نہیں۔ مصنف نے جو مجنون ...
قرآن کا ذکر کیا ہے وہ قصہ بے سند ہے اسے چاہیئے کہ اس کا مفصل حال بحوالہ کتب معتبرہ پیش کرے
قرآن علی کی نسبت جو روایت پیش کی گئی ہیں۔ وہ کتب شیعہ سے ماخوذ ہے محمد بن سیرین تابعی۔ (متوفی
110ھ) کو حضرت ابو طفیل عامری کا غلام بتانا درست نہیں۔ ہاں ان کے والد حضرت انس بن مالک کے عبد
مکاتب تھے۔ جو مکاتبت ادا کرنے پر آزاد ہو گئے تھے۔ اور خود ابن سیرین فارس میں حضرت انس بن مالک کے
کاتب تھے۔ جیسا کہ قاضی ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں لکھا ہے مصنف نے جو تفسیر اتقان کا حوالہ
نقل کیا ہے اس میں لم یجمع القرآن کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ علامہ سیوطی نے پہلے حضرت صدیق اکبر کے حافظ
قرآن ہونے کے دلائل بیان کیے ہیں۔ پھر اس پر بطور استدراک لکھتے ہیں۔

(قلت) لکن اخرج ابن اشتة فی المصاحف بسند صحیح عن محمد بن سیرین قال مات ابو بکر ولم یجمع القرآن وقتل عمر ولم یجمع القرآن۔

میں کہتا ہوں۔ لیکن ابن اشتہ نے مصاحف میں بسند صحیح محمد بن سیرین کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ حضرت ابوبکر نے وفات پائی اور انہوں نے قرآن جمع نہ کیا تھا اور حضرت عمر قتل ہوئے اور انہوں نے قرآن جمع نہ کیا تھا۔ انتھی پس اس عبارت میں القرآن کا مطلب یہ ہوا۔ کہ وہ حافظ قرآن نہ تھے اسی واسطے علامہ سیوطی نے اسے النوع العشرون فی معرفۃ حفاظہ ورواتہ (بیسویں نوع قرآن کے حافظوں اور راویوں کی پہچان میں کے تحت میں ذکر کیا ہے۔ علامہ موصوف نے اسی نوع میں اور بہت سی روایت نقل کی ہیں۔ جن کا جمع قرآن سے مراد حفظ قرآن ہے۔ مثلاً

(1) روی البخاری ایضا عن قتادة قال سالت انس بن ملک من جمع القرآن علی عھد رسول الله صلی الله علیه واله وسلم الحدیث یعنی امام بخاری ہی نے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت قتادہ کا قول ہے میں نے انس بن مالک سے پوچھا کہ رسول ﷺ کے عہد میں کس کس نے قرآن حفظ کیا۔ (الحدیث)

(2) اخرج النسائی بسند صحیح عن عبدالله بن عمر وقال جمعت القرآن فقرات به کل لیة فبلغ النبی صلی الله وسلمه فقال اقراه فی شهر الحدیث۔
نسائی نے سند صحیح کے ساتھ عبداللہ بن عمرو کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے قرآن کو حفظ کر لیا پس میں ہر رات سارا قرآن پڑھتا۔ نبی ﷺ کو جو یہ خبر پہنچی۔ تو فرمایا کہ ایک مہینے میں ختم کیا کر

الحدیث۔

(3) اخرج ابن ابی داؤد بسند حسن عن محمد بن کعب القرظی قال جمع القرآن علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم خمسۃ من الانصار الحدیث

یعنی ابن ابی داؤد نے سند حسن کے ساتھ محمد بن کعب قرظی کا قول نقل کیا ہے۔ کہ رسول خدا ﷺ کے عہد میں انصار میں سے پانچ نے قرآن حفظ کیا الحدیث۔

(4) اخرج البیہقی فی المدخل عن ابن سیرین قال جمع القران علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اربعۃ الحدیث۔

یعنی بیہقی نے مدخل میں ابن سرین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں چار شخصوں نے قرآن حفظ کیا الحدیث۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ابن اشتہ کی روایت میں جمع قرآن سے جمع و تالیف قرآن مراد نہیں۔ بلکہ حفظ قرآن مراد ہے۔ مصنف نے قرآن علی کی نسبت ابن ابی داؤد کی روایت نقل کی ہے وہ قابل اعتماد نہیں۔ چنانچہ تفسیر اتقان (جز اول ص ۵۹) ہی میں ہے۔

اخرج ابن ابی داؤد فی المصاحف بسند حسن عن عبد خیر قال سمعت علیًا یقول اعظم الناس فی المصاحف ابوبکر رحمۃ اللہ علی ابی بکر ہو اول من جمع کتاب اللہ لکن اخرج ایضا من طریق ابن سیرین قال قال علی لما مات رسول اللہ صلی اللہ علی وسلمہ آلیت ان لا اخذ علی ردائی الا لصلوۃ جمعہ حتی اجمع القران فجمعتہ قال ابن حجر ہذا الا ثر ضعیف لا نقطاعہ بتقد یر صحتہ فمرادہ بجمع حفظہ فی صدرہ وما تقدم من روایۃ عبد خیر عند اصحی فہو المعتمد۔

ابن ابی داؤد نے سند حسن کے ساتھ عبد اخیر کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ میں نے حضرت علی کو یہ کہتے سنا کہ مصاحف میں سب سے زیادہ ثواب والے حضرت ابوبکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو حضرت ابو بکر پر وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن جمع کیا۔ لیکن ابن ابی داؤد نے ابن سیرین کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ حضرت علی نے بیان فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو میں نے قسم کھائی کہ نماز جمعہ کے سوا اور کسی کام کے لیے اپنی چادر نہ اوڑھوں گا۔ یہاں تک کہ قرآن کو جمع کر لوں۔ پس میں نے قرآن کو جمع کر لیا۔ ابن حجر نے کہا کہ یہ اثر ضعیف ہے۔ کیونکہ یہ منقطع ہے بر تقدیر صحت جمع قرآن سے مراد حفظ قرآن ہے مگر روایت عبد خیر جو پہلے مذکور ہے وہ زیادہ صحیح ہے لہٰذا وہی معتمد ہے۔ انتھی تفسیر اتقان میں دوسری جگہ (جز اول ص 60) یوں

ہے۔

وقد اخرج ابن اشتة فی المصاحف عن اللیث بن سعد قال اول من جمع القرن ابو بکر و کتبه۔

زید یعنی ابن اشتہ نے مصاحف میں لیث بن سعد کا یہ قول نقل کیا۔ کہ سب سے پہلے جس نے قرآن جمع کیا وہ حضرت ابو بکر ہیں۔ اور اس کو حضرت ابن زید نے لکھا انتھی۔ علاوہ ازیں حضرت صدیق اکبر اور حضرت عثمان غنی کے عہد میں جمع قرآن کا مفصل حال بحوالہ صحیح بخاری پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ اس کے مقابلہ میں اثر ابن سیرین یا کوئی اور اثر پیش نہیں ہو سکتا قرآن علی کا مزید حال انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ آئے گا۔

قال المیرزا

احوال مصاحف عثمانی چوتھے مصاحف عثمانی جو بحکم عثمان مکہ۔ مدینہ، یمن، بحرین، مصر، کوفہ، شام بھیجے گئے تھے۔ ان کی کیفیات ملاحظہ ہوں نفح الطیب مصری جلد اول مصاحف عثمان علامہ ابو القاسم تجیبی سبتی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ شام والا مصحف عثمانی دمشق کی جامع بنی امیہ کی ایک محراب میں رکھا ہوا تھا جس کی میں نے 657ھ میں زیارت کی۔ اور مکہ معظمہ کے مصحف عثمانی کو میں نے قبہ یہودیہ یعنی قلمرو اندلس میں دیکھا تھا۔ اور ابو القاسم مذکور کے ایک صدی کے بعد ایک اور مصنف جن کا نام عبدالمالک لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ اور مدینہ اور دمشق والے مصاحف عثمانی کی زیارت 735ھ ہجری میں کی تھی ان مصاحف میں سے ایک مصحف جانے کیونکر اندلس میں پہنچ گیا۔ جو قرطبہ کی جامع مسجد میں ایک مدت تک نہایت احترام و تعظیم سے رکھا رہا۔ اور مدینہ والے اور اندلس والے مصحف عثمان کا ایک خط تھا۔

اہل اندلس کا اپنے ہاں کے مصحف عثمانی کی نسبت یہ عقیدہ تھا کہ یہ وہی مصحف ہے کہ جس پر شہید ہوتے وقت حضرت عثمان کا خون گرا تھا۔ مگر علامہ مقریزی اس خیال کو بعید از قیاس بتاتے ہیں۔ کتاب مذکور میں یہ بھی ہے کہ سلاطین موحدین کے پہلے تاجدار سلطنت مراکش یعنی ابو محمد عبدالمومن بن علی کو اپنے دارالخلافہ فاس میں مصحف عثمانی کے رکھنے کی بڑی خواہش تھی مگر مسلمانان قرطبہ کے ملال کے سبب وہ جرات نہ کرتا تھا۔ لیکن اتفاقاً قرطبہ ہی کے دو رئیس زادے ابو سعید اور ابو یعقوب نامی سن ۵۵۱ ہجری میں فاس لے گئے۔ اور اس قرآن کا استقبال بڑی دھوم سے کیا گیا پھر وہ قرآن شاہان مراکش کے ہاں رہا۔ اور ہر سلطان اس کو سفر و حضر میں بنظر خیر و برکت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ ان ہی سلاطین مراکش میں سے

سعید ابن علی بن ماموں یعنی معتضد باللہ 645ھ میں تلمسان روانہ ہوا۔ اور حسب رواج وہ مصحف عثمانی ساتھ تھا۔ پس وہ اور اس کا بیٹا ابراہیم نامی مارا گیا تو مخالف بدوی اور سازو سامان کے ساتھ اس مصحف کو بھی لوٹ کر لے گئے۔ اور پھر وہ مصحف بحالت گمنامی تلمسان میں رہا آخر ماہ رمضان 737ھ میں بنی مرین کے بادشاہ ابوالحسن نامی نے تلمسان فتح کر کے اس قرآن پر قبضہ کیا۔ اور یہ بھی اس مصحف عثمانی کو یہود کی طرح مثل تابوت سکینہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اتفاقا اس ابو الحسن نے اہل پرتگال پر حملہ کیا۔ اور دشمنوں میں گھیر کر مارا گیا۔ تو اہل پرتگال اس مصحف کو بھی لے گئے۔ پھر کسی تاجر نے بڑے حسن تدبیر سے اس کو حاصل کر کے 745ھ میں پھر مراکش پہنچا دیا۔ اس کے بعد کا حال معلوم نہیں سنا جاتا ہے کہ فی الحال ایک مصحف عثمانی قسطنطنیہ کے خزانہ شاہی میں موجود ہے انتھی ملحصا سروولیم میور صاحب اپنے ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ امام نامی مصحف عثمانی جو خاص مدینہ کے لیے تھا وہ قرطبہ کی جامع مسجد میں موجود تھا۔ زوال سلطنت اسلامیہ کے بعد وہ سلطنت مراکش کے دارالخلافہ فاس میں منتقل ہو گیا جس کا داخلہ تاریخ اور لیسی میں اسی طرح ہے مگر آٹھویں صدی کا سیاح ابن بطوط کہتا ہے کو امام نامی مصحف جس پر خون عثمان کے دھبے تھے۔ بصرہ کی جامع مسجد میں تھا۔ اور اب سنا جاتا ہے کہ وہ مصحف سلطنت روس کے قدیم دارلسلطنت ماسکو میں موجود ہے۔ جو کتب خانہ مسلمانان ماسکو نے قائم کیا ہے اور بخارا سے کتابیں منگا کر بھی اس میں رکھی ہیں۔ اور یہ بھی مقدمہ مذکور میں ہے۔ کہ مصاحف عثمانی کے اصلی نسخے مقامات فارس دمشق مکہ مدینہ میں ہیں۔ اور مدینہ کے نسخہ کے آخر میں لکھا ہے کہ یہ مصحف عثمان کے حکم سے لکھا گیا انتھی ملحصا۔

اگرچہ مورخین کی یہ گپیں قرآن کے نقائص موجودہ کے سبب اہلسنت و الجماعت کی پریشانی اور شیعوں کے بغل بجانے کے لیے بہت کافی ہیں لیکن یہ سب نقش برآب ہیں۔ کیا یعنی کہ علامہ سیدنورالدین ابن عبد اللہ شافعی مدنی کہ جن کا انتقال 911ھ میں ہوا۔ ان مفتی مدینہ کی مشہور کتاب وفا الوفانی اخبار دارالمصطفے کے صفحہ (481) میں ہے کہ۔

فکتب الحجاج المصاحف ثم بعث بها الی الا مصار و بعث بمصحف الی المدینة فکره ذلک ال عثمان فقیل لهم اخر جوا مصحف عثمان ویقروا فقالوا اصیب المصحف یوم مقتل عثمان۔

حجاج بن یوسف امیر خلیفہ عبدالملک بن مروان بن حکم نے قرآن لکھو کہ تمام ممالک میں بھجوائے جن میں سے ایک مصحف مدینہ میں رکھا گیا مگر اولاد عثمان کو یہ امر ناگوار گزرا۔ کہا گیا کہ مصحف عثمان نکال کر پڑھو لوگوں نے کہا کہ مصحف عثمان بروز قتل عثمان ضائع ہو گیا۔ انتہی۔

اور اسی کتاب کے صفحہ (482) میں ہے۔

ان مصحف عثمان تغیب فلم یجدله خبرا بین الا شیاخ

کہ مصحف عثمان غائب ہو گیا اہل علم کے ہاں اس کا پتہ نہیں۔ انتہی۔

یہ روایت بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کیا معنی کہ حضرت عثمان کی شکایت کے دفتر کے دفتر تاریخ خمیس ودیار بکری و امامتہ والسیادۃ ابن قتیبہ وروضتہ الا حباب و تاریخ ابو الفداء و فتح الباری وازالہ الخفاو مدارج النبوۃ و صحاح وغیرہ میں بکثرت درج ہیں۔ از انجملہ اہل مدینہ نے مسلمانان بصرہ کوفہ مصر وغیرہ کو شکایات لکھیں اور حضرت عثمان پر جہاد کرنے کی رغبت دی تو ان میں یہ درج کیا تھا کہ عثمان نے ظالموں کو حکومت دی۔ اور حقداروں کو محروم کیا۔ اور بنی امیہ و مروانیہ کو مالدار کر دیا۔ اور بی بی عائشہ اور اپنے اور اپنی اولاد کے واسطے بڑے قیمتی قصر عالی کھڑے کئے اور عمدہ چراگاہیں اپنے اصطبل اور شترخانوں وغیرہ کے لیے روک لیں۔ اور طریق رسول ترک کر دیا۔ اور ام المومنین عائشہ اور بعض بدری و احدی صحابہ کے وظائف بند کر دیئے۔ اور قرآن کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور سات حرف ترک کر کے قرآن کو ایک حرف پر کر دیا۔ وغیرہ وغیرہ پس یہ اور ایسی اور بکثرت ممالک مختلف کے مسلمانوں کی شکایات پر یقین ہے۔ کہ ان کثیر التعداد مخالفان عثمان نے ہر مقام کے مصاحف عثمان ضائع کر دیئے ہوں گے۔ اسی سبب سے حجاج بن یوسف کو ان مقامات یعنی کہ مدینہ کوفہ بصرہ۔ مصر۔ شام بحرین یمن۔ پر مکرر قرآن بھیجنے پڑے۔ یہ جہاں جہاں حضرت عثمان نے بھیجے تھے۔ اور مخالفان عثمان کی عدواتوں سے قطع نظر بھی کی جائے تو خلیفہ عبدالملک بن مروان اور اس کے حکم سے حجاج بن یوسف نے وارث رسول اور مالک شریعت جتانے کی غرض سے مثل خلفاء ثلثہ اپنی رائے سے قرآن مرتب کر کے ممالک میں بھجوائے ہوں گے۔ اس وجہ سے بھی مصاحف عثمانی کا دنیا میں وجود نہ رہنا قرین عقل ہے۔ تصحیف کاتبین وانقص آیات کتاب مبین۔ (ص ۷-۴)

اقول: مصنف نے جو احوال مصاحف عثمان بحوالہ نفح الطیب وغیرہ کیے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ مصاحف عثمان آٹھویں صدی ہجری تک موجود تھے بلکہ اب تک موجود بتائے جاتے ہیں۔ ان حالات کو بلاوجہ گپیں بتانا خود مصنف کی گپ ہے۔ وفا الوفا کے حوالے پورے نقل نہیں کیے گئے۔ لہٰذا ہم ان کو نقل کر کے بتاتے ہیں کہ ان سے کیا نتائج اخذ ہو سکتے ہیں۔

عن محرزین ثابت مولی سلمة بن عبدالملک عن ابیه قال کنت فی حرس الحجاج بن یوسف فکتب الحجاج بن یوسف المصاحف ثم بعث بها الی الا مصارو بعث بمصحف الی المدینة فکره ذلک ال عثمان فقیل لم اخرجوا مصحف عثمان یقراء فقالوا اصیب المصحف یوم مقتل عثمان قال محرزو

بلغنی ان مصحف عثمان صارالی خالد بن عمرو بن عثمان قال فلما استخلف المهدی بعث بمصحف الی المدینة فهو الذی یقرافیه الیوم وعذل مصحف الحجاج فهو فی الصندوق دون المنبر انتهی۔

سلمہ بن عبدالملک کے آزاد کردہ غلام محرز بن ثابت سے روایت ہے کہ سلمہ کے باپ نے کہا کہ میں حجاج بن یوسف کے پاسبان میں تھا۔ حجاج نے مصاحف لکھ کر شہروں میں بھجوائے اور ایک مصحف مدینہ میں بھیجا۔ اولاد عثمان کو یہ امر ناگوار گزرا ان سے کہا گیا کہ وہ مصحف نکالو جو حضرت عثمان پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ مصحف بروز قتل عثمان جاتا رہا روز محرز کا قول ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ مصحف عثمان۔ الخ خالد بن عمرو بن عثمان کے پاس منتقل ہو گیا جب مہدی خلیفہ ہوا۔ تو اس نے ایک مصحف مدینہ میں بھیجا یہی مصحف ہے جس پر آج پڑھا جاتا ہے۔ اور مصحف حجاج برطرف کر دیا گیا۔ اس لیے وہ اس صندوق میں ہے۔ جو منبر کے قریب ہے۔ انتھی۔

علامہ سمہودی دوسری جگہ (وفا الوفا جز اول 482) لکھتے ہیں۔

قال ابن قتیبه کان مصحف عثمان الذے قتل وهو فی حجره عند ابن ابنه خالد ثم صارمع اولاده وقد درجوا قال وقال لی بعض مشائخ اهل الشام انه بارض طوس انتهی

ابن قتیبہ (متوفی 276ھ) کا بیان ہے وہ مصحف جو شہید ہونے کے وقت حضرت عثمان کی بغل میں تھا ان کے پوتے خالد کے پاس تھا۔ پھر خالد کی اولاد کے پاس رہا اور وہ گزر گئے۔ اور ابن قتیبہ کا قول ہے کہ اہل شام کے بعض مشائخ نے مجھ سے ذکر کیا کہ سرزمین طوس میں ہے انتھی۔

اس عبارت کے بعد علامہ سمہودی نے یوں فرمایا ہے۔

وقلا اشاطبی ماحاصله ان مالکارحمه الله قال انما یکتب المصحف علی الکتابة الاولی لا علی مااستحدثه الناس قال وقال ان مصحف عثمان رضی الله عنه تغیب فلم نجدله خبرا بین الا شیاخ وقال ابو عبیده القاسم بن سالم فی کتابه فی القران رایت المصحف الذی فقال له الامام مصحف عثمان بن عفان رضی الله عنه استخرج لی من بعض خزائن الا مراء وهو المصحف الذی کان فی حجره حین اصیب ورایت اثاردمه فی مواضع منه ورده ابو جعفر النحاس بماتقدم من کلام مالک قال الشاطبی واباه المنصفون لانه لیس فی قول مالک تغیب مایدل علی

المصحف بالکلیة بحیث لا یوجد لان ماتغیب یرجی ظهوره قلت فیحتمل انه بعد ظهوره نقل الی المدینة وجعل بالمسجد النبی لکن یوهن هذا الاحتمال ان بالقاهرة مصحفا علیه اثر الدم عند قوله تعالٰی فسیکفیکهم الله الا یة کما هو با لمصحف بالشریف الموجوداليوم بالمدینة ویذ کرون انه المصحف العثمانی وکذالک بمکة والمصحف الامام الذی قتل عثمان رضی الله عنه وهو بین یدیه لم یکن الا واحدا والذی یظهران بعضهم وضع خلوقاعلی تلک الا یة تشبیها بالمصحف الامام ولعل هذه المصاحف التی قد مناذکر ها ممابعث به عثمان رضی الله عنه الی الا فاق کما هو مقتضی کلامه ابن جبیر فی المصحف الموجود بالمدینة۔

اور امام شاطبی کے قول کا ماحصل یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مصحف کو صرف پہلی رسم خط کے مطابق لکھنا چاہیے نہ کہ اس کے مطابق جو لوگوں نے نئی پیدا کی ہے۔ اور امام شاطبی نے کہا کہ امام مالک کا قول ہے کہ مصحف عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ غائب ہو گیا۔ اور ہم نے مشائخ کے درمیان اس کی کوئی خبر نہیں پائی ابو عبیدہ قاسم بن سلام (متوفی 224ھ) نے کتاب القراآت میں ذکر کیا ہے۔ کہ میں نے وہ مصحف عثمان دیکھا۔ جسے امام کہتے ہیں۔ وہ امراء کے کسی خزانے سے میرے واسطے نکالا گیا تھا یہ وہی مصحف ہے جو بروقت شہادت حضرت عثمان کی گود میں تھا۔ میں نے اس کی کئی جگہوں پر خون کے نشان دیکھے قاسم بن سلام کے قول کو ابو جعفر نے امام مالک کے کلام مذکورہ بالا کے ساتھ رد کیا ہے۔ شاطبی نے کہا کہ منصف مزاج لوگوں نے ابو جعفر کی تردید کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ کیونکہ امام مالک کے قول تغیب (غائب ہو گیا) سے یہ نہیں پایا جاتا کہ مصحف عثمان بالکل معدوم ہو گیا ہو۔ کہ روئے زمین پر نہ ملے اس لیے کہ جو غائب ہو گیا اس کے ظہور کی امید ہو سکتی ہے میں کہتا ہوں۔ کہ احتمال ہے کہ ظہور کے بعد مدینہ میں منتقل ہو گیا ہو۔ اور مسجد نبوی میں رکھا گیا ہو۔ لیکن اس احتمال کو یہ امر کمزور کر دیتا ہے کہ قاہرہ میں ایک مصحف ہے جس میں فسیکفیکھم اللہ الایہ پر خون کا نشان ہے جیسا کہ اس مصحف شریف میں ہے جو آج کل مدینہ منورہ میں ہے۔ اور ذکر کرتے ہیں کہ وہ مصحف عثمانی ہے اسی طرح مکہ مشرفہ میں بھی نشان ہے۔ اور مصحف امام جو بروقت شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا بجز ایک کے نہ تھا ظاہر یہ ہے کہ کسی نے اس آیت پر مصحف امام سے مشابہ کرنے کے لیے خوشبو رکھ دی۔ شاید یہ مصاحف جن کا ہم نے ذکر کیا ہے منجملہ ان کے ہیں۔ جو حضرت

عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اطراف میں بھیجے تھے جیسا کہ مدینہ میں مصحف موجود کی نسبت ابن جبیر کے کلام کا مقتضا ہے۔ انتہی۔

عبارات بالا سے معلوم ہوا۔ کہ مصحف امام حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن دنیا سے ناپید نہیں ہوا تحقیق یہ ہے کہ وہ تیسری صدی ہجری تک موجود تھا بلکہ آٹھویں ہجری میں بھی دیکھا گیا ہے جیسا کہ نفح الطیب میں مذکور ہے علامہ سمہودی کے وقت جو قرآن مدینہ منورہ میں موجود تھا اس کی نسبت احتمال ہے کہ وہ مصحف امام ہو جو منتقل ہو کر پھر مدینہ منورہ میں آگیا ہو۔ یا کم سے کم وہ منجملہ ان قرآنوں کے ہیں۔ جو حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اطراف میں بھیجے تھے حجاج بن یوسف نے جو مصاحف بھیجے اسکا سبب مصاحف عثمان کا دنیا سے ناپدید ہونا نہ تھا اس کی وجہ روایت ابو احمد عسکری میں انشاء اللہ عنقریب آئے گی۔

علامہ سمہودی نے فقط مصحف امام کی نسبت کلام کیا ہے۔ اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ مصحف امام دنیا سے ناپدید ہو گیا۔ تاہم باقی چار یا چھ مصحف تا ناپید نہیں ہوئے۔ اگر ان کا بھی معدوم ہو جانا تسلیم کیا جائے تو ان کی لاکھوں صحیح نقلیں جو ہوئیں وہ کہاں گئیں۔ اس سے بھی قطع نظر ہر قرآن میں لاکھوں حفاظ ہوتے رہے ہیں جن کے سینوں میں قرآن محفوظ چلا آتا ہے نظر برایں حالات خلفائے ثلاثہ یا کوئی اور شخص قرآن کو اپنی رائے سے کیونکر مرتب کر سکتا تھا۔ اور امت مرحومہ اسے کیونکہ قبول کر سکتی تھی۔ اس کتاب الٰہی کا تو یہ خاصہ ہے کہ سینوں میں بھی محفوظ رہے۔ **بل ھو اایات بینت فی صدور الذین اوتوالعلم** (**سورہ عنکبوت**) سب سے بڑھ کر یہ کہ جس کتا کا حافظ خدا ہو۔ اس میں تغیرو تبدل کیسے ہو سکتا ہے؟

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت شکایات کا پایا جانا ان کی بزرگی میں قادح نہیں۔ ایسی شکایات سے کون بچ سکتا ہے۔ کیا حضرت علی کی نسبت شکایات نہ تھیں؟ ایسی شکایات کا جواب انشاء اللہ تعالیٰ مناسب موقع پر آئے گا

قال المیرزا ظاہر ہے کہ علامہ سمہودی مدنی مفتی مدینہ ہے اگر بموجب تواریخ مذکورہ مدینہ والہ مصحف عثمان وہاں موجود ہوتا تو سمہودی یہ نہ لکھ سکتے **فلم نجدلہ خبرا بین الا شیاخ** اس سے معلوم ہوا کہ مختلف زمان و مکان کے کاتبین دوراقین نے اپنے اپنے قلم سے خط مصاحف عثمانی میں قرآن لکھ لکھ کر ان کو مصاحف عثمانی ظاہر کیا اور اس فریب سے بڑی بڑی رقمیں وصول کیں جس سے ان کی دنیا اچھی گزری ہوگی۔ اور چونکہ وہ کاتبین ممالک غیر کے کم استعداد عربی دان تھے۔ اس وجہ سے ان کے ایسے فاش اغلاط اور مضحک خطائیں کتابت قرآن میں ہوئیں۔ کہ جس کے سبب اسلام کے گروہ عظیم کو تحریف قرآن کا

قائل ہونا پڑا۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہو گا۔ اور یہ بدیہی بات ہے کہ جامعان قرآن یعنی خلفاء ثلثہ وہ تھے جن کی مادری زبان عربی تھی۔ اور وہ کسی قدر پڑھے لکھے بھی تھے وجہ ان کی موجودہ اغلاط قرآن کا وقوع، صدور محال تصحیف کاتبین۔ ص ۹-۸

اقول فلم نجد له خيرا بين الا شياخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے جس پر کافی بحث ہو چکی ہے مصنف کی باقی خامہ فرسائی محض ژاژاخائی ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں جن اغلاط وخطاؤں کی طرف وہ اشارہ کر رہا۔ ان کی تفصیل مع جواب عنقریب آنے والی ہے جس کلام کا حافظ خدا ہو۔ اس میں بندے کی کیا مجال کہ تغیر کر دے فرقہ شیعہ جو تحریف قرآن کا قائل ہے اسے اسلام کا گروہ عظیم کہنا سخت غلطی ہے۔

قال المیرزا پس جب کہ مصاحف عثمانی دنیا میں اسلام نما دشمنوں نے باقی نہ رکھے۔ اور کم استعداد عربی دان کاتبین نے فائدہ دنیا کی غرض سے اپنے اپنے قلم کے لکھے ہوئے مصاحف کو مصاحف عثمانی ظاہر کیا۔ تو اس صورت میں قرآن موجودہ پر جو کچھ اعتراض ہو گا۔ وراقین سابقین پر ہو گا۔ خلفاء ثلثہ پر ہرگز نہ ہو گا۔ تصحیف کاتبین صفحہ (10)

اقول ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ مصاحف عثمانی دنیا سے ناپدید نہیں ہوئے ہر زمانے میں ان کی لاکھوں صحیح نقلیں موجود رہیں۔ اور لاکھوں حافظ قرآن موجود اور ان سب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی حفاظت کا وعدہ موجود بایں ہمہ قرآن میں کاتبین کی تصحیف کا قائل ہونا اگر جنون نہیں تو کیا ہے۔

قال المیرزا دوسری دلیل خلفاء ثلثہ کی بریت کی یہ ہے کہ اکثر ممالک اسلامیہ اور نیز ہندوستان میں عموماً قرآن مجید خط نسخ پائے جاتے ہیں۔ اور خط نسخ تیسری صدی ہجری میں ایجاد ہوا۔ اور چوتھی صدی ہجری میں قرآن مجید خط نسخ میں نقل ہوا۔ چنانچہ اب ہم اس کی کیفیات باختصار لکھتے ہیں۔ لیکن یہ مضمون تین امور کی تحقیق پر مشتمل ہے۔ ایک ایجاد خط عربی اور دوسرا ایجاد نقاط و اعراب اور تیسرا ایجاد خط نسخ اور اس میں قرآن مجید کا نقل ہونا۔۔۔ تصحیف کاتبین۔ صفحہ 10'11۔

اقول اگر قرآن کریم چوتھی صدی ہجری میں خط نسخ میں نقل ہوا۔ تو اس سے یہ کیونکر ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس نقل میں کاتبین نے غلطیاں کر دیں۔ پہلی تین صدیوں کے قرآن مجید ممالک اسلامیہ کے مختلف حصوں میں ملتے ہیں۔ ان کے ساتھ مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بلحاظ نظم و ترتیب و رسم چوتھی صدی کے لکھے ہوئے قرآنوں اور اس سے پہلے کے قرآنوں میں ذرا بھی فرق نہیں۔

قال المیرزا

تحقیق اول آغاز خط عربی تاریخ الاسلام مولوی سید امیر علی صاحب میں ہے۔ کہ عربی تحریری کہا فن شیوع اسلام سے کچھ پہلے قریش میں رائج ہوا تھا۔ اور اس فن کو مرامر بن مرہ نے ایجاد کیا تھا جو شہر انبار علاقہ حیرہ کا رہنے ولا تھا۔ پھر یہ موجد سکونت انبار ترک کرکے مقام حیرہ میں جا بسا تھا۔ اور جب حرب بن امیہ بن عبدالشمس یعنی معاویہ بن ابی سفیان کا دادا حیرہ گیا تو اس فن کو اسلم بن سدرہ سے سیکھ کر اس کو قریش میں پھیلا دیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق نے بھی فن تحریر عربی کو معاویہ کے باپ ابو سفیان سے سیکھا تھا۔ اور قبائل مدینہ یعنی اوس و خزرج نے یہود مدینہ سے سیکھا تھا اگرچہ باختلاف روایات احادیث سے فرامین رسالت اور کاتب وحی بہت سے حضرات معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن حضرت عثمان بن عفان نے عبداللہ بن زبیر اور سعید بن العاص اور عبدالرحمن بن حارث بن ہشام اور زید بن ثابت کو کاتب قرآن بنایا تھا۔ جن میں نہ کوئی حافظ قرآن تھا۔ نہ فقیہ نہ خوشخط نہ بنی ہاشم۔

مفتاح السعادت مولفہ ابو الخیر عصام الدین احمد تاش کری زادہ المتوفی بہ 968ھ جلد اول صفحہ 73 میں ہے۔ کہ عربی خط بنی طے کے قبیلہ بولان سے تین شخصوں نے ایجاد کیا تھا۔ جو شہر انبار علاقہ حیرہ کے رہنے والے تھے جن میں سے مرامر بن مرہ نے حروف کی شکلیں اور نقاط ایجاد کیے اور اسلم بن سدرہ نے وصل و فصل حروف ایجاد کیئے اور عامر نے اعراب۔

وحکی ابواحمد العسکری فی کتاب الصحیف ان الناس عبروا یقرون فی مصحف عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نیفا و اربعین سنۃ الی ایام عبدالملک بن مروان ثم کثر التصحیف وانتشر بالعراق ففزع الحجاج بن یوسف الی کتابہ وسالھم ان یضعو الھذہ الحروف المشبھۃ علامات فیقال ان نصر بن عاصم قام بذالک فوضع النقط افرادا وازواجا وخالف بین اماکنھا فعبر الناس بذالک زمانا لا یکتبون الا منقوطا فکان مع استعمل النقط ایضایضع التصحیف فاحدثوا لاعجام فکانوا یتبعون النقط الاعجام فاذا اعقل الا ستقصال عن الکلمۃ فلم توف حقو فھا اعتری۔ (وفیات الاعیان ' ج ا' صفحہ ۱۲۵)

ابو احمد عسکری نے اپنی کتاب تصحیف یہ روایت لکھی ہے کہ لوگ عثمان کے مصحف میں کچھ اوپر چالیس سال عبدالملک بن مروان کے عہد تک پڑھتے ہے۔ لیکن نقطے نہ ہونے کی وجہ سے عراق

میں تصحیف بہت ہونے لگی یعنی متشابہ حروف کو کچھ کا کچھ پڑھنے لگے۔اس پر حجاج بن یوسف کے حکم سے نصر بن عاصم (یا یحییٰ بن یعمر) نے نقطے ایجاد کیے کسی حرف کے لیے ایک کسی کے لیے دو کسی کے لیے تین اور کسی کے اوپر کسی کے نیچے اور کسی کے بیچ میں پس اب حروف تو صحیح پڑھے جانے لگے مگر زیر زبر پیش کی غلطیاں ہونے لگیں پس اس کے دفعیہ کے لیے اعراب کو ایجاد کیا گیا۔ انتھی ملخصا۔ (از ترجمہ تاریخ الا اسلام ماسٹر ذاکر حسین صاحب ساکن محل کلاں دہلی)

لیکن ان روایات میں کچھ غلطی ہے جو تحقیق دوم سے واضح ہوتی ہے تصحیف کاتبین۔ صفحہ۔11، 12۔

اقول روایت ابو احمد عسکری (متوفی 282ھ سے ظاہر ہے کہ عبدالملک بن مروان (متوفی 86ھ کے زمانے تک مصاحف میں نقطے نہ ہوا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے عراق میں بکثرت تصحیف ہونے لگی تھی۔ لہٰذا حجاج بن یوسف (متوفی 95) نے نئے مصاحف نقل کرا کر بھیجے ہوں گے جن میں حروف پر مناسب جگہ پر نقطے ہوں گے۔ ہم اس روایت کی طرف اوپر اشارہ کر آئے ہیں۔ لہٰذا مصنف کا یہ الاپنا کہ مصاحف عثمانی کے ناپدید ہونے کے سبب کم استعداد عربی دان کاتبوں نے فائدہ دنیوی کے لیے قرآن میں تصحیف کر دی اور اپنے قلم کے لکھے ہوئے مصاحف کو مصاحف عثمانی ظاہر کیا بالکل غلط ہے مصحف کے کاتبوں میں سے جن چار کے نام لکھے گئے ہیں وہ سوائے حضرت زید بن ثابت کے جو قاری و حافظ و کاتب وحی تھے قریشی تھے۔ اور اس کام کے لیے قریشیوں کی خاص ضرورت تھی۔ کیونکہ قرآن اصل میں لغت قریش میں اترا تھا اور اسی میں رکھنا منظور تھا۔

قال المیرزا

تحقیق دوم ایجاد و نقاط و اعراب مفتاح مذکور میں ہے کہ جناب علی علیہ السلام کی تعلیم سے ابوالاسود دوئلی نے نقاط و اعراب ایجاد کئے اس دعوے کی تصدیق کتب نحو سے بخوبی ہوتی ہے۔ چنانچہ متن متین عبدالرسول سہارنپوری کے ص ۴ میں ہے۔ کہ جناب علی علیہ السلام نے سنا کہ ایک شخص نے یہ آیت اس طرح پڑھی ان اللہ بری من المشریکن ورسولہ یعنی رسول کے لام کو بالکسر پڑھا۔ اس حرکت سے آیت کے یہ معنی ہوئے۔ کہ اللہ تعالیٰ مشرکین سے اور معاذ اللہ رسول سے بیزار ہوئے۔ تو جناب علی علیہ اسلام نے ابو الاسود دوئلی کو یہ تعلیم فرمائی کہ۔ فاعل مرفوع ہوا کرتا ہے۔ اور مفعول منصوب اور مضاف الیہ مجرور۔ اور فرمایا کہ اسی طریق پر چلا چل۔ انتھی۔

درایہ شرح ہدیۃ النحو کے صفحہ 14 میں ہے۔ سعید بن سالم کے دادا نے ابوالاسود دوئلی سے

روایت کی ہے۔ ابو الا سود نے کہا کہ ایک دن میں جناب علی علیہ اسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو دیکھاکہ آپ متفکر بیٹھے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا امیرالمومنین آپ کیا سوچ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے شہر میں غلطیاں سنی ہیں۔ اس وجہ سے ارادہ ہے کہ عربی زبان کے اصول کی ایک کتب بناؤں میں نے عرض کیا اگر آپ نے ایسا کیا تو ہمیں جلالیں گے۔ اور اس زبان کو ہمارے درمیان زندہ کر دیں گے۔ پس پھر جو میں تین دن بعد گیا تو جناب امیر علیہ اسلام نے میرے سامنے ایک کاغذ ڈالدیا۔ جس میں لکھا تھابسم اللہ الرحمن الرحیم -کلام تین قسم سے مرکب ہوتے ہیں۔ یعنی اسم فعل و حرف سے پس اسم وہ ہے جو اپنے مسمی سے خبردے اور فعل وہ ہے جو فاعل سے خبردے او حرف وہ ہے کہ وہ ایسے معنی بتائے جو نہ اسم سے ظاہر ہو نہ فعل سے اور فرمایا کہ یہاں تک تو میں نے غور کیا ہے اب اس کے آگے تو بڑھا لیجیو۔ جو تیرے خیال میں آئے۔ اور فرمایااے ابو الا سود جان لے کہ الفاظ تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ظاہر اور مضمراور تیسرے ایسے کہ نہ ظاہروں نہ مضمرپس علماء ایسے ہی الفاظ کے سمجھ لینے سے ایک دوسرے پر فضیلت لے جاتے ہیں۔ جو ظاہر و مضمر نہ ہوں۔

ابو الاسود کہتے کہ میں نے کچھ مضمرات جمع کرکے جناب امیر علیہ اسلام کے ملاحظہ میں پیش کیے اور انہی میں حروف نصب بھی تھے۔ اِنَّ اَنَّ لَیتَ لَعَلَّ کَاَنَّ اور حرف لاکن نہ تھا اس پر جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ تونے کیا کہ لاکن کیوں ترک کر دیا۔ میں نے عرض کیا کہ اس کو بھی انہی میں شمار کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس کو بھی انہی میں بڑھالے۔ انتھی۔

درایہ مذکور میں دوسری روایت یہ ہے کہ زمانہ عثمان میں بمواجہ امیر معاویہ بن ابو سفیان ایک عورت آئی اور اس نے کہا مات ابی و ترک ولِی مال یعنی مالا کے لام کو مرفوع پڑھا۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ میرا باپ مرگیا۔ اور میرے لیے مال نے چھوڑ دیا۔ پس معاویہ کو یہ بات ناگوار گزری کیونکہ اس مقام پر لفظ مال منصوب یعنی مفعول ہے پس اس غلطی کی خبر جناب امیر علیہ السلام کو ہوئی۔ اور آپ نے ابوالاسود سے فرمایا کہ نحو وضع کر۔پس اس نے باب اضافت تصنیف کیا۔ پھر یہ قصہ بھی درایہ مذکور میں ہے کہ ابوالاسود نے اپنی بیٹی کی ایک غلطی پر اقسام استفہام و تعجب جمع کیے اور ان کو اپنی اولاد کو سکھلایا اور پھرابوالاسود کی اولاد سے ابو اسحاق حضرمی اور عیسیٰ الثقفی اور ابو عمروبن العلا وغیرہم نے علم نحو سیکھا۔ اور ان سے آگے سلسلہ نحو دنیا میں پھیلا انتھی چونکہ علم نحو کے موجد جناب علی علیہ السلام تھے اور اس کے شائع کرنے والے شیعہ اسی سبب سے کتب نحو میں اکثر مثالیہ فقرات توہین ثلثین سے خالی نہیں جیسے ضرب زید عمرا اور اسی طرح تفضیح کے نہج پر ہندہ بکرو خالد کے اسماء ہیں اور یہ لوگ جناب علی علیہ اسلام کے یقینی دشمن تھے۔ اور ظاہر ہے کہ زید جناب علی کا وہ نام ہے جو آپ والد ابو طالب نے رکھا تھا

پس مثالیہ فقرات میں دشمنان علی کا نام اس نہج سے لانا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ علم نحو کا آغاز جناب علیہ اسلام سے ہوا۔ اور اسکی اشاعت شیعان علی سے ہوئی۔ (تصحیف کاتبین ص ۱۳،۱۴)

اقول کشف الظنون جز اول ص ۴۶۷ میں بحوالہ مفتاح السعادت یوں مذکور ہے۔

علم ان الصدر الاول اخذ القرآن والحديث من افواه الرجال بالتلقين ثم لما كثر اهل الا سلام اضطر واالى وضع النقط والا عجام فقيل اول من وضع النقط مروا الاعجام عامر وقيل الحجاج وقيل ابو الا سود الدؤلى بتلقين على رضى الله تعالى عنه الا ان الظاهر انسما موضوعان مع الحروف اذيبعدان الحروف مع تشابه صورها كانت عرية عن النقط الى حين نقط المصحف وقد روى ان الصحابة جردوا المصحف من كل شئى حتى النقط ولولم يوجد فى زمانهم لما يصح التجريد منه۔

جان لے کہ صدر اول نے قرآن و حدیث کو لوگوں کی زبانی تعلیم سے لیا ہے۔ پھر جب اہل اسلام زیادہ ہوگئے۔ تو نقطوں اور اعراب کی ضرورت پڑی کہا گیا ہے کہ پہلے جس شخص نے نقطے وضع کئے وہ مرامر تھا اور جس نے پہلے اعراب وضع کئے وہ عامر تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ حجاج نے وضع کئے اور کہا گیا ہے کہ ابو الا سود دوئلی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلقین سے وضع کیے مگر ظاہر یہ کہ نقطے اور اعراب ہر دو حروف کے ساتھ وضع ہوئے کیونکہ یہ بعید ہے۔ کہ حروف باوجود تشابہ الشکل ہونے کے مصحف شریف میں نقطے دیئے جانے کے وقت تک نقطوں سے خالی ہوں۔ اور یہ مروی ہے کہ صحابہ کرام نے مصحف شریف کو ہر شے حتیٰ کہ نقطوں سے بھی مجرد رکھا۔ اگر ان کے وقت میں نقطے نہ تھے۔ تو ان سے قرآن کی تجرید بے معنی ہے۔ انتھی صاحب کشف الظنون نے نقطوں اور اعراب کے حروف کے ساتھ وضع کیئے جانے کی جو وجہ بیان کی ہے وہ بالکل دوست ہے لہٰذا ابو الا سودیا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ یا حجاج بن یوسف کو واضع نقط و اعجام قرار دینے میں کلام ہے۔ ہاں یہ مصحف شریف میں پہلے پہل نقطے اور اعراب لگانے والے مانے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر اتقان میں ہے۔ (جز ثانی ص ۱۷۰)

اختلف فى نقط المصحف وشكله ويقال اول من فعل ذلك ابو الا سود الدؤلى بامر عبدالملك بن مروان وقيل الحسن البصرى ويحيى بن يعمر وقيل نصربن عاصم الليثى واول من وضع الهمزو التشديد والروم والا شمام الخليل۔

مصحف شریف میں نقطے اور حرکات لگانے میں اختلاف ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پہلے جس نے یہ کام کیا

ابولا سوددوئلی تھا۔ جس نے عبدالملک بن مروان کے حکم سے ایسا کیا۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ وہ حسن بصری (متوفی ۱۱۰ھ) اور یحیی بن یعمر (متوفی ۱۲۹ھ) تھے اور کہا گیا ہے کہ وہ نصر بن عاصم یثی متوفی ۸۹ھ تھا۔ اور پہلے جس نے ہمزہ و تشدید روم واشمام وضع کیا۔ وہ خلیل (متوفی ۱۷۵ھ تھا) انتھی علامہ سیوطی نے .بغیتہ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ مطبوعہ مصر ص ۲۷۴ میں ابو الاسود دئلی متوفی ۶۷ھ کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ وھو اول من نقط المصحف یعنی ابوالاسود پہلا شخص ہے جس نے مصحف شریف میں نقطے لگائے انتھی۔ تفسیر اتقان جز ثانی ص ۱۷۱ میں ہے۔

کان الشکل فے الصدرا الاول نقطا فالفتحت نقطة علی اول الحرف والضمة علی اخره والکسرة تحت اوله وعلیه مشی الدانی والذی اشتهرالان الضبط بالحرکات الماخوذة من الحروف وهو الذی اخرجه الخلیل وهوا اکثرو اوضع وعلیه العمل فالفتح شکلة مستطیلة فوق الحرف والکسر کذالک تحته والضمه واو صغری فوقه التنوین زیادة مثلها۔

صدر اول میں اعراب نقطے تھے فتح حرف کے شروع کے اوپر ایک نقطہ ہوتا تھا۔ ضمہ حرف کے آخر پر ایک نقطہ ہوتا تھا۔ اور کسرہ حرف کے شروع کے نیچے ایک نقطہ ہوا کرتا تھا۔ یہی دانی کی راء ہے۔ اور اب جو مشہور تھا۔ یعنی ان حرکات کے ساتھ ضبط کرنا جو حرفوں سے ماخوذ ہیں۔ اس کے موجد خلیل بن احمد ہیں۔ یہ ضبط اکثر و اوضح ہے۔ اور اسی پر عمل ہے۔ اس کے مطابق فتح حرف کے اوپر ایک مستطیل شکل ہوتی ہے۔ اور کسرہ ایسی ہی شکل حرف کے نیچے ہوتی ہے۔ اور ضمہ حرف کے اوپر چھوٹی واؤ ہوتی ہے اور تنوین دوہری شکل ہوتی ہے۔انتھی۔

بیان بالا سے ظاہر ہے۔ کہ مصنف کا دعوی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ موجد نقاط و اعراب تھے۔ پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ اس نے اپنے دعوئے کی تصدیق کے لیے جو متن متین عبد الرسول کا حوالہ نقل کیا ہے۔اس سے بجائے تصدیق کے اس دعوی کی تکذیب ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک شخص کا ان اللہ بری من المشرکین ورسولہ کے لام کو بالکسر پڑھنا صاف بتا رہا ہے کہ اس نے اعراب میں غلطی کی پس اس سے ثابت ہے کہ اعراب کا وجود اس واقعہ سے پہلے تھا اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ اعراب کا وجود مطلقانہ تھا۔ درایہ کی دوسری روایت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے ۔ کہ اعراب کا وجود پہلے سے تھا۔ اسؔ عورت کی اعراب میں غلطی ایسے علم کے وضع کا باعث ہوئی جس کی غرض ایسی غلطیوں سے بچانا ہے۔ اسی طرح ابوالاسود کی بیٹی کی غلطی اس امر کا باعث ہوئی کہ اس نے اقسام استفہام و تعجب جمع کیئے مصنف کا یہ کہنا کہ عمرو ہندہ ۔ بکر خالد

حضرت علی کرم اللہ وجہ کے دشمن تھے محض سوء ظن ہے۔ توہین ثمین کی مثال ضرب زید عمروًا مضحکہ انگیز ہے۔ کیونکہ اس میں عمرو کا نام آیا ہے۔ نہ کہ حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ کیا کتب نحو میں ضرب زیدا ہے؟ اسے شیعہ نے اس بنا پر کیوں نہ نکال دیا۔ کہ اس میں حضرت کرم اللہ تعالیٰ وجہ کی توہین ہے؟

قال المیرزا دوم علم نحو کا موضوع کلمہ و کلام کی بحث اس علم میں من حیث الاعرب ہوتی ہے اور اوپر کی روایات سے ظاہر ہے کہ جناب علی علیہ اسلام کو معانی قرآن کے بدل جانے سے علم نحو کی ایجاد و تدوین کی ضرورت ہوئی۔ تو پس ثابت ہو گیا۔ کہ حروف قرآن پر نقاط و اعراب کا ایجاد جناب امیر علیہ السلام نے کیا بانیوجہ فیات الاعین کی روایت سے جو نصر بن عاصم یا یحییٰ یعمر کو بایمائے حجاج بن یوسف موجدا اعراب ونقاط بتایا گیا ہے۔ محض غلط اسی طرح منہاج السعادۃ کی روایت کا وہ حصہ بھی غلط ہے کہ مرامر بن مرہ نے اشکال حروف کے علاوہ نقاط و اعراب بھی ایجاد کیئے تھے۔ اور عامر نے اعراب۔ ہاں یہ ضرور ہوگا۔ کہ حروف متشابہ کے امتیاز و تفریق کے واسطے کوئی نہ کوئی ظاہری علامت ضرور رکھی ہوگی۔ جیسی نشانیاں ہندی کے بعض حروف متشابہ پر پائی جاتی ہیں۔ پس جناب امیر علیہ السلام نے ان نشانیوں کے عوض نقاط ایجاد کر دیئے ہوں گے۔ اگر مراہ و عامر موجد نقاط واعراب ہوتے تو قریش اس کا ضرور اتباع کرتے۔ اور زمانہ رسول خدا اور زمانہائے خلفاء ثلثہ کے مرتبہ قرآنوں پر نقاط و اعراب ضرور ہوتے چونکہ ان پر نقاط و اعراب نہ تھے۔ لہٰذا موجد ان مذکورہ کو نقاط و اعراب کا بھی موجد بتانا محض لغو۔ دوم اگر ابن مرہ و عامر کو موجد نقاط و اعراب مان لیا جائے۔ تو جناب علی علیہ السلام موجد علم نحو نہیں قرار پا سکتے۔ جو جمہور نحوین اسلام کے برخلاف ہے۔ کیونکہ علم نحو کا تعلق صحت عبارت کے ساتھ من حیث الاعراب سوم خلفاء ثلثہ اور ان کے اتباع نے بباطن اور ناکثین و قاسطین اور مارقین نے بظاہر تقلید واتباع علی کو حرام قرار دے دیا تھا۔ اور حکام جابر وخلفاء جائر نے اعلان کر دیا تھا۔ کہ علی اور اولاد علی پر مجمع عام اور ہر جمعہ وجماعت میں سب و شتم کیا جائے۔ اور ان کی کسی بات میں گواہی نہ قبول کی جائے اور نہ بنو امیہ و مروانیہ پر بنی ہاشم کو شرف دیا جائے۔ اور ان کے وظائف اور سکونتی مکانات منہدم کر دیئے جائیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان باتوں کے ثبوت مروج الذہب و تاریخ میں یہ بھی ہے کہ محدثین اہلسنّت صدیوں قال علی کہنے کے بجائے خوف کے سبب بہ تقیہ قال ابو الزینب کہتے تھے اور نمازوں میں درود شریف ترک کر دیا تھا۔ جس کو آٹھویں صدی میں سلطان الجائتو ملقب بہ خدا بندہ نے مکرر جاری کرایا۔ (تزک تیموریہ) اور یہ اسی قرار داد جرم کا آج تک اثر موجود ہے۔ کہ جملہ اہل سنت شعار شیعیت سے بچنے کے لیے خلاف قرآن وضوء میں پاؤں دھوتے ہیں مسح نہیں کرتے حالانکہ جملہ اہل سنت کو اتباع قرآن کا ادعا ہے۔ اور باتفاق جمہور اسلام مسئلہ

وضو سے بڑھ کر اور کوئی عملی حکم قرآن میں واضع تر نہیں پس ان خرابیوں کی وجہ یہ ہے کہ جناب علی علیہ السلام موجد اعراب و نقاط تھے اور قریش میں فن تحریر عربی کے پھیلانے والے بنی امیہ جو مخالف بنی ہاشم اور بالخصوص دشمن علی تھے۔ اس سبب سے عام و خاص نجوف جان و آبرو آیات قرآنی پر نقاط و اعرب نہ دیتے تھے۔ چنانچہ مفتاح مذکور میں لکھا ہے کہ متشابہ حروف پر نقاط اور حروف قرآن پر اعراب لگانے کا دستور قدیم نہ تھا۔ کیونکہ شاہ خراسان عبداللہ ابن طاہر جو کہ 213ھ میں تخت نشین ہوا تو اس کے حضور میں کسی خوشنویس نے ایک کتبہ پیش کیا۔ عبداللہ مذکور نے جو خوشخطی کی تعریف کی۔ مگر نقطوں کی نسبت کا۔ کہا اگر اس کتبہ پر نقطوں کی کلونجی چھڑکی ہوئی نہ ہوتی تو خوب ہوتا۔ الغرض ثابت ہوا۔ کہ موجدان خط عربی نے نقاط و اعراب ہرگز ایجاد نہیں کیئے ان دونوں کے موجد جناب علی علیہ السلام ہیں۔

تنبیہہ جن اہلسنّت و جماعت کا یہ قول بلکہ اعتقاد ہے۔ کہ جناب علی علیہ اسلام نے بمقابلہ خلفاء ثلاثہ اسلام کی اعانت نہیں کی۔ پس وہ نقاط و اعراب قرآن کے فوائد پر غور کر کے تحفظ اسلام اور تحفظ مقاصد خدااور رسول کا کوئی طریقہ اس سے بہتریا اس کا مساوی خلفاء ثلاثہ کا پیش کریں۔ جو نہ کر سکیں تو اپنی لغویت سے توبہ کریں۔ اور یقین جان لیں کہ جو کچھ مفسرین و محدثین و فقہین واصولین و قراء کے تنازعات آیات قرآنی کی نسبت ہیں۔ وہ سب ترک اتباع و تقلید جناب علی علیہ اسلام کے سبب سے ہیں اگر ابتداء سے جناب ممدوح کی پیروی کرتے تو آج ان معارضات کا وجود دنیا میں ناپید ہوتا۔ (تصحیف کاتبین۔ص ۱۲ تا ۱۴)

اقول روایات بالا سے تو یہ ثابت ہوتا ہے (کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ نے اعراب کی غلطی (خواہ وہ آیہ قرآنی میں تھی یاغیر قرآن میں) کو سن کر ایسا عمل وضع کیا۔ جس میں اعراب کے متعلق قوانین وضوابط ہوں۔ ان سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نے نقاط و اعراب ایجاد کیے۔ وفیات الاعیان اور مفتاح السعادت کی عبارتوں پر کافی بحث ہو چکی ہے۔ جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں مصنف کا یہ استدلال کہ چونکہ زمانہ رسول خدا اور زمانہائے خلفاء ثلثہ کے مرتبہ قرآنوں پر نقاط و اعراب نہ تھے۔ اس لیے ثابت ہوا کہ اس وقت تک اعراب و نقاط کا وجود مطلقاً نہ تھا۔ درست نہیں ہم کہتے ہیں۔ کہ اعراب و نقاط کا وجود تو اس سے پیشتر بھی تھا۔ مگر قرآن میں ان کا استعمال نہ کیا گیا۔ جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ خط عربی اس وقت ابتدائی حالت میں تھا۔ قرآن چونکہ عربی میں ہے۔ اس لیے اہل عرب نقطوں اور حرکات کے بغیر اس کو آسانی سے پڑھ لیتے تھے۔ اور سمجھ لیتے تھے اور وہ نقاط و حرکات کو زائد خیال کرتے تھے۔ اسی واسطے انہوں نے کوشش کی کہ قرآن کو نقاط و حرکات سے مجرد رکھا جائے۔ اور حکایت عبداللہ بن طاہر بھی ہمارے قول کی موید ہے اس حکایت کو مصنف نے بیجا استعمال کیا۔ اور اس سے غلط نتیجہ نکالا ہے۔ چنانچہ کشف الظنون (ص ۴۶۸) میں بحوالہ مفتاح السعادت یوں لکھا ہے۔

واعلم ان النقط والاعجام فی زماننا واجبان فی المصحف واما فی غیر المصحف فعند خوف اللبس واجبان البتة لانهما ما وضعا الا لازالته واما مع من اللبس فترکه اولی سیما اذا کان المکتوب الیه اهلا وقد حکی انه عرض علی عبدالله بن طاہر خط بعض الکتاب فقال مااحسنه لولا اکثر شونیزه ویقال کثرة النقط فی الکتاب سوء الظن بالمکتوب الیه وقد یقع بالنقط ضرر کما حکی ان جعفر المتوکل کتب الی بعض عمالیه ان احص من قبلک من الذمیین وعرفنا بمبلغ عددهم فوقع علی الحاء نقطة فجمع العامل من کان فی عمله منہم وخصاهم فما تواغیر رجلین الا فی حروف لایحتمل غیرها کصورة الیاء و النون والقاف والفاء المفردات وفیها ایضًا مخیر

جان لے کہ ہمارے زمانے میں مصحف شریف میں نقطوں اور حرکات کا ہونا واجب ہے اور جب التباس کا خوف ہو تو غیر قرآن میں بھی ہر دو یقیناً واجب ہیں۔ کیونکہ دونوں رفع التباس کئے گئے۔ ہاں جب التباس کا خوف نہ ہو تو ان کا ترک کرنا اولیٰ ہے۔ خصوصا جبکہ مکتوب الیہ اہل ہو حکایت ہے۔ کہ عبداللہ بن طاہر کے حضور میں کسی کاتب کا خط پیش کیا گیا......

شاہ موصوف نے دیکھ کر کہا کہ کیا خوب ہوتا اگر اس میں کلونجی کی کثرت نہ ہوتی۔ اور کہا جاتا ہے کہ خط میں نقطوں کی کبھی کثرت مکتوب الیہ کی طرف بد ظنی ہے۔ اور نقطوں سے کبھی نقصان ہو جایا کرتا ہے۔ چنانچہ حکایت ہے۔ کہ جعفر متوکل نے اپنے کسی عامل کو لکھا۔ کہ تمہارے ہاں جتنے ذمی اشخاص ہیں۔ ان کو شمار کرو اور ان کی تعداد کی اطلاع ہمیں دو لکھنے میں احص کی ح پر ایک نقطہ لگ گیا۔ پس عامل مذکورے اپنے ہاں کے تمام ذمیوں کو جمع کیا اور انہیں خصی کر دیا۔ جس سے دو کے سوا تمام مر گئے۔ ہاں ان حروف میں جن میں غیر کا احتمال نہیں نقطوں سے ضرر نہیں۔ مثلاً ی ن ق ف جو الگ لکھے جائیں۔ اور ان میں بھی اختیار ہے نقطے دے یا نہ دے۔ انتھی۔ اس بیان سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں نقطوں کو کس نگاہ سے دیکھتے ہوں گے۔ اسی واسطے مصحف شریف کو نقطوں سے مجرد رکھا گیا۔ اتقان جز ثانی ص ۱۷ میں ہے۔

عن ابن مسعود قال جردوا القران لا تخلطوه بشی واخرج عن النخعی انه کره نقط المصاحف وعن ابن سیرین انه کره النقط والغواتح والخواتم وقال مالک لا باس بالنقط فی المصاحف التی تتعلم فیها العلماء الا مهات فلا۔

حضرت ابن مسعود متوفی ۳۲ھ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا قرآن کو مجرد رکھو۔ اور اس کے ساتھ کوئی اور شئے نہ ملاؤ اور امام نخعی سے منقول ہے کہ آپ مصاحف میں نقطوں کو مکروہ جانتے تھے۔ اور امام مالک فرماتے تھے کہ ان مصاحف میں جن میں سے علماء سیکھیں۔ نقطے لگانے کا ڈر نہیں۔ مگر اصل نسخوں میں نقطے نہ چاہیے۔ انتہی خلاصہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کے حضور میں جو قرآن لکھا جاتا تھا۔ اس میں نقطے اور حرکات نہ تھے۔ اور نہ اہل عرب کو ان کی ضرورت تھی۔ حضور اقدس ﷺ کے بعد بھی اسی خط مصحف کا اتباع کیا گیا۔ کہ اگر ابن مرہ عامر کو موجد نقاط و اعراب مان لیا جائے۔ تو جناب علی علیہ السلام موجد علم نحو نہیں قرار پاسکتے علم نحو میں اعراب کے متعلق قواعد و ضوابط مذکور ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر حضرت علی کو موجد علم نحو تسلیم کیا جائے تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ وہ موجد اعراب تھے۔ یعنی ان سے پہلے اعراب کا مطلقاً وجود ہی نہ تھا۔ بلکہ اس سے پایا جاتا ہے۔ کہ اعراب کا وجود پہلے تھا جس کے متعلق قواعد وضوابط کی ضرورت پڑی۔

دلیل سوم کے ضمن میں مصنف نے بے اصل باتیں لکھی ہیں جن پر بحث کا یہ مقام نہیں اہلسنت و جماعت کو اتباع قرآن کا دعوے ہے۔ اور وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ وضوء میں پاؤں کا مسح کرنا قرآن سے ثابت نہیں بلکہ پاؤں کا دھونا ثابت ہے۔ بعنوان تنبیہ مصنف نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ اسے مفید نہیں۔ کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہ موجد نقاط و اعراب نہیں اگر انہیں موجد فرض کر لیا جائے تو بھی معاملہ مصاحف میں وہ خلفاء ثلاثہ سے کسی طرح سبقت نہیں لے جاسکتے۔ کیونکہ خلیفہ اول اس معاملہ میں سب سے اول نمبر پر ہیں۔ جس کا خود حضرت علی کو بھی اعتراف ہے۔ دوسرے درجہ پر حضرت فاروق اعظم ہیں جنہوں نے حضرت صدیق اکبر کو اس کا ترغیب دی۔ تیسرے درجہ پر حضرت ذوالنورین ہیں جن کی سعی مشکور سے امت ہمیشہ کے لیے ایک اختلاف عظیم سے بچ گئی۔ ان کے مقابلہ میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ نے حسب عقیدہ شیعان قرآن کی یہ خدمت کی کہ اسے گم ہی کر دیا۔ کیا تحفظ اسلام اور تحفظ مقاصد خدا اور رسول کا یہی طریقہ ہے اس طریقہ سے بدتر اور کونسا طریقہ ہو سکتا ہے اگر حضرت مولیٰ مرتضیٰ نے نقاط اور اعراب ایجاد کیے۔ تو انہیں کاں استعمال کریں؟ کیا بقول شیعہ بیاض عثمانی میں کہ جس کی ایک آیت بھی ایسی نہیں کہ اس میں تحریف کا احتمال نہ ہو؟ کیا ناقص و محرف قرآن نقاط و اعراب سے کامل بن سکتا؟ اگر ابتداء سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ کی پیروی کی جاتی۔ تو اس وقت ہمارے ہاتھ میں یہ قرآن بھی ہوتا جو اب ہے۔

قال المیرزا

تحقیق سوم ایجاد خط نسخ وفیات الاعیان کی روایت کے بموجب ہجرت کے تین برس بعد خط نسخ بزمانہ مقتدر باللہ عباسی ایجاد ہوا اور اس خلیفہ کے وزیر ابن مقلہ نامی نے خط نسخ میں قرآن مجید لکھا۔ اور چوتھی صدی ہجری میں علی بن ابواب نامی نے خط نسخ میں بہت سے قوائد ایجاد کیے۔ مگر اب ہر ملک میں قرآن پائے جاتے ہیں۔ یہ خلیفہ مستعصم باللہ کے کاتب دیوان یاقوت نامی کے خط کے نقول ہیں۔ جس خلیفہ کا زمانہ خلافت ۶۴۰ھ تا ۶۵۶ھ تک رہا خلفاء ثلاثہ کے کئی صدی تک خط عربی کے انقلابات اور اصل مصاحف شیخین و مصاحف عثمانی کہ ناپید ہونے کی بنا پر قیاس ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں نظم عبارت اور رسم الخط کی خرابیاں یہ سب غیر عرب اور کم استعداد و نابلد کاتبین کے کرتوت ہیں۔ خلفاء ثلاثہ کی ہرگز شرکت نہیں۔ اور بربنائے احادیث و روایات ترتیب نزول پر قرآن کا نہ رہنا جو پایا جاتا ہے۔ تو اس کی نسبت یہ عذر واجبی ہے کہ اگر آج دنیا میں شیخین یا عثمان کے مرتبہ قرآن کا وجود ہوتا تو مقابلہ کر کے اس کا کوئی فیصلہ ہو سکتا تھا۔ اور اب بجز سکوت کے شیعہ کو چارہ نہیں۔ (تصحیف کاتبین)

اقول قرآن مجید کی نظم و رسم و ترتیب خواہ وہ کسی خط میں ہو ہمیشہ وہی رہی ہے۔ جو حضور اقدس ﷺ کے مبارک زمانے میں تھی مصاحف عثمانی اور ان کی بیشمار نقلیں اب تک موجود ہیں۔ جس کا جی چاہے از منہ مختلف کے نسخوں کا باہم مقابلہ کر کے دیکھے ان میں ذرا بھی فرق نہیں۔ اور فرق آتا کیسے جب کہ سطور کے علاوہ لاکھوں صدور میں محفوظ رہا ہے۔ اور رہے گا۔

قال المیرزا

عدم وثوق فریقین براخبار تحریف تیسری دلیل بریت خلفاء ثلاثہ کی یہ بھی ہے۔ کہ نقص و تحریف قرآن کی احادیث فریقین کے ہاں اکثر و بیشتر آحاد سے ہیں۔ جو کثرت اخراج کے سبب متواتر سی معلوم ہوتی ہیں۔ اور جو بالفرض ان میں سے بعض کو متواتر بھی مانا جائے تو متواتر کی یہ حالت ہیں کہ بعض علمائے اہلسنت کے نزدیک احادیث متواتر کا وجود ہی نہیں۔ اور بعض نے صرف تین قسم کے مضامین کی احادیث کو متواتر مانا ہے۔ ایک قرآن کے منجانب خدا ہونے دوم نقل قرآن سوم ادائے صلوۃ پنجگانہ کی احادیث اور باقی اور جملہ اقسامکی احادیث کو متواترات سے نہیں مانا۔ دوم علماء اہلسنت کے نزدیک احادیث متواتر مفید علم ہیں۔ مگر مفید یقین نہیں ہیں۔ سوم بعض گروہ قوم و ملت کا تواتر دوسرے گروہ ملت والوں کے واسطے مفید علم بھی نہیں ہوتا چونکہ تدبر کتب سے تواترات ملی و قومی کا احتمالی درجہ ثابت ہے۔ پانچوجہ نقص و

تحریف قرآن کی بعض احادیث و متواتر مان کر بھی فریقین میں سے کسی نے قرآن درست کرنے کی جرات نہیں کی۔ لہٰذا جامعان قرآن نقص و تحریف قرآن کے الزام سے بری بلکہ خلفاء ثلاثہ کو محرف قرآن سمجھنا حضرات شیعہ کی زیادتی ہے۔ ہاں بعض جاہل اہل سنت قرآن کو محفوظ مان کر تحریف قرآن کا معتقد فرقہ شیعہ کو بتاتے ہیں تو حماقت ان اہل سنت کی زائی ملت کا قصور نہیں کیونکہ ان کی ملت کے علماء نے جز کے جز تحریف قرآن کے اثبات میں سیاہ کر دیے ہیں۔ لیکن ہم اس جھگڑے کا فیصلہ ہی کیئے دیتے ہیں۔ (تصحیف کاتبین ص ۱۷ - ۱۸)

اقول بین الفریقین حدیث متواتر علم یقینی کا موجب ہوتی ہے۔ اسی واسطے اعتقادیات کے ثبوت میں تواتر شرط ہے۔ قرآن موجود کی نسبت اہل سنت و شیعہ کے عقیدے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ قرآن موجود میں تحریف پائی جاتی ہے۔ اور وہ تحریف صحابہ کرام نے اغراض دنیوی کے لیے آنحضرت ﷺ کے وصال شریف کے بعد کی ہے۔ وہ روایات شیعہ (دو ہزار سے زائد) جن پر اس عقیدے کا مدار ہے۔ علمائے شیعہ کے نزدیک متواتر ہیں۔ جیسا کہ بحوالہ انوار نعمانیہ پہلے آچکا ہے۔ اور وہ شیعی علماء کے نزدیک صراحتہ تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہے اس کے برعکس اہلسنّت کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ قرآن میں کوئی تحریف نہیں ہوئی۔ ہمارے ہاتھ میں جو قرآن ہے وہی ہے جو حضور رسول اکرم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے جانے کے وقت چھوڑ گئے تھے۔ شیعہ بطور الزام ہماری کتابوں سے جو بعض روایات پیش کرتے ہیں کہ جس سے قرآن میں نقصان ثابت ہو۔ وہ اولا تو احاد ہیں۔ جو مدار عقیدہ نہیں بن سکتیں ثانیا بر تقدیر صحت ان سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض آیتیں۔ ایسی تھیں جو نازل ہو کر آنحضرت ﷺ کے زمانے ہی میں منسوخ التلاوۃ ہو گئیں۔ لہٰذا قرآن میں نہ رہیں۔ اہلسنّت میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ ان روایتوں سے وہ تحریف ثابت ہوتی ہے جس کے شیعہ قائل ہیں غرض قرآن میں تحریف کا قائل صرف فرقہ شیعہ ہے مصنف تصحیف کاتبین کا قول یہ ہے۔ کہ حضرات شیخین نے جو قرآن اپنی رائے سے جمع کیا تھا وہ ناقص تھا۔ حضرت عثمان غنی نے اس قرآن کو اس کی نقول سمیت تلف کر دیا اور اپنی رائے سے نیا قرآن جمع کیا اور اس کی نقلیں اطراف میں بھیجیں مگر مصاحف عثمانی ظاہر بھی ناپید ہو گئے کم استعداد کاتبوں نے دنیاوی اغراض کے لیے خط مصاحف میں قرآن لکھ لکھ کر ان کو مصاحف عثمانی ظاہر کیا۔ اس طرح ان کاتبوں نے فاش غلطیاں اور نقائص پیدا کر دیئے جو آج تک قرآن میں موجود ہیں۔ مگر یاد رہے کہ مصنف کا یہ قول سرا سر غلط و افتراء ہے جیسا کہ اوراق سابقہ کے مطالعہ سے عیاں ہے۔

قال المیرزا

فیصلہ عدم وعدہ حفاظت قرآن اگرچہ اس معنی کے مضمون کو ہم اپنی بعض تالیف مثلاً عریضہ خاور اور نوحہ نثریہ وغیرہ میں لکھ چکے ہیں لیکن یہ رسالہ خاص اثبات تحریف قرآن کے باب ہی میں لکھنا مقصود ہے۔ اس لیے ان ہی میں کے بعض مناسب مضامین میں درج کیے جاتے ہیں۔

اِنّا نحن نزلنا الذکر وانالہ لحفظون کی بحث آغاز کرنے سے پہلے یہ باتیں ظاہر کر دینی ضروری ہیں۔ کہ فریقین کے نزدیک قرآن مابین الدفتین جو کچھ اور جیسا کچھ ہے۔ وہ سب کلام خدا ہے۔ اس میں کسی بشر کا کلام شریک نہیں۔ اور نہ قرآن بحیثیت تنزیل ناقص ہے۔ اگر کوئی قرآن مجید کو بحیثیت تنزیل ناقص سمجھے۔ تو وہ کافر جہنمی ہے اس میں خواہ کوئی شیعہ ہو یا سنی لیکن فریقین کا کوئی فرد قرآن مجید کو بحیثیت تنزیل ناقص نہیں سمجھتا۔ لہٰذا اس کی بحث عبث ہے۔ (تصحیف کاتبین۔ص ۱۸)

اقول ہم پہلے بحوالہ کتب معتبرہ شیعہ ثابت کر آئے ہیں۔ کہ شیعہ قرآن موجود میں ازروئے کتب سب قسم کے تحریف کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن موجود کی کوئی آیت ایسی نہیں۔ جس میں تحریف کا احتمال نہ ہو۔ مگر اہلسنّت کے نزدیک جو کچھ بین الدفتین ہے۔ وہ قرآن ہے۔ اور اتنا ہی اور اسی ترتیب سے حضور اقدس ﷺ دنیا سے تشریف لے جانے پر چھوڑ گئے تھے۔ آپ کے بعد اس میں کسی نے کمی بیشی نہیں کی

قال المیرزا اب رہا قرآن مجید کا بحیثیت نظم و ترتیب ناقص ہونا۔ تو یہ بدیہات سے ہے۔ جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا۔ لیکن بعض علماء فریقین قرآن میں محرف ہونے کے منکر ہیں۔ تو فریقین کا یہ انکار محمول بہ تقیہ ہے۔ اور علمائے اہلسنّت کا انکار حفظ دین و ملت خلفاء ثلاثہ کیونکہ اہلسنّت و جماعت خلیفہ اول دوم و سوم کو جامعان قرآن جانتے ہیں۔ اور موجود قرآن کو حضرت عثمان کا مرتبہ سمجھے ہوئے ہیں۔ جس کا غلط ہونا اوپر بہ تفصیل بیان ہو چکا ہے۔

اقول ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ حسب عقیدہ اہلسنّت قرآن موجود بین الدفتین جس ترتیب سے ہے۔ اسی ترتیب سے لوح محفوظ میں ہے۔ اور اسی ترتیب سے اسے جناب رسالت مآب علیہ الوف التحیۃ والصلوۃ تلاوت فرمایا کرتے تھے اہلسنّت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ قرآن مجید میں کسی طرح کی تحریف واقع نہیں ہوئی جیسا کہ خود قرآن مجید اور ان کی کتب معتبرہ سے ثابت ہے۔ مگر شیعہ کا عقیدہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ جمع و تالیف قرآن کی بحث میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ آج جو قرآن ہمارے پاس ہے۔ اس میں اور مصحف عثمان میں بلحاظ نظم و رسم ترتیب ذرا بھی فرق نہیں۔

قال المیرزا مقام غور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ اسلام توریت کو اپنے وصی معصوم یعنی حضرت یوشع بن نون علیہ اسلام کے حوالہ کر گئے تھے۔ اور ان کے بعد بکثرت انبیاء معصوم کی حفاظت و اشاعت کرتے رہے لکین پھر بھی تحریف ہو گئی۔ اور باعتقاد اہلسنّت پیغمبر خدا کے بعد کوئی معصوم نہیں رہا۔ بانیوجہ قرآن جائز الخطاء اور عمل الفسق کے پالے پڑ گیاں پس اس میں تحریف ہو گئی تو کونسا تعجب کا مقام ہے۔ (تصحیف کاتبین ص ۱۹)

اقول قرآن کا حافظ خود خدا تعالیٰ ہے۔ اس واسطے اس میں تحریف نہیں ہو سکتی۔ تورات کی حفاظت خود یہود پر چھوڑی گئی تھی۔ اس واسطے اس میں تحریف ممکن تھی اور ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون الذین اسلمو اللدین ھادوا والربا نیون ولا حبار بمااستحفظو من کتب اللہ وکانوا علیہ شھداء۔ (مائدہ: ع۷)

بیشک ہم نے توریت نازل کی جس میں ہدایت اور نور ہے۔ وہ انبیاء جو مطیع خدا تھے۔ یہودیوں کے فیصلے اسی کے مطابق کرتے رہے۔ اور اسی طرح اللہ والے لوگ اور علماء جن کو اللہ کی کتاب کی حفاظت سپرد کی گئی تھی۔ اور وہ اس کے گواہ تھے۔ (انتھی ترجمہ شیعہ)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں۔ کہ یحیٰی بن اکثم متوفی ۲۴۲ھ نے کہا کہ ایک یہودی خلیفہ ماموں کی خدمت میں آیا۔ اس نے کلام کیا اور اچھا کلام کیا۔ خلیفہ نے اسے دعوت اسلام دی۔ مگر اس نے انکار کردیا۔ جب ایک سال گزرا تو وہ مسلمان ہو کر ہمارے پاس آیا۔ اور اس نے علم وفقہ میں اچھی گفتگو کی۔ ماموں نے اس سے پوچھا کہ تیرے اسلام لانے کا باعث کیا ہے اس نے کہا کہ میں نے آپ کے ہاں سے جا کر مذاہب کا امتحان کیا۔ چنانچہ میں نے تورات کے تین نسخے لکھے۔ اور ان میں کمی بیشی کر دی۔ اور کعبہ میں بھیج دیتے وہ تینوں نسخے فروخت ہوگئے پھر میں نے انجیل کے تین نسخے لکھے اور ان میں کمی بیشی کر دیتے اور ان کو گرجہ میں بھیج دیا وہ بھی فروخت ہوگئے پھر میں قرآن مجید کے تین نسخے لکھے اور ان میں کمی بیشی کر دی اور ان کو وراقین کے ہاں بھیج دیا۔ انہوں نے ان نسخوں کی ورق گردانی کی۔ جب ان میں کمی بیشی پائی تو ان کو پھینک دیا۔ اور مول نہ لیا اس سے میں نے جان لیا کہ یہ کتاب تحریف سے محفوظ ہے اس لیے میں مسلمان ہوگیا۔ یحیٰی کا بیان ہے۔ کہ میں نے اسی سال حج کیا اور سفیان بن عینیہ سے ملا میں نے ان سے یہ قصہ بیان کیا۔ حضرت سفیان نے فرمایا کہ اس کا مصداق قرآن مجید میں موجود ہے۔ میں نے پوچھاں کس مقام پر۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل کی بابت بما استحفظوا من کتب اللہ فرمایا۔ لہٰذا ان کی حفاظت ان ہی پر چھوڑی گئی۔ مگر قرآن کریم کی نسبت فرمایا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر

وان له لحفظون اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اسے تحریف وتبدیل سے محفوظ رکھ ہے۔ (دیکھو خصائص کبرے السیوطی مطبوعہ مجلس دائرہ المعارف انتظامیہ حیدر آباد ص ۱۸۵)

قال المیرزا دوم کلام خدا محرف ہونے کے سبب دائرہ احترام و اتباع سے خارج نہیں ہوتا۔ اور نہ کلام الہیٰ کی تحریف ایسا جرم ہے کہ محرف کلام الہیٰ اپنے مذہب متعلقہ سے خارج ہو جائے۔ چنانچہ توریت و انجیل محرف ہونے پر بھی کلام خدا مانی جاتی ہیں۔ اور محرفان توریت و انجیل یہود و نصاری کہلاتے ہیں۔ لہذا قرآن محرف بھی کلام الہیٰ مانا جائے گا۔ اور محرفان قرآن کو مسلمان۔ (تصحیف کاتبین ص ۱۹)

اقول محرف کلام الہیٰ کی تعظیم صرف اس حیثیت سے ہے۔ کہ اس میں کچھ حصہ کلام الہیٰ بھی موجود ہے۔ کلام الہیٰ کی تحریف کفر ہے۔ قرآن کی موجودگی میں تو رات و انجیل (خواہ غیر محرف ہی کیوں نہ ہوں) پر عمل کرنا جائز نہیں محض یہود و نصاری کہلانا کیا فائدہ دے سکتا ہے محرف توریت و انجیل اول سے آخر تک کلام الہیٰ نہیں مانی جاتیں۔ ورنہ وہ محرف ثابت نہ ہوں گی۔ قرآن مجید میں حسب وعدہ الہیٰ تحریف ہو ہی نہیں سکتی۔ لہذا جو شخص قرآن میں تحریف کا قائل ہے وہ منکر قرآن اور بے دین ہے۔

قال المیرزا سوم قرآن مجید سے پہلے کے جملہ کلام الہیٰ ممکن التحریف تھے۔ جن کی تحریف کی شہادت قرآن مجید سے ظاہر ہے چہارم ہر کلام کی شان ہے۔ کہ وہ ممکن الحفظ بھی ہو۔ اور ممکن التحریف بھی۔ اور قرآن کو کلام مانا جاتا ہے۔ لہذا وہ بھی ممکن التحریف ہوا۔ اور جو ممکن التحریف نہ مانا جائے تو قرآن صفت کلام سے خارج۔ (تصحیف کاتبین ص ۱۹)

اقول بیشک قرآن مجید شاہد ہے۔ کہ اس سے پہلے کے جملہ کلام الہیٰ محرف ہو گئے۔ مگر یہ بھی قرآن مجید ہی سے ثابت ہے۔ کہ قرآن میں تحریف نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس کا حافظ خود خدا ہے پس اس طرح کلام الہیٰ کی دو قسمیں ہوئیں۔ ایک ممکن التحریف دوسرے ممتنع التحریف۔ لہذا یہ کہنا کہ اگر قرآن کو ممکن التحریف نہ مانا جائے تو صفت کلام سے خارج ہو گا غلط ہے۔

قال المیرزا بعض منقولی دوستوں کی خاطر سے اگر آیتہ انا نحن نزلناالذکر و انا له لحفظون میں ذکر سے قرآن مراد لیں اور لحافظون سے اس کی حفاظت کا وعدہ سمجھیں تو یہ بہت بڑی خطا ہے۔ کیا معنی کہ کلام مجید میں لفظ ذکر بہت سے معانی میں آیا ہے۔ از انجملہ رسول کے معنی میں بھی چنانچہ سورہ طلاق میں ہے۔

قد انزل الله الیکم ذکرا رسولا یتلو علیکم ایات الله مبینت

بیشک ہم نے رسول کو ذکر کر کے بھیجا۔ وہ خدا کی آیتا کو تم پر ظاہر پڑھتا ہے۔

سا یت میں ذکر سے مراد رسول کا ہونا ایسا صریح ہے۔ کہ کوئی بات بن نہیں پڑتی۔ بانیوجہ فریقین

کے علماء نے یہاں ذکر کر کہ معنی رسول ہی اختیار کیے ہیں۔ اور صاحب اعالم التنزیل نے لکھا ہے وان لہ لحفظون میں کی ضمیر پیغمبر خدا کی طرف راجع ہے۔ بانیوجہ خدا کا وعدہ حفاظت نفس پیغمبر کی طرف سے جس کا ایفاء معرکائے بدر احد خندق خیبر حنین تبوک وغیرہ مقامات پر ہو چکا اور جو ذکر کے معنی قرآن فرض کیے جائیں۔ تولحافظون سے قرآن کی حفاظت کا وعدہ خدا سمجھا جائے گا۔ چوں کہ کتب فریقین میں قرآن موجودہ کی نسبت نقص و تحریف کی احادیث و روایات موجود ہیں۔جن کے سبب خدا تعالیٰ جاہل اور وعدہ خلاف ثابت ہوتا ہے۔ بانیوجہ فریقین کافراور کلیہ غلط۔ ہاں اگر لحفظون سے وعدہ ہائے دین لیے جائیں تو مناسب و انسب۔

(1) قرآن مجید میں کسی بشر کا کلام شریک نہ ہوگا۔ (2) حدود و اصو قرآن ضائع نہ ہو سکیں گے۔ (3) الفاظ قرآن اور مقامات تحریف شدہ بے پتہ نہ ہونے پائیں گے۔ (4) آیات نہ سورہ قرآنی خلاف ترتیب نزیل ہو کر دنیا میں باقی رہیں گی۔ (5) صدر اول کے کاتبین کے اغلاط صریح سے محکوک و خارج نہ ہونے پائیں گے۔

پس یہ پانچویں وعدے صحیح اور سچے ہو سکتے ہیں لیکن نظم و ترتیب قرآن کام مطابق تنزیل ہو کر اپنے جملہ الفاظ کے ساتھ محفوظ رہنا بالکل غلط اور بدیہی البطان ہے چونکہ ایسے ہی مستحکم دلائل فریقین کے علماء کے ذہنوں میں تھے۔ بایں سبب قرآن کے کامل ہونے کا اعتقاد فریقین کے علمئہ نے سرط اسلام نہیں قرار دیا۔ **فافہم فتدبر** (تصحیف کاتبین ص ۲۰، ۱۹)

اقول آیت زیر بحث میں ذکر سے مراد قرآن اور محافظوں سے اس کی حفاظت کا وعدہ ہے یہی درست ہے اس کو بڑی خطا کہنا مصنف کی بڑی خطا ہے بغرض توضیح ہم اس آیت کو آیات ماقبل سمیت نقل کرتے ہیں۔

وقالوا یایھا الذی نزل علیه الذکر انک لمجنون۔ لو ما تاتینا بالملکة ان کنت من الصدقین ماننزل الملیکة الا بالحق وما کانوا اذا منظرین۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون

اور انہوں نے یہ کہہ دیا کہ اے وہ شخص جس پر قرآن مجید نازل کیا گیا ہے۔ تو ضرور دیوانہ ہے۔ اگر تو سچوں میں سے ہوتا تو تمہارے پاس فرشتے کیوں نہ لے کر آتا۔ فرشتوں کو تو ہم موقع ہی سے بھیجا کرتے ہیں۔ (اور جن کی طرف بھیجتے ہیں) پھر ان کی مہلت نہیں دی جاتی بیشک ہم ہی نے ذکر کو نازل کیا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (ترجمہ شیعہ) مترجم اردو نے پہلی آیت میں ذکر کا ترجمہ قرآن مجید کر دیا ہے۔ مگر چوتھی آیت میں ذکر کا ترجمہ ذکر ہی کیا ہے۔ حالانکہ یہاں بھی ذکر

کا وصف تنزیل آیا ہے۔ اور تنزیل کے معنی بتدریج مرة بعد اخرے پارہ پارہ اتارنا ہے جیسا کہ مفردات راغب میں مذکور ہے۔ ملا فتح اللہ کاشانی نے ان آیتوں کا فارسی ترجمہ کیا ہے۔ و گفتند کفار عرب اے آن کسیکہ فرود آمدہ است برو قرآن بدرستیکہ تو دیوانہ کہ مارا از نقربنیہ ے خوانی ایں کلام را بطریق استہزاے گفتند چہ اعتقاد بنزول قرآن و نسبت جنون بہم راست نے آید چرانمے آری بماوستگان بگواہی رسالت خود اگر ہستی از راست گویاں در دعوی پیغمبری تا بحضور ماگواہی دہند برسالت تو حق تعالیٰ در جواب فرمود کہ فرو آمد نشوند ملائکہ مگر بوحی یا۔عذاب یعنی ملک رابصورت اصل خود وقتے تو انند دید کہ بجہت عذا نازل شود چنانکہ قوم ثمود جرائیل رادر زمان صیحہ دیدند۔ یابوقت مرگ چنانکہ ہمہ کس ے بینند۔ ونباشند آں ہنگام کہ ملائکہ رابدین صورت فرستیم از مہلت دادہ شدگاں یعنی فی الحال معذب شوند چہ ایمان ایشاں درانصورت بر طریق اجبار باشد نہ اختیار وایں منافی تکلیف است۔ بدرستیکہ مافرد فرستادیم قرآن را کہ یاد کردن مومنانست ویا موجب شرف خوانندگاں وبدرستیکہ مامرو انگہبانانیم از تغیر و تبدیل یعنی شیاطین نتوانند کہ درو چیزے از باطل بیفزایند۔ یاچیزے از حق کم کنن خلاصۃ المنہج اس شیعہ کے مستند فارسی ترجمہ میں دونوں جگہ ذکر کا ترجمہ قرآن کیا ہے۔ تفسیر صافی میں یوں ہے۔

وقالو یایھا الذی نزل علیه الذکر نادوہ علی سبیل التھکم والا ستھزاء کمادل علیه مابعدہ انک لمجنون لتقول قول المجانین حین تدعی ان الله نزل علیک الذکرای القران لوماتا تینا بالملئکة لیصدقوک ویعصدوک علی الدعوة لقوله لولا انزل الیه ملک فیکون معه ندیرا ان کنت من الصدقین فی دعواک مافنزل الملئکة ای تتنزل الا بالحق بالحکمة والمصلحة وماکانو اذا منظرین یعنی غھلھم ساعة القمی قال لوانزلنا الملئکة لم ینظروا وھلکوا انا نحن نزلنا الذکر ردالا نکارھم واستھزائھم ولذالک اکدہ من وجوہ وانا له لحفظون من التحریف والتغیر ولاذیادة والنقصان۔

اور انہوں نے یہ کہہ دیا کہ اے وہ شخص جس پر قرآن مجید نازل کیا گیا ہے) کفار نے بر سبیل تہکم واستہزاء آنحضرت سے خطاب کیا ہے۔ جیسا کہ اس کا مابعد اس پر دلالت کرتا ہے۔ (تو ضرور دیوانہ ہے) تو بیشک دیوانوں کی سی بات کہتا ہے۔ جب کہ تو دعوے کرتا ہے۔ کہ اللہ نے مجھے پر ذکر یعنی قرآن اتارا ہے۔ (تو ہمارے پاس فرشتے کیوں نہ لیکر آتا) تاکہ وہ تیری تصدیق کرے اور دعوت میں تجھے مدد دیتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ لو لا انزل الیه ملک فیکون معه نزیر (اگر تو

چوں میں سے ہوتا) اپنے دعوے میں ہم فرشتوں کو نہیں بھیجا کرتے) یعنی وہ نہیں اترتے (مگر ساتھ حق کے) یعنی حکمت و مصلحت کے ساتھ (پھر ان کو مہلت نہیں دی جاتی) یعنی ہم ان کو ایک ساعت کی مہلت نہ دیتے تفسیر قمی میں ہے کہ اگر ہم فرشتوں کو اتارتے تو ان کو مہلت نہ دی جاتی۔ اور وہ ہلاک ہو جاتے (بیشک ہم ہی نے قرآن کو نازل کیا ہے) یہ کفار کے انکار واستہزاء کا رد ہے اور اسی واسطے اس کو کئی طرح موکد کیا ہے۔ (یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں) تحریف و تغییر اور زیادت و نقصان سے انتھی۔ پس تفسیر صافی سے ذکر کے معنی قرآن ہونے کے علاوہ یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ آیہ زیر بحث کفار عرب کے انکار واستہزاء کی تردید میں نازل ہوئی اسی طرح تفسیر منہج الصادقین میں ہے۔ وبعد ازاں بحسب رد و انکار و استہزاء ایشاں بیان حقیقت قرآن کردہ بوجہ مؤکدہ فرمود کہ بدرستیکہ مافرو فرستادیم قرآن راکہ یاد کردن انست مومناں نسبت وذکر بمعنی شرف نیز آمدہ یعنی بے کہ موجب شرف خوانند گان بدرستیکہ ما مرو را نگہنانانیم از وزیادہ نقصان یعنی شیاطین جن وانس نتوانند کہ در چیزے بیفزانید چیزے از حق کم کنند لقولہ لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ یانکہ داد ادیم از تطرق خلل تاروز قیامت بجہت آنکہ حجت مکلفانست بخلاف کتب مقدمہ کہ حافظ آں احبار علماء عصر بودند بجہت وقوع خلاف میاں ایشاں راہ تحریف درو کشادہ شدد یاحافظ ایم دردل مومناں وگویند ضمیر راجع بحضرت رسالت یعنی نگہبان اونیم از مضرت اعادی کما قال اللّٰہ واللّٰہ یعصمک من الناس ترجمہ: اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفار عرب کے انکار و استہزاء کی تردید کے لیے تاکید کے طریقوں سے قرآن کا حق ہونا بیان کیا اور فرمایا کہ بیشک ہم ہی نے قرآن نازل کیا ہے۔ جو مومنوں کا یاد کرنا ہے۔ اور ذکر شرف کے معنی میں بھی آیا ہے۔ یعنی ہم نے ایسی کتاب نازل کی ہے۔ جو اس کے پڑھنے والوں کے شرف کا باعث ہے اور بیشک ہم ہی اس کے نگہبان ہیں تحریف و تبدیل اور زیادت و نقصان سے یعنی شیاطین جن و انس اس میں کوئی چیز باطل زیادہ نہیں کر سکتے یا کوئی چیز حق اس میں سے کم نہیں کر سکتے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تیہ باطل من بین یدیہ ولا من خلفہ یا ہم روز قیامت تک قرآن کے نگہدار ہیں خلل آنے سے اس لیے کہ قرآن مکلفین کی حجت ہے۔ بخلاف کتب مقدسہ سابقہ کے کہ جن کے نگہبان احبار و علمائے زمانہ تھے۔ کہ جن کے درمیان اختلاف پیدا ہونے کے سبب ان میں تحریف کا دروازہ کھل گیا۔ یا ہم قرآن کے نگہبان ہیں۔ مومنوں کے دل میں کہتے ہیں۔ کہ ضمیر کا مرجع جناب رسالت ماب ہیں۔ یعنی ہم ان کے نگہبان ہیں۔ دشمنوں کے ضرر سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ واللہ یعصمک من الناس انتھی مطلب یہ کہ کفار

عرب نزول قرآن کے منکر تھے اور آنحضرت ﷺ پر استہزاء کیا کرتے تھے۔ گویا وہ یوں کہا کرتے تھے۔ اے مفتری اللہ تعالیٰ نے تجھ پر قرآن نازل نہیں کیا۔ اور یہ قرآن جسے تو سمجھتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے نہیں بلکہ یہ جن کا القاء ہے۔ اور تو مجنون ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کفار کے تردید آیہ زیر بحث میں کئی طرح کی تاکید کے ساتھ فرمادی بدیں طور کہ صدر جملہ میں ان تاکید کے لیے لایا گیا۔ پھر ان کے اسم وخبر کے درمیان ضمیر فصل مذکور ہوئی اور متکلم واحد کو تعظیم واجلال کے لیے بصیغہ جمع وارد کیا گیا۔ اور حکم کی تقویت و تقریر کے لیے اسناد کا تکرار واقع ہوا۔ خلاصہ یہ کہ حسب تفاسیرو تراجم شیعہ یہاں ذکر کے معنی قرآن کے ہیں۔ جس پر سیاق ولالت کر رہا ہے بلکہ ہم کہتے ہیں۔ کہ سیاق بھی یہی ظاہر کر رہا ہے چنانچہ تفسیر مجمع البیان (جلد دوم) میں ہے۔

انا نحن نزلنا الذکرای القرن وانا له لحافظون عن الزیادة والنقصان والتحریف والتیغیر عن قتادة وابن عباس ومثله لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه وقیل معناه نتکفل بحفظه الی اخر الدهر علی ماهو علیه فتنقله الامة وتحفظه عصر ابعد عصر الی یوم القیامة لقیام الحجة به علی الجماعة من کل من لزمته دعوة النبی عن الحسن وقیل یحفظه من کید المشرکین فلا یمکنهم ابطاله ولا یندرس ولا ینسی عن الجبائی وقال الفراء یجوزان یکون الهاء فی له کنایة عن النبی فکانه قال ان نزلنا القرآن وانا لمحمد لحافظون وفی هذه الا یة دلالة علی ان القران محدث اذا لمنزل والمحفوظ لا یکون الا محدثا ولقد ارسلنا من قبلک یامحمد رسلا عن ابن عباس فحذف المغعول لد لا لة الارسال علیه فی شیع الا ولین ای فی فرق الاولین عن الحسن والکلبی وقیل فے الامم الا ولین۔ عن عطاء عن ابن عباس وما یتیهم من رسول الا کانو ابه یستهزؤن وهذا تسلیة للنبی اذا خبره ان کل رسول کان مبتلی بقومه واستهزاؤهم بالرسل انما حملهم علی ذلک استبعادهم مادعوهم الیه واستیحاشهم منه واستنکارهم له حتی تواهموا انه مما لایکون ولا یصح مع مخالفته لما وجدوا علیه کذلک لنسلکه فی قلوب المجرمین فیه قولان احد هما ان معناه انا نسلک الذکر الذی هو القرآن فی قلوب الکفار باخطاره علیها والقائه فیها وبان نفهمسم ایاه وانهم مع ذلک لا یومنون به ماضیین علی سنة من تقدمهم فی تکذیب الرسول کما سلکنا دعوة الرسل فی

قلوب من سلف من الامم عن البلخی والجبائی والمراد ان اعرضهم عن القرآن لایمنعنا من ان ندخله فے قلوبهم تاکیدا للحجة علیهم والاخران المعنی نسلک الاستهزاء فی قلوبهم عقوبة لهم علی کفرهم والاول هوالصحیح وقد رووا عن جماعة من المفسرین ان المراد نسلک الشرک فی قلوب الکفار وذلک لایصح لانه لم یجر للشکرک ذکر وقد جری ذکرالذکر وهو القرآن ولانه قال لایومنون به ولاعاد الضمیر فی قوله به الی الشرک لکان الکفار محمودین اذا کانوا لایومنون بالشرک ولاخلاف ان الایة وردت علی سبیل الذم لهم ولو کان الله سبحانه قد سلک الکفر فی قلوبہم لسقط عنهم الذم ولماجازان یقول لهم وکیف تکفرون وانتم تتلی علیکم ایت الله لقد جئتم شیا ادا تکاد السموت یتفطرن منه وکیف ینکر علیهم هذا الانکار وهو الواضع لذالک فی قلوبهم وکیف یامرهم باخراجه من حیث وضعه فیه تعالٰی وتقدس عن ذلک وقد خلت سنة الاولین ای مضت طریقة الامم المتقدمة بان کانت رسلهم تدعوهم الی کتب الله المنزلة ثم لایومنون-

بیشک ہم ہی نے نازل کیا ہے ذکر کو- یعنی قرآن کو- اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں- زیادت و نقصان اور تحریف و تغییر سے (از قتادہ و ابن عباس) اور اس کی مثل یہ آیت ہے- لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم آخر زمان تک اس کو اصل حالت میں محفوظ رکھنے کے ذمہ دار ہیں سواس کو امت روز قیامت تک ہر زمانے میں نقل کرتی اور محفوظ رکھتی رہے گی کیونکہ اس کے ساتھ گروہ مکلفین پر حجت قائم ہے (از حسن) اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالٰی قرآں کو مشرکین کے مکر سے محفوظ رکھے گا اس لیے وہ اس کو باطل نہ کر سکیں گے- اور یہ نہ مٹے گا- اور نہ بھلایا جائے گا- از جبائی اور فراء کا قول ہے کہ جائز ہے کہ لہ کی ضمیر نبی سے کنایہ ہو- گویا اللہ تعالٰی فرماتا ہے- کہ بیشک ہم ہی نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم محمد کے نگہبان ہیں- اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن محدث ہے- کیونکہ منزل و محفوظ محدث ہی ہوگا- اور تحقیق ہم نے بھیجے تجھ سے پہلے اے محمد پیغمبر (از ابن عباس) پس مفعول محذوف ہے کیونکہ ارسال اس پر دلالت کرتا ہے- پہلوں کے گروہوں میں یعنی پہلے لوگوں کے فرقوں میں (از حسن و کلبی) اور کہا گیا ہے کہ پہلی امتوں میں (از عطا از ابن عباس اور کوئی رسول ان کے پاس ایسا نہ آتا تھا- کہ وہ اس کی ہنسی نہ اڑاتے تھے- یہ نبی کے لیے

تسلی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی کہ ہر ایک رسول اپنی قوم میں مبتلا رہا اور ان کے پیغمبروں کی ہنسی اڑانے کا باعث فقط یہ تھا۔ کہ وہ ان کی دعوت کو بعید سمجھتے اور اس سے گریز کرتے ۔ اور اسے برا جانتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا خیال تھا کہ یہ ناممکن و نادرست ہے۔ اور ان کے اسلاف کے مذہب کے مخالف ہے۔ ایسا ہی ہم ڈال دیتے ہیں اس کو مجرموں کے دلوں میں اسکی تفسیر میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم ذکر کو جو قرآن ہے۔ کفار کے دلوں میں ڈالتے ہیں۔ بدیں طور کہ ہم ان کے دلوں کو قرآن یاد دلاتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں قرآن ڈالتے ہیں۔ اور انہیں یہ سمجھاتے ہیں مگر وہ بایں ہمہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور پیغمبروں کی تکذیب میں پہلو طریق پر چلے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے پیغمبروں کی دعوت گزشتہ امتوں کے دلوں میں ڈال دی۔ (ازبلخی وجبائی) اور مرادیہ ہے کہ قرآن سے ان کی روگردانی ہمیں اس بات سے نہیں روکتی کہ ہم اسے ان کے دلوں میں ڈال دیں۔ تاکہ ان پر حجت کی تاکید ہو جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ ہم کفار کو ان کے کفر کی سزا دینے کے لیے استہزاء کو ان کے دلوں میں ڈالتے ہیں۔ اور یہ معنی درست نہیں۔ اس لیے کہ شرک کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور ذکر یعنی قرآن کا ذکر آیا ہے۔ اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے۔ اگر الہ کی ضمیر شرک کی طرف پھرے تو کفار شرک پر ایمان نہ لانے کے سبب ستودہ ٹھہریں گے۔ اور اس میں اختلاف نہیں کہ یہ آیت کفار کی مذمت میں وارد ہوئی ہے اگر خداء پاک کفر کو ان کے دلوں میں ڈالتا تو ان سے مذمت ساقط ہو جاتی۔ اور جائز نہ ہوتا کہ خدا ان سے یوں کہے۔ **وکیف تکفرون وانتم تتلی علیکم ایت اللہ لقد جئتم شیا ادا تکاد السموت یتفطرن منہ** اور ان پر ایسا انکار کیوں کرتا جب کہ خود ہی ان کے دلوں میں کفر کے ڈالنے والا ہوتا ۔ اور ان کو کیونکر حکم دیتا کہ کفر کو دل سے نکال دو کہ جس میں خود اس نے ڈالا ہے۔ خدا اس سے برتر و پاک ہے۔ اور پہلوں کی روش یہی ہو چکی ہے۔ یعنی گزشتہ امتوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ ان کے پیغمبران کو اللہ کی اتاری ہوئی کتابوں کی طرف بلایا کرتے تھے۔ مگر وہ ایمان نہ لاتے تھے۔ (انتہی)

تفسیر منہج الصادقین میں ان آیتوں کی قریبا یہی تفسیر فارسی میں کی گئی ہے۔ ان میں سے پہلی آیت کی تفسیر نقل ہو چکی ہے باقی چار آیتوں کی تفسیر بھی بغرض اگاہی یہاں نقل کی جاتی ہے۔ **ولقد ارسلنا** حذف مفعول بجہت دلالت فعل است برآں یعنی تحقیق کہ فرستادیم رسولاں را **من قبلک** پیش از تو **فی شیع الاولین** درگروہ پیشنیاں و درمیان ایشاں پیغمبراں راتعین کردیم شیع جمع شیعہ است یعنی

تابع یقال شاعه اذا بتعده وما یتیهم دنیا مد بدیشاں من رسول الا کالو
ہیچ فرستادہ مگر کہ بودند کہ ازروئے کبروعناد بہ باں پیغمبریستسزون استہزاء میکردند چنانکہ ایں
معاندان میکنند یعنی ازمیان انبیاء تومخصوص نیستی بایذاء قوم بلکہ ہمہ ایشاں مدیں جتلابودند
ماموضوع است برائے حال ودر مضارع داخل نمیشود مگر کہ بمعنی حال باشدویا در ماضی کہ قریب
بحال باشد وایں بر سبیل حکایت است ازحال ماضیہ وسوق آیۃ برائے تسلیہ حضرت رسالت است
کذالک ہمچنانکہ در آوردیم ذکر حق رادر قلوب کفار پیشین یعنی بدعوت پیغمبران و القاء آں کردیم
در قلوب ایشاں وایشاں نزدآں ایماں نیاوروند ہمچنیں نسلکہ درمے آریم ذکررا کہ قرآن است فی
قلوب المجرمین وردلہائے کافران زمان تو وایشاں از فرط فرط عناد لایومنون بہ نمیگردند
باں یعنی باوجود اعراض ایشاں از ذکرما آنرادر قلوب ایشاں درمے آوریم بہت تاکید حجت برایشاں
وگویند معنے آنست کہ استہزاء رادر قلوب ایشاں درمے آوریم بجہت عقوبت ایشاں بر کفروقول
اول صحیح است نزد جمع ازارباب تفسیر معنی آنست کہ ماشرک وکفررادر قلوب ایشاں داخل میگر
دانیم ایں نیز غیر صحیح است زیراکہ ذکردر آیہ متقدمہ بمعنی قرآنست باتفاق ونیز آں منافی لایومنون
است چہ اسناد عدم ایمان بایشاں شدہ و دیگر آنکہ حق تعالٰی ایجاد کفرو شرک کردہ باشد در قلوب
ایشاں پس مذموم نمی بودند بلکہ معذورمے بودند وحال آنکہ سوق آیہ بر سبیل ذم است و نیز
باک معذب نمے شدند زیراکہ آں از فعل خدا است وایشاں رادرآں دخلے نیست و دیگر آں حق
تعالٰی نمے گفتے بر سبیل تعجب کہ کیف تکفرون باللہ وانتم تتلی علیکم ایت اللہ ولقد
جئتم شیئاادا تکادا السموت یتفطرن منہ چگونہ انکار کردے برایشاں وحال آنکہ خودواضع
آں بودہ باشدو بچہ وجہ امر کردے(- ایشاں راباخراج کفرباآنکہ خودوضع آں نمودہ باشددر قلوب
ایشاں تعالٰی اللہ عن ذلک علوا کبیرا نعوذ باللہ من العقائد الباطلت والا راء
الضالت وقد خلت سنة الاولین وبدرستیکہ گزشتہ است عادت خدادر ہلاک پیشنیاں یعنی ہر
کہ ازیشاں ہلاک شدہ بترک قبول حق و تکذیب رسل بودہ انتھی تفسیر منہج الصاقین سے یہ بھی
معلوم ہوگیا کہ آیت زیر بحث میں ذکر کے معنی بالاتفاق قرآن کے ہیں- خلاصہ المنہج اور تفسیر صافی
میں بھی ان آیتوں کی تفسیر میں بالاختصار قریبا وہی مذکور ہے- جو مجمع البیان اور منہج الصادقین میں
ہے ہم بخوف طوالت ان کی عبارتیں یہاں نقل نہیں کرتے پس شیعہ کی تفاسیرو تراجم سے ثابت
ہوگیا- کہ آیہ بحث میں ذکر سے مراد بالاتفاق قرآن مجید ہے- جیسا کہ سیاق و سباق اس پر دلالت
کررہاہے اور اسی کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالٰی کی طرف سے ہوا ہے یہی قول معتمد علیہ ہے اور

اسی کی تائید ایک دوسری آیت یاتیه الباطل من بین یدیه ولامن خلفه سے ہوتی ہے۔ صاحب مجمع لبیان نے صرف فراء نحوی کی نسبت لکھا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ لہ کی ضمیر کا آنحضرت ﷺ کی طرف راجع کرنا بھی جائز ہے۔ سو نحوی موصوف نے فقط ایک احتمال پیش کیا ہے۔ جو درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔ حتیٰ کہ خلاصتہ المنہج اور تفسیر صافی میں اس احتمال کا ذکر تک نہیں منصف نے سورہ طلاق کی جو آیت پیش کی ہے اس میں مجازاً ذکر سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں۔ کیونکہ آپ ذکر یعنی قرآن کو بکثرت تلاوت فرمایا کرتے تھے یا اس کے ساتھ تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ اس پر یتلوا علیکم ایت الله قرینہ موجود ہے۔ مگر اس آیت سے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا کہ آیہ آیه انا نحن نزلنا الذکر میں بھی ذکر سے مراد حضور اقدس ﷺ ہیں۔ لہٰذا مصنف کا آیہ سورہ طلاق کا پیش کرنا بے سود ہے۔ مرزا صاحب نے تفاسیر اہلسنّت میں سے صرف معالم التنزیل کا حوالہ دیا ہے اور وہ بھی ناتمام لہٰذا ہم اس حوالہ کو پورا نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر یعنی القرآن وانا له لحافظون ای بتحفظ القرآن من الشیاطین ان یذید وافیه اوینفصوا منه اویبد لوابغیره قال الله تعالٰی لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه والباطل هوا بلیس لا یقدران یزید فیه مالیس منه ولا ان ینقص منه ماهو منه وقیل الهاء فی له راجعة الی محمد ای انا لمحمد لحافظون ممن اراده بسوه کما قال حل ذکره والله یعصمک من الناس۔ (معالم التنزیل مطبوعه مطبع کریمی بمبئی جلد ثانی ص ۱۹۳)

بے شک ہم ہی نے نازل کیا ذکر کو یعنی قرآن کو اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں یعنی ہم شیاطین سے قرآن کی حفاظت کرتے ہیں کہ وہ اس میں نہیں کر دیں۔ یا اس میں سے کم کر دیں۔ یا غیر قرآن کے ساتھ تبدیل کر دیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه (قرآن میں باطل کا دخل نہیں آگے سے اور نہ پیچھے سے) اور باطل سے مراد ابلیس ہے۔ جو اس میں زیادہ نہیں کر سکتا وہ جو اس میں سے نہیں اور نہ اس میں سے کم کر سکتا ہے۔ وہ جو اس میں سے ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ لہ کی ضمیر محمد ﷺ کی طرف راجع ہے یعنی ہم محمد ﷺ کے نگہبان ہیں اس شخص سے جو آپ کو ضرر پہنچانا چاہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے والله یعصمک من الناس اور خدا آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ انتہی عربی زبان میں قیل کہا گیا) ضعف کی طرف اشارہ ہوا کرتا ہے پس معالم التنزیل کی عبارت سے معلوم ہو گیا کہ لہ کی ضمیر کا مرجع جناب پیغمبر خدا ﷺ کو بنانا قول ضعیف ہے۔

مصنف نے جو لکھا ہے کہ آیت زیر بحث میں حفاظت قرآن کا وعدہ مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ سنی وشیعہ- ہر دو کی کتابوں میں نقص و تحریف کی احادیث و روایات موجود ہیں- سو یہ ایک مغالطہ ہے- کیونکہ اہلسنت کی کسی معتبر کتاب میں ایسی روایت نہیں کہ جن سے ان کے نزدیک ثابت ہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد قرآن میں تحریف و تغییر یا کمی بیشی ہوگئی- جیسا کہ ہم اسے مفصل طور پر........پہلے بیان کر آئے ہیں- ہاں شیعہ کی معتبر کتابوں میں ایسی روایات شہرت بلکہ تواتر کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں- کہ جن سے حسب اعتراف شیعہ صریح طور پر قرآن میں تحریف ثابت ہوئی ہے- لحافظون کے متعلق جو پانچ وعدے بیان کیے گئے ہیں- وہ مصنف کی اپنی گھڑت ہے-

آخر میں جو میرزا صاحب نے لکھا ہے(- کہ قرآن کے کامل ہونے کا اعتقاد فریقین کے علماء نے شرط اسلام قرار نہیں دیا سو وہ اصلاح طلب ہے- کیونکہ شیعہ کے ہاں تو ایسا ہی ہے- مگر اہلسنت کے نزدیک قرآن کو ناقص بتانا قرآن کی تکذیب و بے حرمتی کرنا ہے- (چنانچہ شفا صفحہ قاضی عیاض میں ہے)

اعلم ان من استخف بالقران او المصحف اوبشی منه اوسما اوکذب به اوجحده اوجزاء منه او آیة او کذب به او بشئی منه او کذب بشئی صرح به فیه من حکم اوخبر اوثبت مانفاه اونفی مااثبته علی علم منه بذالک اوشک فی شئی من ذلک فهو کافر عند اهل العلم باجماع قال الله تعالی وانه لکتاب عزیز لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید-

جان لے کہ جس شخص نے قرآن یا مصحف کی یا اس کے کسی جزء کی بے حرمتی کی- یا قرآن یا اس کے کسی جزء کو گالی دی یا قرآن کی تکذیب کی- یا ازروئے عناد قرآن کا یا اس کے کسی جزء یا آیت کا انکار کیا- یا قرآن کے کسی جزء یا اس کی کسی شئے کی تکذیب کی- یا کسی حکم یا خبر کی تکذیب کی جو صراحۃ قرآن میں موجود ہے- یا جان بوجھ کر ثابت کیا اس کو جس کی قرآن نے نفی کی- یا نفی کی اس کی جس کو قرآن نے ثابت رکھا- یا مذکورہ بالا کی کسی شئے میں شک کیا- وہ اہل علم کے نزدیک بالاتفاق کافر ہے- کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے- اور قرآن بیشک ایک نادر کتاب ہے- جس میں باطل کا دخل نہیں آگے سے اور نہ پیچھے سے- یہ صاحب حکمت و لائق ستائش خدا کا اتارا ہوا ہے- انتہی-

قال المیرزا آریہ- عیسائی شیعہ سنی میں نقص و تحریف قرآن کے مباحث کثیر مدون و شائع ہو چکے ہیں- اس کثرت سے کہ جن سے زیادہ ہم نہیں لکھ سکتے اور بالخصوص صاحب الشمس بھوری ضلع سارن صوبہ بہار نے بمقابلہ رسالہ النجم لکھنؤ اس کثرت سے اسانید تحریف پیش کر دیئے ہیں کہ نہ اس کے قبل

کسی نے پیش کیے اور نہ آئندہ ان سے زیادہ ضرورت کی توقع ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ان ابحاث کا اعادہ فضول ہے۔ لیکن تدبر قرآن سے چند نئے اغلاط و نقص باعانت علی جناب مولوی حکیم سید مقبول احمد قبلہ و کعبہ مدظلہ اور باستعداد عالی جناب مولوی ماہ عالم صاحب قبلہ ہاتھ آئے ہیں۔ وہ ظاہر کر دیے جاتے ہیں۔ جن کا ظاہر کر دینا مسلمانوں کی سچی خیر خواہی ہے پس ان کو ہم نے اس رسالہ موسوم بہ تصحیف کاتبین و نقص آیات کتاب مبین میں درج کیا ہے۔ خدا کرے کہ جملہ مسلمانوں کو اس سے نفع حاصل ہو۔

واضع ہو کہ حرف کے معنی ہر چیز کا کنارہ ہر چیز کی تیزی کسی چیز کا حاصل کرنا۔ آنکھوں میں سرمہ لگانا کسی چیز کا پھیرنا پس لفظ حرف کے اس آخری معنی کی بنا پر باب تفعیل سے لفظ تحریف بنایا گیا ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ بات کا پھیرنا کسی چیز کا اس کی حالت یا وضع یا موضوع کی طرف سے پھیر دینا۔ پس حرف و تحریف کے بعض معانی اور باب تفعیل کے خواص تحویل سے کمی و زیادتی لفظی و معنوی یہ سب مل کر اور جدا جدا بھی موسوم بہ تحریف ہیں۔ لیکن قرآن کی تحریف کے مباحث مکتوبی و ملفوظی تحریف سے متعلق ہیں لہٰذا ان ہی کو دو بحثوں میں پیش کیا جاتا ہے۔ تصحیف کاتبین - 20'21-

اقول مسئلہ تحریف قرآن میں آریہ و عیسائی شیعہ ہی کے کاسہ لیس ہیں۔ اور شیعہ جو روایات اس بارے میں ہماری کتابوں سے پیش کرتے ہیں۔ ان کا جواب ہم پہلے دے چکے ہیں۔ ہاں شیعہ کے ہاں ایسی روایات تحریف مشہور بلکہ متواتر موجود ہیں۔ جو شیعہ ہی کے نزدیک صراحتہً تحریف پر دلالت کرتی ہیں۔ اسی واسطے شیعہ کا عقیدہ ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ کے وصال شریف کے بعد صحابہ کرام نے اغراض دنیوی کے لیے قرآن میں تحریف کر دی۔ حتیٰ کہ اب ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے۔ کہ جس میں تحریف کا احتمال نہ ہو۔ مگر مصنف کا مسلک اس مسئلے میں ان سے نرالہ ہے۔ گو نتیجہ ایک ہی ہے۔ کیوں اس کے نزدیک حضرات شیخین کے عہد کے تمام قرآنوں کو جو ناقص و ناتمام تھے۔ حضرت عثمان نے تلف کر دیا اور مصاحف عثمانی جو خلیفہ ثالث کی رائے سے از سر نو مرتب ہوئے تھے۔ وہ سب ناپدید ہو گئے۔ پس مختلف مکان و زمان کے دنیا پرست کم استعداد عربی دان کاتبوں نے اپنے اپنے قلم سے خط مصاحف عثمانی میں غلط قرآن لکھ کر ان کو مصاحف عثمانی ظاہر کیا۔ بقول مصنف وہی غلط قرآن نقل ہوتے ہوتے ہم تک پہنچے ہیں۔ یہاں مصنف اپنے زعم میں ان ہی اغلاط میں سے بعض کا ذکر کرتا ہے۔ اور اسے مسلمانوں کی سچی خیر خواہی سمجھ رہا ہے۔ العجب ثم العجب۔

قال المیرزا

بحث اول تصحیف کاتبین لغت میں تصحیف کے معنی ہیں۔ کتابت میں خطا کرنا اور یہ خطا خواہ نقطہ کی ہو یا حرف کی یا اعراب کی۔ اور ایسے نقائص قرآن مجید میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ جو آیہ انا له لحفظون کے فرضی وہمی معنی کے خلاف ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔ این ماین کے معنی (کہاں) اور ما کے معنی (جو کچھ یا جن چیزوں کو) اور ملا کر انما لکھا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے۔ تم جہاں کہیں ہو۔ پس اسلاف وراقین میں سے کسی نے بجائے (این ما) کے (انما) لکھ دیا۔ اور بجائے (انما) کے (این ما) لکھ دیا جس سے قرآن کی حالت و وضع اور موضوع بدل گیا۔ چنانچہ سورہ نساء رکوع (۱۱) میں ہے۔ این ماتکو نوایدرک کم الموت تو اس رسم الخط کے بموجب اس آیت کے یہ معنی ہوئے۔ (جو کچھ بھی ہو تم کہاں ہو تم کو موت پالے گی) حالانکہ اس آیت میں اس طرح (انما) لکھنا چاہیے تھا تو اس کے یہ معنی ہوتے (تم جہاں کہیں ہو تم کو موت پالے گی) (2) سورہ شعر رکوع (5) میں لکھا ہے۔ وقیل لھم اینما کنتم تعبدون من دون الله تو اس رسم الخط کے بموجب یہ معنی ہوئے (ان سے کہا جائے گا جہاں بھی تم ہو غیر خدا کی پرستش کرو) پس اس بھونڈے رسم الخط سے موضوع قرآن بدل گیا۔ اور اگر اس آیت میں اس طرح (این ما) لکھا جاتا تو موضوع قرآن کے مطابق یہ معنی ہوتے۔ (ان سے کہا جائے گا کہ جن کی خدا کے سوا پرستش کرتے تھے۔ اب وہ کہاں ہیں۔ (۳) سورہ نساء رکوع۔(۱۱) میں لکھا جاتا ہے۔ فمال ھولاء القوم لا یکادون یفقھوا حدیثا تو اس رسم الخط کے بموجب اس آیت کے یہ معنی ہوئے۔ (پس اس قوم کا مال وہ اس بات کو نہیں سمجھتے) اگر اس طرح لکھا جاتا) (فما ھؤلاء القوم تو اس آیت کے یہ معنی ہوئے اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ بات نہیں سمجھتے)

لطیفہ اس رسم الخط کی خرابی سے یہ نکتہ لطیف بھی پیدا ہوتا ہے۔ کہ محاورہ عرب میں مال کو مویشی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مویشی حیوان ناطق نہیں جو بات کو سمجھے تو اس رسم الخط کے سبب سے یہ معنی پیدا ہو گئے۔ کہ اس قوم کے مویشی کو کیا ہو گیا۔ کہ وہ بات نہیں سمجھتے۔

(4) سورہ نحل رکوع (2) میں لکھا جاتا ہے۔ لا عذبنه عذابا شدید اولا اذبحنه اولای تینی بسلطان مبین پس اولا اذبحہ میں الف کی زیادتی اس آیت کے یہ معنی ہو گئے۔ (میں اس کو ضرور سخت عذاب دوں گا یا اس کو ذبح نہ کروں گا۔ یا ضرور ہے کہ وہ میرے پاس کھلی نشانی لاوے۔ لیکن حقیقتہ یوں لکھنا چاہیے تھا۔ (اولاذبحنه تو ارادہ خدا کے مطابق یہ معنی ہوتے (میں اس کو ضرور ذبح کروں گا) الغرض

ایک الف کی زیادتی سے حالت و وضع آیت کی بدل گئی۔

(5) قرآن میں بکثرت جائے منافقین و منافقون کا رسم الخط منفقون پایا جاتا ہے۔ اور منافقین وہ لوگ جن کو بظاہر اسلام کا اقرار اور دل میں انکار ہو۔ اور منفقین کے معنی (راہ خدا میں خرچ کرنے والے) اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص فقرہ آمدہ بود کو اس طرح لکھے (آم دہ بود) تو اس رسم الخط کے بموجب یہ معنی ہوں گے۔ کہ (دس آم تھے) پس اب آیہ سورہ نساء رکوع (2) ملاحظہ ہو ان المنفقین فی الدرک الاسفل من النار تو اس رسم الخط کے بموجب یہ معنی ہوئے۔ (بیشک راہ خدا میں خرچ کرنے والے سب سے نیچے طبقہ میں ہوں گے) پس اس رسم الخط کی خرابی سے حالت و وضع و موضوع قرآن بدل گیا۔

(6) عربی دان جانتے ہیں۔ کہ فعل پر تنوین نہیں ہوا کرتی۔ اسم پر ہوا کرتی ہے۔ لیکن کاتبین سابق نے جو فعل پر تنوین لکھ دی۔ تو آج وہ ہندوستان کے ہر قرآن میں پائی جاتی ہے۔ مثلاً سورہ یوسف رکوع۔(5) میں ہے لیسجنن ولیکونا من الصاغرین اس آیت کے یہ معنی ہیں۔ (ضرور قید بھی ہوگا اور ذلیل بھی ضرور ہو جائے گا) ظاہر ہے کہ لیکونن صیغہ واحد مذکر غائب بانون خفیفہ ہے۔ اسم نہیں۔

(7) اقراء میں ہے۔ لنسفعا اصل میں لسفعن بانون خفیفہ تھا جس کے معنی ہیں۔ (ہم ضرور گھسیٹیں گے) لیکن کسی بے وقوف کاتب نے جو فعل پر تنوین لکھدی۔ تو وہ غلطی آج تک محفوظ چلی آتی ہے۔ (تصحیف کاتبین ص ۲۱ - ۲۳)

اقول ہا پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جو قرآن جمع کیا گیا وہ انہی قطعات سے لیا گیا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لکھے گئے تھے اور کتابت میں اسی رسم خط کا اتباع کیا گیا جس میں۔ وہ قطعات لکھے ہوئے تھے۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اس قرآن سے اور اسی رسم خط میں لغت قریش برقرار رکھ کر بے کم و کاست اپنا مصحف نقل کرایا جسے امام کہتے ہیں۔ اور اس کی چار یا چھ نقلیں کروا کر اطراف میں بھجوائیں پھر ہر زمانے میں مصاحف عثمانی کی نقلیں اسی رسم خط میں ہوتی رہیں حتی کہ ہمارے پاس جو قرآن ہے اس کی رسم خط اور نظم و ترتیب وہی ہے۔ جو مصحف امام کی تھی۔ پس جو شخص قرآن موجود کی رسم و نظم و ترتیب پر اعتراض کرتا ہے۔ وہ حقیقت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک عرب میں خط عربی کے داخلہ کو بہت عرصہ نہ گزرا تھا کہ اسلام نمودار ہوا (۔ اس وقت قریش میں صرف سترہ شخص تھے جو لکھ سکتے تھے۔ خط عربی کی اس ابتدائی حالت کو اگر مد نظر رکھا جائے۔ تو کتابت قرآن میں چند امور کا خلاف اصول رسم وقوع کسی طرح حیرت انگیز نہیں۔ قابل غور امر ہے تو یہ کہ قرآن صدور میں تو محفوظ تھا ہی سطور میں بھی محفوظ رہا۔ تو اسی رسم خط میں جو

حضور رسول اکرم ﷺ کے حضور میں اختیار کیا گیا تھا۔ دور اسلام میں خط عربی میں بہت سے انقلابات ہوئے۔ مگر کسی کی کیا مجال کہ مصحف شریف کے رسم خط میں تصرف کرے۔ امام مالک سے دریافت کیا گیا۔ کہ آیا مصحف شریف کو ان ہجاء کے مطابق لکھ جائے جو لوگوں نے نئے اختیار کیے ہیں۔ امام موصوف نے جواب میں فرمایا نہیں اسے پہلے ہی رسم خط کے مطابق لکھو۔ امام احمد بن جنبل نے فرمایا کہ واو الف یا وغیر میں خط مصحف کی مخالفت حرام ہے۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں لکھا ہے۔ کہ کاتب قرآن کو چاہیے کہ مصاحف عثمانی کے ہجا کو برقرار رکھے۔ اور اس میں ان مصاحف کے لکھنے والوں کی مخالفت نہ کرے۔ اور ان کے رسم خط کو نہ بدلے کیونکہ ہماری نسبت وہ زیادہ عالم دل و زبان کے زیادہ سچے اور زیادہ امین تھے۔ پس ہمیں اپنی نسبت یہ گمان نہ کرنا چاہیے۔ کہ ہم تدارک مافات کر رہے ہیں۔ یہ ہے خدائی حفاظت مگر دشمنان قرآن کا کیا علاج جو بات قرآن مجید کی کمال حفاظت کی دلیل ہے وہ انہیں۔ عیب نظر آرہی ہے۔ قد تنکر العین ضوء الشمس من رمد وینکر الفم طعم الماء من سقم رسم مصحف کی یہاں تک حفاظت ہوئی کہ علمائے متقدمین و متاخیرن نے اسی مضمون پر کتابیں تصنیف کی ہیں۔ چنانچہ ابو عمرؓ عثان بن سعید دانی (متوفی 444ھ) نے المقنع فی رسم المصحف لکھی۔ اور ابو العباس مراکشی نے عنوانی الدلیل فی مرسوم خط التنزیل لکھی۔

کشف الظنون (جزء اول ۴۶۹ میں ہے۔

قال فی الکشاف وقد اتفقت فی خط المصحف اشیاء خارجة عن القیاس ثم ماعاد ذلک بضیرٍ ولا نقصان لا ستقامة اللفظ وبقاء الخط وکان اتباع خط المصحف سنة لا تخالف وقال ابن درستویه فی کتاب الکتاب خطانِ لا یقاسان خط المصحف لانه سنة وخط العروض لا نه یثبت فیه ماا شبته اللفظ ویسقط عنه ما اسقط۔

ترجمہ: کشاف میں مذکور ہے کہ خط مصحف میں بعض باتیں خلاف قیاس واقع ہوئی ہیں۔ مگر استقاست لفظ وبقاء خط کے سبب اس سے کچھ ہرج و نقصان نہیں ہوا اور خط مصحف کی پیروی سنت تھی۔ کہ جس کی مخالفت نہ کی جاتی تھی۔ ابن درستور یہ نحوی (متوفی 347) نے کتاب الکتاب میں لکھا ہے کہ دو خطوں پر قیاس نہ کرنا چاہیے ایک خط مصحف جو سنت ہے۔ دوسرا خط عروض کہ جس میں حروف ملفوظ کا اعتبار ہوتا ہے۔ اور غیر ملفوظ ساقط عن الا عتبار ہوتے ہیں۔ انتھی علامہ ابن خلدون نے جو اس بارے میں لکھا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بنابر قول راجح اہل حجاز نے فن کتابت حیرہ سے سیکھا اور اہل حیرہ نے بتابغہ و حمیرہ سے سیکھا اور حمیرہ ہی سے قبیلہ

مضر نے خط عربی سیکھا حمیر بھی اس فن میں کچھ ایسے اچھے نہ تھے۔ کیونکہ بدویت اور صنائع وفنون کے درمیان تخالف ہے۔ اور بادیہ نشینوں کو صنائع کی چنداں ضرورت بھی نہیں ہوتی مضر چونکہ بدویت میں حمیر سے بھی بڑے ہوئے تھے اور اقامت شہر سے بعید تر تھے اس لیے آغاز اسلام تک خط عربی عمدگی و استواری میں متوسط درجہ کو بھی نہ پہنچا تھا اسی واسطے اس رسم خط میں جسے صحابہ کرام نے کتابت مصحف میں اختیار کیا کئی باتیں اہل فن کے نزدیک فن کتابت کے اصول مخالف تھیں۔ صحابہ کرام کے بعد تابعین نے تبرکا اسی رسم خط کا اتباع کیا۔ جیسا کہ اس زمانے تک تبرکا کسی ولی یا عالم کے خط کی تقلید کی جاتی ہے۔ خواہ وہ خط خطا ہو یا صواب حالانکہ اسے صحابہ کرام کے خط سے تو کوئی نسبت ہی نہیں۔ پھر ازمنہ مختلف میں کتابت قرآن میں وہی رسم خط قائم رکھ گیا۔ اور علمائے نے اس کے اتباع کی نسبت تاکید کردی بعض نادان یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام فن کتابت میں ماہر تھے۔ انہوں نے جہاں جہاں اصول رسم کے خلاف کیا ہے۔ وہ بے وجہ نہیں۔ مثلاً لا اذبحنہ میں الف کی زیادتی آگاہ کر رہی ہے۔ کہ ذبح وقوع میں نہیں آیا۔ اور بایید میں یا کی زیادتی کمال قدرت الہی پر دلالت کرتی ہے۔ مگر یہ محض تحکم ہے۔ ان باتوں کی کوئی اصل نہیں وہ نادان یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ فن کتابت میں مہارت ایک کمال ہے۔ اس فن میں ماہر نہ ہونے سے صحابہ کرام کی نسبت نقص کا وہم ہوتا ہے۔ اس لیے اس نقص سے پاک ظاہر کرنے کے لیے وہ صحابہ کرام کے حق میں کمال کو منسوب کرتے ہیں۔ اور رسم خط میں خلاف قیاس مقامات کی تعلیل ڈھونڈنے کے درپے ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ فن خط صحابہ کرام کے حق میں کمال نہ تھا۔ کیونکہ خط مدنی دنیوی صنائع میں سے ہے۔ اور صنائع میں کمال اضافی ہے۔ کمال مطلق نہیں۔ کیونکہ صنائع میں نقص سے دین میں نقص لازم نہیں آتا ہاں اس کا اثر اسباب معاش پر پڑتا ہے۔ دیکھیے جناب رسالت مآب علیہ الوف التحیتہ والصلوۃ امی تھے۔ اور امی ہونا آپ کے حق میں کمال تھا۔ مگر ہمارے حق میں امی ہونا کمال نہیں۔ پھر جب عربوں نے شہر اور ملک فتح کیے اور کوفہ و بصرہ میں مقیم ہوگئے۔ اور سلطنت کو کتابت کی ضرورت پڑی تو انہوں نے فن کتابت میں ترقی کی۔ اور اسے درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ (دیکھو مقدمہ تاریخ ابن خلدیون مطبوعہ مصر249'248) بیان بالا سے مصنف کے تمام اعتراضات ساقط ہوگئے۔ لا اذبحنہ میں رسم مصحف کے قاعدے کے مطابق الف زیادہ ہے۔ جیسا کہ لا اوضعوا لا الی اللہ ولا الی الجحیم میں ہے اسی طرح رسم القرآن میں نون خفیفہ کو الف سے لکھتے ہیں۔ چنانچہ ولیکونن اور لنسفعن کو ولیکونا اور لنسفعا لکھا جاتا ہے۔ تفسیر مجمع البیان (جلد اول 531) میں ہے۔

ولیکونا من الصاغرین ھذہ النون الخفیفۃ التی یتلقی بالقسم واذا وقفت بالالف تقول ولیکونا وھی بمنزلۃ التنوین الذی یوقف علیہ بالالف فی نحو قولک رایت رجلا قال الاعشی- وصل علی حین العشیات والضحی- ولا تعبد الشیطان واللہ فاعبدا ای فاعبدن فابدل فی الوقف من النون الفا-

ترجمہ: ولیکونا من الصاغرین یہ نون خفیفہ وہ ہے جو قسم کے بعد آتا ہے- جب اس پر وقف ہوتا ہے تو الف کے ساتھ وقف ہوتا ہے اور یوں کہا جاتا ہے- ولیکونا اور یہ بمنزل اس تنوین کے ہے- جس پر الف کے ساتھ وقف ہوتا ہے- جیسا کہ رایت رجلا میں عشی کا قول ہے-

وصل علی حین العشیاتِ والضحٰی
ولا تعبدا لشیطان واللہ فاعبدا

اس شعر میں فاعبدا اصل میں فاعبدن تھا- حالت وقف میں نون الف سے بدل گیا- انتہی-

قال المیرزا (8)سورہ عنکبوت رکوع(1)میں ہے ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین اس آیت کے یہ معنی ہیں-(اور بیشک ہم نے ان سے پہلوں کو بھی جانچ لیا تھا پس اللہ ان کو بھی جان لے گا- جو سچے ہیں- اور جھوٹوں کو بھی جان لے گا- ان مضارعوں کی تصحیف اعراب سے خدائے علام الغیوب کی نسبت جہل لازم آتا ہے- جو اصل اصول اسلام اور موضوع قرآن کے خلاف ہے- حقیقتہ ان دونوں مقاموں پر (لَیُعْلِمَنَّ) کے صیغے ہونے چاہیے تھے جس کے سبب آیت کے یہ معنی ہوتے (جتلاوے گا خدا کہ کون سچے اور کون جھوٹے تھے- تصحیف کاتبین-23

اقول شیعہ کی بڑی معتبر تفسیر مجمع البیان (مطبوعہ ایران 1284ھ جلد دوم 213 میں ہے-

ولقد فتنا الذین من قبلھم ای ولقد ابتلیناالذین من قبل امۃ محمد من سالف الامم بالفرائض التی افترضنا ھا علیھم اوبالشدائد والمصائب علی حسب اختلافہم وذکر ذلک تسلیۃ للمومنین قال ابن عباس منہم ابراھیم خلیل الرحمن وقوم کانو امعہ ومن بعدہ نشرو ابالمناشیر علی دین اللہ فلم یرجعوا عنہ وقال غیرہ یعنی بنی اسرائیل ابتلوا بفرعون یسو مونہم سوء العذاب فلیعلمن اللہ الذین صدقوا فی ایمانہم ولیعلمن الکاذبین فیہ وانما قال فلیعلمن مع ان اللہ سبحانہ کان عالما نہم ولعیلمن سیحدث یفہ وانما قال فلیعلمن مع ان اللہ سبحانہ فیما لم یزل بانہ حادث وانما یعلمہ حادثا اذا حدث وقیل معناہ فیلمیزن اللہ الذین صدقو امن الذین کذبوابالجزاء والمکافاۃ وعبر عن الجزاء والتمییز بالعلم لان کل ذلک انما

یحصل بالعلم فاقام السبب مقام المسبب ومثله فی اقامة السبب مقام المسبب قوله تعالی کانا یاکلان الطعام فهذا سبب قضاء الحاجة فکنی بذکره عنها ومعنی صدقو ای ثبتو اعلی الشدائد وکذبو اای لم یثبتو ومنه قول زهیر اذا ماللیث کذب عن اقرانه صدق۔

ترجمہ : اور بیشک ہم نے جانچا ہے ان کو جو ان سے پہلے تھے یعنی گذشتہ امتوں میں سے جو لوگ امت محمدؐ سے پہلے تھے ہم نے ان کی آزمائش فرائض کے ساتھ کی جو ہم نے ان پر فرض کیے یا ان کے اختلاف کے مطابق شدائد مصائب کے ساتھ انکی ازمائش کی۔ اللہ تعالی نے یہ مومنوں کی تسلی کے لیے ذکر کیا ہے۔ ابن عباس نے کہا کہ ان میں سے ابراہیم خلیل اللہ اور وہ لوگ ہیں جو ان کے ساتھ تھے۔ اور جو ان کے بعد تھے۔ وہ اللہ کے دین پر آرہ سے چیرے گئے۔ مگر اپنے دین سے نہ پھرے ابن عباس کے سوا اوروں نے کہا کہ اس سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ جو فرعون کے ساتھ آزمائے گئے۔ جس کی قوم ان کو برا عذاب چکھاتی تھی۔ سو البتہ اللہ ضرور جان لے گا ان کو جو سچے ہیں۔ اپنے ایمان میں۔ اور البتہ ضرور جان لے گا ان کو جو جھوٹے ہیں۔ اس میں خدا نے باوجودیکہ وہ ازل سے جانتا ہے کہ فلاں امر معلوم حادث ہو گا۔ یہاں فرمایا فلیعلمن سو ضرور جان لے گا۔ اس لیے کہ اللہ پاک کی نسبت یوں نہیں کہہ سکتے کہ وہ ازل میں جانتا تھا کہ وہ امر موجود ہے۔اس کو حادث و موجود تو جب ہی جانتا ہے کہ وجود میں آچکا ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالی جزاء و مکافات کے ساتھ البتہ سچوں کو جھوٹوں سے جدا کر دے گا۔ پس جزاء و تمیز کو علم سے تعبیر کیا کیونکہ ہر ایک علم ہی سے حاصل ہوتا ہے اس صورت میں سبب کو مسبب کی جگہ لایا گیا۔ اور سبب کو مسبب کی جگہ لانے کی ایک اور مثال یہ ہے کہ کان یاکلان الطعام (دونوں کھانا کھاتے تھے) چونکہ طعام قضاء حاجت کا سبب ہے لہذا طعام کا ذکر کر کے اس سے قضا حاجب مراد لی گئی۔ صدقوا کے معنی ہیں شدائد پر ثابت رہے۔ اور کذبوا کے معنی ہیں کہ ثابت نہ رہے اور اسی سے ہے زہیر کا یہ قول اذا ماللیث کذب عن اقرانه صدق شیعہ کے مستند فارسی ترجمہ یعنی خلاصۃ المنہج میں آیت بالا کا یوں ترجمہ کیا ہے ولقد فتنا بدرستیکہ امتحان کردیم و درفتنہ انداختیم الذین من قبلهم آنانراکہ پیش ازیں بودند از مومناں یعنی اس صورت درہمہ امم واقع شدہ ونقد دعوے ہریک را بر امحک بلا آزمودہ اند پس خلاف آں توقع مدارید و درحدیث آمدہ کہ پیش از شما بعض را ابر سرے نہاوندوبد ونیم میکردند۔ تا اورا ازدین بگردانند نتوانستند وبعض را بشانہائے آہنیں پوست و گوشت ازاستخوان شاں بر میکندند تاازدین برگردند برنمگشتند فلیعلمن

اللہ الذین صدقوا پس ہر آئینہ بداند خدابجہت ابتلاء امتحان آنانکہ راست گفتند در دعوے ایمان والیعلمن الکاذبین بدا اند دروغ گویاں رادر دعوے ایمان چوں علم ذاتیست وجمیع معلومات ازلا وابدا نزاو علی السویہ است پس مراد از علم لازم آنست کہ تمیزاست میان حق باطل یعنی تا تمیز سازد خدا مومن راز کافرو مجازات دہد ہریک رابروفق اعتقاد و یا معنی آنست کہ تا عمل خدا بوجود مومن کافر تعلق گیرد معلوم است کہ خدا معدوم رابعنوان عدم داند تا موجود نشود وبر العنوان وجودنداند انتھی۔

ترجمہ: البتہ ہم نے امتحان کیا اور آزمائش میں ڈالا ان کو جو ان سے پہلے تھے مومنوں میں سے یعنی یہ صورت تمام امتوں میں واقع ہوئی ہے۔ اور ہر ایک امت کے دعوے کی نقدی کو بلا کی کسوٹی پر آزمایا گیا ہے پس تم اس کے خلاف توقع نہ رکھو۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ کسی کے سرپر آرہ رکھ کر دو ٹکڑے کردیتے تھے تاکہ اس کو دین سے برگشتہ کردیں۔ مگر نہ کرسکے۔ اور بعضوں کے گوشت و پوست آہنی قلابوں سے ہڈیوں سے نوچتے تھے۔ تاکہ وہ دین سے پھر جائیں۔ مگر وہ نہ پھرتے تھے۔ سو البتہ خدا ابتلا و امتحان کے سبب ان کو جان لے گا۔ جو ایمان کے دعوے میں سچے ہیں۔ اور ان کو جان لے گا جو ایمان کے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ چونکہ خدا کا علم ذاتی ہے اور اس کے نزدیک تمام معلومات ازلاً و ابداً برابر ہیں اس لیے یہاں علم سے مراد لازم علم ہے جو حق و باطل میں تمیز ہے یعنی پس خدا مومن کو کافر سے جدا کردے گا۔ اور ہرایک کو اعتقاد کے مواقف بدلہ دے گا۔ یا یہ معنے ہیں۔ کہ پس خدا کا علم مومن و کافر کے وجود سے تعلق پکڑے گا۔ اور معلوم ہے کہ خدا معدوم کو معدوم جانتا ہے۔ جب تک موجود نہ ہو اسے موجود نہیں جانتا انتھی۔ منہج الصادقین اور تفسیر صافی میں بھی قریباً یہی مضمون درج ہے۔

قال المیرزا: (۹) سورہ بنی اسرائیل رکوع (۲) میں ہے۔ وقضی ربک ان لاتعبدوا الاایاہ یعنی تیرے رب کی قضا ہے کہ اس کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرو۔ پس جب خدا کا حکم قضی ہے تو قضائے خدا کے مقابلہ میں وہ کونسی مخالف قوت ہے۔ جو کروڑوں غیراللہ کے پجاریوں سے کسی زمانہ کو خالی نہیں رہنے دیتی۔ مگر حقیقتہ یہاں ووصی ربک تھا۔ کسی جاہل کاتب نے (واو) ص سے ملا دیا۔ یا سیاہی گرنے سے حرف قضی بن گیا۔ اور کاتب اونگھ گیا۔ جیسا کہ درمنثور میں ہے پس یہ غلطی ہر قرآن میں محفوظ چلی آتی ہے۔ تصحیف کاتبین ۲۳۔ ۲۴

اقول مجمع البیان (جلد دوم ۵۶۔ میں ہے۔

وقضی ربک ای امر ربک امر اباتا عن ابن عباس والحسن وقتادة وقیل الزم واوجب ربک عن الربیع بن انس وقیل اوصی عن مجاهد ان لاتعبدوا الا ایاه معناه

ان تعبد وہ ولا تعبد واغیرہ وبالوالدین احسانا وقضی بالوالدین احسانا واوصی بالوالدین احسانا ومعنا ھما واحد لان الوصیۃ امر-

ترجمہ: اور تیرے پروردگار نے حکم دیا ہے- یعنی تیرے پروردگار نے قطعی حکم دیا ہے- (از ابن عباس و حسن وقتادہ) اور کہا گیا ہے کہ تیرے پروردگار نے لازم و واجب کر دیا ہے (از ربیع بن انس) اور کہا گیا ہے کہ قضی کے معنی ہیں- اوصی- (وصیت کی ہے) از مجاہد کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو- اس کے معنی یہ ہیں- کہ تم اس کی عبادت کرو اور غیر کی عبادت نہ کرو- اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو- یعنی حکم دیا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو- یا وصیت کی ہے کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو- ان دونوں کے معنی ایک ہی ہیں کیونکہ وصیت ایک حکم ہے انتھی- اس آیت کا فارسی ترجمہ یوں کیا گیا ہے- حکم کرد پروردگار تو اے محمد جمیع مکلفاں رابانکہ مپرستید یعنی تو و امتیاں پرستش منمائید مگراورا کہ خداوند بحق است وبانکہ نیکوئی کنید برمادر پدر نیکوئی کردنی (خلاصۃ المنہج) اور اسی آیت کا اردو ترجمہ یہ ہے- اور تمہارے پروردگار نے یہ حکم قطعی دے دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو- اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرتے رہو- (ترجمہ شیعہ) اسی طرح تفسیر صافی میں بھی قضے کے معنی امر مقطو عابہ (قطعی حکم دے دیا ہے) لکھے ہیں- تفسیر در منثور کی نسبت ہم پہلے لکھ چکے ہیں- کہ اس میں رطب و یابس بہت ہے اسے بطور سند پیش نہیں کیا جا سکتا- اس پر طرفہ یہ کہ کاتب کا اونگھنا مصنف نے اپنی طرف سے زیادہ کر دیا ہے- شاید مصنف بھی لکھتے وقت اونگھ رہا ہو ورنہ ایسے اعتراض نہ کرتا-

قال المیرزا الغرض حرف اعراب نقطہ کی تصحیف قرآنان موجودہ میں ثابت ہیں- جو وعدہ حفاظت قرآن کے خلاف ہیں- لہٰذا آیہ انا نحن نزلنا الذکرو اناله لحافظون میں ذکر سے مراد قرآن اور لحافظون سے قرآن کی حفاظت کا وعدہ خدا سمجھنا جہل ہے- (تصحیف کاتبین- ص ۲۴-)

اقول ہمارے جوابات سے ظاہر ہے- کہ امثلہ مذکورہ بالا میں سے کسی سے بھی قرآن کریم میں تصحیف ثابت نہیں ہوتی- بلکہ اس کے برعکس ان سے قرآن مجید کی کمال حفاظت ثابت ہوتی ہے- صدور کے علاوہ سطور میں اس طرح قرآن پاک کا بے کم و کاست محفوظ رہنا اسی وعدہ الٰہی کا ایفا ہے- جو آیہ انا نحن نزلنا الذکر میں مذکور ہے-

قال المیرزا

بحث دوم نقص آیات کتاب مبین ہم نے اس بحث میں صرف وہی آیات پیش کی ہیں- کہ جن میں اپنی طرف سے جب تک الفاظ نہ ملاؤ آیت کے پورے معنی نہیں بنتے کلام ناقص رہتا ہے- باقی

کی آیات و سور اور ان کی تقدیم و تاخیر تقدیم ناسخ اور تاخیر منسوخ وغیرہ کی ابحاث کو بالکل ترک کردیا ہے۔ تاکہ تحریف قرآن کا فیصلہ قرآن سے ہو جائے۔

(ا) سیقول رکوع (۵) میں ہے۔

واذ قیل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوابل نتبع ماالفینا علیه اباء نا اولو کان اباؤم لا یعقلون شیاء ولا یهتدون۔

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا نے جو کچھ نازل کیا ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے۔ جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ بھلا اگر ان کے باپ دادا عقل نہ رکھتے تھے اور ہدایت یافتہ نہ تھے۔ نقص یھتدون کے آگے الفاظ ان معانی کو کم ہوگئے ہیں (تو بھی کیا وہ ایسا ہی کریں گے) پس جب تک ان کے معانی کے ادا کرنے والے الفاظ نہ ملاؤ کلام ناقص رہتا ہے۔ (تصحیف کاتبین ص ۲۴)

اقول ہم اوپر قرآن ہی سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ قرآن حسب وعدہ الہٰی ہمیشہ تحریف سے محفوظ رہا ہے۔ اور رہے گا۔ مصنف نے جو نقص آیات کی مثالیں پیش کی ہیں۔ ان میں کوئی نقص نہیں۔ صرف اس کی سمجھ کا نقص ہے۔ کیونکہ قرآن اول سے آخر تک فصاحت وبلاغت کے خارق عادت (معجزہ) میں ہے اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ کہ چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مقدار بھی کوئی انسان نہیں بنا سکتا عرب جو نزول قرآن سے پہلے میدان فصاحت و بلاغت میں کوس لمن الملک بجا رہے تھے۔ اس کے معاوضہ سے ایسے عاجز آئے کہ انہوں نے جلاوطنی قتل اور جزیہ کو آسان خیال کیا مگر آج پورے چودہ سو سال کے بعد ایک ہندی بڑہانک رہا ہے۔ کہ قرآن میں نقائص ہیں۔ العجب ثم العجب پہلا نقص جو اس ہندی کو نظر آیا وہ یہ ہے کہ آیہ واذاقیل لہم اتبعوا ماانزل الله جزاء محذوف ہے۔ ناظرین خود انصاف کریں کیا جزاء کا حذف نقص ہے؟ ایک طفل مکتب بھی یہ جانتا ہے کہ بعض جگہ اختصار وغیرہ کسی غرض کے لیے جزاء محذوف پر ماسبق دلالت کر رہا ہے۔

قال المیرزا سورہ بقرہ کے آخری رکوع میں ہے۔

امن الرسول بما انزل الیه من ربه والمؤمنون کل امن بالله وملائکته وکتبه ورسله لانفرق بین احد من رسله۔

ترجمہ: رسول ایمان لایا اس چیز کے ساتھ جو اس کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا اور مومن اور تمام لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں کے ساتھ ہم نہیں فرق کرتے کسی ایک میں اس کے رسولوں میں سے۔ (انتہی)

نقص) لفظ رسله اور لانفرق کے درمیان سے کوئی لفظ نکل گیا ہے۔ پس نہیں معلوم ہو سکتا کہ لا نفرق کس کا مقولہ ہے تصحیف کاتبین۔ ص ۲۴

اقول لا نفرق ضمیر کل کا مقولہ ہے۔ کل میں اگر لفظ کی رعایت کی جائے تو اس کی ضمیر واحد سمجھی جاتی ہے اور اگر معنی کی رعایت کی جائے تو اس کی ضمیر جمع ہو گی۔ بہر حال جملہ لانفرق محلا منصوب ہے کیونکہ ضمیر امن سے حال واقع ہوا ہے۔ یعنی سب ایمان لائے یہ کہتے ہوئے کہ ہم فرق نہیں کرتے الخ یہ جملہ محلا مرفوع ہے اور کل کی دوسری خبر واقع ہوا ہے نبی سب ایمان لائے اور کہا یہ کہتے ہیں ہم فرق نہیں کرتے۔ تفسیر شیعہ سے بھی ہمارے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں ہے۔

ومن قرء لا یفرق فعلی تقدیر لایفرق الرسول اوکل لایفرق والنون علی تقدیر وقالوا لا نفرق کقوله ولوتری اذا لمجرمون ناکسو رؤسهم عند ربهم ربنا ابصرنا وسمعنا ای ویقولون ربنا۔

ترجمہ: جو لایفرق پڑھتا ہے تو اس تقدیر پر کہ نہیں فرق کرتا رسول یا کل فرق نہیں کرتے۔ اور لا نفرق کی صورت میں تقدیر یوں ہوگی۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم فرق نہیں کرتے۔ جیسا کہ آیت ولوتری اذا لمجرمون ناکسوارؤسهم عند ربهم ربنا ابصرنا وسمعنا (اور کبھی تو دیکھے جس وقت یہ گنہگار سر جھکائے ہوں گے۔ اپنے رب کے پاس اے ہمارے پروردگار ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا) میں ربنا (اے ہمارے پروردگار سے پہل ویقولون (اور کہتے ہوں گے) مقدر ہے انتھی۔ مجمع البیان ہی میں ہے

لانفرق بین احد من رسله ای ویقولون لا نفرق

ترجمہ: ہم فرق نہ کرتے کسی ایک میں اس کے رسولوں میں سے یعنی اور وہ کہتے ہیں کہ ہم فرق نہیں کرتے انتھی تفسیر صافی ہے

لانفرق بین احد من رسله یقول ذلک

ہم فرق نہیں کرتے کسی ایک میں اس کے رسولوں میں سے وہ کہتے ہیں یہ انتھی فارسی ترجمہ میں یوں ہے۔

وہمہ متفق الکلمہ شدہ میگویند۔ ماتفریق نمیکنیم الخ پس ثابت ہوا کہ مصنف ہندی کا یہ کہنا (پس نہیں معلوم ہو سکتا لانفرق کا مقولہ ہے) درست نہیں۔

قال المیرزا (۳) سورہ آل عمران رکوع (۹) میں ہے۔

یوم تبیض وجوه وتسود وجوه فاماالذین اسودت وجوهم اکفر تم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون

اس دن منہ سفید ہوں گے۔ اور سیاہ اور جن لوگوں کے منہ سیاہ ہوں گے کیا کافر ہو گئے ایمان لانے کے بعد پس تم عذاب چکھوا سو جہ سے کہ تم کافر ہو گئے۔ (انتھیٰ)

نقص وجوھھم کفرتم بعد ایمانکم کے درمیان سے کوئی لفظ نکل گیا ہے۔ جس کے سبب یہ نہیں معلوم ہو تا کہ اکفرتم سے ختم آیت تک کس کا مقولہ ہے تصحیف کاتبین۔ ص ۲۴-۲۵

اقول تفسیر مجمع البیان (جلد اول) میں اس آیت کے تحت میں یوں لکھا ہے۔

وجواب امافی قوله فاما الذین اسودت وجوههم محذوف وتقدیره فاما الذین اسودت وجوهم فیقال لہم اکفرتم فخدفت لدلالته اسودا والوجوه علے حال التو بیخ حتی کا نه ناطق به وقد یحذف القول فی مواضع کثیرة استغناء بما قبل من البیان کقوله ولوتری اذا لمجرمون ناکسوار وسہم عندر بهم ربنا ابصرنا ای یقولون ربنا ابصرنا لد لالة تنکیس الواس من الجر مین علی سوال الا قالة ومثله کثیر

ترجمہ: فاما الذین اسودت وجوھہم میں جو اما ہے اسکا جواب محذوف ہے۔ اور اس کی تقدیر یوں ہے۔ فاماالذین اسودت وجوھھم فیقال لہم اکفرتم (پس جن کے منہ سیاہ ہوئے سو ان سے کہا جائے گا۔ کہ آیا تم کافر ہو گئے ایمان لانے کے بعد) پس اما کا جواب حذف کیا گیا۔ کیونکہ منہ کا سیاہ ہونا حال توبیخ پر دلالت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ گویا وہ اس کے ساتھ ناطق ہے۔ قول بہت جگہوں میں حذف کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ بیان ما قبل کے ساتھ اس کے اظہار کی ضرورت نہیں رہتی جیسا کہ اس قول الٰہی میں ہے۔ ولو تری اذا لمجرمون ناکسورؤسھم عند ربھم ربنا ابصرنا اس میں عند ربھم کے بعد ویقولون اور کہتے ہوں گے۔ محذوف ہے کیونکہ گنہگاروں کا سرجھکانا معافی کے سوال پردلالت کرتا ہے۔ ایسے حذف کی مثالیں بہت ہیں۔ انتھی ابو علی طبری کی تقریر سے ظاہر ہے کہ ایسے مقامات پر حذف ضروری ہے۔ اور اظہار خلاف فصاحت ہے۔ واضح رہے کہ آیہ زیر بحث آل عمران کے رکوع (۱۹) میں ہے نہ کہ (۹) میں جیسا کہ مصنف نے لکھا ہے۔

قال المیرزا (۴) سورہ آل عمران کے رکوع (۱۹) میں ہے۔

ان فی خلق السمٰوٰت والا رض واختلاف الیل والنھار لایات لاولی الالباب الذین یذکرون الله قیاما وقعودا و علی جنو بہم ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض ربنا ماخلقت ھذا باطلا سبحنک فقنا عذاب النار۔

البتہ آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور رات دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں

ہیں وہ وہ ہیں جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور بہ کروٹ اور غور کرتے ہیں آسمان اور زمین کی پیدائش میں اے رب تو نے یہ بیکار نہیں بنائے تو عیبوں سے پاک ہے پس ہم کو عذاب دوزخ سے بچا انتہی۔

نقص والارض اور ربنا ماخلقت کے درمیان سے کوئی لفظ نکل گیا ہے۔ جس کے سبب یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ ربنا کس کا مقولہ ہے۔ تصحیف کاتبین۔ ص ۲۵

اقول ان آیتوں میں بھی ربنا ماخلقت سے پہلے قول محذوف ہے اور اس کی وجہ وہی ہے۔ جو اوپر مذکور ہوئی چنانچہ ابو علی طبرسی شیعی نے لکھا ہے۔ وقولہ ماخلقت ھذا باطلا ای یقولون ماخلقت ھذا الخلق ولذلک لم یقبل ھذہ ولا ھولاء (مجمع البیان جلد اول) ص ۲۱۹

ترجمہ: تو نے یہ فضول پیدا نہیں کیا۔ یعنی وہ کہتے ہیں کہ تو نے اس مخلوق کو فضول پیدا نہیں کیا اسی واسطے ھذہ یا ھولاء نہ کہا۔ انتہی

عامہ مفسرین کے نزدیک یہ جملہ ضمیر یتفکرون سے حال واقع ہوا ہے۔ شاید انسب یہ ہے کہ اس کو استیناف قرار دیں جو نتیجہ فکر کو بیان کرتا ہے۔ (دیکھو روح المعانی) یعنی کوئی قائل کہتا ہے کہ جب انہوں نے مخلوقات الہی بالخصوص آسمانوں اور زمین میں تفکر کیا۔ تو اس تفکر پر کیا نتیجہ مترتب ہوا پس اس قائل کے جواب میں کہا گیا کہ وہ کہتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار الخ صاحب مجمع البیان نے اس جملہ کے نتیجہ فکر ہونے کو یوں بیان کیا ہے ثم یقولون ربنا ماخلقت ھذا باطلا یعنی پھر (تفکر کے بعد) وہ کہتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار واضح رہے کہ آیات زیر بحث آل عمران کے رکوع ۱۹ میں نہیں بلکہ رکوع ۲۰ میں ہیں۔

قال المیرزا (۵) سورہ بنی اسرائیل (۱) میں ہے۔

واتینا موسیٰ الکتاب وجعلنہ ھدی لبنی اسرائیل الا تتخذوا من دونی وکیلا ذریۃ من حملنا مع نوح انہ کان عبداً شکوراً

ترجمہ: اور موسیٰ کو ہم نے کتاب دی تھی۔ اور اس کو بنی اسرائیل کے واسطے ہدایت مقرر کیا تھا۔ کہ میرے سوا کسی اور کو کارساز نہ بنانا اور ان کی ذریت کو نوح کے ساتھ سوار کیا تھا بے شک وہ بڑا شکر گزار بندہ تھا انتہی۔

نقص حضرت موسیٰ کا ناتمام قصہ چھوڑ کر حضرت نوح کا قصہ بے ربطی کے ساتھ بیان ہونے لگا ہے۔ یہ بے جوڑ بات ہے پس موسیٰ کے قصہ کا آخری حصہ اور حضرت نوح کے قصہ کا حصہ اول ملایا جائے تو مطلب پورا ہوگا۔ تصحیف کاتبین۔ ص ۲۵

اقول لیاقت مصنف ہندی ان دو آیتوں کا مطلب ہی نہیں سمجھا نہ یہاں دو قصے ہیں۔ نہ کوئی بے ربطی ہے اس لیاقت اور سمجھ کو دیکھیے کہ ذریتہ من حملنا مع نوح کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ اور ان کی ذریت کو نوح کے ساتھ سوار کیا تھا۔ شیعہ کا مستند فارسی ترجمہ ان دو آیتوں کا یوں ہے وداديم موسیٰ را کتاب تورات وگرد انیدیم موسیٰ یا تورات را راہ نمایندہ مرفرزندان یعقوب راو گفتیم آنکہ فرا گیرید بجزاز من پروردگار کہ کار خود بوئے گزار یدائے ذریہ آں کسے کہ برداشتیم اور ادر کشتی بانوح مراد سام است کہ جد ابراہیم است وابراہیم جد بنی اسرائیل یعنی نجات از طوفان راکہ شما ارزانی داشتیم یاد کنید و شکر گزاری آں نمائید۔ بدر ستیکہ نوح بود بندہ۔ سپاس وارندہ (خلاصتہ المنہج)

ترجمہ : اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات دی اور موسیٰ علیہ السلام یا تورات کو فرزندان یعقوب کے لیے رہنما بنا دیا اور کہہ دیا کہ میرے سوا کسی کو پروردگار نہ بناؤ۔ کہ اپنا کام اس پر چھوڑو۔ اے ذریت اس کی جس کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں لاد لیا۔ اس سے مراد سام ہیں۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جد ہیں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بنی اسرائیل کے جد ہیں۔ یعنی طوفان سے نجات جو ہم نے تمہیں دی یاد کرو اور اس کا شکریہ ادا کرو۔ بے شک نوحؑ شکر گزار بندہ تھا۔ اس سے ناظرین مصنف ہندی کی لیاقت و جرائت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

قال المیرزا

(۶) سورہ نور رکوع (۲) میں ہے۔ ولو لا فضل اللہ علیکم رحمتہ وان اللہ غفور رحیم یہ قرآن مجید میں کئی مقام پر ہے۔

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

نقص اس آیت میں شرط موجود اور جزا ندارد ہے پس لفظ رحمتہ اور ان للہ کے درمیان سے کوئی لفظ نکل گیا ہے۔ اس وجہ سے آیت ناقص رہ گئی۔ (تصحیف کاتبین۔ ص ۲۵)

اقول مصنف ہندی محض اردو خواں معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ یہ نہ لکھتا کہ لفظ رحمتہ اور ان اللہ کے درمیان سے کوئی لفظ نکل گیا ہے۔ ان للہ سے پہلے واو عاطفہ ہے جو ظاہر کر رہا ہے کہ اس کا عطف ماقبل پر ہے۔ یعنی فضل اللّٰہ سے لے کر رحیم تک تمام لولا کے تحت میں ہے اور شرط ہے اس کی جزاء بیشک محذوف ہے کیونکہ اس سے چند آیتیں پیشتر ایک دفعہ مذکور ہو چکی ہیں للذا اسے دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اور وہ آیت جس میں جزاء مذکور ہے یہ ہے۔ ولو لا فضل اللہ علیکم ورحمتہ فی الدنیا و الاخرۃ لمسکم فی ما افضتم فیہ عذاب عظیم اور اگر دنیا اور آخرت میں تم پر خدا کا

فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس بات کا تم نے چرچا کیا تھا۔ اس کے سبب سے تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا۔ (ترجمہ شیعہ) تفسیر مجمع البیان جلد دوم ۱۵۸۔ میں ہے۔

ولولا فضل الله عليكم ورحمته وان الله رؤف رحيم لعلجلكم بالعقوبة ولكنه برحمته انهلكم لتتوبوا وتند مواعلى ماقلتم وجواب لولامحذوف لد لالته الكلامه عليه۔

ترجمہ: اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ نرمی کرنے والا ہے مہربان تو تم پر جلدی عذاب نازل کرتا لیکن اپنی رحمت سے تمہیں مہلت دی تاکہ تم توبہ کرو اور اپنے کیے پر پشیمان ہو۔ اور لولا کا جواب محذوف ہے اس لیے کلام اس محذوف پر دلالت کر رہا ہے۔ انتھی فارسی ترجمہ یوں ہے۔

واگرنہ فضل خدا بودے بہ بردباری برشما و بخشایش او مہلت دادن برائے توبہ و آنکہ خدا مہربان بانست و براءت زمہ و پاک دامنی مقذوف راظاہر گرداند و روشن سازد بخشایندہ است کہ بتوبہ جنایت قاذف رادر گزارند یعنی اگر نہ فضل و رحمت و رافت خدا بودے ہر آینہ عذاب برشما نازل شدے انتھی (خلاصہ المنہج)

ترجمہ: اگر تم پر بردباری کے ساتھ خدا کا فضل نہ ہوتا۔ اور توبہ کے لیے مہلت دینے کے ساتھ اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ خدا مہربان ہے اور مقذوف کی پاکدامنی اور اس کے بری الذمہ ہونے کو ظاہر و روشن کر دیتا ہے بخشنے والا ہے کہ توبہ سے قاذف کے گناہ سے درگزر کرتا ہے یعنی اگر خدا کا فضل رحمت اور اس کی نرمی نہ ہوتی تو بیشک تم پر عذاب نازل ہوتا۔ انتھی۔ تفسیر روح المعانی (جزء سادس ص ۳۰ میں ہے) وجواب لولا محدوف لتبويله حتى كانه لا توجد عبارة تحيط بيانه وهذا الحذف شائع في كلامهم قال جزير

كذب العواذل لو رائين مناخنا بجزيز رامته والمطى سوام ومن امثالهم لوذات سوار لطمتنی

ترجمہ: اور لولا کا جواب محذوف ہے کیونکہ وہ ڈراؤنا ہے حتی کہ ایسے الفاظ نہیں ملتے کہ جن میں اس کا بیان ہو سکے اور یہ حذف کلام عرب میں شائع ہے چنانچہ جزیر شاعر کہتا ہے كذب العواذل لورأين مناخنا بجزير رامة والمطى سوام (ملامت کرنے والیوں نے جھوٹ کہا اگر وہ جزیر رامہ میں ہمارے مناخ (اونٹوں کی خوابگاہ کو دیکھتیں اور سواری کے اونٹ چرتے ہوتے۔

اور عرب کی مثال میں سے ایک مثال یہ ہے۔ لوذات سوار لطمتنی (اگر کنگن والی میرے

منہ پر تھپڑ مارتی) انتہی مصنف ہندلی کی لیاقت تو ظاہر ہے بدقسمتی سے اسے جو مددگار ملے ہیں وہ بھی اسی کے میل کے معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ مولوی حکیم سید مقبول احمد صاحب نے آیت زیر بحث کا اردو ترجمہ یوں کیا ہے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو وہ تم پر جلد عذاب نازل کرتا) اور بیشک اللہ بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ (ترجمہ شیعہ)

قال المیرزا

(۷) سورہ نور رکوع (۳) میں ہے۔ ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ والذین یبتغون الکتب مما ملکت ایمانکم فکاتبوھم تبوھم ان علمتم خیرا وآتو ھم من مال اللہ الذی اتکم ولا تکرھوا فتیتکم علی البغاء ان اردن تحصنا التبتغو عرض الحیوۃ الدنیا ومن یکرھھن فان اللہ من بعد اکراھھن غفور رحیم

اور جن کو تم میں سے نکاح کرنا میسر نہ ہو تو ان کو پارسائی برتنی چاہیے یہاں تک کہ اللہ ان کو غنی کردے اور تمہارے لونڈی و غلام جو مکاتبت کے خواستگار ہیں تو اگر تم ان میں نیکی کے آثار پاؤ تو ان سے مکاتبت کرلو اور ان کو اس مال سے کچھ دو جو خدا نے تم کو دیا ہے اور جو تمہاری باندیاں پاکدامنی کی خواستگار ہیں تو ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو کہ اس سے تم دنیا کا کوئی نفع اٹھاؤ اور جو کوئی ان کو مجبور کرے گا تو اللہ مجبور کرنے کے بعد بڑا بخشنے والا مہربان ہے انتہی۔

نقص ۱۔ من بعد اکراھھن کے آگے شدید العقاب یا عزیز ذوانتقام جیسے الفاظ ہونے مناسب تھے تو شرط کی جزاء ظاہر ہوتی اور اب جو اکراھھن غفور رحیم آگیا ہے تو موضوع قرآن کے خلاف جبر کرنے والوں کی جزاء کا احتمال ہوتا ہے۔ اور نیز اس جزا سے خدا تعالیٰ کا جہل بھی ثابت ہوتا ہے اور جو مجبور لونڈیوں کی جزا غفور رحیم ہے تو جابر اچھے رہے انہوں نے دنیا کا نفع بھی اٹھایا اور ان کو کوئی نقصان بھی نہ ہوا اور نہ سزا لی۔

تنبیہ اس آیت سے یہ بھی مستخرج و مستنبط ہوتا ہے کہ پاکدامن لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو اور بدکاروں کو بدکاری سے نہ روکو اور ان سے روپیہ کمائے جاؤ۔ کیونکہ اگر نیک باندیوں کی طرح ان کو بھی مکاتب بنالو گے تو یہ بدکار لونڈیاں کتابت کا روپیہ اپنی بدکاری سے جلد ادا کرکے تم سے جدا ہو جائیں گی تو نقصان ہوگا۔ پس یہ احکام اللہ جل ذکرہ کی شان کے بالکل خلاف ہیں اس بنا پر یقین ہوتا ہے کہ اور آیات کی نسبت اس میں سے زیادہ الفاظ نکل گئے ہیں۔ (تصحیف کاتبین ص ۲۶، ۲۵)

اقول

مصنف ہندی نے آیت منقولہ کے اخیر نصف کا مطلب غلط سمجھا ہے۔ اس لیے ہم اخیر نصف ہی کی تفسیر و ترجمہ کتب معتبرہ شیعہ سے نقل کرتے ہیں۔ جس میں اس کے اعتراضات کا جواب بھی آجائے گا۔ تفسیر مجمع البیان (جلد دوم ۱۶۱۔ میں ہے۔

ولا تکرھوا فتیا تکم ای امائکم وولائدکم علی البغاء ای علی الزنا ان اردن تحصنا ای تعففا وتزو یجا عن ابن عباس وانما شرط ارادۃ المتحصن لان الاکراہ لا یتصور الا عندارادۃ التحصن فان لم ترد المرۃ التحصن بغت بالطبع فھذہ فائدۃ الشرائط لتبتغو عرض الحیوۃ الدنیا ای من کسبھن وبیع اولا وھن قیل ان عبداللہ بن ابی کان لہ ست جواری یکر ھھن علی الکسب بالزنا فلما نزل تحریم الزنا اتین رسول اللہ فشکون الیہ فنزلت الایۃ ومن یکرھھن ای ومن یجبر ھن علی الزنامن سادتھن فان اللہ من بعد اکراھھن غفور المکر ھات لا للمکرہ لان الوزر علیہ رحیم بھن

ترجمہ: اور مجبور نہ کرو اپنی جوانوں کو یعنی اپنی لونڈیوں اور چھوکریوں کو بدکاری پر یعنی زنا پر اگر وہ چاہیں پارسائی یعنی پاکدامنی اور نکاح کرنا۔ (ازابن عباس) اور تحصن پارسائی کے ارادے کی شرط صرف اس واسطے لگائی گئی کہ ارادہ تحصن کے بغیر مجبور کرنا متصور نہیں پس اگر عورت تحصن نہ چاہے تو وہ بالطبع زنا کرے گی۔ یہ ہے فائدہ شرط کا کہ تم کمایا چاہو اسباب دنیا کی زندگی کا۔ ان کے کسب سے اور ان کے اولاد کے بیچنے سے کہا گیا ہے کہ عبداللہ بن ابی کے پاس چھ لونڈیاں تھیں جنہیں وہ زنا سے کمانے پر مجبور کرتا تھا۔ جب زنا کے حرام ہونے کی آیات نازل ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی پس یہ آیت اتری اور جو ان کو مجبور کرے یعنی ان کے مالکوں میں سے جو ان کو زنا پر مجبور کرے۔ تو اللہ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد بخشنے والا ہے مجبور کی گئی لونڈیوں کو نہ کہ مجبور کرنے والے کو کیونکہ گناہ اس کا ہے مہربان ان پر انتھی ابو علی طبرسی کی تفسیر سے ظاہر ہے کہ ارادہ تحصن اکراہ کے لیے شرط ہے اس لیے کہ اکراہ اس کے بغیر محقق نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر وہ تحصن نہ چاہیں گی تو ان کا زنا بالطبع ہوگا نہ کہ اکراہ سے اگر ارادہ تحصن کو نہی (منع اکراہ) کی شرط قرار دیں تو اس سے وہم گزرتا ہے۔ کہ جب ارادہ تحصن نہ ہو تو نہی بھی نہ ہوگی۔ اور جب نہی نہ ہوئی تو اکراہ کا جائزہ ہونا لازم آئے گا مگر یہ درست نہیں کیونکہ نہی کے ارتفاع سے منہی عنہ (اکراہ) کا جواز اس صورت میں لازم آسکتا ہے جب

کہ عدم ارادہ تحصن کے وقت منی عنہ متصور ہو- اور اس میں شک نہیں کہ عدم ارادہ تحصن کے وقت اکراہ متصور ہی نہیں پس ثابت ہوا کہ عدم ارادہ تحصن سے اکراہ ماجواز لازم نہیں آتا حاصل کلام یہ ہے- کہ ارادہ تحصن کے وقت اکراہ علی الزنا حرام ہے اور عدم ارادہ تحصن کے وقت اکراہ ممتنع ہے-

آیت مذکورہ بالا کے نصف اخیر کا فارسی ترجمہ یوں ہے-

واکراہ واجبار مکنید کنیزان خود رابر زنا پلید کاری اگر خواہند تعفف و پرہیز گاری راوا اگر نخواہند و ذکر ارادہ تحصن بمقتضاء حال است واکراہ ہمہ حال ممنوع است و اوجہہ آنست کہ اکراہ چوں منصور نیست مگر نزد تحصن پس ازیں جہت تحصین شرط اکرہ واقع شدہ پس میفر ماید کہ شمااکراہ مکنید فتیات خودا برزنا تافر اگیرید مال زندگانی دنیا از کسب فرج ایشاں و فروختن اولاد ایشاں دہرکہ اکراہ کند کنیزاں خود رازنا پس بدر ستیکہ خدا از پس اکراہ کردن خواجگان مرآنہار آمرزندہ آست گناہان کنیزان مکرہہ مہربان برایشاں دو زدبال نیست مگر برگردن اکراہ کنندگاں (خلاصہ المنہج)

ترجمہ: اور تم اپنی لونڈیوں کو زنا اور بدکاری پر مجبور نہ کرو- خواہ وہ پاکدامنی اور پرہیز گاری چاہیں یا نہ چاہیں- اور ارادہ تحصن کا ذکر مقتضائے حال سے ہے اور اکراہ ہر حال میں منع ہے اور بہتریوں ہے کہ چوں کہ اکراہ تحصین ہی کے وقت متصور ہے اس لیے تحصین اکراہ کی شرط واقع ہوا ہے پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے- تم اپنی لونڈیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو- کہ ان کی زنا کی کمائی اور ان کی اولاد کے بیچنے سے زندگانی دنیا کامال جمع کرو جو شخص اپنی لونڈیوں کو زنا پر مجبور کرے گا- پس خدا بے شک مالکوں کے اپنی لونڈیوں کو مجبور کرنے کے بعد مجبور کی گئی لونڈیوں کے گناہ بخشنے والا ہے اور کوئی گناہ وبال نہیں مگر مجبور کرنے والوں کی گردن پر انتھی- تفسیر صافی میں ہے-

ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء علی الزنا ان اردن تحصنا تعففا شرط للاکراہ فانہ لا یوجدبدونہ وان جعل شرطا اللنہی لم یلزم من عدومہ جواز الاکراہ لجواز ان یکون ارتفاء النھی با متناع المنہی عنہ

اور تم مجبور نہ کرو اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر یعنی زنا پر اگر وہ چاہیں پارسائی یعنی پاکدامنی یہ شرط ہے اکراہ کے لیے کیونکہ اکراہ بغیر ارادہ تحصن کے نہیں پایا جاتا- اگر ارادہ تحصن کو نہی کی شرط قرار دیں- تو اس ارادے کے عدم سے اکراہ کا جواز لازم نہیں آتا- کیونکہ جائز ہے کہ نہی کا انقاع منی عنہ کے ممتنع ہونے کے باعث ہو-- انتھی واضح رہے کہ آیت زیر بحث سورہ نور کے رکوع (۳) میں نہیں بلکہ رکوع (۴) میں ہے-

قال المیرزا (۸) سورہ فرقان رکوع (۲) میں ہے

واذا لقوا منها مکانا ضیقا مقرنین دعوا هنالک ثبورا لاتدعو الیوم ثبورا واحدا وا دعوا ثبورا کثیرا

اور جب مکان تنگ یعنی دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے آج ایک ہی موت کو نہ پکارو بہت سی موتوں کو پکارو انتہی۔

نقص هنالک ثبورا اور لاتدعو الیوم کے درمیان سے کوئی لفظ نکل گیا ہے اس وجہ سے بات پوری نہیں ہوتی۔ (تصحیف کاتبین۔ ص ۲۶)

اقول لاتدعو الیوم سے پہلے قول مقدر ہے جس کے حذف کے وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے۔ اور یہ جملہ دعوا کے فاعل سے حال واقع ہوا ہے پس اس کی تقدیر یوں ہے۔ دعوا هنالک ثبورا مقولا لهم لا تد عو الیوم ثبورا واحدا یعنی وہاں موت ہی موت پکاریں گے درانحالیکہ ان سے کہا جائے گا کہ آج ایک ہی موت کو نہ پکارو یہ بھی جائز ہے کہ لا تدعوا کو جملہ مستانفہ قرار دیں۔ جو ایک سوال کا جواب ہے۔ گویا یوں کہا گیا ہے کہ ان کے پکارنے پر کیا ہوگا۔ پس جواب دیا گیا کہ ان سے کہا جائے گا کہ آج ایک ہی موت کو نہ پکارو دیکھو تفاسیر

قال المیرزا (۹) سورہ نمل رکوع (۱) میں ہے۔

یا موسیٰ انه انا الله العزیز الحکیم والق عصاک فلما راها تهتز کانها جان ولی مد برا ولم یعقب یموسیٰ لا تخف انی لا یخاف لدی المرسلون

اے موسیٰ میں ہی تو زبردست حکمت والا خدا ہوں اور تو اپنا عصا ڈال دے پس جب اس کو زندہ لہراتا دیکھا تو منہ پھیر کر بھاگے اور پلٹ کر نہ دیکھا اے موسیٰ ڈرو نہیں کہ میرے پاس رسول ڈرا نہیں کرتے۔ انتہی

نقص اس آیت میں عصاک اور فلما راها کے درمیان سے کوئی لفظ نکل گیا ہے اور لم یعقب یا موسیٰ کے درمیان سے بھی کوئی لفظ نکل گیا ہے بایں وجہ کلام ناقص رہ گیا۔

سورہ قصص رکوع (۲) میں ہے۔

وان الق عصاک فلما راها تهتز کانها جان ولی مدبرا ولم یعقب یموسیٰ اقبل ولا تخف انک من الامنین

اور تو اپنا عصا ڈال دے پس جب اس کو زندہ لہراتا دیکھا تو بھاگے اور پلٹ کر نہ دیکھا اے موسیٰ آگے بڑھو بے شک تم امن پانے والے ہو۔ انتہی۔

نقص جو دو نقصان نویں نمبر کی آیت میں ہیں وہی اور اسی طرح اس آیت میں بھی نقصان ہیں بانی وجہ

کلام تام نہیں۔ (تصحیف کاتبین۔ ص ۲۶۔ ۲۷)

اقول فلما راھا میں جو فاء ہے وہ فصیحہ کہلاتی ہے۔ کیونکہ وہ ایک جملہ کو بتاتی ہے جو بوجہ ظہور حذف کیا گیا ہے اور نیز اس کا حذف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا مضمون سرعت کے ساتھ وقوع میں آیا ہے گویا یوں کہا گیا ہے۔ فالقاھا فانقلبت حیۃ فلما راھا تھتز پس حضرت موسیٰ نے اسے پھینکا پس وہ سانپ بن گیا پس جب حضرت نے اسے لہراتا دیکھا۔ موسیٰ کا قائل اللہ عزوجل ہے جیسا کہ سیاق وہ سباق سے ظاہر ہے۔

مصنف ہندی جیسے اردو خوانواں کو چاہیے کہ پہلے علوم عربیہ پڑھیں تاکہ قرآن کی تفسیر کو سمجھ سکیں۔ ورنہ محض رائے زنی سے اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ واضح رہے کہ آیتہ نمبر۱۰ سورہ قصص کے رکوع ۲ میں نہیں بلکہ رکوع ۴ میں ہے۔

قال المیرزا سورہ نمل رکوع ۶ میں ہے۔

ویوم نحشر من کل امۃ فوجا ممن یکذب بایتنا فھم یوزعون حتی اذا جاء و اقال اکذبتم یٰایتی ولم تحیطوبھا علمًا اماذا کنتم تعلمون

ترجمہ: اور اس دن ہم ہر ایک میں سے یک گروہ کو جو ہماری آیت جھٹلایا کرتے تھے جمع کر لیں گے وہ برابر کھڑے کیے جائیں گے۔ جب وہ سب آجائیں گے کیا تم نے ہی میری آیتوں کو جھٹلایا۔ حالانکہ تم از روئے علم ان کا احاطہ نہیں کر سکتے آیا تم اور کیا کرتے تھے۔ انتہی۔



نقص اس آیت میں جاء وا کے آگے قیل لھم جیسا لفظ نکل گیا ہے اور قال اس مقام پر نامناسب ہے لہٰذا آیت تام نہ رہی۔ (تصحیف کاتبین ۲۷)

اقول مصنف ہندی نے یہ تو لکھ دیا کہ قال اس مقام پر نامناسب ہے مگر اس کی وجہ بیان نہیں کی ہندی اور قرآن کی اصلاح اس جرات کا باعث بجز نادانی و ناخدا ترسی اور کیا ہو سکتا ہے۔ مصنف ہندی نے آیت کے اردو ترجمہ میں قال کا ترجمہ ہی نہیں کیا۔ اس حصہ کا اردو ترجمہ یہ ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ آجائیں گے تو خدا فرمائے گا۔ کیا تم نے ہی میری آیتوں کو جھٹلایا تھا۔ اب ناظرین خود فیصلہ فرمائیں کہ آیا یہاں قال (خدا فرمائے گا) نامناسب ہے۔ واضح رہے کہ یہ آیتیں سورہ نمل کے رکوع ۶ میں نہیں ہیں بلکہ رکوع ۷ میں ہیں۔

قال المیرزا (۱۲) سورہ نمل رکوع (۶) میں ہے۔

ومن جاء بالسیئۃ فکبت وجوھھم فی النار ھل تجزون الا ماکنتم تعملون

ترجمہ: اور جو بدی لے کر آئے گا اور جہنم میں اوندھے منہ ڈال دیا جائے گا۔ تم جو عمل کرتے

تھے اس کے سوا اور کسی چیز کا بدلہ تھوڑا ہی دیا جائے گا۔ انتہی۔

نقص لفظ فی النار اور ھل تجزون کے درمیان سے کوئی لفظ نکل گیا اس لیے اگلا کلام تام نہ رہا۔ تصحیف کاتبین ۲۷

اقول ھل تجزون سے پہلے قول مقدر ہے اور یہ جملہ ضمیر وجوھھم سے حال واقع ہوا ہے پس تقدیر یوں ہوگی۔

فکبت وجوھم فی النار مقولا لھم ھل تجزون الاما کنتم تعلمون

سو ان کے منہ اوندھے آگ میں ڈالے جائیں گے بحالیکہ ان سے کہا جائے گا کہ تم وہی بدلہ پاؤ گے جو کچھ کرتے تھے۔ انتھی۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ کلام عرب میں قول اکثر حذف کیا جاتا ہے جب کہ کلام اس پر دلالت کر رہا ہو۔ جیسا کہ یہاں ہے ایسے مقامات پر حذف کرنا داخل فصاحت ہے۔

قال المیرزا تصحیف کی نو مثالیں اور نقص آیات کی بارہ مثالیں پیش کی ہیں جو دنیا بھر کے رائج قرآنوں میں پائی جاتی ہیں۔ پس فریقین کے وہ علما جو قرآن مجید کے کامل ہونے کے مدعی ہیں وہ اپنے دعوی سے توبہ کریں اور قوم میں ناقص و کامل ہونے کے فسادوں کے بانی نہ بنیں۔ واخر دعو[illegible] ان الحمد للہ رب العلمین تصحیف کاتبین ۲۷

اقول ہمارے جوابات سے ظاہر ہے کہ مصنف نے جو اکیس مثالیں پیش کی ہیں وہ اس نادانی کے اکیس ثبوت ہیں لہٰذا اسے اور اس کے ہم خیال اصحاب کو چاہیے کہ فوراً اپنے دعوے سے توبہ کریں۔ کیونکہ جو شخص قرآن میں تصحیف نقص کا قائل ہے وہ حقیقت میں قرآن کا منکر ہے۔

نصائح شیعہ بمقابلہ اصول عقائد اہلسنّت و جماعت

قال المیرزا: تمام اہل سنت و جماعت اس پر متفق ہیں کہ پیغمبر خدا افضل المرسلین و خاتم النبین رحمۃ اللعالمین ہیں۔ اور یہ بھی مانتے ہیں کہ اگر آپ پیدا نہ ہوتے تو یہ زمین و زمان وما فیھا کچھ پیدا نہ ہوتا۔ اور یہ بھی مانتے ہیں کہ ہمارے افضل المرسلین کو جیسا تقرب احدیت حاصل تھا کسی کو نہ تھا۔ حتی کہ آپ کو معراج ہوئی جو کسی کو نہ ہوئی لیکن باوجود ان انتہائی کمالات و فضائل مان لینے کے یہ بھی مانتے ہیں کہ اور انبیاء مرسلین کی طرح سرور کائنات سے بھی خطائیں سرزد ہوئیں۔ جیسی بازاری آوارہ مزاج عیاشوں سے سرزد ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ بخاری کتاب الطلاق باب من وھل یواجہ الرجل امراتہ بالطلاق حضرت ابو سید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ جا رہے تھے کہ ایک باغ پہنچے جس کا نام شواط تھا۔ حتی کہ ہم دو باغوں کے درمیان پہنچے اور وہاں آنحضرت نے فرمایا کہ یہاں بیٹھوں

اور آپ خود اندر تشریف لے گئے۔

وقد اوتی بالجوینة فانزلت فی بیت فی نحل فی بیت امیمة بنت النعمان بن شراحیل و معها دا و تها خانئة لها فلما دخل علیه النبی قال هبی نفسک لی قالت وهل تهب الملکة نفسها للسوقة قال فاهوی بیده یضع یده علیها لیسکن فقالت اعوذ بالله منک فقال غذت بمعاذ ثم خرج علینا فقال یا ابا اسید اکسها رازقین والحقها باهلها۔

ترجمہ: اور آپ اندر داخل ہوئے اور جونیہ بلائی گئی اور ایک خانہ باغ جو امیمہ بنت نعمان ابن شراحیل کا تھا اس میں اتاری گئی اور اس کے ساتھ اس کی محافظ پالنے والی بھی تھی پس آنحضرت اس کے پاس گئے اور فرمایا تو مجھے اپنا نفس ہبہ کردے یعنی نکاح کرلے۔ جوینہ نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک ملکہ ہو کر ایک بازاری شخص کو اپنا نفس ہبہ کردے اس تشنیع سننے کے بعد بھی آنحضرت نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ جونیہ نے کہا کہ میں خدا سے پناہ مانگتی ہوں۔ آنحضرت نے فرمایا تو نے اس سے پناہ مانگی جس سے مانگی جاتی ہے۔ پھر آنحضرت باہر نکل کر ہماری طرف آئے اور ابو اسید سے فرمایا سفید عمدہ لباس دے کر جوینہ کو اس کے گھر پہنچادو انتہی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جوینہ کو اس کارستانی کی خبر نہ تھی کہ کس نے بلایا اور کس لیے بلایا گیا ہے پس ایک اجنبیہ محصنہ کو وھونس دے کر بستی سے الگ ایک تنہا باغ میں بلانا اور اس اجنبیہ کا بغیر قرارداد نکاح کی درخواست سن کر پیغمبر آخرالزمان شاہنشاہ عرب کو بالمشافہ بازاری کہہ کر اپنے تئیں بچانا اور باوجود اجنبیہ کے انکار کے افضل المرسلین کا اس کی طرف ہاتھ بڑہانا اور بیت المال سے اجرت دیدار میں رقم خرچ کر دینا یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ حضرات شیعہ کے عقائد کے مطابق پیغمبر خدا کو عہدہ رسالت پر قائم نہیں رہنے دیتیں۔ مگر.فضلہ اہل سنت و جماعت کثرہم اللہ افضالہم ایسے امور کے صدور کو بھی پیغمبروں سے جائز جانتے ہیں۔ (تصحیف کاتبین ص ۲۹،۲۸)

اقول اہل سنت و جماعت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تمام انبیاء مرسلین صلوات اللہ سلامہ علیہم اجمعین معصوم ہیں مصنف نے حدیث بخاری کے نقل و ترجمہ کرنے میں بہت غلطیاں کی ہیں لہٰذا ہم ذیل میں اس حدیث کو مع ماسبق و مابعد نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین پر صورت حال منکشف ہو جائے۔

باب من طلق وهل یواجه الرجل امرته بالطلاق حدثنا الحمیدی حدثنا الولید حدثنا الاوزاعی قال سألت الزهری ای ازواج النبی صلی الله علیه وسلم استعاذت منه قال اخبرنی عروة عن عائشة رضی الله عنها ان ابنة الجون لما

ادخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ودنا منھا قالت اعوذ باللہ منک فقال لھا لقد عذت بعظیم الحقی باھلک قال ابو عبیداللہ راواہ حجاج بن ابی منیع عن جدہ عن الزھری ان عروۃ خبرہ ان عائشتہ قالت حدثنا ابو نعیم حدثنا عبد الرحمن بن غسیل عن حمزۃ بن ابی اسید عن ابی اسید رضی اللہ عنہ قال خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی انطلقناالی حائط یقال لہ الشوط حتی اغتیھنا الی حائطین جلسنا بینھما فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلسوا ھھنا وداخل وقد اتی بالجوینۃ فانزلت فی بیت فی نخل فی بیت امیمۃ بنت النعمان بن شراحیل ومعھا داتیھا حاضنۃ لھا فلما داخل علیھا النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال ھبی نفسک لی قالت وھل تھباالملکۃ نفسھا للسوقۃ قال فاھوی بیدہ یضع یدہ علیھا لتسکن فقالت اعوذ باللہ منک فقال قد عذت بمعاذ ثم خرج علینا فقال یا ابا اسید اکسھا رازقین والحقھا باھلھا وقال الحسین ابن الوالید النیسا بوری عن عبد الرحمن عن عباس بن سھل عن ابیہ وابی اسید قالا تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم امیمۃ بنت شراحیل فلما ادخلت علیہ بسط۔

ترجمہ: باب ہے اس کا جو طلاق دے اور کیا مرد طلاق اپنی عورت کے سامنے دے حدیث کی ہم کو حمیدی نے کہ حدیث کی ہم کو ولید نے کہ حدیث کی ہم کو اوزاعی نے کہ میں نے زہری سے پوچھا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کس نے آپ سے پناہ مانگی کہا زہری نے کہ مجھے خبر دی عروہ نے عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے کہ جب ابنۃ الجون (قبیلہ جون کی بیٹی) رسول اللہ علیہ وسلم پر داخل کی گئی اور حضرت اس کے نزدیک ہوئے تو اس نے کہا کہ میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ تو نے بزرگ خدا کی پناہ مانگی ہے تو اپنے اہل سے جا مل ابو عبداللہ امام بخاری نے کہا کہ اس کو روایت کیا ہے۔ حجاج بن ابی منیع نے اپنے دادا سے اس نے زہری سے کہ عروہ نے اس کو خبردی کہ عائشہ نے کہا اور حدیث کی ہم کو ابو نعیم نے کے حدیث کی ہم کو عبدالرحمٰن بن غسیل نے حمزہ بن ابی اسید سے اور حمزہ نے اپنے باپ ابواسید سے کہا ابو اسید نے کہ ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ ہم ایک باغ کی طرف چلے گئے۔ جسے شوط کہتے ہیں حتی کہ ہم دو باغوں کے پاس پہنچے اور ان کے درمیان بیٹھ گئے پس پیغمبر خدا صلی اللہ والہ وسلم نے فرمایا کہ تم یہیں بیٹھو اور آپ داخل ہوئے۔ اور جونیہ لائی گئی پس امیمہ بنت نعمان بن شیراحیل کھجور کے درختوں میں ایک گھر کے اندر اتاری گئی اور اس کے ساتھ اس کی دایہ تھی جو اس کی محافظ تھی پس جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس پر

داخل ہوئے تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تو اپنے تئیں میرے حوالے کردے۔ اس نے جواب دیا کہ کیا ملکہ اپنے تئیں رعیت کے کسی شخص کے حوالہ کرسکتی ہے؟ راوی کا قول ہے پس حضرت نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ اس پر رکھ دیں تاکہ چپ ہوجائے پس وہ بولی کہ میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا تو نے اس کی پناہ مانگی کہ جس کی پناہ مانگی جاتی ہے بعد ازاں حضرت ہماری طرف تشریف لائے اور فرمایا کہ اے ابو اسید جونیہ کو دو سفید کتان کے کپڑے پہنا کر اس کے اہل میں پہنچادو۔ روایت کی حسین بن ولید نیشاپوری نے عبدلراحمن سے اور عبدالرحمن نے عباس بن سہیل سے اور عباس نے اپنے باپ اور ابو اسید سے کہ کہا ہردو نے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امیمہ بنت شراجیل سے نکاح کیا پس جب وہ آپ پر داخل کی گئی تو آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اس کی طرف بڑھایا پس گویا اس نے یہ ناپسند کیا اس لیے آپ نے ابو اسید کو حکم دیا کہ اس کا سامان تیار کردو اسے دو سفید کتان کے کپڑے پہنادو۔ انتہی

ترجمہ بالا کے مطالعہ سے اردو خواں اصحاب بھی سمجھ سکتے ہیں کہ امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے بدیں عنوان کہ آیا مرد اپنی عورت کو طلاق اس کے سامنے دے؟ اس باب میں امام موصوف طلاق ہی کے متعلق حدیثیں لائے ہیں۔ ان میں سے پہلی حدیث میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ ابنۃ الجون یا جونیا آنحضرت صلی اللہ وعلیہ وسلم کی ازواج میں سے تھی یعنی آپ کا اس سے نکاح ہوچکا تھا۔ اسی واسطے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اس کی نسبت یوں کہا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر داخل کی گئی اس سے مراد وہی ادخال ہے جو زوجہ کا زوج پر ہوا کرتا ہے۔ اور الفاظ دنا منھا آپ اس کے نزدیک ہوئے اس کی وضاحت کررہے ہیں۔ اخیر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اے الحقی باھلک تو اپنے اہل سے جامل فرمانا کنایۃ طلاق سے جیسا کہ اہل علم کو معلوم ہے پس حدیث عائشہ صدیقہ سے صاف ظاہر ہے کہ جونیہ سے نکاح ہوچکا تھا مگر جناب رسالت ماب علیہ الوف التیحۃ والصلوۃ نے اسے طلاق دے دی لہٰذا اس حدیث اور عنوان باب میں بالکل مطابقت ہے دوسری حدیث ابو اسید ہے جسے مصنف نے نقل کیا ہے اور تعصب کی پٹی آنکھ پر باندھ کر اس سے غلط نتائج اخذ کیے ہیں چنانچہ ھبی نفسک کا لفظی ترجمہ کرکے لکھا ہے۔ یعنی نکاح کرلے مگر اسنے یہ نہیں سوچا کہ دیکھنے والا پہلے عنوان باب کو دیکھے گا۔ عنوان باب کا جوار دو ترجمہ نہیں لکھا گیا اس کی وجہ بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ بیچارے اردو خواں شیعی اصحاب کہ جن کو نصیحت کے لباس میں دھوکا دینا مقصود ہے کہ عنوان باب کو نہ سمجھیں ورنہ وہ ان الفاظ کا یہ مطلب نہ لکھتا جائے غور ہے کہ عنوان باب ہو اس امر کا آیا مرد اپنی عورت کو طلاق اس کے سامنے دے اور اس کے تحت میں جو حدیث ہو اس میں فقط کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کا ذکر ہو حیف ہے ایسی سمجھ پر من چہ مے سرایم و طبنورہ من چہ مے سراید



اور سنئے کہ مصنف ہندی نے اس حدیث میں لفظ سوقہ کا ترجمہ ایک بازاری شخص کیا ہے حالانکہ سوقہ کے معنی رعیت کے ہیں۔ چنانچہ علامہ فیومی مصباح منیر مطبوعہ مصر جز اول ۱۳۵) میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

وقال ابو اسحق السوق التی یباع فیھا مونثة وھی الفصح واصح وتصغیرھا سویقة والتذکیر خطا لانه قیل سوق نافقة ولم یسمع نافق بغیر ھاء والنسبة الیھا سوقی علی لفظھا وقولھم رجل سوقة لیس المراد انه من اھل السواق کما تظنه العامة بل السوقة عند العرب خلاف الملک قال الشاعر

فبینا نسوس الناس والامر امرنا
اذا نحن فیھم سوقة نتنصف

وتطلق السوقة علی الواحد والمثنی والمحجوع ترجمہ: اور ابو اسحاق کا قول ہے کہ وہ سوق (بازار) جس میں خرید و فروخت ہوتی ہے مونث ہے اور یہی زیادہ فصیح اور زیادہ صحیح ہے۔ اور سوق کو تصغیر سویقہ ہے اور سوق کی مذکر کہنا خطا ہے کیونکہ عربی میں سوق نافقہ بارونق بازار) کہتے ہیں۔ سوقِ نافق بغیرہاء کے سننے میں نہیں آیا اور سوق سے اسم نسبت سوقی آتا ہے جب رجل سوقة کہا جائے تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ وہ شخص بازاری لوگوں میں ہے سے جیسا کہ عوام الناس سمجھ بیٹھے ہیں بلکہ عرب کے نزدیک اس کے معنی ہیں وہ جو بادشاہ نہ ہو۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے۔

فبینا نسوس الناس والامر امرنا
اذا نحن فیھم سوقة نتنصف

ہم لوگوں کے بادشاہ تھے اور ہمارا ہی حکم چل رہا تھا۔ کہ ناگاہ ہم ان میں رعیت ہیں اور انصاف طلب کرتے ہیں۔

اور سوقہ کا طلاق واحد تثنیہ اور جمع پر ہوتا ہے۔ انتھی جونیہ جس کا نام امیمہ تھا چونکہ خاندان کندہ میں سے تھی جو عرب کا ایک حکمران خاندان تھا اس لیے اس نے اپنے آپ کو ملکہ کہا مگر حضور اقدس ﷺ کو جو اس نے رعیت کا ایک شخص سمجھا۔ اس سوء ادب کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ کندہ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے کیونکہ ان کا وفد ۹ھ میں حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا دیکھو سیرت ابن ہشام اور ربیع الاول ۹ھ ہی میں حضورؐ نے جونیہ سے نکاح کیا تھا چونکہ جونیہ سے جاہلیت کا اثر ابھی بالکل زائل نہ ہوا تھا اس کے منہ سے حضور ﷺ کی نسبت یہ لفظ نکل گیا اور اسی واسطے اس رحمۃ العالمین نے اس پر کچھ مواخذہ نہ فرمایا آخر کا جب اس نے نعوذ باللہ منک کہا تو آپ نے اسے طلاق دے کر اس کے گھر پہنچا دیا۔ حدیث زیر بحث کے بعد امام بخاری نے قصہ جونیہ کو تعلیقاً روایت کیا ہے۔ اس تعلق نے

تو اس بات کا ایسا فیصلہ کر دیا ہے کہ اب اس میں کسی چون وچرا کی ذرا بھی گنجائش نہیں رہی۔ کیونکہ اس میں صاف لفظ تزوج موجود ہے اور طرفہ یہ کہ جونیہ کندیہ کا نکاح خود شیعہ کی بڑی معتبر کتاب سے ثابت ہے چنانچہ فروغ کافی مطبوعہ نول کشور جلد دوم ۱۷۶-۱۷۷ میں ہے۔

علی بن ابراهیم عن ابیه عن ابن ابی عمیر عن عمر بن اذینة قال حدثنی سعید بن ابی عروة عن قتادة عن الحسن البصری ان رسول الله صلی الله واله وسلم تزوج امرأة وهی من بنی عامر بن صعصعة یقال لهاسناة وکانت من اجمل اهل زمانها فلما نظرت الیها عائشة وحفصة قالتا لتغلبنا هذه علی رسول الله صلی الله علیه واله وسلم بجمالها فقالتا لها لا یری منک رسول الله صلی الله علیه واله فلما دخلت علی رسول الله صلی الله علیه واله وسلم تناو لها بیده فقالت اعوذ بالله فانقبضت ید رسول الله صلی الله علیه واله عنها فطلقها والحقها باهلها وتزوجا رسول الله صلی الله علیه واله وسلم امراة من کندة بنت ابی الجون فلما مات ابراهیم بن رسول الله ابن ماریة القبطیة قالت لوکان نبیا مامات ابنه فالحقها رسول الله با هلها قبل ان ید خل بها فلما قبض رسول الله صلی الله علیه واله وسلم وولی الناس ابوبکر اتته العامریة والکندیة وقد خطبتا فاجتمع ابوبکر وعمر فقالا لهما اختارا ان شئتما الحجاب وان شئتما الباه فاختارتاالباه فتزوجتا فجذم احد الزوجین وجن الا خر قال عمربن اذینة فحدثت بهذاالحدیث زرارة والفضیل فرویا عن ابی جعفر علیه السلام انه قال مانهی الله عزوجل عن شئی الاوقد عصی فیه حتی لقد نکحوا ازواج رسول الله صلی الله علیه واله وسلم من بعد وذکر ها تین العامریة والکندیة ثم قال ابوجعفر علیه السلام لوسالتم عن رجل تزوج امراة فطلقها قبل ان ید خل بها اتحل لابنه لقالوا لا فرسول الله صلی الله علیه واله وسلم اعظم حرمة من ابائهم۔

ترجمہ: علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے اس نے ابن ابی عمیر سے اس نے عمر بن اذینہ سے روایت کی کہا عمر بن اذینہ نے کہ حدیث کی مجھ کو سعید ابن ابی عروہ نے قتادہ سے اور قتادہ نے حسن بصری سے کہ رسولؐ نے قبیلہ بنی عامر بن صعصعہ کی ایک عورت سے نکاح کیا جسے سنات کہتے تھے اور وہ زیبا ترین اہل زمان خود میں سے تھی۔ جب عائشہ و حفصہ کی نظر اس پر پڑی تو وہ کہنے لگیں۔ کہ یہ اپنے حسن وجمال کے سبب سے ہم پر غالب آئے گی اور رسولؐ کو ہمارے ہاتھ سے لے لے گی۔ پس دونوں

سے کہا کہ چاہیے کہ رسولؐ تیری طرف سے اپنی محبت کا اشتیاق نہ پائیں پس جب وہ رسولؐ کے نزدیک گئی تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اسے پکڑ لیا۔ پس اسنے کہا کہ میں خدا کی پناہ مانگتی ہوں پس رسولؐ کا ہاتھ اس سے ہٹ گیا اور آپ نے اسے طلاق دے دی اور اسے اس کے اہل میں پہنچا دیا۔ اور رسول کے قبیلہ کندہ کی ایک عورت دختر ابی الجون سے نکاح کیا جب رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم نے جو ماریہ قبطیہ کے شکم مبارک سے تھے وفات پائی۔ تو اس کندیہ جونیہ نے کہا اگر وہ پیغمبر ہوتے تو ان کا بیٹا نہ مرتا۔ پس رسول اللہ نے دخول سے قبل اسے اس کے اہل میں پہنچا دیا جب رسول اللہ نے وفات پائی اور ابوبکر لوگوں کے خلیفہ ہوئے۔ تو عامریہ اور کندیہ ان کے پاس آئیں اور لوگ ان کی خواستگاری کرتے تھے۔ پس ابوبکر و عمر جمع ہوئے اور ان دونوں سے کہا کہ اگر تم چاہو تو پردہ نشین ہو جاؤ۔ اور اگر چاہو تو لذت جماع کو اختیار کرو۔ پس ان دونوں نے لذت جماع کو اختیار کیا اور نکاح کر لیا۔ پس دونوں شوہروں میں سے ایک کو جذام اور دوسرے کو جنون ہو گیا۔ عمر بن اذینہ کا بیان ہے کہ میں نے زرارہ اور فضیل سے اس حدیث کا ذکر کیا۔ انہوں نے روایت کی کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے کسی شے سے منع نہیں کیا۔ مگر یہ کہ اس میں نافرمانی کی گئی۔ یہاں تک کہ لوگوں نے رسول اللہ کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح کیا اور امام موصوف نے ہر وہ عامریہ کندیہ کا ذکر کیا۔ پھر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم ہم سے پوچھو کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور قبل از دخول اسے طلاق دے دی کیا وہ عورت اس کے بیٹے کے لیے حلال ہے۔ تو وہ جواب دیں گے کہ حلال نہیں پس رسول اللہ کی حرمت تو ان کے باپوں سے زیادہ ہے۔ انتھی۔ اس حدیث میں بصراحت تمام مذکور ہے کہ آنحضرتؐ نے جونیہ کندیہ سے نکاح کیا تھا۔ اور اس مقام پر یہی ہمارا مقصود ہے دیگر تفاصیل سے جو اس حدیث میں مذکور ہیں۔ بحث نہیں میرزا صاحب ذرا ہوش میں آؤ۔ کیا اسی بل بوتے پر آپ شیعہ کو نصیحت کر رہے ہیں۔ وہ بیچارے تو مباحثات میں ذلیل ہو رہے ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں۔ کہ آپ کی نصیحت پر عمل کر کے اور ذلیل ہوں۔

قال المیرزا اکثر اہل سنت و جماعت پیغمبروں کے آباؤ اجداد کے کفر کے علاوہ پیغمبروں کے کفر کے بھی قائل ہیں۔ چنانچہ تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ ۶۰۲ میں ہے:

اعلم ان بعض الناس ذھب الی انہ کان کافرا فی اول الامر ثم ھداہ اللہ وجعلہ نبیا قال الکلبی وجدک ضالا یعنی کافرا فی قوم ضلال فھداک للتوحید وقال السدے کان علی دین قومہ اربعین سنۃ

بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ آنحضرت قبل بعثت کافر تھے۔ پھر اللہ نے ہدایت کی اور نبی بنایا۔ کلبی نے کہا وجدک ضالا سے مراد خدا یہ ہے کہ آنحضرت قوم گمراہ میں کافر تھے پھر خدا تعالیٰ نے

توحید کی طرف ہدایت کی اور امام سدی نے کہا کہ آنحضرت چالیس سال تک اپنی قوم یعنی قریش کے دین پر تھے۔ انتھی محصلا۔

بعینہا یہی عقیدہ شرح مواقف مطبوعہ نو لکشور کے صفحہ ۶۹۲ میں ہے ووجدک ضالا فہدی ولاشک ان الضال عاص الجواب انه قبل النبوۃ انتہی تھیف الکاتبین۔ ص ۲۹

اقول اہل سنت وجماعت کے نزدیک حضور اقدسؐ کے آباؤ اجداد بلکہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ السلام کے آباؤ اجداد مومن اور کفرو شرک کی نجاست سے پاک تھے۔ یہی صحیح ہے جیسا کہ ہم نے مولود بے نظیر کے حاشیہ میں بحوالہ قرآن حدیث ثابت کیا ہے۔ مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں اباۓ کرام آنحضرتؐ پس ہمہ ایشاں از آدم تا عبداللہ طاہر و مطہر انداز دنس کفرو رجس شرک چنانکہ فرمودہ آمدہ ام از اصلاب طاہرہ وارحام طیبہ دلائل دیگر کہ متاخرین علمائے کے حدیث آنرہ تحریر و تقریر نمودہ اندا انتھی علامہ سخاوی نے جناب رسالتماب علیہ الوف التحیۃ والصلوۃ والدین کا اسلام ثابت کرنے کے لیے تین رسالے لکھے ہیں جیسا کہ علامہ سندی نے طوالع الانوار حاشیہ در مختار میں ذکر کیا ہے اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطی نے اسی مقصد کے لیے متعدد رسائل تصنیف کئے ہیں جو دائرۃ المعارف انتظامیہ حیدر آباد دکن میں چھپ کر شائع ہو چکے ہیں رسائل متاخرالزکر میں سے اس وقت ایک رسالہ ہمارے سامنے ہے۔ جس کا نام التعظیم والمنتہ فی ان ابوی رسول اللہ فی الجنتہ ہے۔ اس رسالہ کی اخیر فصل میں علامہ سیوطی نے یوں لکھا ہے۔

ثم رایت الامام فخر الدین الرازی احتج بما احتجت من ان اباء النبی صلی الله علیه واله وسلم کلهم کانوا علی التوحید فقال فی کتابه اسرار التنزیل ما نصه قیل ان ازرلم یکن والد ابرهیم بل کان عمه واحتجوا علیه بوجوه منها ان آباء الانبیاء ماکانو کفارا۔ (الخ)

ترجمہ: پھر میں نے امام فخرالدین رازی کو دیکھا کہ اس امر کو ثابت کرنے کے لیے کہ پیغمبر خداؐ کے آبائے کرام سب توحید پر تھے اسی سے استدلال کیا ہے کہ جس سے میں نے استدلال کیا ہے چنانچہ امام موصوف نے اپنی کتاب اسرار التنزیل میں بدیں الفاظ لکھا ہے کہا گیا ہے کہ آزر ابراہیم کا باپ نہ تھا بلکہ آپ کا چچا تھا۔ اور علمائے نے اسی پر کئی وجہ سے استدلال کیا ہے منجملہ ان کے ایک وجہ یہ ہے کہ پیغمبروں کے آباؤ اجداد کافر نہ تھے الخ اسی رسالہ میں دوسری جگہ ص ۲۱ پر یوں ہے۔

قد تأملت بالاستقراء فوجدت جمیع امهات الانبیاء علیهم الصلوة والسلام مومنات فلا بدان تکون ام النبی صلی الله علیه واله وسلم کذلک و بیان ذلک

یکون بالتفصیل والاجمال الخ۔

ترجمہ: تتبع افراد سے میں نے غور کیا پس میں نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تمام ماؤں کو ایمان والی پایا۔ پس ضرور ہے کہ پیغمبر خدا کی والدہ بھی مومنہ ہوں۔ اور اس کا بیان تفصیل و اجمال ہر دو طرح سے ہے انتھی۔ جس شخص کو دلائل دیکھنے کا شوق ہو وہ رسائل مذکورہ بالا کا مطالعہ کرے۔

مصنف ہندی نے جو تفسیر کبیر کا حوالہ نقل کیا ہے وہ پورا نہیں لہٰذا ہم یہاں اسے پورا نقل کر کے دکھاتے ہیں کہ شیعہ کس طرح خلق خدا کو گمراہ کر رہے ہیں۔ وہ پورا حوالہ یہ ہے۔ (ووجدک ضالا فھدی) فاعلم ان بعض الناس ذھب الی انہ کان کافرا فی اول الامرثم ثمہ ھداہ اللہ وجعلہ نبیا قال الکلبی وجدک ضالا یعنی کافرافی قوم ضلال فھداک للتوحید وقال السدی کان علی دین قومہ اربعین سنۃ وقال مجاھد وجدک ضالا عن الھدی فھداک لدینہ و احتجو علی ذلک بایات اخرمنھا قولہ ماکنت تدری ماالکتاب ولا الایمان وقولہ وان کنت لمن الغافلین وقولہ لئن اشرکت لیحبطن عملک فھذا یقتضی صحۃ ذلک منہ واذا دلت ھذہ الایۃ علی الصحۃ وجب حمل قولہ ووجدک ضالا علیہ واما الجمھور من العلماء فقد اتفقوا علی ان رسول اللہ علیہ السلام ماکفر باللہ لحظۃ واحدۃ ثم قالت المعتزلۃ ھذا اغیر جائز عقلا لما فیہ من التنفیر و عند اصحا بنا ھذا غیرہ ممتنع عقلا لانہ جائز فی العقول ان یکوّن الشخص کافرا فیرزقہ اللہ الایمان ویکرمہ بالنبوۃ الا ان الدلیل السمعی قام علی ان ھذا الجائزلم یقع وھو قولہ تعالی ماضل صاحبکم وما غوی۔

ترجمہ: پس جان لے کہ بعض لوگ اس طرف گئے ہیں۔ کہ آنحضرت بعثت سے پہلے کافر تھے پھر اللہ نے آپ کی ہدایت کی اور نبی بنایا۔ کلبی نے کہا کہ وجدک ضالا کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے تجھے گمراہ قوم میں کافر پایا۔ پس تجھے توحید کی ہدایت کی اور سدی نے کہا کہ حضرت چالیس سال تک اپنی قوم کے دین پر تھے۔ اور مجاہد نے کہا کہ وجدک ضالا کے معنی یہ ہیں۔ کہ خدا نے تجھے ہدایت سے گمراہ پایا۔۔۔۔۔ پس تجھے اپنے دین کی ہدایت کی اور اس مدعا پر وہ دوسری آیتوں سے استدلال کرتے ہیں منجملہ ان کے یہ قول خدا ہے۔ ماکنت تدری ماالکتاب ولا الایمان تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان اور یہ قول خدا ہے۔ وان کنت من قبلہ لمن الغافلین اور تو تھا اس سے پہلے البتہ بے خبروں سے اور یہ قول خدا ہے۔ لئن اشرکت لیحبطن عملک اگر تو نے شرک کیا تو تیرا عمل ضرور مٹ جائے گا یہ قول مقتضی ہے کہ شرک آنحضرت سے ثابت ہو۔ جب اس آیت نے شرک کے ثبوت پر

دلالت کی تو وہ وجدک ضالا کو اس پر محمول کرنا واجب ہوا لیکن جمہور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ پیغمبر علیہ السلام نے ایک لحظہ بھی خدا کا انکار نہیں کیا۔ پھر معتزلہ کہتے ہیں۔ کہ از روئے عقل یہ جائز نہیں کیونکہ اس میں نفرت دلانا ہے۔ اور ہمارے اصحاب شافعیہ کے نزدیک از روئے عقل یہ ممتنع نہیں کیونکہ عقل کی رو سے یہ جائز ہے کہ ایک شخص کافر ہو پھر اللہ اسے ایمان دے اور نبوت کے ساتھ اس کے عزت افزائی کرے مگر دلیل نقلی موجود ہے کہ یہ جائز امر وقوع میں نہیں آیا اور وہ دلیل نقلی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ماضل صاحبکم وماغوی (تمہارا رفیق نہ بھٹک گیا ہے اور نہ بہکا۔ ترجمہ شیعہ۔

انتہی۔

عبارت بالا میں اس امر کی صراحت ہے کہ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ قبل بعثت بھی معصوم تھے اور دلیل نقلی بھی اسی کی متقنی ہے مگر اس عبارت میں مزید غور سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں تمام اہل سنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے کیونکہ سدی اور کلبی جو ناصح شیعی کے نزدیک اکثر اہلسنت و جماعت ہیں وہ ساقط عن الاعتبار ہیں بلکہ انہیں اہل سنت میں شمار کرنا ہی درست نہیں کیونکہ یہ دونوں رافضی ہیں۔ چنانچہ تہذیب التہذیب (مطبوعہ مطبع دائرۃ المعارف انتظامیہ حیدر آباد جلد ۹ ص ۱۷۸) میں محمد بن سائب کلبی کی نسبت یوں لکھا ہے

قال معتمر بن سلیمان عن ابیه کان بالکوفة کذابان احدهما الکلبی وعنه قال قال لیث بن ابی سلیم کان بالکوفة کذابان احدهما الکلبی والاخر السدی قال الدوری عن یحیی بن معین لیس بشئی وقال البخاری ترکه یحیی وابن مهدی قال الاصمعی عن ابی عوانه سمعت الکلبی یتکلم بشئی من تکلم به کفر فسالته عنه فحجده وقال عبدالواحد بن غیاث عن ابن مهدی جلس الینا ابو جزء علی باب ابی عمرو بن العلاء فقال اشهدانه کافرا قال فماذ ازعم قال سمعته یقول کان جبریل یوحی النبی صلی الله علیه واله وسلم فقام النبی لحاجته وجلس علی فاوحی الی علی فقال یزید انالم اسمعه یقول هذا اولکنی رایته یضرب صدره ویقول انا سبائی انا سبائی قال العقیلی هم صنف من الرافضة اصحاب عبدالله بن سبا وقال النسائی لیس بثقة ولا یکتب حدیثه وقال علی بن الجنید والحاکم ابواحمد والدار قطنی متروک وقال الجور جانی کذاب ساقط وقال ابن حبان وضوح الکذب فیه اظهر من ان یحتاج الی الاغراق فی وصفه روی عن ابی صالح التفسیر وابو صالح الم یسمع من ابن عباس لا یحل الاحتجاج به وقال الساجی

متروک الحدیث وکان ضعفیا جدًالفرطه فی التشیع وقد اتفق ثقات اهل النقل علی ذمه وترک الروایة عنه فی الا حکام والفروع قال الحاکم ابو عبدالله روی عن ابی صالح احادیث موضوعة انتهی مختصراً

ترجمہ: معتمر بن سلیمان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ کوفہ میں دو کذاب تھے جن میں سے ایک کلبی تھا۔ اور اسی سے روایت ہے کہا کہ لیث بن ابی سلیم نے کہا کہ کوفہ میں دو کذاب تھے ایک کلبی اور دوسرا اسدی دوری نے بروایت یحیی بن معین بیان کیا ہے۔ کہ کلبی کچھ نہیں امام بخاری کا قول ہے کہ یحیی اور ابن مہدی نے ترک کردیا تھا۔ اصمعی نے بروایت ابو عوانہ ذکر کیا ہے کہ میں نے سنا کہ کلبی ایسی بات کہتا تھا۔ کہ جس کا قائل کافر ہو جاتا ہے پس میں نے کلبی سے اس کی بابت پوچھا مگر اس نے اس بات سے انکار کر دیا عبدالواحد بن غیاث نے ابن مہدی سے روایت کی کہ ابو جزء ہمارے پاس ابو عمرو بن علاء کے دروازے پر بیٹھا تھا تو اس نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ کلبی کافر ہے کہا کہ کلبی نے کیا کہا جوابدیا کہ میں نے اسے یہ کہتے سنا کہ جبرائیل آنحضرت کی طرف وحی کررہے تھے۔ پس حضرت کسی حاجت کے لیے اٹھے اور حضرت علی بیٹھ گئے پس حضرت جبرائیل نے علی کی طرف وحی کی یزید نے کہا کہ میں میں نے کلبی کو یہ کہتے نہیں سنا لیکن میں نے اسے دیکھا کہ اپنا سینہ ٹھونک کر کہتا تھا۔ میں سبائی ہوں۔ میں سبائی ہوں۔ عقیلی نے کہا کہ سبائی رافضیوں کے ایک قسم ہیں۔ جو عبداللہ بن سبا کے چیلے ہیں۔ اور نسائی نے کہا کہ کلبی ثقہ نہیں اور نہ اس کی حدیث لکھی جاتی ہے اور علی بن جنید اور ابو احمد حاکم اور دارقطنی نے کہا کہ وہ متروک ہے اور جوزجانی نے کہا۔ کہ وہ کذاب ساقط عن الاعتبار ہے اور ابن حبان نے کہا کہ اس میں کذب اسی وضاحت سے ظاہر ہے کہ اس کے وصف میں مبالغہ کی ضرورت نہیں۔ اس نے ابوصالح سے تفسیر روایت کی ہے حالانکہ ابو صالح نے حضرت ابن عباس سے نہیں سنا۔ اس سے احتجاج جائز نہیں اور ساجی نے کہا۔ کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اور شیعہ پن میں زیادتی کے سبب وہ نہایت ضعیف ہے اور اہل نقل ثقات اس کی مذمت اور احکام و فروغ میں اس سے روایت کے ترک پر متفق ہیں۔ ابو عبداللہ حاکم نے کہا کہ اس نے ابو صالح سے موضوع حدیثیں روایت کی ہیں۔ انتہی۔

سدی صغیر یعنی محمد بن مروان بن عبداللہ بن اسماعیل بن عبدالرحمن کوفی جسے صاحب تحفہ اثنا عشریہ نے رافضی غالی لکھا ہے۔ اس کا مزید حال یہ ہے۔

قال عبد السلام بن حازم عن جریربن عبد الحمید کذاب و قال الدوری عن ابن معین لیس بثقة وقال ابن نمیر لیس بشئی وقال یعقوب بن سفیان ضعیف غیر ثقة

وقال صالح بن محمد کان ضعیفًا وکان یضع وقال ابو حاتم متروک الحدیث لا یکتب حدیثه البتة وقال ابن عدی الضعف علی روایاته بین وقال ابن حبان لا یحل کتب حدیثه الا اعتبارا ولا یحتج به بحال وقال ابو جعفر الطبری لا یحتج بحدیثه وقال الماجی لا یکتب حدیثه انتهی مختصرا۔ (تہذیب التہذیب جلدنمبر ۹ ص ۴۳۶)

ترجمہ: عبدالسلام بن جازم نے بروایت جریر بن عبدالحمید بیان کیا کہ سدی کذاب ہے اور دوری نے بروایت ابن معین کہا کہ وہ ثقہ نہیں اور ابن نمیر نے کہا کہ وہ کچھ نہیں اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ وہ غیر ثقہ ہے اور صالح بن محمد نے کہا کہ وہ ضعیف تھا اور حدیثیں وضع کرتا تھا۔ ابو حاتم نے کہا کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اس کی حدیث ہرگز نہیں لکھی جاتی۔ اور ابن عدی نے کہا کہ اس کی روایتوں پر ضعف ظاہر ہے اور ابن حبان نے کہا کہ اس کی حدیث صرف بغرض اعتبار لکھنی جائز ہے مگر اس سے کسی حالت میں احتجاج نہ کرنا چاہیے۔ اور ابو جعفر طبری نے کہا۔ کہ اس کی حدیث سے احتجاج نہیں کیا جاتا اور ساجی نے کہا کہ اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی انتھی۔ اگر تفسیر کبیر کی عبارت بالا میں سدی سے مراد سدی کبیرہ یعنی اسماعیل بن عبدالرحمن بن ابی کریمہ بھی فرض کیا جائے۔ تب بھی مخالف کو مفید نہیں۔ کیونکہ سدی کبیرہ کا حال مختلف فیہ ہے۔ بعض اسے ثقہ کہتے ہیں اور بعض اس کے برعکس کہتے ہیں۔ چنانچہ تہذیب التہذیب جلد اول ۳۱۴ میں ہے۔

قال عبدالله بن حبیب بن ابی ثابت سمعت الشعبی وقیل له ان السدی قد اعطی خطا من علم القرآن فقال قد اعطی خطا من جهل بالقران وقال ابو طالب عن احمد ثقة وقال الدوری عن یحیی فی حدیثه ضعف وقال الجوز جانی هو کذاب شتام قال حسین بن واقد سمعت من السدی فاقمت حتی سمعته یتناول ابابکر و عمر فلم اعدالیه انتهی مختصراً

ترجمہ: عبداللہ بن حبیب بن ابی ثابت کا بیان ہے کہ امام شعبی سے کہا گیا۔ کہ سدی علم قرآن سے بہرہ ور ہے۔ اس پر میں نے امام شعبی کو یہ کہتے سنا کہ سدی جہالت بالقرآن سے بہرہ ور ہے اور ابو طالب نے بروایت احمد کہا کہ وہ ثقہ ہے۔ اور دوری نے بروایت یحیی کہا کہ اس کی حدیث میں ضعف ہے اور جوز جانی نے کہا کہ وہ کذاب گالیاں دینے والا ہے حسین بن واقدی کا بیان ہے کہ میں نے سدی سے سماع حدیث کیا پس میں اس کے پاس ٹھہرا رہا یہاں تک کہ میں نے اسے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالی عنہما کو برا کہتے سنا۔ اس لیے پھر میں اس کے پاس نہ آیا۔ انتھی رہا مجاہد کا قول جو ثقہ ہے کہ گو مدلس ہے سو اس میں بھی احتمال ہے کہ ہدی اور دین سے مراد شریعت ہو۔ عبارت زیر بحث میں جن آیات سے

استدلال کیا گیا ہے وہ استدلال درست نہیں کیونکہ ماکنت تدری ماالکتاب ولا الایمان میں جب استفہامیہ لایا گیا ہے۔ تو معنی یہ ہوئے کہ حضرت نہ کتاب کا حال جانتے تھے۔ نہ ایمان کا کتاب کا حال اس کی قرات و تلاوت ہے اور ایمان سے مراد آنحضرت کا ایمان نہیں کیونکہ آپ تو ابتدا ہی سے ایمان پر پیدا ہوئے تھے۔ بلکہ اس سے مراد آپ کی امت کے لوگوں کا ایمان ہے پس مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت وحی سے پیشتر قرآن پڑھنا نہ جانتے تھے۔ اور نہ یہ جانتے تھے کہ لوگ کیونکر ایمان لائیں۔ گے جب وحی آئی تو آپ کو قرات قرآن کا علم ہوگیا۔ اور جب آپ نے دعوت شروع کی اور لوگ ایمان لائے تو آپ کو ان کے ایمان کا حال معلوم ہوگیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ نزول قرآن سے پیشتر آپ قرآن نہ جانتے تھے۔ اور نہ کتاب اللہ سے پیشتر ایمان بالفرائض اور اعمال تفصیلہ سے واقف تھے دوسری آیت یعنی وان کنت من قبلہ لمن الغافلین سے مراد یہ ہے کہ آپ وحی سے پہلے قصہ یوسف سے بے خبر تھے۔ اور تیسری آیت یعنی لئن اشرکت قضیہ شرطیہ ہے۔ اور قضیہ شرطیہ جس میں حرف شرط ان ہو۔ ان کے طرفین یعنی مقدم و تالی کا صدق لازم نہیں تفصیل کے لیے تفاسیر ملاحظہ ہوں۔ خلاصہ یہ کہ ناصح شیعی کا ایک دو کو اکثر اہل سنت سے تعبیر کرنا محض دھوکا ہے اور جرح و قدح سے قطع نظر ان ایک یا دو شخصوں کی روایت بھی شاذ و خلاف اجماع اہلسنّت ہے چنانچہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی (۵۴۴) شفا شریف میں فرماتے ہیں۔ ولا اعلم احدا من المفسرین قال فیھا ضالا عن الایمان یعنی میں مفسرین میں سے کسی کو نہیں جانتا جس نے اس آیت کے معنی ایمان سے گمراہ بتائے ہوں انتھی اس عبارت میں شفا کی شرح میں علامہ شہاب الدین خفاجی یوں تحریر فرماتے ہیں۔

(ولا اعلم احد امن المفسرین قال فیھا) ای فی تفسیر ایۃ ووجدک ضالا فھدے ان معناھا (رضالا عن لایمان) الا نہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وسائر الانبیاء معصومون قبل النبوۃ وبعد ھاعن الکفرو کل مانیفرعنہ القلوب وفی الکشاف من قال انہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کان علی امر قومہ اربعنین سنۃ ان اراد خلوہ عن الا مور السمعیۃ فنعم وان اراد انہ علی کفر ھم ودینسم فمعاذ اللہ فانہ صلی اللہ تعالی عیہ وسلم وسائر الا نبیاء معصومون قبل النبوۃ وبعد ھاعن الکبائر والصغائر الشائنۃ فما بالک بالکفر و الجھل با لصانع ماکان لنا ان نشرک باللہ من شئی وکفی نقیصۃ عند الکفار ان یسبق منہ کفر انتھی وما نقل عن الکلبی والسدی من ان الایۃ عل ظاہر ھا ومعناھاوجدک کافرافی قوم کفار مخالفالاجماع وبعید عن لا دراک ان ینسب صلی اللہ علیہ والہ وسلم الی

اشراک ولهذه الرواية الشاذة بل الفاسدة رده زمخشری فیماقاله- (نسیم الریاض مطبوعه استنبول جلد رابع ص ۵۴)

اور میں مفسرین میں کسی کو نہیں جانتا کہ جس نے کہا ہو اس میں یعنی آیۃ وجدک ضالا فھدی کی تفسیر میں کہ اس کے معنی ہیں- ایمان سے گمراہ- کیونکہ آنحضرتؐ اور باقی تمام پیغمبر نبوت سے پہلے اور اس کے بعد معصوم ہیں کفر سے اور ہر ایسی شئے سے جس سے دل نفرت کرتے ہیں- اور تفسیر کشاف میں ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ آنحضرتؐ چالیس سال تک اپنی قوم کی حالت پر رہے اگر اس کی مراد یہ ہے کہ امور سمعیہ سے خالی رہے تو ہم تسلیم کرتے ہیں اور اگر اس کی مراد یہ ہے کہ اپنی قوم کے کفر و دین پر رہے- تو خدا کی پناہ کیونکہ آنحضرتؐ اور باقی تمام پیغمبر نبوت سے پہلے اور اس کے بعد دھبہ لگانے والے گناہان کبیرہ و صغیرہ سے معصوم تھے پس خدا سے انکار و جہالت کا تو کیا ذکر ہے- ہمیں یہ شایاں نہیں کہ کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں اور کفار کے نزدیک یہ عیب کافی ہے کہ آنحضرتؐ پہلے کفار تھے- انتھی- اور یہ جو کلبی و سدی سے منقول ہے کہ یہ آیت اپنے ظاہر پر ہے اور اس کے معنی یہ ہیں- کہ خدائے تعالی نے تجھے قوم کفار میں کافر پایا- سو یہ اجماع کے خلاف ہے اور یہ ادراک سے بعید ہے کہ آنحضرت کو شرک سے منسوب کریں- اور چونکہ یہ روایت شاذ بلکہ فاسدہ ہے اس واسطے زمحشری نے اپنی عبارت میں اس کی تردید کردی ہے- انتھی-

ناصح شیعی نے شرح مواقف کی پوری عبارت نقل نہیں کی- اور جو نقل کی ہے اس کا مطلب نہیں سمجھا پوری عبارت یہ ہے-

> ووجدک ضالا فهدی ولاشک ان الضال عاص الجواب انه قبل النبوة او اراد ضالا فی امور الدنیا ویجب حمله علی هذا لقوله تعالی ماضل صاحبکم وما غوی اذالمرادبهٔ نفی الضلالة والغواية فی امور الدین بلا شبهة فوجه التوفیق بینهما ماذکرنا۔

(شرح مواقف مطبوعہ مصر جزء ثامن ۲۷۶)

ترجمہ: اور پایا تجھے گمراہ پس ہدایت کی اور شک نہیں کہ گمراہ گنہگار ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نبوت سے پہلے ایسا تھا یا مراد ہے (گمراہ امور دنیا میں) اور اس آیت کے یہی معنی لینے واجب ہیں) کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے- بہکا نہیں تمہارا رفیق اور بے راہ نہیں چلا) کیونکہ اس سے مراد بے شک امور دین میں گمراہی اور بے راہی کی نفی ہے- پس ان دونوں آیتوں میں تطبیق کی وجہ وہی ہے جو ہم نے بیان کردی انتھی- عبارت بالا سے ظاہر ہے ناصح شیعی نے جواب کی صرف ایک ہی شق نقل کی ہے اور دوسری

شق کو جو راجح و مختار ہے اس نے عمداً پس انداز کر دیا ہے اور پہلی شق بھی جس مدعا کے لیے اس نے نقل کی ہے وہ اس سے حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اس میں عاصی کے معنی کافر کے نہیں جیسا کہ وہ سمجھا ہے اس لیے کہ نبوت سے قبل اور بعد انبیاء سے کفر کی نفی پر تمام اہل سنت و جماعت کا اتفاق ہے چنانچہ شرح مواقف) (ج۸ ثامن القصد الخامس فی عصمت الانبیاء ۲۶۴)

(واما الکفر فاجمعت الامۃ علی عصمتہم منہ قبل النبوۃ و بعدھا ولا خلاف لاحد منہم فی ذلک غیران الا زارقۃ من الخوارج جوزوا علیہم الذنب وکل ذنب عندھم کفر فلزم تجویز الکفر بل یحکی عنہم انہم قالوا بجوز بعثۃ نبی علم اللہ تعالٰی انہ یکفر بعد نبوتہ وجوزوا الشیعۃ اظھارہ) ای اظھار الکفر تقیۃ عند خوف الھلاک لان اظھارا لاسلام حینئذ القاء النفس فی التھلکۃ (وذلک) باطل قطعا لانہ یفضی الی اخفاء الدعوۃ) بالکلیۃ وترک تبلیغ الرسالۃ اذاولی الاوقات بالتقیۃ وقت الدعوۃ للضعف) بسبب قلۃ الموافق اوعدمہ وکثرۃ المخالفین

ترجمہ: (لیکن کفر سو امت نے اتفاق کیا ہے کہ انبیاء اس سے معصوم ہیں۔ نبوت سے پہلے اور اس کے بعد اور امت میں سے کسی کو اس میں اختلاف نہیں (سوائے اس کے کہ خوارج میں سے (ازارقہ نے پیغمبروں پر گناہ کو جائز رکھا ہے۔ اور ان کے نزدیک ہر گناہ کفر ہے) پس ان کو کفر کا جائز رکھنا لازم آیا بلکہ ان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جائز ہے کہ اللہ تعالی ایسے کو پیغمبر بنا کر بھیجے کہ جس کے بارے میں اسے علم ہے کہ وہ نبوت کے بعد کافر ہو جائے گا۔ (اور شیعہ نے جائز رکھا ہے) اس کا ظاہر کرنا) یعنی کفر کا ظاہر کرنا تقیہ کے لیے ہلاک کے خوف کے وقت کیونکہ اس وقت اسلام کا ظاہر کرنا اپنے آپ کو ہلاک میں ڈالنا۔ اور وہ قطعی طور پر باطل ہے اس لیے کہ وہ دعوت کے پوشیدہ رکھنے کا موجب ہے) کلی طور پر اور موجب ہے تبلیغ رسالت کے ترک کیونکہ تقیہ کے لیے سب سے اچھا وقت دعوت کا وقت ہے بوقت کمزوری کے اس لیے کہ اس وقت موافق کم ہوتے ہی یا ہوتے ہیں نہیں اور بوجہ مخالفین کی کثرت کے انتھی مذہب شیعہ میں تقیہ بھی ایک عجیب مسئلہ ہے جس کی بحث انشاء اللہ مناسب موقع پر آئے گی۔

قال المیرزا ان سب معایب سے قطع نظر جملہ اہل سنت اس کے بھی قائل و معتقد ہیں کہ رسول اللہ تبلیغ احکام خدا میں بھی خطا کرتے ہیں۔ چنانچہ شرح مسلم الثبوت اصل اول باب النسخ ۳۵۹ میں ہے کہ۔

ولا تصغ الی قول من یقول ان الانبیاء کیف یخطئون فی احکام اللہ تعالی فان ھذا القول قد صدر من شیاطین اھل البدعت کالروافض وغیرھم الم ترا اھل الحق من

اہل السنة والجماعة القامعین للبدعة کثرھم اللہ تعالی یجوزون علی الانبیاء الخطاء کما ظھر فی اساری بدر من سید العالم صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ (تحیف کاتبین ۲۹-۳۰)

ترجمہ: اس شخص کی بات ہرگز نہ سنو جو یہ کہتا ہے کہ انبیاء تبلیغ احکام خدا میں کیونکر خطا کر سکتے ہیں۔ پس یہ قول شیاطین اہل بدعت سے صادر ہوا ہے جیسے رافضی وغیرہ اور اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت جو بدعت کو اکھیڑ دینے والے ہیں خدا ان کو زیادہ کرے اور انبیاء سے صدور خطا کو جائز جانتے ہیں۔ جیسے آنحضرت سے اسیران بدر کے باب میں خطا واقع ہوئی ان پر اللہ تعالیٰ کا درود اور اسلام ہو۔ انتھی۔

اقول ناصح شیعی شرح مسلم الثبوت کی عبارت کا مطلب نہیں سمجھا اور نہ اسے اس کا سیاق و سباق معلوم ہے بات یہ ہے کہ صاحب مسلم الثبوت نے جواز نسخ قبل التمکن پر قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی استدلال کیا ہے بدیں طور پر حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو رؤیا میں اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کا ارشاد ہوا تھا۔ مگر حضرت نے ترک ذبح کیا اگر ترک کے وقت بھی وجوب ذبح ولد تھا تو ترک سے عصیان لازم آتا ہے حالانکہ یہاں عصیان نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے اس امر میں حضرت کی تعریف کی ہے پس معلوم ہوا کہ تمکن سے پہلے وجوب ذبح ولد منسوخ ہو چکا تھا۔ اس استدلال پر کسی نے اعتراض کیا ہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ حضرت کو ذبح ولد کا امر ہوا تھا۔ بلکہ آپ نے ایک رؤیا دیکھا تھا جسے آپ نے امر ذبح ولد گمان کیا شارح نے معترض کی تائید کی ہے۔ اور عبارت زیر بحث سے پہلے یوں لکھا ہے۔

لکن اخطافی ظنہ امر ابذبح الولد کما یخطی المجتھد فی الاجتھاد

لیکن حضرت نے اس کو امر ذبح ولد گمان کرنے میں خطا کی جیسا کہ مجتہد اجتہاد میں خطا کرتا ہے انتھی معترض پر یہ اعتراض وارد ہوتا تھا کہ پیغمبروں کے خواب تو وحی ہوتے ہیں پھر حضرت کے رویاء میں خطا کیونکر ہو گئی اس کا جواب شارح نے یوں دیا ہے۔

قلت نعم وحی لکن لا نسلم انہ وحی بما رای مطلقا بل یجوز ان یکون وحیا بما یعبر بہ اونقول انہ وحی بعد التقرر علیہ بل امر بذبح الکبش۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں بیشک حضرت کا رؤیا وحی تھا۔ مگر ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہ رؤیا مطلقاً وحی تھا بلکہ جائز ہے کہ یہ رؤیا مع التعبیر وحی ہو یا ہم کہتے ہیں کہ یہ رؤیا تقرر وثبات کے بعد وحی تھا۔ اور یہاں تقرر نہ ہوا۔ بلکہ ذبح کبش کا امر ہوا انتھی غرض قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شارح کے نزدیک نسخ قبل التمکن کی مثال نہیں بلکہ خطائے اجتہادی کی مثال ہے اسی کی تائید میں شارح نے عبارت زیر بحث لکھی ہے جسے ناصح شیعی نے یہاں نقل کیا ہے۔ اس عبارت سے ناصح مذکور کا یہ سمجھنا کہ اہل سنت کا

عقیدہ ہے کہ انبیاء تبلیغ احکام میں خطا کرتے تھے اس کی غلط فہمی ہے اس واسطے اس نے کیف یخطون فی احکام اللہ تعالٰی کا ترجمہ انبیاء تبلیغ احکام خدا میں کیونکر خطا کر سکتے ہیں۔ غلط کیا ہے اس عبارت کے بعد شارح نے حضرت داؤد موسیٰ و نوح علی نبینا علیہم الصلوۃ والسلام کی اجتہادی خطا کی مثال دے کر یوں لکھا ہے۔

ثم ان فی اراء ۃ الرؤیا علی هذا الوجه وعدم الا علام بالعبیر ابتلاء عظیما له علیه السلام ونیلا لمرتبة عظیمة لکن لما لم یکن الانبیاء مقرین علی الخطاء اعلمه الله تعالی ونا داه ان یا ابرهیم قد صدقت الرؤیا۔

ترجمہ: پھر حضرت ابراہیم کو اس طرح رؤیا دکھانے اوراس کی تعبیر نہ بتانے میں آپ کے لیے بڑی آزمائش اور بڑے مرتبے کا حصول تھا۔ لیکن چونکہ انبیاء خطا پر ثابت و برقرار نہیں رکھے جاتے۔ اس لیے اللہ تعالٰی نے آپ کو بتادیا اور یوں پکارا اے ابرہیم تو نے بیشک خواب سچ کردکھایا انتھی۔ شارح مواقف نے جو قصہ اسیران بدر کو اجتہادی خطا کی مثال میں پیش کیا ہے اس میں کلام ہے جس پر بحث کا یہ مقام نہیں بہرحال انبیائے کرام بعض وقت ان امور میں اجتہاد کرتے تھے۔ جن کے بارے میں پیشتر وحی نازل نہ ہوئی تھی اور ان کا اجتہاد صحیح و مطابق واقع ہوا کرتا تھا۔ اگر شاذ و نادران سے اجتہاد میں خطا ہوگئی۔ تو ان کو فوراً بذریعہ وحی آگاہ کردیا جاتا تھا اس سے کوئی ایسا مفسدہ لازم نہیں آتا جو ان کی عصمت میں خلل انداز ہو۔

یہاں تک کہ شارح مواقف کے قول کی تشریح و توضیح کی ہے۔ شارح مذکور کا یہ کہنا کہ اہل سنت پیغمبروں پر خطائے اجتہادی کو جائز سمجھتے ہیں بحث طلب ہے۔ اگر اس بات کو تسلیم کرلیا جائے کہ آنحضرتؐ بعض وقت ان امور میں اجتہاد کیا کرتے تھے جن کے بارے میں پیشتر وحی نازل نہ ہوئی تھی۔ تو پھر بھی یہ سوال حل طلب رہ جاتا ہے کہ کیا آپ اپنے اجتہاد میں بطور شذوذ کبھی خطا کرتے تھے کہ جس پر بذریعہ وحی آپ کو فورا آگاہ کردیا جاتا تھا۔ اس سوال کے جواب میں بظاہر اختلاف ہے۔ قاضی عیاض شفا شریف میں لکھتے ہیں۔

فلایکون ایضا مایعتقده مما یثمره اجتهاده الا حقا صحیحا هذا اهو الحق الذی لا یلتفت الی خلاف من خالف فیه۔

یعنی پس آنحضرت کے اجتہاد کا ثمر ہمیشہ حق و صحیح ہی ہوگا۔ یہ ایسی بات ہے کہ جو اس کے خلاف کہے۔ اس کے خلاف کی طرف توجہ نہ کرنی چاہیے۔ انتھی علامہ شہاب الدین خفاجی نے اسی مقام پر نسیم الریاض جلد رابع ۶۴-۶۵) میں یوں لکھا ہے۔

وهذا بناء علی انه صلی الله تعالی علیه وسلم لا یخطی فی اجتهاده اصلا کما ارتضاه الفزالی ونبی علیه انه یجوز القیاس علی مااجتهدفیه وهو اللا ئق بمقام النبوة ومثله فی هذا کله سائر الانبیاء علیهم الصلوة والسلام وذهب ابن الحاجب وغیره الی انه یقع منه الخطاء نادرا الا انه الا یقر علیه ولیس مااستد لوابه خطأبل خلاف الا ولی فان ارادوه ارتفع الخلاف فتدبر۔

ترجمہ: اور یہ مبنی ہے اس امر پر کہ آنحضرتؐ اپنے اجتہاد میں کبھی خطا نہ کرتے تھے۔ اس قول کو امام غزالی نے پسند کیا ہے۔ اور اس پر یہ قاعدہ مبنی کیا ہے کہ جس میں آپ نے اجتہاد کیا اس پر قیاس جائز ہے۔ اور یہی مقام نبوت کے لائق ہے اور باقی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اس تمام میں آپ ہی کی مثل ہیں۔ اور ابن حاجب وغیرہ اس طرف گئے ہیں۔ کہ شاذو نادر آپ سے خطا وقوع میں آتی تھی۔ مگر آپ اس خطا پر برقرار نہ رکھے جاتے تھے۔ مگر انہوں نے جس امر سے استدلال کیا ہے۔ وہ خطا نہیں بلکہ خلاف اولی تھا۔ پس اگر ان کی یہی مراد تھی تو اختلاف جاتا رہا۔ فتدبر انتھی۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقاید الاکابر مطبوعہ مصر جز ثانی ۴۲ میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

قال ائمة الاصول الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کلهم معصومون لا یصدرعنهم ذنب ولوصغیرة سهوا و لا یجوز علیهم الخطاء فی دین الله قطعا وفا قاللا ستاذ ابی اسحاق الا سفر اینی و ابی الفتح الشهر ستانی والقاضی عیاض و الشیخ تقی الدین السبکی وغیرهم۔

ترجمہ: ائمہ اصول کا قول ہے کہ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام معصوم ہیں ان سے بطور سہو بھی کوئی گناہ خواہ صغیرہ ہو۔ سرزد نہیں ہوتا تھا۔ اور دین خدا میں ان پر خطا قطعاً جائز نہیں (انتھی) رہا ناصح شیعی کا یہ اعتراض کہ جملہ اہل سنت اس کے بھی قائل و معتقد ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تبلیغ احکام خدا میں بھی خطاء کرتے تھے۔ سو اس کے جواب میں گزارش ہے کہ یہ اہل سنت پر محض افتراء ہے۔ چنانچہ شفائے قاضی عیاض میں ہے۔

واجمعت الامة فیما کان طریقه البلاغ انه معصوم فیه من الاخبار عن شئی منها بخلاف ماهوبه لا قصدا ولا عمداولا سهوا اوغلطاً

ترجمہ: امور تبلیغیہ میں امت کا اجماع ہے اس بات پر کہ رسول اللہ ﷺ ایسے امور میں سے کسی کی نسبت خلاف واقع خبر دیں۔ ایسی خبر نہ آپ قصدا دیتے تھے۔ اور نہ عمداً ورنہ سہو یا غلطی سے۔ انتھی۔ اور مسامرہ شرح مسایرہ للعلامتہ الکمال بن الہمام مطبوعہ مصر (۲۰۰) میں ہے۔

(واما فیما طریقہ الابلاغ) ای ابلاغ الشرع و تقریرہ من الاقوال وما یجری مجراھا من الافعال کتعلیم الامۃ بالفعل فہم معصومون فیہ من السہو والغلط

اس کا مطلب یہ ہے کہ اقوال بلاغیہ اور افعال بلاغیہ میں انبیائے کرام سہو اور غلطی سے معصوم ہیں۔

قال المیرزا ان مصائب کے علاوہ حضرت عائشہ کے حسن و عشق میں بقول فاروق و ام سلمہ پیغمبر خدا کا دل پر اختیار نہ رہنا جیسا کہ صحیحین اور الجوب الکافی ابن القیم کے صفحہ ۱۶۴ میں ہے یا پیغمبر خدا کا اس بے خودی میں بحالت صوم حضرت عائشہؓ کی زبان مبارک چوسنا جیسا کہ سنن ابی داؤد جلد اول کتاب الصوم باب الصائم یبلع الریق یا پیغمبر خدا کا قرآن بھول جانا (صحاح) یا بقول فاروق محبت علی میں بہکی بہکی باتیں کرنا اور حق سے انحراف (تاریخ مختصر بعدا ابن طاہر) یا حضرت عائشہ کو غیر مردوں کا ناچ خود کھڑے ہو کر دکھانا وغیرہ وغیرہ اگر یہ معائب باسناد لکھے جائیں۔ تو طوالت ہوگی لہٰذا ترک کیا گیا ہم حضرات شیعہ کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ خوب سوچ سمجھ کر اس پر عمل فرمائیں۔

اگرچہ اپنے مقدس معتقد علیہ پیغمبر کی توہین صریح پا کر ان عقائد کے معاوضہ میں آپ حضرات اہلسنّت وجماعت کے خلفاء ثلثہ رضوان اللہ علیہم پر لعنت وملامت کرتے ہیں۔ جو فعل حق بجانب ہے۔ لیکن اب تک جو عیوب پیغمبر خدا کے باسناد بیان ہوئے۔ ان میں سے بخاری کتاب الطلاق کا سا ایک واقعہ تو خلفاء ثلثہ کی نسبت کتب اہلسنّت میں دکھا دیجئے تو پھر ہم یقین کرلیں گے۔ کہ تحریف قرآن کا الزام جو کچھ آپ خلفاء ثلثہ پر رکھتے ہیں۔ درست اور حق بجانب ہے۔

تدبر کتب صحاح وسیر اہل سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر پیغمبر خدا میں عیب تھے اسی قدر خلفاء ثلثہ بے عیب تھے جس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ کہ بقول شاہ ولی اللہ خلفاء ثلثہ شریک فی النبوۃ تھے۔ اگر یہ لوگ اسلام قبول نہ کرتے۔ تو عقیدہ اہلسنّت اسلام کا وجود دنیا میں نہ ہوتا پس یقین جانئے کہ آپ کا خدا اور رسول و قرآن اہلسنّت کے خدا و رسول اور قرآن سے بالکل جدا ہے۔ اسی سبب سے ان کے اصول عقائد آپ کے اصول و عقائد سے مغائر و مبائن ہیں۔

فی الحقیقتہ کسی اہل مذہب پر اعتراض اس کے اصول عقائد و مسلمات کے مطابق ہونا چاہیے۔ اور آپ حضرات اپنی من گھڑت پر اہل سنت کو الزام دینا چاہتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہمیشہ اہل سنت کی جیت اور شیعہ کی ہار سنی جاتی ہے دیکھیے۔

الثانیۃ للصحابۃ باسرھم خصیصۃ وھی انہ لا یسئل عن عدالۃ احد منہم بل ذلک مرفوع عنہم لکونہم علی الاطلاق معدلین بنصوص الکتاب والسنۃ واجماع من

یعتدبہ فی الاجماع (علوم الحدیث ابن الصلاح)

ترجمہ: عام صحابہ کی نسبت اہل سنت کا اعتقاد اور عمل ہے کہ کسی صحابی کی عدالت کی نسبت سوال نہ کیا جائے۔ (خواہ کچھ ہی کیا ہو) صحابہ کی نسبت ایسا سوال کرنا قوم کی طرف سے منع کیا گیا ہے کیونکہ صحابہ بلا تفصیل قرآن و حدیث اجماع کے حکم سے عادل ہیں پس ان ہی کتاب و سنت و اجماع سے ان کی حقانیت پر استدلال کیا جاتا ہے انتھی محصلا

یہ عقیدہ جملہ اہل سنت کا عام صحابہ کی نسبت ہے جو آپ کے یہاں مجتہدوں کو میسر نہیں تو اب حضرات شیخین کا درجہ جن کو شریک فی النبوۃ دل میں سمجھا جاتا ہے۔ ان کا درجہ کس قدر ارفع و اعلیٰ ہوگا۔

چونکہ عملی عقیدہ اہلسنت سے ثابت ہے کہ حضرات شیخین بہ برکت اسلام معصوم عن الخطاء والنسیان ہو چکے تھے۔ جس کا علم پیغمبر خدا کو تھا۔ اسی سبب سے آپ نے فرمایا۔

اقتدو بالذین من بعدی ابوبکر و عمر

اور اسی حدیث کی بنیاد پر یہ اصول مذہب قائم کیا گیا۔ من انکر امامۃ ابی بکر فھو کافر (موافق محرقہ) پس مناسب ہے کہ پہلے آپ حضرات اہل سنت جماعت کے اصول و عقائد کی تحقیق و تدوین کیجیے اور اس کے بعد ان کے اصول و عقائد کے مطابق اگر اعتراض میسر آجائیں تو شوق سے کیجیے ورنہ کف لسان فرمایئے اور اصول و عقائد کی لا علمی کی حالت میں اعتراض محض لغو واخر دعوانا الحمد للہ رب العلمین (تصحیف کاتبین ص ۳۲،۳۰)

اقول ناصح شیعی نے جو چند معائب بلا اسناد لکھے ہیں۔ وہ صریح البطلان ہیں صحیحین میں یہ کہیں نہیں آیا کہ آنحضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حسن و عشق میں نعوذ باللہ بے قرار و بے اختیار تھے۔ الجواب الکافی ہمارے پاس موجود نہیں تاکہ اسے دیکھ لیا جاتا سنن ابی داؤد کا جو حوالہ دیا ہے اس میں یہ مذکور نہیں کہ آنحضرت نے اس بے خودی میں ایسا کیا زبان چوسنا بے شک مذکور ہے مگر بے خود کا کوئی ذکر نہیں۔ خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ وکان املککم لاربہ یعنی آنحضرت اپنی حاجب میں تم سب سے زیادہ اپنے آپ پر ضبط رکھنے والے تھے۔ (صحیح بخاری) کتاب الصوم۔ باب المباشرۃ للصائم) یہ فعل اس غرض سے تھا کہ امت کو یہ مسئلہ معلوم ہوجائے کہ جو شخص حالت صوم میں ایسا کرے اور اسے انزال نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا کتب شیعہ میں بھی یہ مسئلہ مذکور ہے چنانچہ تہذیب الاحکام کتاب الصوم میں ہے۔ کہ امام جعفر صادق نے ایک شخص کے دریافت کرنے پر فرمایا۔ کہ جو شخص اپنی عورت کو ہاتھ سے مس کرے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ مذی نکل آئے اسی طرح امام محمد باقر رحمتہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بوسہ لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرآن بھول جانے کی تشریح کردی جائے اور بتایا جائے کہ

صحاح میں یہ مضمون کہاں مذکور ہے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیں گے پیغمبر خدا کا حق سے انحراف کرنا بالکل افترا ہے تاریخ مختصر بغداد ابن طاہر ناصح شیعی نے دیکھی بھی نہ ہوگی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ناچ دکھانا کتب اہلسنت میں کہیں مذکور نہیں ہاں صحیح بخاری (باب اصحاب الحراب فی المسجد) میں یہ حدیث موجود ہے۔

حدثنا عبدالعزیز بن عبداللہ قال حدثنا ابراھیم بن سبعد عن صالح عن ابن شاب قال اخبرنی عروت بن زبیر ان عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت لقد رایت رسول اللہ صلی علیہ والہ وسلم یوما علی باب حجرتی والحبشۃ یلعبون فے المسجد و رسول اللہ صلی علیہ والہ وسلم یسترنی بردائہ انطر االی النبھم۔

ترجمہ: (بحذف اسناد) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک روز بے شک میں نے رسول اللہ کو اپنے حجرے کے دروازے میں دیکھا۔ اور حبشی مسجد میں کھیل رہے تھے۔ اور رسول اللہ اپنی چادر مبارک سے مجھے ستر کیے ہوئے تھے اور میں ان کے کھیل کو دیکھ رہی تھی۔ (انتھی) دوسری روایت میں ہے۔ والحبشۃ یلعبون بحرابھم یعنی حبشی اپنے آلات جنگ کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ انتھی قسطلانی شارح بخاری نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کی نظر صرف آلات جنگ پر پڑی تھی۔ کیونکہ عورت کی نظر اجنبی مرد پر پڑنا جائز نہیں آنحضرتؐ نے حضرت صدیقہ کو آلات جنگ کے دیکھنے سے منع نہ فرمایا تاکہ وہ اس واقعہ کی روایت کریں اور لوگ اس کی مشق کیا کریں۔ کیونکہ یہ جہاد کی تیاری ہے۔ اسی واسطے آنحضرت ﷺ نے ان حبشیوں کو مسجد میں مشق کرنے سے منع نہ فرمایا انتھی اب ناظرین غور کریں۔ کہ معاملہ کیا تھا۔ اور اسے بدل کر کیا ظاہر کیا گیا ہے۔ کیا شیعہ کے ناصح ایسے ہی ہوتے ہیں؟

صحیح بخاری کتاب الطلاق کے واقعہ کا جواب با صواب پہلے آچکا ہے شیعہ کا حضرات اصحاب ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لعنت ملامت کرنا اپنی عافیت خراب کرنا ہے۔ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ معصوم تھے جیسا کہ بحوالہ کتب اوپر آچکا ہے حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہم معصوم نہیں جانتے بلکہ محفوظ جانتے ہیں ناصح شیعی کا یہ لکھنا کہ بقول شاہ ولی اللہ خلفائے ثلاثہ شریک فی النبوۃ تھے۔ شاہ صاحب پر افتراء ہے کیونکہ شاہ صاحب قرۃ العینین مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲۲۳ میں یوں تحریر فرماتے ہیں باید دانست کہ موافقت در فضائل با پیغامبر بچند وجہ مے تو اند شد یکے مماثلت در صفت و نبوت ایں معنی فقط در انبیاء خواہد بود چنانچہ حدیث الانبیاء نبو العملات بر آں ولالت مے کند وہماں است نہایت در فضیلت کہ در جنب او فضائل دیگر اعتدادے نیست وبعد آنحضرتؐ کسے بایں معنی

موافقت با آنحضرت نمی تواند کرد بسبب انقطاع نبوت دیگر مشابہت در جزر علمی و عملی نفس ناطقہ فی الجملہ واین معنی درغیرہ انبیاء متصور است چنانچہ ولا یبقی بعدی من النبوۃ الا المبشرات دلالت میکند وآں در شیخین متحقق است چنانکہ ذکر کردیم۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ فضائل میں پیغمبر ﷺ کے ساتھ موافقت کئی طرح سے ہو سکتی ہے ایک تو صفت نبوت میں مشابہت ہے۔ اور یہ فقط پیغمبروں میں ہوتی ہے جیسا کہ حدیث الانبیاء بنو العلات پیغبر آپس میں پدری بھائی ہیں) اس پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہ نہایت درجہ کی فضیلت ہے کہ جس کے مقابل دوسرے فضائل کسی گنتی میں نہیں اور آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی شخص اس فضیلت میں آپ کے ساتھ موافقت نہیں کر سکتا کیونکہ آپ کے بعد سلسلہ نبوت منقطع ہے۔ دوسرے نفس ناطقہ کے جزر علمی وعملی میں فی الجملہ مشابہت اور یہ غیرانبیاء میں بھی متصور ہے۔ جیسا کہ حدیث ولا یبقی بعدی من النبوۃ الا المبشرات میرے بعد نبوت سے سوائے سچے خوابوں کے نہ رہے گا دلالت کرتی ہے اور یہ بات حضرات شیخین میں پائی جاتی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے انتھی۔

ناصح شیعی نے یہ درست لکھا ہے کہ مباحثہ و مناظرہ میں ہمیشہ اہل سنت کی جیت اور شیعہ کی ہار ہی جاتی ہے۔ مگر ہار کی وجہ یہ نہیں کہ شیعی مناظرین اہلسنّت کے اصول و عقائد مسلمات سے ناواقف ہوتے ہیں۔ جیاس کہ خود ناصح مذکور ہے بلکہ---------اس کی وجہ خود ان ہی کے مذہب کے بے بنیاد عقائد و مسلمات ہیں۔ ان ہی عقائد پر پردہ پوشی کے لیے ناصح مذکور نے اہلسنّت پر بہت کچھ افتراء کرنے کی کوشش کی ہے جس کا جواب ناظرین دیکھ چکے ہیں۔ نبوت ہی کے متعلق ہم بطور مثال گزارش کرتے ہیں۔ کہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ اور دیگر آئمہ اہل بیت حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سوا تمام پیغمبروں سے افضل ہیں۔ اور حضور اقدس ﷺ کو اگرچہ وہ اپنی زبان سے خاتم النبیین کہتے ہیں۔ مگر حقیقت میں انہیں ختم نبوت سے انکار ہے۔ کیونکہ وہ اپنے آئمہ کو آنحضرت ﷺ ہی کی مانند معصوم جانتے ہیں۔ اور ان پر وحی کے قائل ہیں۔ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے آچکا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ انبیائے کرام او ائمہ عظام اپنا دین چھپاتے رہے۔ اور تبلیغ احکام الٰہی میں عمداً جھوٹ بولتے رہے اس کا نام انہوں نے تقیہ رکھا اور وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ تمام پیغمبروں سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی ولایت کا عہد لیا گیا تھا۔ اور وہ حضرت مولیٰ مرتضیٰ ہی کی ولالت کے لیے بھیجے گئے۔ چونکہ ہماری کتاب کے پہلے حصہ میں صرف قرآن کریم ہی کے متعلق بحث ہے۔ اس واسطے ہم ایسی امور کی بحث کو ملتوی کرتے ہیں۔ اور اصل بحث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ رسالہ تصحیف کاتبین کا جواب بعون نصرت الٰہی و مدد مصطفائی یہاں ختم ہوا۔ اب یہاں سے مجتہد لاہوری کے موعظ تحریف قرآن کا جواب لکھا جاتا ہے۔ اس

موعظ کو سید محمد رضی الرضوی القمی نے مرتب کیا ہے۔ اور شیعہ ینگ مین سوسائٹی خواجگان نارووالی لاہور نے ماہ اپریل ۱۹۲۳ء میں شائع کیا ہے اس رسالہ کی تردید میں ہم اپنے طریق اوّل کو بدستور قائم رکھیں گے۔ ناظرین جلیتہ لاہوری اور ان کی لیاقت و روش سے پہلے ہی واقف ہیں۔ للذا ہمیں کسی تمہید و تعریف کی ضرورت نہیں بلکہ متوکلا علی اللہ یہاں سے اصل مقصود شروع کر دیا جاتا ہے۔ واللہ ھو المستعان وعلیہ التکلان۔

قال الحائری عزیز و! دوستو؟ قبل اس کے کہ مسئلہ تحریف میں کسی قسم کی روشنی ڈالوں آپ کی بذل توجہ کا خواہشمند ہوں۔ کہ حضرات اہل سنت کا آپ کو رہین منت ہونا چاہیے۔ جن کی چھیڑ چھاڑ کی بدولت آپ کو مذہب حق میں بشارت ید خلون فی دین اللہ افواجا کا مسرت بخش نظارہ نصیب ہوا ہے۔ ہمارے کرم فرما ہے اگر ہم پر ان مسائل متنازع فیہا میں اتہام و بہتان لگا کر ہم کو دفاعی رنگ میں ازالہ تہمت اور جواب دہی پر آمادہ نہ کرتے تو اس کثرت کے ساتھ یہ سعید روحیں کیونکر دائرۃ النجات (شیعہ مذہب) میں داخل ہو سکتیں پس میری التماس یہ ہے کہ تمام شیعوں کو اس حیثیت سے سینوں کا عموماً اور دائرۃ الاصلاح و معین الاسلام کا خصوصا شکر گزار ہونا چاہیے جن کی اس تحریک سے دونوں فریق کا جمود و سکون طویل زائل ہو کر دونوں فرقوں میں تحقیق حق کا مزاج اور جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور طالبان حق کو آخر حق نے اپنی چمک دکھا کر اپنے اندر جذب کر ہی لیا۔ دوستو یاد رکھو نیک نیتی سے تبادلہ خیالات کرنا اور بعد تحقیق کے کسی مفید نتیجہ تک باطمینان پہنچ جانا نہایت مبارک کام ہے جس کو ہر انجام بین سعید الفطرت پسند کرتا ہے بشرطیکہ یہ سب کچھ ایمانداری نیک نیتی اور تعصب سے بالکل علیحدہ رہ کر ہو حقیقت میں اسی جدوجہد کا نام مشن ہے۔ اور جو کام کہ اس نیک نیتی سے ہوگا۔ وہی تبلیغ ہے۔ قرآن میں بھی اسی اصول تبلیغ کو حسب ذیل لفظوں میں بیان کیا ہے ولتکن منکم امۃ ید عون الی الخیر ویا مرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

اور چاہیے کہ تم میں ہر وقت ایک ایسا گروہ موجود رہے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتے رہیں۔ اور نیک باتوں کا حکم دیں۔ اور بری باتوں سے روکیں۔ اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

غور فرمائیں یہاں کامیابی کا دارومدار اس بات پر رکھا ہے کہ مسلمانوں میں ایک گروہ داعیان اسلام کا موجود رہے کیونکہ الخیر کا لفظ جس کی طرف دعوت کا حکم دیا ہے اس سے مراد دین اسلام اور ثقلین یعنی قرآن مجید اور عترت طاہرہ ہے۔ کیونکہ سب بھلائی کی راہیں یہاں بتادی گئی ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ اگر دنیا میں تم ایک کامیاب اور زندہ قوم رہنا چاہتے ہو۔ تو ضروری ہے کہ تم میں ایک گروہ مبلغین اسلام حقیقی کا رہے۔ گویا اس میں اصول سائنس کی طرف متوجہ کیا ہے کہ اگر تم اس کوشش میں نہیں

لگے رہو گے۔ کہ دوسروں کو دین اسلام میں داخل کرو۔ تو پھر تم کامیاب بھی نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ اگر ترقی کی کوشش جاتی رہی۔ تو تنزل اور انحطاط کا آجانا لازمی ہے۔ (موعظ تحریف قرآن ۶-۷)

اقول مناظروں میں ہر جگہ شیعہ کو شکست ہو رہی ہے حتی کہ ناصح شیعی میرزا احمد سلطانی مصنف تصحیف کاتبین نے صاف لکھ دیا ہے کہ ہمیشہ اہل سنت کی جیت اور شیعہ کی ہار ہوتی جاتی ہے سچ ہے الحق یعلو ولا یعلی مجتہد لاہوری کا یہ بیان غلط ہے کہ لوگ مذہب شیعہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ مجتہد صاحب مذہب شیعہ کو مشنری بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر یہ فعل شیعہ کے آئمہ معصومین کی تعلیم کے خلاف ہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق کا قول ہے۔ کفو اعن الناس ولا تدعوا احد الی امرکم یعنی اپنے تئیں لوگوں سے روکو۔ اور کسی کو اپنے دین کی دعوت نہ دو۔ (اصول کافی ۴۸۰)۔ امام موصوف یہ بھی فرماتے ہیں۔ یا معلی ان المذیع لامرنا کالجلحدله یعنی اے معلے ہمارے مذہب کا فاش کرنے والا گویا اس کا منکر ہے۔ (اصول کافی (۴۸۶) اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ شیعہ مذہب میں رہ کر کوئی تبلیغ کر ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا مجتہد صاحب کو چاہیے کہ جب تک تقیہ باقی ہے اپنے مذہب کی تبلیغ کا نام نہ لیں۔ اگر مجتہد صاحب یہ سمجھے ہوئے ہیں۔ کہ اب تقیہ کا خاتمہ ہوگیا ہے تو ان کا یہ خیال حسب عقیدہ شیعہ درست نہیں چنانچہ کشف الغمہ میں جو حدیث میں شیعہ کی مشہور کتاب ہے اور (۶۸۷)ھ میں تصنیف ہوئی ہے یوں وارد ہے۔

عن الحسنين بن خالد قال قال الرضاعليه السلام لا دين لمن لا ورع له ولا ايمان لمن لا تقية له وان اكرمكم عندالله اتقاكم فقيل له يا ابن رسول الله الى متى قال الى يوم الوقت المعلوم وهو يوم خروج قائمنا فمن ترك التقية قبل خروج قائمنا فليس منا۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ مطبوعہ ایران (۱۲۹۴)ء ص ۳۴۱)

ترجمہ: حسین بن خالد کا بیان ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں دین اس کا کہ جس میں پرہیزگاری نہیں اور نہیں ایمان اس کا جس میں تقیہ نہیں اور بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے بزرگ وہ ہے جو سب سے اتقی ہو۔ امام رضا سے دریافت کیا گیا کہ تقیہ کب تک رہے گا۔ امام نے جواب دیا کہ وقت معلوم کے دن تک اور وہ ہمارے قائم (امام غائب) کے نکلنے کا دن ہے پس جس شخص نے ہمارے قائم کے نکلنے سے پہلے تقیہ چھوڑ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔انتھی۔ کتاب مذکور سے حاشیہ پر اتقی کے معنی لکھے ہیں۔ اعملکم بالتقیۃ جو تم میں سے تقیہ پر سب سے زیادہ عامل ہے) اور اس حدیث میں یہی معنی چسپاں ہوتے ہیں۔ اب ہم مجتہد لاہوری سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ مسئلہ تبلیغ میں آپ

اپنے قرآن ناطق (یعنی ائمہ معصومین) کے برخلاف کیوں چل رہے ہیں اور مذہب شیعہ سے کیوں خارج ہو رہے ہیں۔ دیگر آنکہ تفسیر مجمع البیان (جلد اول ۱۹۴) میں آیہ ولتکن منکم امۃ کے تحت میں لکھا ہے

ویروی عن ابی عبداللہ علیہ السلام ولتکن منکم ائمۃ وکنتم خیر ائمۃ اخرجت للناس انتھی یعنی امام جعفر صادق سے آیت یوں مروی ہے ولتکن منکم ائمۃ کنتم خیر ائمۃ اخرجت للناس پس مجتہد صاحب یہ بھی بتادیں کہ یہ قرات اہل بیت درست ہے۔ یا نہیں کیا ہم ان دو اہم سوالوں کے جواب کا انتظار کریں۔ (دیدہ باید)

قال الحائری جب ہم تاریخ اسلام پر نظرڈالتے ہیں تو اس اصول قرآنی کی صداقت بین طور پر نظر آجاتی ہے۔ ابتداء اسلام کا زمانہ تو وہ تھا کہ ہر ایک سچے مومن کے اندر دعوت الی الحق کی ایک زبردست روح کام کرتی نظر آتی ہے۔ دیکھو اور غور کرو۔ کہ ولائیت ماب جناب امیراور حسنین علیہم السلام اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں نے دعوت الی الحق کو ہی اپنی زندگیوں کا اصلی مقصد سمجھ رکھا تھا اس لیے اسلام ایک حیرت انگیز سرعت کے ساتھ دنیا میں پھیلتا چلا گیا۔ اور اس جوش و تڑپ نے جو یہ بزرگوار اشاعت اسلام کے لیے رکھتے تھے۔ داعیان اسلام کو دور دور کے ممالک میں پہنچا دیا۔ اور اس طرح پر تھوڑے ہی عرصہ کے اندر ایک انقلاب عظیم انہوں نے دنیا میں پیدا کر کے دکھا دیا۔ پھر بعد اس کے ایسا زمانہ آیا کہ سلاطین وروٗساء اسلام تو اس اہم فرض کی طرف سے بالمرہ غافل ہو کر تعیشات میں گرفتار ہوگئے اور علمائے اسلام دعوت الی الحق کے کام میں لگے رہے۔ اور وہ بزرگ جن کے ناموں پر آج لاکھوں نفوس قربان ہوتے ہیں ان کی یہ عزت محض اسلام کی اس خدمت سے ہوئی۔ مگر افسوس کہ ان بزرگواروں کے گزر جانے کے بعد ان کے قائم مقاموں نے ان کی گدیوں کو پیسے کمانے کی مشین اور ذریعہ بنالیا جس کی وجہ سے تبلیغ اور دعوت الی اسلام کا کام قریباً بالکل ہی جاتا رہا اور اس سے اسلام کو جس قدر نقصان پہنچا۔ اس کی تلافی اگر ممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ خوب یاد رکھو کہ مسلمانوں کے ادبار کے دن وہی پاؤ گے۔ جب انہوں نے جدوجہد کے اس مقدس فریضہ کو ترک کردیا۔ اور یہ سمجھ لیا کہ اب ہم بڑی قوم ہیں۔ ہمیں آئندہ تبلیغ کی ضرورت نہیں۔ ادہر انہوں نے جدوجہد کو چھوڑا ادہر ترقی کی بجائے ان میں تنزل شروع ہوگیا حتی کہ اس زمانے میں اسلام دوسری اقوام کے حملوں کا آماجگاہ ہوگیا۔ اور بہت سے اسلام کے نام لیوا دوسرے مذاہب میں چلے گئے۔ یہ ادبار تبلیغ اسلام کے کام کو چھوڑنے کا لازمی نتیجہ تھا۔

(موعظہ تحریف قرآن (۸))

اقول اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے آقائے نامدار ﷺ کے وصال شریف کے بعد تبلیغ اسلام کو نہایت خلوص سے جاری رکھا اور اس پر اپنا جان و مال قربان کردیا۔ اسی واسطے

پچیس سال کے اندر اسلام حدود عرب سے نکل کر بہت دور تک پہنچ گیا۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت راشدہ میں یمامہ کے علاوہ اطراف عراق اور شام کے بعض شہر فتح ہوئے۔ اور حضرت فاروق اعظم کی خلافت راشدہ میں دمشق، قادسیہ، حمص، علوان، رقہ، رہا، حران، راس العین، خابور تصیین، عقلان، طرابلس و ساحل، ملحقہ، بیت المقدس، بیسان، برسوک، اہواز، قیساریہ، مصر، تستر، نہاد ندرے وعلاقہ ملحقہ، اصفہان بلاد فارس، اصطخر، ہمدان، نوبہ، برلس، بربروغیرہ فتح ہوئے۔ اور حضرت ذوالنورین کی خلافت راشدہ میں اسکندریہ، سابور، ممالک افریقہ قبرس، سواحل روم، خورستان طبرستان، کرمان بجستان، ساحل اردن، مردان وغیرہ کا فتح ہوئے۔ مذاہب عالم میں کوئی اور مذہب ایسا نہیں جس نے ایسے قلیل عرصہ میں اتنی ترقی کی ہو۔ اگر ترقی کی رفتار یہی رہتی تو حضرت مولیٰ مرتضیٰ کی خلافت راشدہ میں اسلام اقصائے دنیا تک پہنچ جاتا مگر افسوس ہے کہ حضرت ذوالنورین کے عہد میں ابن سباظاہر ہوا۔ جو مذہب شیعہ کا بانی ہے۔ یہ شخص اصل میں یہودی تھا۔ جو بظاہر مسلمان ہوگیا تھا ابن سبااسلام کی اس بے نظیر ترقی کو دیکھ کر جل گیا۔ اور مسلمانوں میں نا اتفاقی پیدا کرنے کے لیے اس نے ایک نیامذہب نکالا اور مصر میں جاکر اہل مصر کو حضرت ذوالنورین کے برخلاف بھڑکایا جس کا نتیجہ جو ہوا وہ معلوم ہے ناظرین اس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے دوسرے حصہ میں پائیں گے اگر مذہب شیعہ کی کتابوں کو دیکھا جائے تو ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیراور دیگر آئمہ تقیہ میں زندگی بسر کرتے رہے چنانچہ حضرت امام جعفرصادق رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ یا معلی ان التقیتہ من دینی ودین ابائی (اصول کافی ص۴۸٦ یعنی اے معلی تقیہ مذہب کاچھپانا میرے دین سے اور میرے آباؤ اجداد کے دین سے ہے۔ انتھی پس اس صورت میں ان بزرگوں سے تبلیغ حق متصور ہی نہ تھی مجتہد لاہوری نے جو دعوت الی الحق کے ضمن میں حضرت امیراور حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ ہم اس سے دریافت کرتے ہیں کہ آئمہ اثنا عشر نے کہاں کہاں اسلام پھیلایا مکمل فہرست مع حوالہ کتب مطلوب ہے کیا ہمیں اس اہم سوال کے جواب کا انتظار کرنا چاہیے (دیدہ باید)



قال الحائری سنتے ہو کیسے کیسے پاک اصول فلاح کے مسلمانوں کو اس پاک کتاب کے ذریعہ دیے گئے تھے دوسرے لوگوں نے ان سے کیا فائدہ اٹھایا اور کامیابیاں حاصل کیں مگر مسلمانوں نے ان قومی اتخذ واھذا القران مھجورا کا مصداق اپنے آپ کو ثابت کر کے دکھا دیا۔ دوسری قومیں تو قرآن مجید کے پاک اصولوں سے متمتع ہوئیں۔ اور نہ ہوئے تو شیعہ کس قوم کی مقدس کتاب میں یہ اصول باندھا گیا ہے۔ کہ تم میں ایک جماعت دعوت الی الحق کے لیے رہے سوائے قرآن کے یہ اصول کسی کتاب میں نہ پاؤ گے۔ مگر عملی طور پر کون سی قوم ہے جو آج دنیا میں اس اصول کی تارک نظر آتی ہے۔ سوائے شیعوں کے کوئی نہیں ہر ایک قوم کو فکر لگی ہوئی ہے کہ دوسروں کو اپنا ہم خیال بنائے ہر ایک قوم شب و روز جدوجہد میں مصروف ہے اور سکون کو اپنے لیے موت سمجھتی ہے۔ ہر شیعہ جن کی کتاب نے زندگی کا اصول جدوجہد کو بتایا ہے ایسے غافل ہیں۔ کہ ہر حالت میں جمود و سکون سے باہر نکلنا ہی نہیں چاہتے اپنی مذہب کی تبلیغ سے کلیتاً بے فکر و غافل میں نہ مبلغ پیدا کرنے کا سامان ہے۔ نہ دنیا کی ضرورت کی خبر ہے نہ مذہب پر حملوں کی پروا ہے۔ نہ دوسرے مذاہب کی کتابیں عربی انگریزی اور اردو زبانوں میں ترجمہ ہو کر ان تک پہنچائی جا چکی ہیں۔ مگر خود شیعوں کی یہ حالت ہے کہ نہ صرف ان واعظ کے اور ان کی کتابیں دوسروں تک نہیں پہنچیں بلکہ اپنے گھر کے اندر بھی انہوں نے پھوٹ ڈال رکھی ہے۔ اگر دوسری قومیں بھی اپنے اپنے مذاہب کی اشاعت کی طرف سے لاپرواہ ہوتیں۔ تو پھر بھی شیعوں کی یہ غفلت چنداں نقصان دہ نہ ہوتی۔ مگر جہاں ایک سخت جدوجہد لگی ہوئی ہے۔ اور ہر مذہب اس فکر میں ہے۔ کہ دوسرے مذاہب کو اپنے اندر جذب کر لے تو آپ خود غور فرمائیں کہ ایسے وقت میں یہ غفلت اپنی موت کے فتوے پر خود مہر لگانا نہیں تو کیا ہے۔

سنتے ہو اس میں شک نہیں کہ قوم کی ضروریات بہت ہیں۔ اور ان سب کی طرف متوجہ ہونا بھی ضروری ہے مگر یاد رکھو کہ زندگی اور موت کا سوال سب سے مقدم ہے۔ اگر دوسری ضروریات قوم کی بعض بیماروں کا علاج ہیں۔ تو اشاعت و تبلیغ مذہب حق کا سوال قوم کی بقاء کا سوال ہے۔ اس کی طرف ایک لحہ بھی غفلت کرنا سراسر ہلاکت اور فنا کا باعث ہے لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ جس قدر یہ کام اہم ہے۔ اسی قدر زیادہ شیعہ اس طرف سے غافل ہیں۔ اور وہ ایک طرح حق بجانب بھی ہیں۔ کہ ان کو اس طرف توجہ ہی نہیں دلائی گئی۔ ورنہ اپنے موالی طاہرین علیہم السلام کی طرح جس قدر کہ شیعوں میں ایثار کا مادہ موجود ہے۔ کسی دوسرے فرقہ میں موجود نہیں ہے۔ اس لیے شیعہ مشن کی طرف قوم کی توجہ منعطف نہیں ہوئی تھی۔ اور قدرتی نشوونما خود بخود ہو تا گیا اور اب جب کہ پنجاب شیعہ مشن نہ صرف لفظی عمارت میں تیار کیا گیا۔ بلکہ بفضلہ تعالیٰ ان کو عملی جامہ بھی پہنا دیا گیا ہے۔ تو اب قوم کا فرض ہے کہ

وہ کوئی مستقل انتظام اس کے بقاء اور قیام کے لیے کرے۔ (موعظہ تحریف قرآن ص ۸'۱۰)

اقول شیعہ جو قرآن موجود سے متمتع نہ ہوئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس کو اس قدر محرف سمجھتے ہیں کہ اس کی ایک آیت بھی ایسی نہیں جس میں تحریف کا احتمال نہ ہو اور ان کا عقیدہ ہے۔ کہ غیر محرف و اصلی قرآن جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جمع کیا تھا۔ وہ خلافت اولی ہی کے وقت سے غائب ہے۔ اور تیسری صدی ہجری سے اب تک امام غائب کے پاس بتایا جاتا ہے جب وہ ظاہر ہوں گے تو قرآن اصلی بھی ظاہر ہو گا۔ جب شیعہ کے پاس قرآن اصلی نہیں تو ان کے لیے تمتع بالقرآن محال ہے چونکہ شیعہ کو تاظہور امام زمان تقیہ کا حکم ہے اس لیے وہ اپنے مذہب میں رہ کر نہ تبلیغ کرسکتے ہیں نہ مبلغ تیار کر سکتے ہیں۔ اور نہ اپنے مذہب کی کتابوں کی اشاعت بصورت تراجم کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کو کتب شیعہ کا دستیاب ہونا نہایت دشوار ہے اگر فی الواقع شیعہ کا مشن قائم ہو گیا اور اس نے تبلیغ مذہب شیعہ شروع کردی ہے۔ تو نتیجہ وہی ہو گا جو حضرت امام جعفر صادق کے الفاظ ذیل سے ظاہر ہے۔

یا معلی من اذاع امرنا ولم یکتمه اذله الله به فی الدنیا ونزع النور من بین عینیه فے الاخرة وجعله ظلمة تقوده الی النار (اصول کافی ص ۴۸۶)

ترجمہ: اے معلی جس نے ہمارے دین کو فاش کیا اور پوشیدہ نہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کو فاش کرنے کے سبب دنیا میں خوار کرے گا۔ اور آخرت میں اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے نور کو برطرف کردیگا اور ہمارے دین کو تاریکی بنادے گا۔ جو اسے دوزخ کی طرف لے جائے گی۔ انتہی۔

قال الحائری خوب یاد رکھو کہ جہاں کامیابی کی موہوم امید بھی ہو وہاں لوگ اپنا مال پانی کی طرح بہا دیتے ہیں۔ مگر یہاں کھلی کھلی بے نظیر کامیابی مشاہدہ کرنے کے بعد بھی اگر فراموشی سے کام لیا جائے تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ گویا وہ خود کو دوسروں میں مستہلک کردینا ہے۔ کیا یہ افسوس کی بات نہیں کہ چند با ہمت افراد کے سوا ہندوستان کے کئی کروڑ شیعہ یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہمیں شیعہ مشن سے کیا سروکار ہے۔ شیعیت زندہ رہے خواہ دوسروں میں مستہلک ہو جائے ان کو یہ معلوم نہیں کہ لیظهره علی الدین کله کا حتمی وعدہ بھی اس کا پورا ہو کر رہے گا لیکن ان لوگوں کی ہمیت پر جو اس وقت موجود اور حاضر ہیں اور نتائج کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ کتنا بڑا دھبہ ہو گا۔ اگر انہوں نے اس وقت ہمدردان کے اس کام کو ترقی دینے کی بجائے اس سے بے توجہی قائم رکھ کر بگاڑ دیا۔ (موعظہ تحریف قرآن صفحہ ۱۰ تا ۱۴)

اقول ان اوراق میں مجتہد لاہوری نے قوم شیعہ کو موسوم امیدوں کے سبز باغ دکھا کر ترغیب دی ہے کہ وہ پنجاب شیعہ مشن کو مالی مدد دیں اور یہ بتایا ہے کہ اگر خدا نخواستہ شیعوں کو غفلت سے اس مشن کو نقصان پہنچا تو شیعہ جو پہلے ہی ہمت ہار بیٹھے پھر شاید کبھی بھی اپنے مذہب حق کو دوسروں تک پہنچانے کی

جرات نہ کر سکیں گے۔ شیعہ کے نزدیک غلبہ اسلام کا حتمی وعدہ اب تک پورا نہیں ہوا جب امام زمان غار سرمن رای سے نکلیں گے۔ تو اس وقت یہ وعدہ پورا ہوگا۔ چنانچہ خلاصۃ المنہج میں آیۃ لیظھرہ علی الدین کلہ کے تحت میں یوں لکھا ہے۔ واز امام جعفر صادق مرویست کہ تاویل ایں آیہ ہنوز مرعقل نیامدہ دور حین ظہور حضرت صاحب الزمان بظہور خواہد رسید زیرا کہ درآں زمان غیراز دین اسلام دیگر نخواہد ماند۔

ترجمہ: اور امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ اس آیت کی تاویل اب تک ظہور میں نہیں آئی۔ جب حضرت صاحب الزمان ظاہر ہوں گے۔ تو ظہور میں آئے گی۔ کیونکہ اس وقت دین اسلام کے سوا کوئی اور مذہب نہ رہے گا۔ انتھی۔ ملا محمد باقر مجلسی نے رسالہ رجعت (مطبوعہ مطبع جعفر لکھنؤ صفحہ ۵۹ تا ۶۰) میں یوں ذکر کیا ہے۔ دور حدیث دیگر از حضرت امام جعفر صادق مرویست کہ حضرت امیر المومنین با حضرت امام حسین یک رجعت خواہد فرمود از جمیع بنی امیہ و معاویہ و آل معاویہ و ہر کہ باد جنگ کردہ انتقام خواہد کشید پس خدا زندہ کندسی ہزار کس راز یا وراں و از اہل کوفہ و سائر مردم ہفتاد ہزار کس ودر صفین با معاویہ و اصحابش کہ زندہ شدہ اند ملاقات واقع شدہ بود معاویہ و اصحابش راہمگی بقتل رساند پس دیگر زندہ شوند وایشاں راباً فرعون وآل فرعون ببد ترین عذابہا معذب گرداند۔ پس بار دیگر حضرت امیر المومنین با حضرت پیغمبر برگردو جمیع پیغمبراں ظاہر شوند و حضرت رسول علم خود را باآنحضرت بدہد و انبیاء ہمہ در زیر علم او باشند واورا خلیفہ گرداند در زمیں وشائر اماماں عاملاں و نائباں آنحضرت باشند اطراف عالم و خدارا مردم در (محض) زمین بدون تقیہ علانیہ عبادت کنند و حق تعالیٰ بہ پیغمبر عطا فرماید چند برابر بادشاہی جمیع اہل دنیا از اول دنیا تا آخر دنیا تا آنکہ بعمل آید آن وعدہ کہ در قرآن باآں حضرت فرمودہ کہ اور ابر جمیع و پنہا غالب گرداند واز حضرات امام جعفر صادق منقولست کہ چوں حضرت رسول رجعت نماید پنجاہ ہزار سال در رجعت بادشاہی کند۔ حضرت امیر المومنین چہل و چہار ہزار سال ودوار احادیث معتبرہ وارد شدہ است کہ سوال کردند از آنحضرت از تفسیر ایں آیدان الذی فرض علیک القران لرادک الی معاد آنکہ قرآن رابر تو واجب کردہ است ترابز میگرداند بمحل بازگشت حضرت فرمودہ واللہ کہ دنیا منقضی نشود تا آنکہ حضرت رسول و حضرت امیر المومنین ہر دوبدنیا برگردند دور نجف اشرف یک دیگر و ذر آنجا ملاقات کنند وا آنجا مسجدے بنا کنند کہ دوازہ ہزار داشتہ باشد وابن طاؤس از بعضے کتب معتبرہ روایت کردہ است کہ عمر دنیا صد ہزار سال است بست ہزار سال از سائر مردم است و ہشتاد ہزار سال مدت ملک آل محمد است و بادشاہی ایشاں واز حضرت امام جعفر صادق منقولست کہ فرمود کہ گویا مے بینم کہ تختے از نور گزاشتہ باشند قبہ از یاقوت سرخ براں زدہ باشند مزین بانواع جواہر و حضرت امام حسین برآں نشستہ باشد دور دور وکنار او نود ہزار رقبہ نور سبز

باشد و مومناں فوج فوج بدیدن آنحضرت آیند و سلام کنند و ندا از جانب حق تعالیٰ بایشاں رسد کہ اے دوستان من ہرچہ خواہید از من سوال کنید- کہ بسیار آزار کشدید و خواری دیدید و مظلوم شدید امروز رو زیست حاجت از حاجت دنیا و آخرت سوال نکنید مگر آنکہ بر آورم و طعام و آب ایشاں از بہشت برائے ایشاں آید-

ترجمہ: دوسری حدیث میں حضرت امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ حضرت امیر المومنین حضرت امام حسین کے ساتھ ایک رجعت فرمائیں گے- اور تمام بنوامیہ اور معاویہ اور آل معاویہ سے اور ہر ایک ایسے شخص سے جو حضرت کے ساتھ لڑا ہو گا- بدلہ لیں گے- پس خدا زندہ کرے گا اہل کوفہ میں سے ان کے تیس ہزار مددگاروں کو- اور باقی ستر ہزار مردوں کو اور حضرت مقام صفین میں معاویہ اور اس کے ساتھیوں سے جو زندہ ہوں گے- اس جگہ ملاقات کریں گے- جہاں کہ پہلی ملاقات ہوئی تھی- اور معاویہ اور اس کے تمام ساتھیوں کو قتل کریں گے- وہ دوسری دفعہ حضرت امیر المومنین حضرت پیغمبر کے ساتھ رجعت فرمائیں گے- اور تمام پیغمبر ظاہر ہوں گے اور حضرت رسول اپنا جھنڈا حضرت امیر کو دیں گے- اور تمام انبیاء حضرت امیر کے جھنڈے تلے ہوں گے- اور پیغمبر خدا حضرت امیر کو دنیا میں خلیفہ بنائیں گے- اور باقی امام اطراف عالم میں حضرت کے عامل و نائب ہوں گے- اور لوگ دنیا میں تقیہ کے بغیر کھلم کھلا خدا کی عبادت کریں گے- اور خدا تعالیٰ اپنے پیغمبر کو اول دنیا سے آخر دنیا تک تمام اہل دنیا کو بادشاہی سے کئی گنا بادشاہی عطا فرمائے گا- تاکہ وہ وعدہ پورا ہو جائے جو اس نے قرآن میں آنحضرت سے کیا ہے کہ ان کے دین کو تمام دینوں پر غالب کردے گا- اور حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ جب حضرت رسول رجعت فرمائیں گے تو رجعت میں پچاس ہزار سال بادشاہی کریں گے- امیر المومنین چوالیس ہزار سال بادشاہی کریں گے-(اور معتبر حدیثوں میں آیا ہے کہ آنحضرت سے آیہ ذیل کی تفسیر دریافت کی گئی- **ان الذی فرض علیک القران الرادک الی معاد** وہ جس نے تجھ پر قرآن واجب کیا ہے تجھے بازگشت کے محل کی طرف لوٹائے گا- حضرت نے جواب دیا- اللہ کی قسم دنیا کا خاتمہ نہ ہو گا- یہاں تک کہ حضرت رسول اور حضرت امیر المومنین دونوں دنیا میں پھر آئیں گے- اور نجف اشرف میں ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے- اور وہاں ایک مسجد بنائیں گے جس کے بارہ ہزار دروازے ہوں گے- اور ابن طاؤس نے بعض کتب معتبرہ سے روایت کی ہے کہ دنیا کی عمر ایک لاکھ سال کی ہے بیس ہزار سال اور لوگوں کی بادشاہت ہو گی اور اسی ہزار سال آل محمد کی بادشاہت ہو گی- اور حضرت امام جعفر سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں- کہ نور کا ایک تخت بچھایا گیا ہے اور اس پر یاقوت سرخ کا قبہ لگا دیا گیا ہے- جو انواع جواہرات سے مزین ہے- اور حضرت اما حسین اس پر بیٹھے ہیں- اور اس کے گرد

نوے ہزار قبے نور سبز کے ہیں اور شیعہ گرد ہا گروہ آنحضرت کے زیارت کے لیے آ رہے ہیں۔ اور سلام کر رہے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ندا آ رہی ہے کہ اے میرے دوستو جو چاہو مجھ سے مانگو تم نے بہت تکلیف اٹھائی اور خوار و مظلوم ہوئے۔ آج وہ دن ہے کہ دنیا آخرت کی حاجتوں میں سے جس حاجت کا سوال تم مجھ سے کرو گے میں اسے پورا کروں گا۔ اور ان کے واسطے کھانا اور پانی بہشت سے آئے گا۔ انتھی۔ اسی رسالہ رجعت میں ایک طویل حدیث (۲۹ تا ۴۳) کتاب منتخب البصائر سے نقل کی گئی ہے جس کے راوی کو معتمد اور سند کو معتبر کہا گیا ہے اس حدیث میں مفضل بن عمر حضرت امام جعفر صادق سے کئی سوال امام زمان کے متعلق پوچھتا ہے چنانچہ اس کا ایک سوال یہ ہے کہ جب امام زمان مدینہ میں جائیں گے۔ تو وہاں کیا کریں گے۔ امام صادق جواب دیتے ہیں کہ وہاں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو قبروں سے نکالیں گے۔ اور ان کو زندہ کر کے تمام مظالم کا اقرار کرلیں گے۔ پھر یہ عبارت ہے پس ایشاں رابفرماید بر درخت بر کشند و آتشے را امر فرماید کہ از زمین بیروں آید و ایشاں رابسوزاند با درخت وبادے را امر فرماید کہ خاکستر ایشاں رابدریا پاشد مفضل گفت کہ اے سید من ایں آخر عذاب ایشاں خواہد بود فرمود کہ ہیہات اے مفضل و اللہ کو سید اکبر محمد رسول اللہ و صدیق اکبر امیر المومنین و فاطمہ زہرا و حسن مجتبیٰ و حسین کربلا و جمیع ائمہ ہدی ہمگی زندہ خواہند شد ہر کہ ایمان محض خالص واشتہ باشد و ہر کہ کافر محض بود ہمگی زندہ خواہند شد و ازبرائے جمیع ائمہ علیہم السلام و مومناں ایشاں را عذاب خواہند کرد حتی کہ درشبانہ روزے ہزار مرتبہ ایشاں را بکشند و زندہ شوند پس خدا بہرجائیکہ خواہد ایشاں ببرد و معذب گرداند۔

ترجمہ: پس امام زمان ان کی نسبت حکم دیں گے۔ کہ درخت پر لٹکائے جائیں اور ایک آگ کو حکم دیں گے کہ زمین سے نکل کر ان کو درخت سمیت جلا دے۔ اور ایک ہوا کو حکم دیں گے کہ ان کی راکھ کو دریا میں اڑا دے۔ مفضل نے عرض کی۔ اے میرے آقا کیا یہاں کا اخیر عذاب ہو گا۔ امام صادق نے فرمایا اے مفضل افسوس اللہ کی قسم کہ سید اکبر محمد رسول اللہ اور صدیق اکبر امیر المومنین اور فاطمہ زہر اور حسن مجتبیٰ اور حسین شہید کربلا اور ائمہ ہدی سب کے سب زندہ ہوں گے اور جو خالص ایمان رکھتا ہو گا۔ اور جو کافر محض ہو گا۔ سب زندہ ہوں گے۔ اور تمام ائمہ علیہم السلام اور مومنوں کے سبب ان کو عذاب دیں گے۔ یہاں تک کہ ایک دن رات میں ہزار بار ان کو قتل کریں گے۔ وہ دوسری دفعہ پھر زندہ ہو جائیں گے اور حضرت ان کو فرعون اور آل فرعون کے ساتھ برے سے برا عذاب دیں گے پس اور زندہ ہوں گے۔ پس خدا جس جگہ چاہے گا۔ ان کو لے جائے گا۔ اور عذاب دے گا۔ انتھی اس مسئلہ رجعت پر شیعہ کا اجماع ہے چنانچہ رسالہ رجعت (۶۰) میں ہے بدانکہ از جملہ اجماعیات شیعہ است کہ پیش از قیامت در زمان حضرت قائم از نیکاں بسیار نیک وجمعے از بداں بسیار بد بدنیا بر میگردند از شیخ ابن بابویہ نے

من لا یحضرہ الفقیہ میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ جو شخص رجعت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ اور متعہ کو حلال نہ جانتا ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ناظرین کرام یہ ہیں۔ سبز باغ جو شیعوں کو دکھائے جا رہے ہیں۔ یہ ہیں اباطیل جن کو وہی شخص تسلیم کر سکتا ہے کہ جس کو تعصب نے اندھا کر دیا ہو یہ ہے تفصیل اس حتمی وعدے کی جس کی طرف مجتہد لاہوری نے اشارہ کیا ہے۔

قال الحائری صاحبان مناسب ہے کہ پہلے لفظ تحریف کی حقیقت کو آپ سمجھ لیں۔ اس کے بعد مسئلہ تحریف کی تمام مشکلات خود بخود احسن وجوہ سے تحریف حل ہوتی جائیں گی انشاء اللہ تعالیٰ سنئے حضرات! تحریف مصدر ہے باب تفعیل سے جو حرف سے ماخوذ ہے اور حرف سے حد اور طرف مراد ہے اس لیے آیت میں ہے۔ من یعبد اللہ علی حرف یعنی علی طرف اور دوسری جگہ فرمایا ہے۔ الا متحرفا لقتال یعنی قتال کے لیے کسی طرف کو مائل ہونا تفسیر کبیر میں فخر رازی کہتا ہے کہ تحریف دراصل حق سے کسی چیز کا امالہ ہوتا ہے تحریف قلم اور قلم محرف سے قلم کو قط دیا جانا مراد ہوتا ہے۔ یہ تو ہوئے تحریف کے لغوی معنی اب اصطلاحی معنی بھی سن لو۔ اصطلاح مفسرین میں کسی عبارت کے تغیر و تحویل اور کسی کلمہ کی تقلیب و تبدیل کو تحریف کہتے ہیں۔ خواہ لفظ میں یہ تغیر اور تحریف واقع ہو۔ جیسے صراط کو مراط بنادیا جائے یا معنی میں واقع ہو۔ جیسے مثال ولیکم اللہ میں خلاف قرینہ والی کو محب اور ناصر کے معنی میں تبدیل اور تحریف کر دیا جائے۔ خواہ لفظی اور معنوی دونوں قسم کی تحریف اور تبدیل کی جائے جیسے صِرَاطُ عَلِیٍّ کو صِرَاطَ عَلَیَّ سے بدل دیا جائے یہ تحریف بالا عراب بھی کہلاتا ہے خواہ زیادتی کر دی جائے جیسے ولا الضالین کے ساتھ آمین زیادہ کر دیا جائے یہ سب اقسام تحریف کے ہیں۔

دوستو! تحریف قرآن کی طرح ایک اور مسئلہ بھی ہے جو تنسیخ قرآن سے موسوم ہے اس لیے ضروری ہے کہ تحریف کے ساتھ ہی تنسیخ کا مطلب بھی آپ سمجھ لیں۔



تنسیخ کے معنی ہیں دوسرے علم سے پہلے حکم کا زائل اور باطل ہونا اور اس کے لیے سات شرطیں بیان کی جاتی ہیں۔ جیسا کہ خود محدثین اور مفسرین اہلسنت نے وہ شرطیں لکھ دیں ہیں

افادۃ الشیوخ مطبوعہ لاہور صفحہ ۵ سطر نو میں نواب صدیق حسن خاں فرماتے ہیں نسخ را شرط ہا است یکے آنکہ منسوخ شرعی باشد نہ عقلی یعنی پہلی شرط یہ ہے کہ منسوخ شرعی حکم ہونا چاہیے۔ نہ عقلی دوم آنکہ ناسخ منفصل و متاخر باشد از منسوخ زیرا کہ ہر مقترن است چنانکہ شرط و صفت و استثناء مسمی بنسخ نیست بلکہ تخصیص است۔ یعنی منسوخ سے ناسخ علیحدہ اور بعد میں آیا ہو۔ کیونکہ جو شرط صفت اور استثناء کی طرح ساتھ منتھی ہوگی۔ وہ نسخ نہیں کہلا سکتا بلکہ اس کا نام تخصیص ہے سوم بودن اوبشرع پس انقطاع حکم بموت نسخ و بود بلکہ سقوط تکلیف باشد۔ یعنی نسخ کا شرح کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ پس موت کی

وجہ سے علم کا اٹھ جانا نسخ نہیں کہلاتا بلکہ وہ تکلیف کا ساقط ہونا کہلاتا ہے۔ چہارم منسوخ مقید بوقت نبود پس اگر مقید است انقضائے آں وقت نسخ نیست یعنی منسوخ وقت کے ساتھ مقید نہیں ہوتا۔ پس اگر مقید ہو تو وقت کا گزر جانا نسخ نہیں ہے۔ پنجم ناسخ مثل منسوخ باشد در قوت بلکہ اقویٰ ازاں چہ در صورت ضعف مزیل قوی نتواند شد واویں حکم عقل است و اجماع برآں دلالت کردہ چہ صحابہ نص قرآن را بخبر واحد منسوخ نکردہ اند یعنی ناسخ قوت میں منسوخ کی طرح ہو بلکہ اس سے قوی تر کیونکہ ضعف کی صورت میں ضعیف قوی کو زائل نہیں کر سکتا ہے اور یہ عقلی حکم ہے اور اجماع اس پر دلالت کرتا ہے کیونکہ صحابہ نے نص قرآن کو خبر واحد سے منسوخ نہیں کیا ہے۔ ششم آنکہ مقتضی منسوخ غیر مقتضی ناسخ باشد تابد الازم نیاید و شرط نیست متناول بودن لفظ ناسخ چیزے راکہ منسوخ متناول اور ربود یعنی ضروری ہے کہ منسوخ کا مقتضی ناسخ کا مقتضی تاکہ (مسئلہ) بد الازم نہ آئے اور یہ شرط نہیں ہے کہ لفظ ناسخ بھی اس چیز پر شامل ہو۔ جس پر منسوخ شامل ہے ہفتم آنکہ منسوخ جائز النسخ بود پس داخل نشود تنسیخ براصل توحید زیراکہ وے سبحانہ لم یزل ولایزال با اسماء و صفات خود است وہم چنیں بر چیزے کہ تابیدہ توقیت آں نبض معلوم شدہ ازیں جا دریافت شد کہ نسخ در اخبار نیست زیراکہ وقوع آں خلاف خبر مخبر صادق غیر متصور است۔ یعنی یہ ضروری ہے کہ منسوخ جائز النسخ ہو پس اصل توحید میں نسخ داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ خدائے تعالیٰ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اور اسی طرح جس چیز کی تابید ہمیشہ رہنا اور توقیت کسی خاص وقت تک رہنا نص سے معلوم ہو چکی ہو۔ اس میں نسخ وارد نہیں ہو سکتا اس سے معلوم ہوا کہ جس قدر آیتیں۔ اخبار کے طور وارد ہوئی ہیں ان میں نسخ داخل نہیں ہوتا کیونکہ ایسا نسخ خلاف خبر مخبر صادق صلعم واقع ہونا غیر متصور ہے۔

پس یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اہل سنت کے ہاں ان سات شرطوں کے ساتھ کسی آیت میں نسخ وارد ہو سکتا ہے۔ ان کے سوا بر روایات اہل سنت اگر کسی آیت میں لفظی معنوی یا اعرابی تغیر ہوا ہو تو وہ تنسیخ نہیں بلکہ یقینا تحریف ہے بعض سینوں نے جان چھوڑانے کے لیے یہ رویہ اختیار کر رکھا ہے کہ ان کی مذہبی کتابوں سے جب انہیں تحریف ہونا دکھایا جاتا ہے تو وہ جھٹ کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ تحریف نہیں تنسیخ ہے اس لیے اسی وقت فوراً اس سے یہ مطالبہ کیا جانا چاہیے کہ وہ اپنے ان سات مسلمہ شرطوں کے ساتھ تنسیخ کو ثابت کرے۔ ورنہ ان کی مسلمہ سات شرطوں کے خلاف تحریف کو تنسیخ کہہ کر ٹال دینے کا ان کو کوئی حق حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور ایسی صورت میں جب کہ وہ مسلمہ سات شرطوں کے مطابق تنسیخ ثابت نہ کر سکے گا۔ تو لازما اس کو تحریف قرآن کا قائل ہونا پڑے۔ تفسیر اتقان مطبوعہ مطبع احمدی نوع ۴۷ ص ۳۱۵ سطر ۲۲ میں علامہ امام سیوطی کے متعلق ابن حصار کا قول بڑی وضاحت سے لکھا ہے۔

انما یرجع فی النسخ الی نقل صریح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وعن صحابی بقول ایۃ انتھی بلفظہ

یعنی اس کے سوا نہیں کہ نسخ قبول کرنے کے لیے رجوع کیا جائے گا۔ ایسی صریح حدیث کی طرف جو پیغمبر اسلام سے منقول ہو یا ثقہ صحابی سے جس پر ناسخ آیت موجود ہو۔

ایضاً ۳۱۶ سطر (۱) میں ہے۔

ولا یعتمد فی النسخ قول عوام المفسرین بل ولا اجتہاد المجتہدین من غیر نقل صحیح ولا معارضۃ بینہ لان النسخ یتضمن رفع واثبات حکم تقر رفی عہدہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فالمعتمدفیہ النقل والتاریخ دون الرای والا جتہاد۔ انتھی بلفظہ۔

یعنی تنسیخ میں عام مفسروں کے قول بلکہ مجتہدوں کے محض اجتہاد کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا۔ جب تک حدیث صحیح سے تنسیخ نہ ثابت ہو جائے کے معارض کوئی بینہ اور برہان موجود نہ ہو۔ کیونکہ نسخ کسی (قرآنی) حکم کے ازالہ یا اثبات پر شامل ہوتا ہے جو عہد پیغمبر اسلام میں مقرر ہو چکا ہو۔ اس سے کسی آیت کو منسوخ قرار دینے کے لیے حدیث اور تاریخ کی ضرورت ہے نہ کہ کسی کی رائے اور اجتہاد کی۔ دوستو! کیوں سن لیا امام سیوطی نے صاف کہہ دیا ہے کہ جب تک حدیث صحیح سے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ فلاح منسوخ آیت کے لیے فلاں ناسخ آیت بتصدیق پیغمبر علیہ السلام ہے اس وقت تک کسی مفسر یا مجتہد کی ذاتی رائے سے کوئی قرآنی آیت منسوخ نہیں قرار پا سکتی۔ موعظہ تحریف قرآن (۱۴ تا ۱۸)

اقول

مجتہد لاہوری تحریف کی حقیقت کو خود نہیں سمجھتے وہ دوسروں کو کیا سمجھائیں گے اسی واسطے سراط کی جگہ صراط کو تحریف لفظی کی مثال بتا رہے ہیں۔ حالانکہ یہ دونو درست ہیں۔ کیونکہ قرات متواترہ میں سے ہیں۔ جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب بیان ہوگا۔ اسی طرح انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنو کو تحریف معنوی کی مثال بتانا بھی درست نہیں کیونکہ اگر اس آیت میں ولی کے معنی ناصر لیے جائیں تو یہ خلاف قرینہ نہیں بلکہ موافق قرینہ ہیں۔ کیونکہ کلام مومنوں کے دل میں تقویت و تسلی اور ان سے مرتدین کا خوف دور کرنے میں ہے اور بڑا قوی قرینہ ہے۔ کہ یہاں ولی سے مراد ناصر ہی ہے۔ اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو اس آیت کا مابعد (ایا ایھا الذین امنو الا تتخذوا الایۃ بھی اس معنی کی تائید کرتا ہے مجتہد صاحب کو یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن مجید کی کسی آیت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی

خلافت بلا فصل ثابت نہیں ہوتی۔ اگر ایسا ہوتا تو شیعہ قرآن میں تحریف کے قائل نہ ہوتے اس کی پوری بحث انشاء اللہ اپنے مناسب مقام پر آئے گی اسی طرح مجتہد صاحب کا صِراطُ عَلِیٍّ کو درست اور صراطَ عَلَیَّ کو محرف بتانا بھی غلط ہے بلکہ حق الا مراس کے برعکس ہے کیونکہ دنیا بھر کے قرآنوں میں صراط علی موجود ہے۔ حتی کہ شیعہ کے قرآن مترجم میں بھی ایسا ہی ہے۔ اگرچہ اس کا اردو ترجمہ دیا ہے۔ ولاالضالین کے بعد امین کہنا منع نہیں ہاں آمین کو داخل قرآن نہ سمجھنا چاہیے۔

مجتہد لاہوری نے تنسیخ کے معنی بھی درست بیان نہیں کیے کیونکہ سقوط حکم اول کبھی بلا بدل بھی ہوا کرتا ہے چنانچہ افادۃ الشیوخ (صفحہ ۶ سطر ۲) ہی میں ہے۔ پنجم آنکہ شرط نیست در نسخ بدل آں وایں رفتہ اند جمہور یعنی پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ نسخ میں اس کا بدلہ شرط نہیں ہے اور جمہور اس کی طرف گئے ہیں۔ انتھی۔ شیخ الطائفہ طوسی نے عدۃ الاصول مطبوعہ بمبئی جز ثانی (۲۷) میں یوں لکھا ہے۔

ولیس من شرطه ان یکون للحکم المنسوخ بدل فی الاحکام الشرعیة علی مازعم بعضهم

ترجمہ اور نسخ کی شرط میں سے یہ نہیں کہ حکم منسوخ کا احکام شرعیہ میں کوئی بدل ہو۔ جیسا کہ بعضوں نے گمان کیا ہے انتھی۔ ابن مطہر علی نے تہذیب (زینۃ اللبیب شرح التہذیب مطبوعہ مطبع ریاض الرضاء لکھنؤ ۲۷۷) میں یوں تحریر کیا ہے۔

ثم النسخ قد یکون لا الی بدل فیشترط وجود لفظ بدل علی الزوال

ترجمہ: پھر نسخ بلا بدل ہوتا ہے۔ پس نسخ میں ایسے لفظ کا وجود شرط ہے جو حکم اول کے زوال پر دلالت کرے۔ انتھی زبدۃ الاصول (السعاف المامول بشرح زبدۃ الاصول مطبوعہ مطبع اثنا عشری لکھنؤ ۲۵۸) میں یوں ہے۔ **ویجوذ بالاشق الا ثقل کما شوراء برمضان وبل بدل کایة -------- الصدقة** اور جائز ہے نسخ ساتھ اس حکم کے جو منسوخ سے اشق و ثقل ہو جیسا کہ روزہ عاشورا کا نسخ روزہ رمضان کے ساتھ اور جائز ہے نسخ بلا بدل جیسا کہ آیت صدقہ انتھی۔

مجتہد صاحب نے جو تفسیر اتقان سے ابن حصار کی دو عبارتیں نقل کی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ معمولی عبارت عربی کا بھی مطلب نہیں سمجھ سکتے پہلی عبارت کا اخیر حصہ یوں ہے۔ **اوعن صحابی یقول ایة کذانسخت کذا**

ترجمہ: یا نقل صریح کسی صحابی سے ہو کہ یوں کہے کہ فلاں آیت نے فلاں آیت کو منسوخ کردیا انتھی مگر مجتہد صاحب نے یوں ترجمہ کیا ہے۔ یا ثقہ صحابی سے جس پر ناسخ آیت موجود ہو۔ دوسری عبارت کا مطلب یہ ہے کہ بغیر نقل صریح اور بغیر معارضہ بینہ کے نسخ میں عامہ مفسرین بلکہ مجتہدین کا قول معتبر

نہیں۔ یعنی جب تک نقل صریح نہ پائی جائے۔ اور ناسخ و منسوخ میں صاف مظاہر تعارض نہ پایا جائے۔ عامہ مفسرین کا قول بلکہ مجتہدین کا اجتہاد بھی درباب نسخ معتبر نہیں امید ہے کہ اب ناظرین مجتہد لاہوری کے اس اردو ترجمہ (جس کے معارض کوئی بینہ اور برہان موجود نہ) کی داد دیں گے شرائط نسخ تو مجتہد صاحب نے نقل کردیں۔ مگر اقسام نسخ نقل نہ کیے۔ جس سے سارا جھگڑا طے ہو جاتا۔ ان کو ہم انشاء اللہ عنقریب نقل و ثابت کریں گے۔

قال الحائری

صاحبان؟ یہی وہ جامع العلوم قانون الٰہی ہے جس کے بعد قیامت تک اور آسمانی کتاب کی ضرورت نہیں رہی قرآن کی سب سے بڑی عزت اور عظمت صرف اس میں نہیں ہے کہ اس زربفت اور ریشمی عمدہ رومالوں اور غلافوں میں مضبوط گرہیں لگا کر بلند طاقچوں پر رکھ دیا جائے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ قرآن کی سچی اور واقعی تعظیم و تکریم حقیقتہ یہی ہے کہ سمجھ کر اس کی روزانہ تلاوت کی جائے۔ اور اس کے احکام او امر اور نواہی کی تعمیل کو فرض عین سمجھ لیا جائے (الی ان قال) ایک تھوڑے عرصہ کے اندر اسی قرآن کی تعلیم نے ان (عربوں) کو ایک خدا پرست راست باز انسانوں کی جماعت بنا کر دنیا کی اصلاح کے لیے کھڑا کر دیا۔ اور دوسروں میں بھی انہوں نے وہی روح پھونک دی جو قرآنی تعلیم کے مطابق خود ان کے اندر کام کر رہی تھی۔ قرآن کے متعلق تمام شیعوں کا یہی عقیدہ ہے۔ اس پر شیعوں کو کہا جاتا ہے کہ قرآن پر ان کا ایمان نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے جیسا کہ اس عنوان سے ایک چاک ورقہ پمفلٹ لاہوری خارجیوں کی انجمن کی طرف سے شائع ہوا ہے اور اس میں خاکسار کو خاص طور سے مخاطب کیا ہے۔ ان کی خواہش کے مطابق اب مجھے مجبوراً یہ بتانا ہے کہ آیا شیعوں کا ایمان قرآن پر نہیں ہے یا سینوں کا تمام محققین خاص کر تعلیم یافتہ طبقہ سے امید ہے کہ وہ میری ان معروضات کو نوٹ کرلیں۔ اور حوالوں کے مطابق اہل سنت کی معتبر کتابوں میں دیکھ لیں۔ تاکہ تحقیقی طور پر کسی مفید نتیجہ تک پہنچ سکیں۔ اب کسی جاہل کندہ ناتراشیدہ کا زبانی یہ کہہ کر ٹال دینا کہ یہ کتاب سینوں کی نہیں ہے طبقہ تعلیم یافتہ کے نزدیک قابل وثوق نہیں ہو سکتا۔ (موعظہ تحریف قرآن ۱۸ تا ۲۰)

اقول

مجتہد لاہوری نے جو کچھ تاثیر قرآن مجید کے متعلق لکھا ہے وہ شعیہ کی معتبر کتابوں اور عقیدہ کے بالکل برعکس ہے شیعہ کا عقیدہ ہے۔ کہ صحابہ کرام سوائے تین چار یا چھ سات کے سب کے سب نعوذ باللہ

منافق و مرتد تھے۔ انہی منافقین میں سے ایک سے آنحضرتؐ نے اپنی دو لڑکیاں یکے بعد دیگر بیاہ دی تھیں۔ یہی منافقین حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں رہا کرتے تھے۔ باقی جن کو ایماندار بتایا جاتا ہے ان میں سے سب سے بزرگ یعنی حضرت مولی مرتضی کی نسبت شیعہ کا عقیدہ ہے کہ انہوں نے کامل وغیر محرف قرآن جمع کیا تھا۔ مگر اس کو ایک دفعہ دکھا کر ایسا چھپایا کہ شیعہ علی کو بھی پھر دیکھنا نصیب نہ ہوا شیعہ حضرت علی کی شجاعت کے بڑے مداح ہیں مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم نے ان کی بیٹی ام کلثوم سے زبردستی نکاح کرلیا۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت کی وفات شریف کے بعد حضرت مولے مرتضے نے خلافت کی طلب میں حضرت فاطمہ زہراء دختر محترمہ حضور رسول اللہ ﷺ کو گدھے پر سوار کرکے مہاجرین و انصار سے مدد مانگنے کے لیے دربدر پھرایا۔ ان امور میں سے بعض اس کتاب میں پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔ اور باقی انشاء اللہ تعالیٰ دوسرے حصہ میں آئیں گے۔ اب ہم مجتہد لاہوری سے دریافت کرتے ہیں کہ جب قرآن ایسے ہاتھوں میں سے ہو کر آئے۔ تو اس کی نسبت شیعہ کا کیسا عقیدہ ہونا چاہیے۔ کیا حسب عقیدہ شیعہ آنحضرت صلی اللہ ﷺ کی صحبت اور قرآن کریم کا اثر یہی ہوا۔ کہ کل چھ سات آدمی ایمان لائے۔ اور وہ بھی تقیہ کے حامل پھر یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ کہ قرآن نے عربوں کو راست باز انسانوں کی جماعت بنا کر دنیا کی اصلاح کے لیے کھڑا کردیا۔ کیا ہم ان اہم سوالات کے جوابات کا انتظار کریں۔ (دیدہ باید)

قال الحائری

صاحبان سب سے پہلے جس بزرگوار نے اپنے عمل سے دنیا کے سامنے اپنی نگاہ میں عزت اور عظمت قرآن قائم ہونے کا ثبوت دیا۔ وہ حضرت عثمان تھے جس نے تعظیم و توقیر قرآن کا طریقہ اس کو آگ میں جلا دینا مقرر کیا۔ اور ایسی جامع العلوم کتاب الٰہی کو بنا بر اعتراف اہل سنت کے ہر قسم کی تحریف سے محرف کردیا۔ جس سے قیامت تک قرآن ان کا رہین منت اور ممنون کرم رہے گا۔ تحریف کے مسئلہ کو تو آپ اسی جلسہ میں تفصیل کے ساتھ سن لیں گے۔ مگر خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان کا قرآنوں کو جلانا کم ازکم ان معتبرہ کتب اہلسنّت میں بقید صفحہ ضرور ملاحظہ کرلیں۔

صحیح بخاری مطبوعہ بمبئی جلد ۶ فضائل القرآن ۲۵ سطر ۳ تاریخ اعثم کوفی ترجمہ فارسی مطبوعہ بمبئی ۱۷۴ سطر ۸

روضۃ الاحباب مطبوعہ تیغ بہادر جلد ۲' ص ۲۲۹ سطر ۳

مشکوٰۃ مطبوعہ محمدی دہلی ۱۵۰ سطر ۱۲
تفسیر اتقان مطبوعہ احمدی ۸۴ سطر ۱۸
صواعق محرقہ مطبوعہ بہیہ مصر ۱۰۱ سطر ۸
تاریخ خمیس مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۳۰۲ سطر ۳۱
تحفہ غذیہ مطبوعہ رفاہ عام لاہور ۵۵ سطر ۱۹
سکمر زآف محمد واشنگٹن اورنگ ۱۸ وغیرہ وغیرہ

ان تمام حوالوں میں حضرت عثمان کا قرآن کو پھاڑنا اور جلانا دونوں قسم کی قرآنی تعظیم اور تکریم تفصیل سے مرقوم ہے اور رسالہ موعظہ حسنہ میں ان حوالوں کی مکمل عبارتیں مع التراجم اور بعض ضروری نوٹوں کے درج ہیں۔ ملاحظہ فرما کر آپ خود ہی فیصلہ کرلیں کہ آیا قرآن مجید کو پھاڑنا اور جلا دینا ایمان کا اقتضاء ہو سکتا ہے یا کیا۔

جن کو تاریخ پر عبور حاصل ہے۔ وہ انکار نہیں کر سکتے کہ ولید بن یزید بن عبدالملک خلیفتہ المسلمین نے حضرت عثمان کے احراق و تحریف قرآن کو ناکافی سمجھ کر کتاب اللہ کی یہ عزت افزائی کی کہ اس پر اس قدر تیر برسائے کہ قرآن پارہ پارہ ہوگیا تاریخ الخلفاء مطبوعہ سرکاری لاہور ص ۲۵۴ سطر ۱۰ میں امام سیوطی نے بھی مناقب ولید بن یزید بن عبدالملک ذکر فرماتے ہوئے یہ لکھ دیا ہے کہ **ورشق المصحف بالسهام** کہ ولید نے قرآن مجید پر تیر مارے **وفسق ولم يخف الاثام** اور اس نے فسق کیا اور گناہوں سے نہیں ڈرا۔ عام طور پر تواریخ میں سینوں کے اس خلیفہ ولید بن یزید کے حالات میں ان کا کتاب اللہ (قرآن) پر تیر مانے کا ذکر تفصیل سے مرقوم ہے۔ کیوں جناب فرمایئے؟ اب قرآن پر کس کا ایمان ہے۔ رافضیوں کا یا خارجیوں کا تیروں سے قرآن کو غربال کر دینے کے بعد بھی اگر ایمان ویسے کا ویسا ہی رہا تو سبحان اللہ ایسے ایمان کا کیا کہنا ایسا ایمان آپ ہی کو مبارک ہو۔ خلیفتہ المسلمین کے بعد اب بقیہ المسلمین کا ایمان بھی قرآن پر ملاحظہ کرلیں۔ کہ قرآن مجید کی تعظیم و تکریم کہاں تک انہوں نے ملحوظ رکھی ہے۔

درمختار میں جو سینوں کے فقہ کے معتبر کتاب ہے۔ یہ عجیب و غریب فتوے مرقوم ہے جس سے قرآن پر ان کے ایمان ہونے کا پورا ثبوت ملتا ہے۔

لو رعف فكتب الفاتحة بالدم على جبهة وانفه جاز الا استشفاء و بالبول ايضًا ان علم فيه شفاء لا باس به انتهى بلفظه

یعنی اگر کسی کو نکسیر کا مرض ہو۔ اور سورۃ فاتحہ کو خون سے اس کی پیشانی اور ناک پر لکھ دیا

جائے تو نیت استشفاء جائز ہے۔ اور اسی طرح اس کے پیشاب سے لکھنے میں مضائقہ نہیں اگر اس میں شفاء کی امید رکھتا ہو

فتاوے قاضی خان ۳۶۴ اور فتاوے سراجیہ برحاشیہ قاضی خاں ۳۱ عالمگیری ۱۳۴

والذی رعف فلا یرقادمه فارا دان یکتب بدمه علی جبهته شیئا من القران قال ابوبکر الا سکاف یجو زقیل لو کتب بالبول قال لو کان فیه شفاء لا باس به قیل لو کتب علی جلد میتته

یعنی جس کی نکسیر پھوٹے اور خون نہ تھمے سو اگر وہ خون کے ساتھ اپنی پیشانی پر کچھ لکھے تو جائز ہے۔ اور اگر پیشاب سے قرآن لکھے اور اگر مردار کی کھال پر قرآن لکھے تو اگر اس میں شفا ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔(معاذ اللہ)

لاحول ولا قوۃ الاباللہ (معاذ اللہ) پیشاب اور خون جیسی نجس چیز سے قرآن مجید لکھا جائے اور پھر اس میں شفاء کی امید نادانوں یہ بے ادبی تو خدا کے کمال غضب اور قہر کا باعث ہے اس میں شفا خاک ہوگی۔ بلکہ خدا کا قہر و غضب نازل ہوگا۔ بیماری بڑھے گی۔ کیا عجیب کہ یہ سوء ادبی ہلاکت کا بھی باعث ہو جائے یہ فتوے بازی قرآن کی کونسی آیت سے ماخوذ ہے قرآن تو چیخ پکار کر کہہ رہا ہے ولا یمسه الا المطهرون جس کتاب خدا کا خالی مس کرنا بھی نبض قرآن بغیر طہارت اور پاکی کے ناجائز ہو اس کو خون اور پیشاب جیسی ناپاک چیز سے لکھنے کے لیے جائز ہونے کا فتوے جو مذہب دے رہا ہو وہ کس طرح قرآن پر ایمان رکھنے کا جھوٹا دعوے کر سکتا ہے شرم' شرم' شرم' پس میں اب یہ کہوں گا کہ دوستو! شیعوں کی نگاہوں میں قرآن مجید کی عظمت اور عزت جتنی گنا کم یا زیادہ لیکن سینوں کے خلفاء راشدین و فقہا مسلمین کی نظروں میں تو بالکل ہی نہ تھی ورنہ وہ ایسے قابل شرم فتوے دینے کی کسی طرح بھی جرات نہ کرتے

موعظہ تحریف قرآن ۲۰ تا ۲۲

اقول

احراق مصاحف کی نسبت ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ مگر مجتہد لاہوری کی خاطر کچھ یہاں بھی گزارش کی جاتی ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں قرآ کو صحائف پر ایک جگہ جمع کر دیا گیا تھا۔ تاکہ حاملان قرآن کی وفات سے اس میں سے کوئی شے ضائع نہ ہو جائے اور وہ مجموع مشتمل براحرف سبع تھا حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوا بعض دوسروں سے کہنے لگے کہ ہمارا حرف (لغت) تمہارے حرف سے بہتر ہے۔ چونکہ اس سے اہل اسلام میں

اختلاف عظیم پڑنے کا اندیشہ باہمی تکفیر کا دغدغہ تھا اس لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بشورہ اصحابہ کرام جن میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی شامل تھے پہلے تیار شدہ مجموع کو صرف لغت قریش باقی رکھ کر لکھوایا۔ جب اس طرح کئی مصاحف لکھے جا چکے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بنا بر حدیث بخاری حکم دیا کہ ان کے سوا جو صحیفہ یا مصحف ہوں جلا دیا جائے۔ مجتہد لاہوری اسی احراق پر اعتراض کر رہا ہے' اور مختلف کتابوں کے حوالے دے رہا ہے جن میں سے صحیح بخاری سب سے پہلے کی کتاب ہے۔ جواب میں گزارش ہے کہ حدیث بخاری کے اس ٹکڑے کو جس میں احراق مذکور ہے۔ تسلیم کرنے میں ہمیں تامل ہے۔ کیونکہ امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ کی صحیح سے پہلے کی ایک معتبر کتاب میں اس احراق کو بے بنیاد بتایا گیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ فقہ کا ایک مسئلہ ہے کہ جب مسلمانوں کو غنیمت میں کوئی مصحف ہاتھ لگے اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس میں کیا لکھا ہے تورات یا انجیل یا زبور تو اس کی بیع بعد تقسیم مابین الغانمین جائز نہیں اور نہ اس کا جلانا جائز ہے چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۸۹ھ) فرماتے ہیں

ولا ينبغي له ان يحرق بالنار ذلک ايضا لانه من الجائز ان يكون فيه شئي من ذكر الله تعالى ارمما هو من كلام الله تعالى ففي احراقه بالنار من الاستخفاف ما لا يخفى- والذى يروى عن عثمان رضى الله تعالى عنه انه فعل ذلک بالمصاحف المختلفة حين اراد جمع الناس على مصحف واحد لا يكاد يصح فالذى ظهر منه من تعظيم الحرمة لكتاب الله تعالى والمداومة على تلاوته آناء اليد والنهار دليل على انه لا اصل لذلک الحديث- (شرح سیر کبیر لشمس الائمۃ السرخسی المتوفی ۴۸۲ھ مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۱۳۳۵ھ جز ثانی ص ۲۷۷)



ترجمہ: اور امیر لشکر کو یہ بھی نہ چاہیے کہ اس مصحف کو آگ جلا دے کیونکہ ممکن ہے کہ اس میں کوئی شے ذکر الٰہی یا کلام اللہ کی قسم سے ہو۔ پس اسے آگ کے ساتھ جلانے میں بے حرمتی ہے جو پوشیدہ نہیں۔ اور وہ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت مروی ہے کہ جب انہوں نے لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کرنا چاہا۔ تو مصاحف مختلفہ کو جلا دیا۔ سو یہ قریب نہیں کہ صحیح ہو۔ کیونکہ ان سے جو کتاب اللہ کی حرمت کی تعظیم اور رات دن اس کی تلاوت کی مداومت ظہور میں آئی ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث بے بنیاد ہے۔ انتھی اگر ہم احراق مذکور کو صحیح تسلیم کر لیں تو اس صورت میں بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض نہیں آتا کیونکہ جن مصاحف کو جلانے یا غسل کے بعد جلانے سے تلف کر دیا گیا۔ ان میں قراءت شاذہ بھی تھیں اور کچھ الفاظ بطور تفسیر بھی درج تھے۔ جو صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے سنے ہوئے تھے۔ علاوہ

ازیں ان میں بعض منسوخ التلاوۃ آیتیں بھی تھیں۔ ایسے مصاحف سے اہل اسلام میں فتنہ عظیم کا احتمال قوی تھا جس کا سدباب کماحقہ اسی طریق سے ہو سکتا تھا۔ جو حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اختیار کیا۔ اور اس وقت یہی درست و مناسب تھا حتی کہ جناب مولی مرتضی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ احراق مصاحف کے معاملہ میں حضرت عثمان کے حق میں بجز نیکی کچھ نہ کہو تفسیر اتقان (مطبوعہ مصر جز ثانی ۷۲) میں ہے۔

اذا احتیج الی تعطیل بعض اوراق المصحف لبلاء ونحوہ فلا بجوز وضعها فی شق اوغیرہ کانه قد یسقط ویوطا ولا یجوز تمزیقها المافیه من تقطیع الحروف وتفرقة الکلم وفی ذلک آزراء بالمکتوب کذا قاله الحلیمی قال رله غسلها بالماء وان احرقها بالنار فلا باس احرق عثمان مصاحف کان فیها ایات وقرات منسوخة ولوینکر علیه وذکر غیرہ ان لا حراق اولی عن الغسل لان الغسالة قد تفع علی الارض وجزم القاضی حسین فی تعلیقه بامتناع الا حراق لانه خلاف الا حترام والنووی بالکراهة وفی بعض کتب الحنفیة ان المصحف اذابلی لا یحرق بل یحفرله فی الارض ویدفن فیه وقفة لتعرضه للوطء بالاقدام۔

ترجمہ: جب بوسیدگی وغیرہ کے سبب مصحف کے بعض اوراق کے تلف کرنے کی ضرورت پڑے تو ان کا کسی شگاف وغیرہ میں رکھ دینا جائز نہیں کیونکہ بعض دفعہ وہ گر پڑتے ہیں اور پامال ہوتے ہیں۔ اور نہ ان کا پھاڑ دینا جائز ہے کیونکہ اس میں تقطیع حروف اور تفرقہ کلمات ہے اور اس میں مکتوب کی بے حرمتی ہے حلیمی نے ایسا ہی کہا ہے اور فرمایا کہ ان کا پانی سے دھو دینا بھی جائز ہے۔ اور اگر ان کو آگ میں جلا دے تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان مصاحف کو جلا دیا جن میں آیتیں اور منسوخ قرائتیں تھیں اور کسی نے آپ پر انکار نہ کیا اور حلیمی کے سوا اوروں نے کہا کہ غسل سے احراق اچھا ہے۔ کیونکہ غسالہ زمین پر گر پڑتا ہے۔ اور قاضی حسین نے اپنے تعلیق میں بالجزم کہا کہ احراق منع ہے کیونکہ یہ خلاف احترام ہے اور نووی نے کہا کہ احراق مکروہ ہے اور حنفیہ کی بعض کتابوں میں ہے کہ جب مصحف بوسیدہ ہو جائے اسے جلانا نہ چاہیے۔ بلکہ اس کے لیے زمین میں گڑھا کھودنا چاہیے اور دفن کر دینا چاہیے اور اس میں تامل ہے کیونکہ پامال ہونے کا احتمال ہے انتھی جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل پر کسی صحابی نے اعتراض نہیں کیا۔ تو معلوم ہو گیا کہ کم سے کم ان حالات میں وہی فعل جائز درست تھا۔ اور یہ بھی مرکوز خاطر رہے کہ ان مصاحف کے تلف کرنے سے اصل قرآن میں کوئی فرق نہ آیا کیونکہ متواتر و مجمع علیہ اور منسوخ التلاوۃ آیات سے پاک

قرآن موجود رہ گیا اور رہا بھی اس لغت میں کہ جس میں پہلے نازل ہوا تھا اور امت ہمیشہ کے لیے اختلاف عظیم سے بچ گئی۔

مجتہد لاہوری کا یہ کہنا (اور ایسی جامع العلوم کتاب الٰہی کو بنابر اعتراف اہلسنت کے ہر قسم کی تحریف سے محرف کر دیا) اہل سنت پر افترا ہے ہاں شیعہ برملا کہتے ہیں کہ اصل قرآن وہی تھا۔ جو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے جمع کر کے چھپا دیا اور اب جو قرآن موجود ہے وہ سراسر محرف ہے اگر ولید نے قرآن پر تیر مار کر اسے پارہ پارہ کر دیا تو یہ اس کی خطا ہے اس کا یہ فعل ہمارے واسطے سند نہیں ہو سکتا۔

صاحب طعن السنان قصہ احراق مصاحف پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ فراواں حیرت ہے کہ جناب طوسی علیہ ماعلیہ بعض ظلمہ کو بھڑکا کر سینوں کے مدرسے کہ خالی قرآن سے اور حدیث سے نہ تھے پھونکوائیں خدام ولا ان کو خطاب محرق القران کا نہ فرمائیں اور بیچارے عثمان خیر خواہ امت شفیع امتاں کو بسبب احراق مشکوک القرآن کے محرق القرآن بتائیں چار دن کی بات ہے معرکہ اجود ہیا کہ کمتر از معرکہ کربلا نہ تھا یاد کیجیے کہ جب کفار نابکار نے کلام الٰہی شہید کیے اور غریب ایمانداروں نے اوراق سوختہ حکام نافرجام کو دیے کس نے آنکھوں پر پٹی باندھ لی کون کان میں تیل ڈال بیٹھا کس کی مساہلت اور مداہنت سے انتقام نہ ہوا۔ آخر قرآن کی ایسی مار پڑی کہ طبقہ الٹ گیا اور سارا کارخانہ پلٹ گیا رشق النبال علی اصحاب الضلال مطبوعہ مجمع البحرین لودیانہ ۱۲۸۱ھ ص ۴)

اب ہم ناظرین کی توجہ مسئلہ نکسیر کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں ہمارے ہاں حرام شے کے ساتھ علاج جائز نہیں چنانچہ زاد المعاد (مطبوعہ مصر جز ثانی ص ۱۰۶) میں یوں لکھا ہے۔

فصل فی هدید صلی الله علی وسلم فی المنع من التداوی بالمحرمات روی ابوداؤد فی سننه من حدیث ابی الدرداء قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله انزل والدواء و رجعل لکل داء دواء فتدا ووا وه تداروا بالمحرم ذکر البخاری فی صحیح عن ابن مسعود ان الله لم یجعل شفاء کم فیما حرم علیکم وفی السنن عن ابی هریره قال نهی رسول الله علیه وسلم عن الدواء الخبیث

ترجمہ: آنحضرتؐ کا طریق یہ تھا کہ حرام چیزوں کے ساتھ دوا کرنے سے منع فرماتے تھے چنانچہ ابو داؤد نے اپنی سنن میں بروایت ابو الدرداء نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیماری اور دوا نازل کی ہے۔ اور ہر بیماری کے لیے دوا بنائی ہے۔ پس تم دوا کرو اور حرام چیز کے ساتھ دوا نہ کرو اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں بروایت ابن مسعود ذکر کیا ہے کہ اللہ نے حرام چیزوں میں تمہاری شفاء مقرر نہیں کی۔ اور سنن میں بروایت ابو ہریرہ وارد ہے۔ کہ رسول اللہ نے خبیث دوا سے منع فرمایا ہے۔ انتھی درمختار



کتاب الحظر والاباحۃ) میں ہے۔

وکذاکل تداوی لا یجوز الا بطاھر لا بنجس

اسی طرح علاج کرنا جائز نہیں مگر پاک چیز سے نہ نجس سے۔ انتھی در مختار (کتاب الطہارۃ باب المیاہ) ہی میں دوسری جگہ یوں ہے۔

اختلف بالتداوی بالمحرم وظاھر المذھب المنع کمافی رضاع البحر

حرام چیز سے دوا کرنے میں علماء کا اختلاف ہے اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ درست نہیں جیسا کہ بحرالرائق کی کتاب الرضاع میں ہے۔ انتھی۔

ردالمختار میں اس قول کے تحت میں ہے۔

ففی النھایۃ عن الذخیرۃ یجوز ان علم فیہ شفاء ولم یعلم دواء اخروفی الخانیۃ فی معنی قولہ علیہ الصلاۃ والسلام ان اللہ تعالٰی لم یجعل شفاء کم فیما حرمہ علیکم کمارواہ البخاری ان مافیہ شفاء لاباس بہ کما یحل الخمر للعطشان فی الضرورۃ وکذااختارہ صاحب الھدایۃ فی التجنیس فقال لورعف فکتب الفاتحۃ بالدم علی جبھتہ وانفہ جاز للا ستشفاء بالبول ایضاً ان علم فیہ شفاء لا باس بہ لکن لم ینقل وھذا لان الحرمۃ ساقطۃ عندا لا ستشفاء کحل الخمر و المیتۃ (العطشان و الحائع

ترجمہ : نہایہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ حرام چیز سے دوا کرنا جائز ہے اگر اس میں شفا معلوم ہواور اس کے سوا کوئی اور دوا معلوم نہ ہواور فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ آنحضرتؐ نے جو فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰی نے حرام چیزوں میں تمہاری شفا نہیں ٹھہرائی جیسا کہ امام بخاری نے اسے روایت کیا ہے اس کے معنی ہیں کہ جس میں شفا (متیقن) ہے اس سے دوا کرنے میں مضائقہ نہیں جیسا کہ ضرورت و مجبوری میں پیاسے کے لیے شراب کا پیناجائز ہے۔ اور اسی طرح صاحب ہدایہ نے تجنیس میں اسے اختیار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر کسی کو نکسیر کا مرض ہو۔ اور وہ سورہ فاتحہ کو خون سے اپنی پیشانی اور ناک پر لکھ لے تو شفا یابی کے سبب یہ جائز ہے اور پیشاب سے بھی لکھنے میں مذائقہ نہیں اگر اس میں شفا معلوم ہو لیکن یہ مذہب میں منقول نہیں اور جواز کی وجہ یہ ہے کہ شفا معلوم ہونے کے وقت حرمت ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ ضرورت کے وقت پیاسے کے لیے شراب کا پینا اور بھوکے کے لیے مردار کا کھانا جائز ہے۔ انتھی۔

اور اسی مسئلہ کے متعلق ردالمختار ہی میں ہے۔

فی الحاوی القدسی اذا سال الدم من انف انسان ولا ینقطع حتی یخشی علیہ

الموت وقد علم انه لو كتب فاتحة الكتاب او الا خلاص بذالك الدم على جبهته ينقطع فلا يرخص له فيه وقيل يرخص كمايرخص فى شرب الخمر للعطشان واكل الميتة فى المخمصة وهو الفتوى-

ترجمہ: جب خون آدمی کی ناک سے رواں ہو- اور بند نہ ہوتا ہو یہاں تک کہ اس کے مرجانے کا خوف ہو اور اسے اس بات کا علم ہو کہ اگر وہ سورہ فاتحہ یا سورہ اخلاص کو اس خون سے اپنی پیشانی پر لکھ لے تو خون بند ہوجائے گا- پس اس کو لکھنے کی اجازت نہیں اور کہا گیا ہے- کہ اجازت ہے جیسا کہ اضطرار کے وقت پیاسے کو شراب کے پینے اور بھوک شدت میں مردار کے کھانے کی اجازت ہے اور یہی فتویٰ ہے انتھی عبارات مذکورہ بالا سے ملعوم ہوا کہ اہلسنّت کے نزدیک حرام چیزوں سے دوا کرنا جائز نہیں اور یہی حنفیہ کے ہاں ظاہر مذہب ہے مگر جب حالت اضطرار ہو- اور اس بات کا علم و تیقن ہو کہ حرام چیز کے استعمال سے بیماری جاتی رہے گی- اور اس حرام چیز کے سوا اس بیماری کی کوئی اور دوا بھی معلوم نہ ہو- تو ایسی حالت میں بھی حرام چیز کے استعمال کی اجازت نہیں- ہاں اس صورت میں بعض نے جواز کا فتویٰ دیا ہے جب کہ مرجانے کا خوف ہو- ایسی ہی حالت اضطرار میں صرف بعض نے سورہ فاتحہ یا اخلاص کوخون سے لکھنے کی اجازت دی ہے رہاپیشاب سے فاتحہ کا لکھنا سو وہ ایسی حالت میں کسی کا بھی مذہب نہیں ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ اس میں شفاء یابی کا علم ہو اور یہ کوئی کہہ نہیں سکتا پس یہ تعلیق بالمحال ہے لہٰذا کسی صورت میں پیشاب کے ساتھ لکھنے کا جواز ثابت نہیں تفسیر اتقان (جز ثانی ۱۷۰) میں صاف لکھا ہے- وتحرم كتابته بشئى نجس یعنی ناپاک چیز سے قرآن کا لکھنا حرام ہے- انتھی- اب مجتہد لاہوری کی دیانتداری کو دیکھیے اول تو اس نے ردمختار (جسے وہ ردمختار لکھ رہا ہے) سے مسئلہ زیر بحث کے متعلق پوری عبادت نقل نہیں تاکہ صورت کا کسی کو پتہ نہ لگے- دوسرے کو یہ کہ ان علمه فيه شفاء (اگر اس میں شفا معلوم و متیقن ہو) کا ترجمہ (اگر اس میں شفا کی امید رکھتا ہو) غلط کیا ہے- - اور لكن لم ينقل (لیکن پیشاب سے لکھنے کا جوا منقول نہیں کو عمداً پس انداز کرگیا ہے تیسرے یہ کہ جازللا ستشفاء کاترجمہ (بہ نیت استشفاء جائز ہے) غلط کیا ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جواز اس لیے ہے کہ اس امر کا علم و تیقن ہو کہ اسے شفا حاصل ہو جائے گی-



شیعہ کہتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو قرآن جمع کیا تھا- وہی اصلی قرآن تھا- اس سے قرآن موجود کی عظمت و عزت ان کے دلوں میں کچھ نہیں یہی وجہ ہے کہ شیعہ میں حافظ قرآن

نہیں ہوتے بلکہ حافظ قرآن کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بل هو ايات بينات في صدور الذين اوتواالعلم (بلکہ وہ کھلی آیتیں ان لوگوں کے سینوں میں موجود ہیں جن کو علم دیا گیا ہے ترجمہ شیعہ مولوی سید ناصر حسین نے رشق النبال علی اصحاب الضلال ۳۹ میں لکھا ہے اناله لحفظون کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ان جولا ہے جاہلوں کے یاد کرنے سے محافظت کی ہوگی۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ حکیم علی الاطلاق نے قرآن صامت کی محافظت قرآن ناطق کی مقارنت سے کی ہے۔ کہ ہر زمانہ میں ایک معصوم مفترض الطاعۃ کو علم اس کے الفاظ و معانی کا مطابق واقع کے ایسا عطا فرمایا ہے کہ ثقلین کے وجود کی برکت سے عالم قائم ہے جیسا کہ اوعید امامیہ میں وارد ہے

بوجوده ثبتت الارض والسماء وبيمنه رزق الورى وبه يملا الله الارض قسطا وعدلا كما ملئت ظلما وجورا

دیکھو عظمت قرآن کی ہمارے اعتقاد میں ہے یا تمہارے عقیدہ میں سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ناظرین آپ نے دیکھ لیا کہ شیعہ قرآن کی تعظیم یوں کرتے ہیں کہ اسے امام غائب کے پاس محفوظ جانتے ہیں۔ اور ہر دور میں غائب کو ذریعہ قیام عالم سمجھتے ہیں اب ہم مجتہد لاہوری سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ آپ جو لکھ رہے ہیں کہ بلکہ قرآن کی سچی اور واقعی تعظیم و تکریم اسی میں ہے کہ سمجھ کر اس کی روزانہ تلاوت کی جائے اور اس کے احکام اور امر اور نواہی کی تعمیل کو فرض عین سمجھ لیا جائے اس ہدایت پر کوئی شیعی عمل نہیں کر سکتا کیونکہ اصلی قرآن حسب عقیدہ شیعہ امام غائب کے پاس ہے۔ روزانہ تلاوت کس کی کی جائے۔ اور اس قرآن محفوظ کے احکام پر کس طرح عمل کیا جائے قرآن موجود کی جو عظمت و عزت شیعہ کی نظروں میں ہے اس کا اندازہ ذیل سے بخوبی لگ سکتا ہے۔

(۱) فروغ کافی للکلینی کتاب الحیض باب الحائض و النفساء تقروان القرآن ص ۵۱ میں ہے

على بن ابرهيم عن ابيه عن ابن ابى عمير عن زيد الشحام عن ابى عبدالله عليه السلام قال تقراء الحائض القرآن والنفساء والجنبا ايضا۔

ترجمہ: (بحذف اسناد) امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حیض والی عورت قرآن پڑھ لے اور نفاس والی عورت اور جنب بھی پڑھ لیا کریں۔ انتہی۔

(۲) اصول کافی (کتاب الحجۃ باب الاشارہ والنص علی امیر المومنین علیہ السلام ص ۱۸۰) میں ہے۔

عن زيد بن جهم الهلالى عن ابى عبدالله عليه السلام قال سمعته يقول لما نزلت ولايت على بن ابى طالب وكان من قول رسول الله صلى عليه وسلم سلموا على

علی بامرۃ المومنین فکان مماا کداللہ تعالٰی علیھما فی ذلک الیوم یازید قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لھماقوما فسلما علیہ بامرۃ المومنین فقالاامن اللہ اومن رسولہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ فقال لھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم من اللہ ومن رسولہ فانزل اللہ تعالٰی ولا تنقضوا الایمان بعد توکید ھا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا ان اللہ یعلم ما تفعلون یعنی بہ قول رسول اللہ علیہ والہ لھما وقولھما امن اللہ اومنْ رسولہ ولا تکونو اکالتی نقضت غزلھا مامن بعد قوۃ انکاثا تنخذون ایمانکم دخلا بینکم ان تکون امۃ ھی ازکی من امتکم قال قلت جعلت فداک قال ری واللہ ائمۃ قلت فانا نقرا اربی قال فقال ماار بی واومی بیدہ فطرحھا الحدیث۔

ترجمہ: زید بن جہم ہلالی سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو سنا کر فرماتے تھے۔ کہ جب علی بن ابی طالب کی ولایت نازل ہوئی اور منجملہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے یہ تھا۔ کہ تم علی کو امیر المؤمنین کہہ کر سلام کرو پس اے زید منجملہ اس کے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس روز ان دونوں کو تاکید کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا دونوں کو یہ فرمانا تھا کہ دونوں اٹھو۔ اور علی کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔ دونوں نے کہا کیا یہ تاکید اللہ کی طرف سے ہے یا اس کے رسول کی طرف پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے ہے پس اللہ عزوجل نے یہ آیتیں نازل کیں۔

ولا تنقضوا الایمان بعد تولید ھا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا ان اللہ یعلم ماتعقلون ولا تکونوا کالتی نقضھت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا تتخذون ایمانکم دخلابینکم ان تکون ائمۃ ازکی من ائمتکم۔

ترجمہ: زید بن جہم کا بیان ہے کہ میں نے (امام صادق سے) یوں غرض کی میں آپ پر قربان ہو جاؤں گیا۔ (آیت قرآنی میں) لفظ آئمہ ہے۔ امام نے فرمایا ہاں اللہ کی قسم آئمہ ہے میں نے عرض کی ہم تو اربیٰ پڑھتے ہیں زید بن جہم کا بیان ہے کہ یہ سن کر امام صادق نے فرمایا کہ اربیٰ کیا ہے؟ اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا پس اس کو پھینک دیا انتھی صافی شرح اصول کافی میں اخیر کا حصہ کا یوں ترجمہ کیا ہے۔ واشارت کر بدست خود مانند کسیکہ در استبعاد دست خود را میجنباند پس انداخت دست خود را یعنی امام نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا مانند اس شخص کے جو کسی بات کو بعید سمجھنے کے وقت اپنا ہاتھ ہلاتا ہے۔ پس امام نے اپنا ہاتھ گرا دیا انتھی مگر فطرحھا کی ضمیر کا مرجع (ید) ہاتھ کو قرار دینا درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ طرح کے معنی

پھینک دینے اور دور کرنے کے ہیں۔ اور یہ ہاتھ پر صادق نہیں آتے ہاں اگر ہاتھ جسم سے کاٹ دیا جائے تو اس وقت کہہ سکتے ہیں کہ ہاتھ کو پھینک دیا مفردات راغب اصفہانی میں ہے۔

الطرح القاء الشئی وابعادة والطروح المکان البعید ورایته من طرح ای بعد والطرح المطروح لقلة الا عند ادبه قال اقتلوا یوسف اوطرحواہ ارضا۔

ترجمہ: طرح کے معنی کسی چیز کا پھینک دینا اور دور کر دینا ہے اور طروح کے معنی مکان بعید کے ہیں رایته من طرح کے معنی ہیں کہ میں نے اس کو دور سے دیکھا طرح کے معنی مطروح کے ہیں۔ کیونکہ اس کا چنداں اعتبار نہیں کیا جاتا قرآن مجید میں ہے اقتلوا یوسف اوطرحوہ ارضا (یوسف کو قتل کر ڈالو یا اس کو کسی زمین میں پھینک دو) انتھی) پس ہاتھ کے لیے لفظ طرح استعمال نہیں ہو سکتا اور عبارت اصول کافی میں کوئی اور لفظ نہیں جسے اس ضمیر کا مرجع قرار دے سکیں بجز اس کے کہ آیت ان تکون امة ھی اربی من امة یعنی اس صحیفہ کو جس پر یہ آیت لکھی ہوئی تھی) ضمیر کا مرجع بنایا جائے۔ اور یہی درست ہے۔ کیونکہ تفسیر صافی میں ہے۔

وفی الکافی والقمی عنه انه قرآن تکون ائمة ھیٰ ازکی من ائمتکم فقیل انا نقراء ھاھی اربی من امة فقال وما اربی واوھی بیدہ فطرحھا۔

ترجمہ: اصول کافی اور تفسیر قمی میں ہے کہ امام جعفر صادق نے پڑھا ان تکون ائمة ھی ازکی من ائمتکم پس آپ سے عرض کیا گیا کہ ہم تو اس آیت کو یوں پڑھتے ہیں ھی اربی من امة اس پر امام نے فرمایا اور اربی کیا ہے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا پس اس کو پھینک دیا انتھی تفسیر صافی کی اس عبارت میں ھا کا مرجع دونوں آیت ہے پس اب صاف ظاہر ہو گیا کہ فطرحھا سے مراد یہ ہے کہ امام جعفر صادق نے اس صحیفہ کو جس پر آیة ان تکون امة ھی اربی من امة لکھی ہوئی تھی پھینک دیا علاوہ ازیں مقام بھی اس معنی کا مقتضی ہے کیونکہ امام صادق ھی اربی کو سن کر خفا ہو گئے پس انہوں نے خفگی میں اس آیت کو جو صحیفہ پر لکھی ہوئی تھی۔ زمین پر پھینک دیا۔ اگر خلاف لغت و مقتضائے مقام ہم تسلیم بھی کر لیں کہ فطرحھا کے معنی یہی ہیں کہ امام صاحب نے اپنے ہاتھ کو گرا دیا تب بھی ہمارا مقصود ثابت ہے کیونکہ اس عبارت سے کم از کم اتنا تو ظاہر ہے کہ امام ھی اربی کو جو قرآن میں موجود ہے۔ بنظر حقارت دیکھا اور فرمایا اربی کیا ہے۔

(۳) فروغ کافی (باب الحائض والنفساد تقرآن القرآن ۵۱) میں ہے۔

محمد بن یحیی عن احمد بن محمد عن الحسن محبوب عن ابن رباب عن ابی عبیدہ قال سالت ابا جعفر علیه السلامه عن الطامث تسمع السجدة فقال ان

کانت من العزائم فتسجد اذا سمعتها۔

(بحذف اسناد) ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حیض والی عورت اگر آیت سجدہ سن لے تو کیا کرے امام نے جواب دیا اگر سجدہ عزائم کا ہے تو جس وقت سنے سجدہ کرنا چاہیے۔ انتھی۔

(۴) شیخ صدوق من لا یحضر الفقیہ (مطبوعہ جعفریہ لکھنؤ ۱۳۰۷ء جزء اول ص ۱۰ میں لکھتے ہیں۔ وسال عمر بن یزید ابا عبد الله علیه السلام عن التسبیح فی المخرج وقراءة القران فقال لم یرخص فی الکنیف اکثر من اية الکرسی ویحمد الله او اية الحمد لله رب العالمین عمر بن یزید نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ پائخانہ میں قرآن پڑھنے اور تسبیح کا کیا حکم ہے۔ امام نے جواب دیا کہ پائخانہ میں اس سے زیادہ کی اجازت نہیں کہ آیۃ الکرسی کی مقدار قرآن پڑھ لے اور خدا کی حمد کرے یا آیۃ الحمد الله رب العلمین پڑھ لے انتھی۔

(۵) (من لا یحضرہ الفقیہ جز اول ۲۵) میں ہے۔

لا باس بان یقرا الجنب القران کله ما خلا العزائم التی یسجد فیها وهی سورة لقمان وحم السجدة والنجم و سورة اقرا باسم ربک ومن کان جنبا اوعلی غیر وضوء فلا یمس القرآن و جائز له ان یمس الورق اویقلب له الورق غیره ویقرا هو ویذکر الله عزو جل۔

ترجمہ: مضائقہ نہیں کہ عزائم کے سوا جن میں سجدہ کیا جاتا ہے جنب سارا قرآن پڑھ لے اور عزائم یہ چار سورتیں ہیں سورۃ لقمان حم سجدہ والنجم اور سورہ اقراء باسم ربک جو شخص جنب یا بے وضو ہو وہ قرآن کو ہاتھ نہ لگائے اور اس کے لیے جائز ہے کہ ورق کو ہاتھ لگائے یا اس کے لیے کوئی دوسرا ورق الٹ دے اور وہ قرآن پڑھے اور اللہ عزوجل کا ذکر کرے انتھی۔

(۶) کتاب الاستبصار شیخ الطائفہ الطوسی (مطبع جعفریہ لکھنؤ جز اول باب الجنب والحائض تقرآن القرآن ۵۷) میں ہے۔

عن الفضیل بن یسار عن ابی جعفر علیه السلام قال لا باس ان یتلوا الحائض والجنب القران۔

ترجمہ: فضیل بن یسار کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حیض والی عورت اور جنب اگر قرآن پڑھ لے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ انتھی۔

(۷) شیخ الطائفہ طوسی نے کتاب الاستبصار جز اول ۵۷ میں ذکر کیا ہے۔

عن عبید الله بن علی الحلبی عن ابی عبدالله علیه السلام قال سالته اتقراء النفساء والحائض والجنب والرجل یتغوط القران فقال یقرء ون ماشاء وا۔

ترجمہ: اللہ بن علی حلبی کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ کیا نفاس والی عورت اور حیض والی عورت اور جنب اور قضائے حاجت کرتا ہوا مرد قرآن پڑھ لیں امام نے جواب دیا کہ پڑھ لیں جو چاہیں۔انتہی۔

ناظرین! مذہب امامیہ قرآن مجید کی تلاوت کے آداب آپ دیکھ چکے ہیں ان کے علاوہ بہت سے مسائل ہیں جن کا بیان اس مقام پر مناسب نہیں۔

قال الحائری

اہلسنت کا قرآن ناقص ہے صاحبان اہلسنت وجماعت نے عام طور پر یہ مشہور کر رکھا ہے کہ شیعوں کا قرآن ناقص ہے یہ محض غلط بہتان اور افتراء ہے صرف دھوکہ دینے کی غرض سے یہ لوگ ایسے کہہ دیا کرتے ہیں۔ سنو شیعوں کا یہی کامل قرآن ہے جس کا ثبوت میرے ذمہ ہے ابھی ابھی میں اپنے اس دعوے کا مدلل ثبوت آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ مگر عطار شماء بلقاء شمار کے اقتضاء سے پہلے ان کا اعتراض انہیں کی مسلمہ کتب سے ان پر پیش کرتا ہوں تاکہ گریجویٹ اور محققین میں تعلیم یافتہ طبقہ یہ اچھی طرح سمجھ جائے کہ ایسے لوگوں کو دوسروں پر اعتراض کرنے کا سبب اور کیا ہو سکتا ہے سوا اس کے کہ تعصب کی عینک آنکھوں پر لگی ہوئی ہے جس سے دور کا تنکا تو با آسانی نظر آجاتا ہے لیکن قریب کا شہتیر بھی دکھائی نہیں دیتا اپنی مذہبی روایات سے ناواقف ہو کر خواہ مخواہ دوسروں کو چھیڑ چھاڑ کر طعن کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ کہ طاعن کے مذہب کا بخیہ ادھیڑ کر تمام پرزے سامنے رکھ دیے جاتے ہیں جس پر وہ حسرت اور افسوس کے ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔

تفسیر اتقان مطبوعہ مطبع احمدی ص ۳۱۶ سطر ۹ میں امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ:

قال ابو عبیده حدثنا اسماعیل بن ابرهیم عن ایوب عن نافع عن ابن عمر قال لا یقولن احد کم قد اخذت القران کله ومایدریه ما کله قد ذهب منه قرآن کثیر انتهی بلفظه۔

یعنی ابن عمر سے مروی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص بھی یہ نہیں دعوے کر سکتا کہ اس نے پورا اور مکمل قرآن تمسک کیا ہے۔ اور اس کو کیونکر معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ مکمل اور پورا قرآن کیا ہے

کیونکہ اس قرآن کا بہت سا حصہ اس میں سے نکل گیا ہے۔

کیوں صاحب؟ فرمایئے کس کا قرآن ناقص ہوا شیعوں کا یا سینوں کا خلیفہ زادہ حضرا بن عمر سنی تھا یا شیعہ اس نے تو بہانگ دہل یہ کھول کر کہہ دیا ہے کہ ایک نفر بھی تم میں سے اس امر کا دعوے نہیں کر سکتا کہ اس نے پورے اور مکمل قرآن کا تمسک کیا۔ کیونکہ سینوں کے خلیفہ زادہ کے قول سے تو یہ قرآن ناقص ہے پھر ناقص قرآن کا ماننے اور تمسک کرنے والا سینوں کا گروہ کامل قرآن کے ماننے والے شیعوں پر طعن کرنے کا کیا حق رکھتا ہے۔ موعظہ تحریف قرآن (۲۲ تا ۲۳)

اقول

اہلسنت و جماعت یہ نہیں کہتے کہ شیعوں کا قرآن ناقص ہے۔ بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ شیعہ کے پاس قرآن ہی نہیں۔ کیونکہ ان کا اصلی قرآن حسب عقیدہ شیعہ امام غائب کے پاس ہے۔ اور جو قرآن اب موجود ہے وہ محرف و نادرست ہے جیسا کہ ہم بحوالہ کتب معتبرہ شیعہ ثابت کر چکے ہیں اگر ر مجتہد لاہوری یہ ثابت کردے کہ شیعوں کا یہ یہی کامل قرآن ہے تو چشم ما روشن ودل ماشاد مجتہد صاحب نے جو حوالہ تفسیر اتقان سے پیش کیا ہے۔ ہم اس کتاب کے صفحہ ۱۹۴ پر اس کا جواب دے آئے ہیں۔ کہ قرآن مجید ۲۳ سال کے عرصہ میں حسب ضرورت و موقع تھوڑا تھوڑا اترتا رہا ہے۔ اس عرصہ میں بعض آیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عہد مبارک ہی میں منسوخ التلاوۃ ہوگئی تھیں لہٰذا وہ قرآن میں موجود نہ رہیں۔ پس حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول درست ہے کہ کوئی یوں نہ کہے کہ میں نے سارا قرآن لیا ہے ورنہ یہ معلوم کہ کل قرآن (منسوخ التلاوۃ سمیت) کتنا تھا۔ کیونکہ منسوخ التلاوۃ آیتیں تو اس میں موجود نہ رہیں۔ پس کل اخذ کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔ پس قول ابن عمرؓ سے یہ سمجھنا کہ اصحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد قرآن میں کمی کردی بالکل غلط ہے۔ مولوی سید حامد حسین رافضی نے استقصاء الانحام و استیفار الانتقام (مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لودیانہ ۱۲۷۶ھ جلد اول ۱۰) میں اس مقام پر صاحب منتہی الکلام پر یوں جرح کی ہے۔ و اما تاویل افادہ ابن عمر باینکہ غرض جنابش از فقرہ قد ذهب منه قرآن کثیر ایں است کہ ان چہ منسوخ التلاوۃ بود از آن رفتہ است محکہ بیش نیست زیرا کہ ہر قدر کہ منسوخ التلاوۃ شد از حقیقت قرآن و ماہیت آن خارج گردید آنز اقران دانستن معنائے ندارد بلکہ کتابت آن ہمہ در قرآن جائز نیست و بنا بریں ادعائے اخذ تمام قرآن صحیح باشد و منع ممنوع و قطعا غیر جائز انتہی۔

ترجمہ: مگر قول ابن عمر کی تاویل یوں کرنا کہ جناب کی عرض قد ذهب منه قرآن کثیر بیشک

اس میں سے بہت سا قرآن جاتا رہا) سے یہ ہے کہ جو کچھ منسوخ التلاوۃ تھا وہ اس میں سے جاتا رہا ہے یہ صرف ایک مضحکہ ہے کیونکہ جس قدر منسوخ التلاوۃ ہویا وہ قرآن کی حقیقت و ماہیت سے خارج ہوگیا۔ اس کو قرآن جاننا بے معنی ہے بلکہ اس کا قرآن میں لکھنا بھی جائز نہیں اس لیے سارے قرآن کے اخذ کا دعوے کرنا صحیح ہے اور اس سے منع کرنا ممنوع اور قطعاً ناجائز ہے۔ انتھی۔

سید حامد حسین نے اسی قسم کی ژاژ خائی سے اپنی کتاب کو ضخیم کر دیا ہے ایک طفل مکتب بھی سمجھ سکتا ہے کہ منسوخ التلاوۃ آیات قرآنیت سے خارج نہیں ہو سکتیں۔ یعنی آیات قرآنی بلحاظ تلاوت دو قسم کی ہیں ایک منسوخ التلاوۃ دوسری غیر منسوخ التلاوۃ سچ ہے مَنْ ضَحَكَ ضُحِكَ شیعہ اصطلاح منسوخ التلاوۃ سے بہت گھبراتے ہیں۔ چنانچہ مولوی سید ناصر حسین نے رشق النبال علی اصحاب الضلال (مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لودیانہ ۱۲۸۱ھ ص ۱۴) میں یوں لکھا ہے۔ منسوخ التلاوۃ ایک خاص اصطلاح اہل سنت کی ہے۔ کہ تنقیص کے عیب کو اس پردے میں چھپاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ قرانیت منسوخ التلاوۃ کی اسی لفظ سے ثابت ہے کہ اس کی تلاوت کو تم نے منسوخ قرار دیا۔ یعنی قبل وجود ناسخ کے وہ آیات متلو اور داخل مصاحف تھیں اب ان کا پڑھنا منسوخ ہوگیا اور مخفی نہیں کہ منسوخ ہو جانے سے قرآن ہونا اور افتراض تعظیم ان آیات کا زائل نہیں ہوا۔ ہاں اب تمہارے ذمہ ہے کہ آیات قرآنی میں سے منتخب کرکے بتاؤ کون سی آیت قرآن مروج کو نسخ کرتی ہے۔ کس آیت منسوخ التلاوت کو امامیہ کی کتابوں میں آیات منسوخ التلاوۃ کا کہیں ذکر نہیں۔ تمہاری کتابوں میں البتہ بہت آیات منسوخ التلاوۃ مذکور ہیں اب ہر ایک کے ناسخ کو تم بتاؤ جیسا آگے چل کر ان آیات کا مذکور ہوگا۔ انتھی۔

سید ناصر حسین صاحب نے یہ درست کہا کہ آیت منسوخ التلاوۃ ہونے سے قرآنیت سے خارج نہیں ہو سکتی۔ مگر اس نے یہ بڑا بول بولا ہے کہ امامیہ کی کتابوں میں منسوخ التلاوت کا کہیں ذکر نہیں امامیہ کے علامہ علی تہذیب ص ۲۳۰ میں لکھتے ہیں۔

ویجوز نسخ التلاوۃ دون الحکم وبا لعکس لانھما عبادتان لا تلازم بینھما وقد وجد فی الا عتداد بالحول والرجم للشیخین۔

ترجمہ: اور جائز ہے تلاوت کا منسوخ ہونا بغیر منسوخ ہونے حکم کے اور اس کا عکس بھی جائز ہے کیونکہ تلاوت اور حکم دو عبادتیں ہیں جن کے درمیان کوئی تلازم نہیں منسوخ الحکم غیر منسوخ التلاوۃ کی مثال یہ ہے کہ ایک سال کی عدت وفات کو اللہ تعالیٰ نے چار مہینے دس دن کے ساتھ منسوخ کردیا۔ اور منسوخ التلاوۃ غیر منسوخ الحکم کی مثال یہ آیت رجم ہے۔ **الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ** انتھی امامیہ کے بہاؤ الملتہ الدین زبدۃ الاصول سعاف الاصول شرح زبدۃ الاصول مطبوعہ

اثنا عشری لکھنؤ ۲۵۸) میں یوں تحریر کرتے ہیں وقد ینسخ التلاوة لا الحکم و بالعکس وھما معا
یعنی کبھی تلاوت منسوخ نہ کہ حکم اور کبھی اس کا عکس ہوتا ہے اور کبھی تلاوت و حکم دونوں منسوخ ہوتے
ہیں۔ انتھی زبدۃ الاصول کی شرح امعاف المامول میں ہے۔

اما نسخ التلاوة دون الحکم فمثاله ماروی بطریق الاحادانه کان من القران الشیخ والشیخة اذازنیا فارجموھما نکالا من الله فنسخ تلاوتة مع بقاء حکم و امانسخ الحکم دون التلاوة فمثاله اية العدة الدالة علی الا عتداد بالحول ثم نسخت باية التربص باربعة اشھر وعشر فنسخ الحکم المستفاد من الاية الاولی مع تلاوتها وامانسخ التلاوة والحکم معافکما روی ان سورة الاحزاب کانت تعدل سورة البقرة فنسخ تلاوتها وحکمها معا۔

ترجمہ: منسوخ التلاوۃ وغیرہ منسوخ الحکم کی مثال وہ ہے جو بطریق احاد مروی ہے کہ یہ آیت قرآن میں تھی الشیخ والشیخة اذازنیا فارجموھما نکالا من الحق پس اس کی تلاوت منسوخ ہوگی اور حکم باقی رہ گیا۔ اور منسوخ الحکم غیر منسوخ التلاوۃ کی مثال آیت عدت جو دلالت کرتی ہے کہ جس عورت کا خاوند مرجائے اس کی عدت ایک سال ہے پھر یہ آیت منسوخ ہوگئی۔ اس آیت کے ساتھ جس میں چار مہینے دس دن کا انتظار مذکور ہے پس پہلی آیت کا حکم منسوخ ہوگیا۔ اور تلاوت باقی رہی۔ اور منسوخ التلاوۃ والحکم کی مثال وہ ہے جو مروی ہے کہ سورہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھی پس اس کی تلاوت و حکم دونو منسوخ ہوگئے۔ انتھی امامیہ کے شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد طوسی عدۃ الاصول (مطبوعہ بمبئی جزو ثانی ص ۳۶) میں یوں لکھتے ہیں۔



فصل فی ذکر جواز نسخ الحکم دون التلاوة ونسخ التلاوة دون الحکم جمیع ما ذکرناه جائز دخول النسخ فیه لان التلاوة اذا کانت عبادة والحکم عبادة اخری جاز وقوع النسخ فی احد ھما مع بقاء الا خرکما۔ یصح ذلک فی کل عبادتین واذاثبت ذلک جاز نسخ التلاوة دون الحکم والحکم دون التلاوة فان قیل کیف یجوز نسخ الحکم مع بقاء التلاوة وھل ذلک الا نقص لکون التلاوة دلالة علی الحکم لانها اذاکانت دلالة علی الحکم فینبغی ان یکون دلالة مادامت ثابتة والا کان نقضا علی مابینماه قیل له لیس ذلک نقضاً لکونهاد لالة لانها تدل علی الحکم مادام الحکم مصلحة واما اذا تغیر حال الحکم وخرج من کونه مصلحة الی غیره لم یکن التلاوة دلالة علیه ولیس لهم ان یقولو الافائدة فی بقاء التلاوة اذا

ار تفع الحکم وذلک انه لا یمتنع ان یتعلق المصلحة بنفس التلاوة وان لم یقتض الحکم واذالم یمتنع ذلک جاز بقائها مع ارتفاع الحکم- ولیس لهم ان یقولوا ان هذا المذهب یودی الی انه یجوز ان یفعل جنس الکلام بمجرد المصلحة دون الافادة وذلک مما تابونه لانا انما نمنع فی الموضع الذی اشار وا الیه اذا خلا الکلام من فائدة اصلا ولیس کذلک بقا التلاوة مع ارتفاع الحکم لا نها افادة فی الابتداء تعلق الحکم بها وقصد بهاذلک وانما تغیرت المصلحة فی المستقبل فی الحکم فنسخ و بقی التلاوه لما فیها من المصلحة وذالک یخالف ماسال السائل عنه واما نسخ التلاوة مع بقاء الحکم فلا شبهة فیه لما قلناه من جواز تعلق المصلحة بالحکم دون التلاوة ولیس لهم ان یقولوا ان الحکم قد ثبت بها فلا یجوز مع زوال التلاوة بقائه وذلک ان التلاوة دلالة علی الحکم فلیس فی عدم الدلالة عدم المدلول علیه الاتری ان الشقاق القمر ومجری الشجرة دال علی نبوة نبینا ولا یوجب عدمهما خروجه من کونه نبیا کذلک القول فی التلاوة والحکم ویفارق ذلک الحکم العلم الذی یوجب عدمه خروج العالم من کونه عالما-لان العلم موجب لا انه دال- ط ما جواز النسخ فیهما فلا شبهة ایضافیه لجواز تغیر المصلحة فیهما وقد ورد النسخ بجمیع ماقلناه لان الله تعالٰی نسخ اعتداد الحول بتربص اربعة اشهر وعشرا ونسخ التصدق قبل المناجاة ونسخ ثبات الواحد للعشرة وان کانت انتلاوة باقیة فی جمیع ذلک وقد نسخ ابقاء التلاوة وبقی الحکم علی ماروی من ایة الرجم من قوله الشیخ والشیخة اذاز نیافار جموهما البتة نکالا من الله وان کان ذلک مما انزله الله والحکم باق بلا خلاف و کذلک روی تتابع صیام کفارة الیمین فی قراءة عبد الله بن مسعود لانه قد نسخ التلاوة والحکم باق عند من یقول بذلک واما نسخهما معافمثل ماروی عن عائشة انها قالت کان فیما انزله تعالٰی عشرة رضعات یحرمن ثم نسخت بخمس فجرت بنسخه تلاوة وحکما وانماذکرنا هذه المواضع علی جهة المثال ولولم یقع شئی منها لمااخل بجواز ماذکرناه وصحته لان الذی اجاز ذلک ماقد مناه من الدلیل وذلک کاف فی هذا الباب-

ترجمہ: تمام جو کچھ کہ ہم نے ذکر کیا ہے اس میں نسخ جائز ہے کیونکہ جب تلاوت ایک عبادت

ہے اور حکم دوسری عبادت ہے تو جائز ہوا کہ دونوں میں سے ایک منسوخ ہو جائے اور دوسرا باقی رہے جیسا کہ ہر دو عبادتوں میں جائز ہے اور جب یہ ثابت ہوگیا تو تلاوت کا نسخ بغیر نسخ حکم کے اور حکم کا نسخ بغیر نسخ تلاوت کے جائز ہوگیا۔ اگر کہا جائے کہ یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ حکم منسوخ ہوجائے اور تلاوت باقی رہ جائے یہ تو نقض ہے اس کا کہ تلاوت حکم پر دلالت ہوتی ہے کیونکہ جب تلاوت حکم پر دلالت ہوئی تو چاہیئے کہ جب تک تلاوت ثابت رہے وہ دلالت ہو۔ ورنہ یہ نقض ہوگا۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ ہم جواب میں لکھتے ہیں کہ یہ تلاوت کے دلالت ہونے کا نقض نہیں کیونکہ تلاوت حکم پر دلالت کرتی ہے جب تک حکم مصلحت ہو۔ مگر جب حکم حال کا بدل جائے۔ اور وہ مصلحت نہ رہے تو تلاوت اس پر دلالت نہ ہوگی۔ معترضین یہ نہیں کہہ سکتے کہ جب حکم منسوخ ہوگیا تو تلاوت باقی رہنے میں کوئی فائدہ نہیں کیونکہ یہ امر ممتنع نہیں کہ مصلحت نفس تلاوت سے متعلق ہوا۔ اگرچہ حکم کی مقتضی نہ ہو۔ پس جب یہ امر ممتنع نہ ہوا تلاوت کا باقی رہنا۔ اور حکم کا منسوخ ہونا جائز ہوا۔ اگر معترضین یہ اعتراض کریں کہ یہ مسلک تو اس بات کی طرف لے جاتا ہے کہ مجرد مصلحت بغیر افادہ کے کوئی جنس کلام وقوع میں آئے اور یہی تمہارا مقصود ہے تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس جگہ میں جس کی طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے ہم مانع ہیں جب کہ کلام میں ہرگز کسی قسم کا فائدہ نہ ہو مگر نسخ حکم کے ساتھ تلاوت کا باقی رہنا ایسا نہیں ہے کیونکہ اس سے افادہ ہوتا ہے۔ کہ ابتداء میں تلاوت سے حکم متعلق و مقصود تھا۔ مگر مستقبل میں حکم میں مصلحت بدل گئی۔ اس لیے وہ منسوخ ہوگیا اور تلاوت باقی رہ گئی کیونکہ اس میں مصلحت ہے۔ اور یہ مخالف ہے اس کے جس پر معترض نے اعتراض کیا ہے رہا تلاوت کا منسوخ ہونا۔ اور حکم کا باقی رہنا۔ سو اس کا جواز میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ جائز ہے کہ بجائے تلاوت کے مصلحت کا تعلق حکم سے ہو معترضین یہ نہیں کہہ سکتے کہ حکم تلاوت کے ساتھ ثابت ہے لہٰذا تلاوت کے زائل ہونے پر وہ باقی نہیں رہ سکتا کیونکہ تلاوت حکم پر دلالت کے ساتھ ثابت ہے لہٰذا تلاوت کے زائل ہونے پر وہ باقی نہیں رہ سکتا کیونکہ تلاوت حکم پر دلالت ہے اور عدم دلالت عدم مدلول علیہ کا موجب نہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ شق القمر اور درختوں کا چلنا ہمارے پیغمبر کی نبوت پر دلالت کرتا ہے مگر ان دونوں کا عدم آپ کے لیے نبوت سے خروج کا موجب نہیں یہی حال ہے تلاوت و حکم کا اور وہ حکم علم سے مختلف ہے کیونکہ علم کا عدم انسان کے عالم ہونے سے خروج کا باعث ہے اس لیے کہ علم موجب ہے نہ یہ کہ وہ دال ہے۔ اب رہا تلاوت و حکم دونوں کے نسخ کا جائز ہونا۔ سو اس میں بھی کوئی شک نہیں کیونکہ جائز ہے کہ دونوں میں مصلحت بدل جائے ان تمام صورتوں میں جو ہم نے بیان کی ہیں نسخ و قوع میں آیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک سال کی عدت کو چار مہینے اور دس دن کے انتظار کے ساتھ منسوخ کردیا۔ اور جہاد میں دس کے مقابل ایک کے ثبات کو منسوخ

کردیا۔ اگرچہ ان تمام میں تلاوت باقی ہے۔ اور تلاوت کو منسوخ کرکے حکم کو باقی رکھا جیسا کہ آیہ رجم ہے الشیخ والشیخۃ اذازنیا فارجموھما البتہ نکالا من اللہ یہ آیت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھی۔ اب اس کا حکم بالاتفاق باقی ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن مسعود کی قراءت میں کفارہ یمین کے روزوں کا تتابع (پے در پے رکھنا) مروی ہے پس جو شخص اس کا قائل ہے اسکے نزدیک تلاوت منسوخ ہوگئی اور اس کا حکم باقی ہے رہا تلاوت و حکم دونوں کا نسخ سو اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آیہ عشر رضعات یحرمن نازل کی تھی پھر پانچ کے ساتھ منسوخ کردی پس اس کی تلاوت و حکم دونوں منسوخ ہوگئے ہم نے ان مقامات کو بطور مثال ذکر کیا ہے اگر ان میں سے کچھ بھی وقوع میں نہ آتا توجو ہم نے ذکر کیا ہے اس کے جواز و صحت میں خلل نہ آتا کیونکہ اس کے جائز کرنے والی وہ دلیل ہے جو ہم نے پہلے بیان کردی اور یہ اس باب میں کافی ہے۔ انتھی امامیہ کی بڑی معتبر تفسیر مجمع البیان (جلد اول ۷۵) میں آیہ مانسخ من آیۃ او ننسھا کے تحت میں یوں مذکور ہے۔

واولی مایحدبہ النسخ ان یقال ھو کل دلیل شرعی دل علی ان مثل الحکم الثابت بالنص الاول غیر ثابت فی المستقبل علی وجہ لولا ہ لکان ثابتا بالنص الاول مع تراخیہ عنہ والنسخ فی القرآن علی ضروب منھا ان یرفع حکم الایۃ وتلاوتھا کما روی عن ابی بکر انہ قال کنا نقرالا ترغبوا عن ابائکم فانہ کفر بکم ومنھا ان قثبت الایۃ فی الحظ و یرفع حکمھا کقولہ فاتکم بشئی من ازواجکم الی الکفار فعا قبتم الایۃ فھذہ ثابتۃ اللفظ فی الخط مرتفعۃ الحکم ومنھا مایرتفع اللفظ ویثبت الحکم کایۃ الرجم فقد قیل انھا کانت منزلۃ فرفع لفظھا وقد جاءت اخبار کثیرۃ بان اشیاء کانت فی القرآن نسخ تلاوتھا ومنھا ماروی عن ابی موسی انھم کانو یفرءون لو ان لا بن ادم وادبین من مال لا بتغی لھما ثالثا ولا یملا جوف ابن ادم الا التراب ویتوب اللّٰہ علی من تاب ثم رفع وعن انس ان السبعین من الا نصارالدین قتلوا ببئر معونۃ قرانافیھم کتابا بلغوا عنا قومنا انالقینا ربنا فرضی عنا وارضانا ثم ذلک رفع انتھی۔

ترجمہ: اور نسخ کی بہتر تعریف یہ ہے کہ کہا جائے کہ وہ ہر ایک دلیل شرعی ہے جو دلالت کرتی ہے کہ نص اول کے ساتھ ثابت حکم کی مثال مستقبل میں غیر ثابت ہے اس طرح پر کہ اگر وہ دلیل نہ ہوتی تو وہ حکم نص اول کے ساتھ ثابت رہتا اور دلیل شرعی اس سے متاخر ہوتی ہے اور قرآن میں نسخ کئی کا ہے۔ اول یہ آیت کا حکم اور اس کی تلاوت دونوں منسوخ ہوں۔ چنانچہ مروی ہے کہ حضرت ابوبکر

نے فرمایا کہ ہم یہ آیت پڑھا کرتے تھے لا ترغبو اعن ابائکم فانہ کفر بکم دوم یہ کہ آیت قرآن میں لکھنے میں بدستور ہے مگر اس کا حکم منسوخ ہو جائے کہ وان فاتکم شئی من ازواجکم الی الکفار فعاقبتم الایتہ اس لیے کہ اس آیت کی تلاوت بدستور ثابت ہے۔ مگر اس کا حکم منسوخ ہوگیا ہے۔ سوم یہ کہ تلاوت منسوخ ہو جائے اور حکم ثابت رہے جیسا کہ آیت رجم کیونکہ کہا گیا کہ یہ نازل ہوئی تھی پھر اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی اور بہت سی حدیثیں۔ اس بارے میں آئی ہیں۔ کہ قرآن میں بعض آیات ایسی تھیں۔ کہ جن کی تلاوت منسوخ ہوگئی از آن جملہ حدیث ابو موسی ہے کہ ہم یہ پڑھا کرتے تھے۔

لو ان لا بن ادم واد يين من مال لا بتغى لـمـا ثالثا ولا يملا جوف ابن ادم الا التراب ويتوب الله على من تاب

پھر یہ مرفوع ہوگیا اور حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ انصار میں سے ستر جو بئر معونہ میں شہید ہوئے۔ ہم ان کے بارے یہ پڑھا کرتے تھے۔ بلغوا عنا قومنا انا لقينا ربنا فرضى عنا وارضانا پھر یہ مرفوع ہوگیا انتھی مجمع البیان میں اسی مقام پر یوں مذکور ہے۔

ماتنسخ من آية قد ذكرنا حقيقة النسخ عند المحققين وقيل معناه مانرفع من اية وحكم اية وقيل معناه مانبدل من آية عن ابن عباس ومن قرأ اوننسها فمعناه على بوجهين فان لفظ النسى المنقول منه انسى على ضربين احدهما بمعنى النسيان الذى هو خلاف الذكر نحوقوله تعالٰى واذكر ربك اذانسيت والاخربمعنى الترك نحوقوله نسو الله فنسيهم اى تركو اطاعة الله فترك رحمتم اوترك تخيصهم فالوجه الا ول فى الاية مروى عن قتادة وهو ان يكون محمولا عل النسيان الذى هومقابل الذكر ويجوز ذلك على الامة بان يومروابترك قراء تها فينسوها على طول الا يام ولا يجوز ذلك على النبى (صلى الله عليه واله وسلم) لا نه يودى ذلك الى التنفير كذا ذكره الشيخ ابو جعفر فى تفسيره وقد جوز جماعة من المحققين ذلك على النبى (صلى الله علبه واله وسلم) قالوا انه لايودى الى التنفير لتعلقه بالمصلحة ويجوز ايضا ان ينسيهم الله تعالٰى ذلك على الحقيقة وان كانو جمعا كثيرا اوجما غفيرا بان يفعل النسيان فى قلوب الجميع وان كان ذلك خار قاللعادة ويكون معجزا اللنبى (صلى الله عليه واله وسلم) واستد من حمل الاية على النسيان اللذى هو خلاف الذكر وجود النبى صلى الله عليه وآله وسلم مرادابه بقوله سبحانه سنقرئك فلا تنسى الاماشاء الله ان تنساه قال والى هذا ذهب ابو



الحسن فقال ان نبیکم اقرا القران ثم نسیه وانکرالزجاج هذا القول فقال ان الله تعالٰی قد انبا النبی (صلی الله علیه واله وسلم) فی قوله ولئن شئنا لنذ هبن بالذی اوحینا الیک بانه لا یشاء ان یذهب بالذی اوحی النبی (صلی الله علیه واله وسلم) قال ابو علی الفارسی هذا الذی احتج به علی من ذهب الی ان ننسها من النسیان لا یدل علی فساد ماذهبو الیه وذلک ان قوله ولئن شئنا لنذ هبن بالذی اوحینا الیک علی مالا یجوز علیه النسخ والتبدیل من الا خبار واقا صیص الا مم ونحوذلک مما لا یجوز علیه التبدیل والذی ینساه النبی (صلی الله علیه واله وسلم) هو مایجوز ان ینسخ من الا وامر والنوا هی الموقوفة علی المصحلة وفی الاوقات التی یکون ذلک فیها اصلح (الی ان قال) والوجه الثانی وهوان المراد بالنسیان الترک فی الآیة مروی عن ابن عباس (رضی الله عنهما) فعلی هذا یکون المراد ینسهانا مر کم بترکها ای بترک العمل بها انتهی بقدر الحاجة۔

ترجمہ: جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت محققین کے نزدیک جو نسخ کی حقیقت ہے وہ ہم بیان کر چکے ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں ہم نہیں اٹھاتے کوئی آیت یا کسی آیت کا حکم اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں ہم نہیں بدلتے کوئی آیت (ازابن عباس اور جس نے پڑھا او ننسھا (یا بھلاتے ہیں اس کو تو اس کے معنی دو طرح ہیں۔ کیونکہ کونسی جس سے انسی منقول ہے۔ دو طرح آتا ہے ایک نسیان کے معنی میں جو مقابل ہے ذکر کا جیسا کہ قول الٰہی واذکر ربک اذا نسیت اور دوسرا ترک کے معنی ہیں جیسا کہ قول خدا نسوا الله فنسیھم یعنی انہوں نے خدا کی اطاعت ترک کردی پس خدا نے ان پر رحمت ترک کردی یا ان کی تخلیص ترک کردی وجہ اول اس آیت میں مروی قتادہ سے اور وہ یہ ہے کہ کونسی محمول ہو نسیان پر جو کہ ذکر کا مقابل ہے اور وہ امت پر جائز ہے بدیں طور کہ ان کو حکم دیا جائے کہ کسی آیت کی قرائت کو ترک کردیں۔ پس وہ بہت دنوں کے بعد اسے بھول جائیں اور یہ نسیان پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر جائز نہیں۔ کیونکہ یہ لوگوں کو آپ سے نفرت دلانے کا باعث ہے۔ شیخ ابو جعفر نے اپنی تفسیر میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔ اور محققین کی ایک جماعت نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نسیان کا جائز رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نسیان موجب تنفیر نہیں۔ کیونکہ اس سے مصلحت متعلق ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ اللہ تعالٰی حقیقت میں ان کو بھلا دے خواہ وہ جماعت کثیر و جم غفیر ہوں بدیں طور کہ سب کے دلوں میں نسیان ڈال دے۔ اگرچہ یہ خارق عادت ہے اور نبی کا معجزہ ہوگا۔

جنہوں نے اس آیت کو نسیان پر محمول کیا ہے جو کہ ذکر کا مقابل ہے اور جائز رکھا ہے کہ اس سے مراد نبی ہیں۔ ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے سنقرئک فلا تنسی الا ماشاء اللہ ہم پڑھائیں گے تجھ کو پھر تو نہ بھولے گا۔ مگر جو چاہے اللہ تعالیٰ یعنی مگر جو چاہے اللہ کہ تو اسے بھول جائے۔ اور اسی طرف گیا ہے۔ ابوالحسن جس نے کہا کہ تمہارے پیغمبر قرآن پڑھائے گئے پھر اسے بھول گئے زجاج نے اس قول کا انکار کیا اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول ولئن شئنا لنذ هبن بالذی اوحینا الیک اگر ہم چاہیں البتہ لے جاویں وہ چیز کہ وحی کی ہے ہم نے تیری طرف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی ہے کہ وہ نہیں چاہتا کہ لے جائے اس چیز کو جو اس نے پیغمبر کی طرف وحی کی ہے۔ ابو علی فارسی نے کہا کہ جس قول الٰہی سے زجاج نے ان لوگوں کے خلاف حجت پکڑی ہے جن کا مسلک یہ ہے کہ ننسہا نسیان سے ہے وہ قول ان کے مسلک کے فساد پر دلالت نہیں کرتا۔ وجہ یہ کہ ولئن شئنا محمول ہے اخبار اور امتوں کے قصوں وغیرہ پر جن میں نسخ و تبدیل جائز نہیں۔ اور پیغمبر خدا بھول جاتے تھے۔ وہ ایسے اوامر و نواہی ہیں جن میں نسخ جائز ہے اور جو مصلحت پر موقوف ہوتے ہیں اور ان اوقات میں ہوتے ہیں جن میں ان کا ہونا صلح ہے (یہاں تک کہ کہا صاحب مجمع البیان نے) اور دوسری وجہ یعنی اس آیت میں نسیان سے مراد ترک ہو۔ ابن عباس سے مروی ہے پس اس صورت میں ننسہا سے مراد یہ ہے کہ جو ہم تمہیں آیت کے ترک یعنی اس پر عمل کے ترک کا حکم دیتے ہیں۔ انتھی اسی تفسیر مجمع البیان میں سورہ اعلیٰ کی تفسیر میں ہے۔ (سنقرئک فلا تنسی الا ماشاء اللہ) ان ینسیک بنسخه من رفع حکمه و تلاوته عن الحسن وقتادة وعلی هذا فالا نساء نوع من النسخ وقد مر بیانه فی سورة البقر عند قوله مانسخ من آیة اوننسها الایة۔



ترجمہ: (ہم پڑھائیں گے تجھ کو پھر تو نہ بھولے گا۔ مگر جو چاہے اللہ کہ تجھ سے بھلا دے اس کا حکم و تلاوت منسوخ کر کے (از حسن و قتادہ) اس صورت میں النسیاء نسخ کی ایک قسم ہے۔ اور سورۃ بقر میں ما نسخ من ایۃ اوننسہا الایۃ کے تحت میں اس کا بیان آچکا ہے انتھی امامیہ اثنا عشری کی نہایت ہی معتبر تفسیر یعنی امام حسن عسکری (مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ ص ۲۴۳) میں اس طرح وارد ہے۔

قال الامام قال محمد بن علی بن موسی مانسخ من آیة بان ترفع حکمها اوننسها بان نرفع رسمها وقد نبلی عن القلوب حفظها وعن قلبک یا محمد کما قال سنقرئک فلا تنسی الا ماشاء الله ان ینسیک فرفع عن قلیل نات بخیر منها یعنی بخیر عملکم بهذه الثانیة واعظم لثوا بهاواجل لصلا حکم من الایة الا ولی من

المنسوخة او مثلها من الصلاح لكم اى انا لا ننسخ ولا نبدل الا وغرضنا فى ذلك مصالحكم ثم قال يا محمد الم تعلم ان الله على كل شئى قدير-

ترجمہ: امام حسن عسکری کا قول ہے کہ میرے جد امجد امام محمد تقی بن علی بن موسیٰ نے آیت کی تفسیر یوں فرمائی ہم جو منسوخ کرتے ہیں کوئی آیت بدیں طور کہ ہم اس کا حکم منسوخ کردیتے ہیں۔ یا بھلاتے ہیں اسے بدیں طور کہ اس کی تلاوت منسوخ کردیتے ہیں۔ اور اے محمد تیری امت کے دلوں سے اور تیرے دل سے اس کی یاد اڑا دیتے ہیں۔ جیسا کہ قول سنقرئک فلا تنسی الا ماشاء اللہ (ہم پڑھائیں گے تجھ کو پھر تو نہ بھولے گا مگر جو چاہے اللہ کہ تجھ سے بھلا دے پس اس کی یاد ذرا سی دیر میں اٹھ جاتی ہے تو لاتے ہیں بہتر اس سے جس پر تمہارا عمل کرنا بہتر اور جس کا ثواب بزرگ تر اور جس میں مصلحت زیادہ ہوتی ہے یہ نسبت منسوخ آیت کے یا برابر اس کے تمہاری مصلحت کے لحاظ سے یعنی ہم منسوخ کرتے اور نہ تبدیل کرتے ہیں مگر یہ کہ اس میں ہماری غرض تمہاری مصلحتیں ہوتی ہیں پھر اللہ عزّوجل نے فرمایا۔ اے محمدؐ کیا تجھ کو معلوم نہیں اللہ ہر شے پر قادر ہے انتھی امامیہ اثنا عشریہ کی خاص تفسیر یعنی تفسیر صافی میں آیہ نسخ کی وہی تفسیر درج ہے۔ جو تفسیر امام حسن عسکری میں ہے۔ لہٰذا اسے یہاں نقل نہیں کیاجاتا۔ امامیہ اثنا عشریہ کی تفسیر منہج الصادقین) جلد اول ۱۰۲) میں آیہ نسخ کے تحت میں یوں مذکور ہے وانساء آیہ اذہاب آنست از قلوب چناں کہ در روایتہ آمدہ کہ مردے در مجلس رسول برپائے خاست و گفت یا رسول چند آیہ قرآن مے دانستم و در نماز تہجد مے خواندم شب برخاستم فراموش کردہ بودم و ہرچند کہ خواستم کہ بیاد من آید میسر نشد و دیگرے برخاست و گفت مرانیز جیں قضیہ دست داو دیگرے ہمچنیں گفت پیغمبر صلی اللہ علیہ الہ وسلم فرمود کہ ہیچ مے دانید کہ سبب ایں چیست گفتند اللہ و رسول اعلم فرمودایں بجہت آنست کہ حق تعالیٰ آنرا نسخ فرمود و ہرگاہ آیتے را نسخ نماید آنرا ازیاد مرداں ببرد وایں از جملہ معجزات آنحضرت است۔

ترجمہ: اور آیت کا نساء (بھلانا) اس کا دلوں سے دور کرنا۔ چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ پیغمبر خدا کی مجلس میں ایک شخص نے اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے قرآن کی چند آیتیں یاد تھیں۔ جن کو میں نماز تہجد میں پڑھا کرتا تھا رات کو جو میں اٹھا تو مجھے بھولی ہوئی تھیں۔ میں نے ہرچند چاہا کہ یاد آجائیں۔ مگر نہ ہوسکا۔ ایک اور شخص نے اٹھ کر عرض کیا کہ مجھے بھی یہی معاملہ پیش آیا اور ایک اور نے بھی ایسا ہی بیان کیا پیغمبر نے فرمایا کہ کیا تمہیں اس کا سبب معلوم ہے انہوں نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو منسوخ کردیا۔ جس وقت اللہ تعالیٰ کسی آیت کو منسوخ کردیتا ہے۔ اسے لوگوں کے دلوں سے بھلا دیتا ہے۔ اور یہ آنحضرت کے معجزات

میں سے ہے۔ انتھی - خلاصۃ المنہج میں جس میں مفسرین کے وہ اقوال لائے گئے ہیں جو مذہب امامیہ میں معتمد ہیں۔ آیہ نسخ کا فارسی ترجمہ یوں مذکور ہے۔ ماننسخ من ایۃ ہرچہ منسوخ میگرد اینم از آیت از قرآن بروفق مصلحت خلقان ومتقضائے زمان او وننسھا فراموش میگردانیم آنراو از دلھا ئے مے بریم نات بخیر منھا ے آریم بہترا آزاں آیہ منسوخہ در نفع بندگاں چنانکہ جہادیک غازی رایاد تن منسوخ کردیم بدوتن یاوربسیار ثواب کہ در ناسخ باشد ودر منسوخ نہ او مثلھا یاے آریم مانند آنچہ نسخ کردہ ایم در منفعت و مثوبت باوجود رعایت مصلحت چوں گردانیدن قبلہ ازبیت المقدس بکعبہ مروی است کہ مردے در مجلس اشرف رسالت برپائے خاست وگفت یا رسول اللہ چند آیہ از قرآن مے دانستم در نماز تہجد مے خواندم نہ یشب برخاستم فراموش کردہ بودم ہرچند خواستم کہ بیاد آرام میسر نشد ودیگرے نیر برخاست وگفت مرانیز ہمیں صورت دست داد دیگرے نیز چنیں گفت حضرت فرمود کہ حق تعالیٰ انرا نسخ فرمود وبرآیتے راکہ نسخ خاید آنرا از یام مردم ببرد

ترجمہ: ماننسخ من آیۃ جو ہم منسوخ کرتے ہیں قرآن کی کوئی آیت بندوں کی مصلحت اور زمانے کے مقتضا کے موافق اوننسھایا فراموش کرتے ہیں اس کو اور دلوں میں سے لے جاتے ہیں نات بخیر منھا لاتے ہیں بہتر اس آیت منسوخہ سے بندوں کے نفع میں جیسا کہ دس کے ساتھ ایک کے جہاد کو ہم نے دو کے ساتھ منسوخ کردیا۔ یا ثواب کی زیادتی میں جو ناسخ میں ہو اور منسوخ میں نہ ہو او مثلھا یا ہم لاتے ہیں مانند اس کے جو ہم نے منسوخ کیا ہے نفع اور ثواب میں باوجود رعایت مصلحت کے جیسا کہ بیت المقدس سے کعبہ کو قبلہ مقرر کرنا مروی ہے کہ ایک شخص نے جناب رسالت پناہ کی مجلس اشرف میں اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ قرآن کی چند آیتیں مجھے یاد تھیں۔ جو میں نماز تہجد میں پڑھا کرتا تھا۔ کل رات جو میں اٹھا تو یاد نہ تھیں میں نے چند چاہا کہ یاد آجائیں مگر نہ ہو سکا ایک اور شخص نے بھی اٹھ کر عرض کیا۔ کہ میرے ساتھ بھی ہو یہی معاملہ پیش آیا ہے ایک اور نے بھی ایسا ہی بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا اللہ نے اس کو منسوخ کردیا۔ جس آیت کو خدا تعالیٰ منسوخ کردیتا ہے۔ اسے لوگوں کے دلوں سے فراموش کردیتا ہے۔انتھی۔

ناظرین آپ نے دیکھ لیا کہ امامیہ اثنا عشریہ کی کیسی کیسی معتبر کتابوں سے بلکہ خود قرآن مجید سے نسخ کی تین قسمیں ثابت ہوتی ہیں۔ یعنی نسخ التلاوۃ والحکم معا۔ نسخ التلاوۃ دون الحکم نسخ الحکم دون التلاوۃ یا ائمہ کسی شیعی مولوی کا یہ کہنا کہ منسوخ التلاوۃ ایک خاص اصطلاح اہل سنت کی ہے امامیہ کی کتابوں میں آیات منسوخ التلاوۃ کا کہیں ذکر نہیں کمال درجہ کی جہالت یا تجاہل ہے۔ ان اقسام ثلاثہ کو دیکھ کر مجتہد لاہوری کی تو روح کانپتی ہوگی کیونکہ ان سے اس کے اعتراضات کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ اور اس کی عمر کا

اندوختہ اس کی آنکھوں کے سامنے خاک میں ملاجاتا ہے اہلسنّت و جماعت کی کتابوں میں بھی ان اقسام کا ذکر ہے جس کا جی چاہے اتقان وغیرہ میں دیکھ لے۔

قال الحائری

سینوں کے قرآن میں زیادتی صاحبان؟ آپ یہ خیال نہ فرمائیں کہ سینوں کے اعتقاد میں صرف نقصان ہی ان کے قرآن میں واقع ہوا ہے۔ بلکہ جہاں بعض آیتوں کا ان کی مسلمہ روایات کی بنا پر قرآن سے نکل جانا ثابت ہوتا ہے زیادہ کیا جانا بھی ان کی معتبر روایتوں سے ثابت ہے جس سے معلوم ہوا زیادتی اور کمی دونوں قسم کی تحریف قرآن میں سینوں کا اعتقاد اور مذہب ہے نمونہ کے طور پر زیادتی کی بھی دو چار مثالیں سن لیں۔

(۱) تفسیر اتقان مطبوعہ احمدی ۴۴۰ سطر دو میں امام جلال الدین سیطوی رقم طراز ہیں وسورۃ الاعراف زید فیھا الصاد علی الم لما فیہ مامن شرح القصص انتھی بلفظہ
یعنی سورہ اعراف (اپ ع ۸) کا شروع جو موجودہ قرآن میں آلمٓصٓ سے ہوتا ہے یہ دراصل صرف آلمٓ تین حرف تھے اس میں ایک حرف صاد اس لیے زیاد کردیا گیا ہے کہ اس میں نبیوں کے قصوں کا بیان ہے۔

(۲) اسی صفحہ ۴۴ سطر ۴ میں مرقوم ہے وزید فی الوعد رلاجل الرعد والبرق انتھی بلفظہ
یعنی سورہ رعد کا شروع جو موجودہ قرآن میں آلمر سے ہوتا ہے یہ بھی دراصل آلم نازل ہوا تھا اس میں بھی ایک ر زیادہ کردیا گیا ہے کیونکہ اس سورۃ میں رعد اور برق کا ذکر ہے۔
کیوں جناب فرمایئے قرآن میں کمی اور زیادتی ہونے کا اعتقاد سینوں کا ہوا یا شیعوں کا غیرتمند کے لیے تو ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ جس کے گھر کا یہ حال ہو وہ کسی کامل الایمان مذہب پر تحریف کا بہتان کیونکر لگا سکتا ہے موعظہ تحریف قرآن (۲۳ تا ۲۴)

اقول

آنحضرت کے وصال شریف کے بعد قرآن مجید میں حسب عقیدہ اہلسنّت و جماعت نہ کمی ہوئی نہ زیادتی اور نہ کسی اور طرح کی تحریف مگر مجتہد لاہوری کی سمجھ کو ہم کیا کریں۔ وہاں قول ابن عمر میں لفظ ذھب دیکھ کر کہہ دیا کہ سینوں کا قرآن ناقص ہے یہاں لفظ زید کو دیکھ کر بڑھانک دی کہ سینوں کے قرآن میں زیادتی بھی ہے قول ابن عمر کا بیان تو ہو چکا اب یہاں مزید غور کیجیے۔ کہ تفسیر اتقان نوع شصت

ودوم میں آیتوں اور سورتوں میں مناسبت کا بیان ہے اس نوع میں کئی فصلیں ہیں جن میں سے ایک یوں مذکور ہے۔

قال فی البرھان ومن ذلک افتتاح السور بالحروف المقطعة واختصاص کل واحدة بمابدئت به حتی لم تکن لترد الم فی موضع الرلا حم فی موضع۔(طس)

ترجمہ: فصل برہان میں مذکور ہے کہ ازا نجملہ ہے سورتوں کا افتتاح حروف مقطعہ کے ساتھ اور ہر سورت کا اختصاص اس سے کہ جس کے ساتھ وہ سورت شروع کی گئی ہے یہاں تک کہ آلم وارد نہیں ہو سکتا بجائے آلر کے اور نہ حم بجائے طس کے انتھی اسی فصل میں مقطعات و سوڑ کے درمیان تناسب کی مثالوں میں یہ عبارت ہے۔

والم جمعت المخارج الثلاثة الحلق واللسان والشفتین علی ترتیبها وذلک اشارة الی البدایة التی هی بداء الخلق والنهایة التی المعاد والوسط الذی هو المعاش من التشریح بالا وامر والنواهی وکل سورة افتتحت بهافهی مشتمله علی الا مور الثلاثة وسورة الاعراف زید فیها الصادعلی آلم لما فیها من شرح القصص قصة ادم علیه السلام فمن بعده من الا نبیاء ولما فیها من ذکر فلا یکن فی صدرک حرج ولهذاقال بعضهم معنی آلمٓصٓ الم نشرح لک صدرک وزید فی الرعدراء لا جل قوله رفع السموات ولاجل ذکر الرعد والبرق وغیرهما۔

ترجمہ: اور آلم جامع ہے تین مخارج کو بالترتیب یعنی حلق زبان اور ہونٹوں کو اور یہ اشارت ہے ہدایت کی طرف جو آغاز پیدائش ہے اور نہایت کی طرف جو معاد و آخرت ہے اور وسط کی طرف جو معاش ہے یعنی اوامر و نواہی کا بیان کرنا جس صورت کا افتتاح ان تین حرفوں سے ہوتا ہے وہ انہی تین امور پر مشتمل ہوتی ہے اور سورہ اعراف کے شروع میں آلم پر حرف صاد زیادہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں حضرت آدم اور ان ک بعد کے نبیوں کے کا بیان ہے اور اس میں فلایکن فی صدرک حرج مذکور ہے اسی واسطے بعضوں نے کہا ہے کہ المص کے معنی ہیں الم نشرح لک صدرک (کیا ہم نے نہ کھول دیا واسطے تیرے سینہ تیرا) اور سورہ رعد کے شروع میں الم پر حرف "ر" کا زیادہ کردیا گیا کیونکہ اس میں رفع السموات مذکور ہے اور رعد و برق وغیرہ مذکور ہیں۔ انتھی۔



مذکور بالا عبارت عربی کے ترجمہ سے ایک طفل مکتب بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ مصنف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے جو سورہ اعراف کو بجائے الم کے المص سے شروع کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بد خلق اور معاد و معاش کے علاوہ نبیوں کے قصے بھی مذکور ہیں مگر مجتہد لاہوری اس سے یہ سمجھتے

ہیں کہ سورہ اعراف کے شروع میں اصل قرآن میں صرف تین حرف یعنی الم تھے مگر صحابہ کرام نے چوتھا حرف صاد اپنی طرف سے زیادہ کردیا ہے۔ علی ہذا القیاس سورہ رعد میں حرف "ر" کا زیادہ کردیا ہے۔ اب ناظرین خود فیصلہ کرلیں۔ کہ کس کے لیے ڈوب کر مرنے کا مقام ہے۔

قال الحائری

(۳) تفسیر در منثور جلد ٦ یا ص ۴۱٦ سطر ۳ میں سیوطی لکھتا ہے کہ احمد بزاز طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباس اور ابن مسعود سے روایت کیا ہے۔

انه كان يحك المعوذ تين من المصحف ويقول لا تخلطو القرآن بما ليس منه انهما ليستا من كتاب الله انتهى بلفظه

یعنی ابن مسعود نے معوذ تین اپنے قرآن سے کاٹ دیا تھا اور کہتے تھے کہ قرآن میں غیر قرآن کو خلط ملط نہ کرو۔

یہ دونوں سوزئے کتاب خدا میں داخل نہیں ہیں۔

تفسیر کبیر مطبوعہ مصر ١٦٩ سطر ١٧ میں امام فخرالدین رازی لکھتے ہیں۔

نقل في الكتب القديمة ان ابن مسعود كان ينكر كون سورة الفاتحه من القرآن وكان ينكر كون المعوذ تين من القران انتسى بلفظه۔

یعنی ابن مسعود سورہ الفاتحہ اور معوذ تین کے داخل قرآن ہونے سے انکار کرتے تھے۔

صاحبان؟ آپ نے غور کیا کہ در منثور اور کبیر سینوں کی دونوں مسلمہ تفسیروں سے یہ ثابت ہوا کہ نہ توسوہ فاتحہ قرآن ہے اور نہ معوذتین حال آنکہ حضرعثمان کے اس جمع کئے ہوئے موجودہ قرآن میں اس وقت یہ سورتیں موجود ہیں فرمایئے سینوں کے ان مذکور احوالوں کے مطابق زیادتی ثابت ہوئی یا نہیں تم خود ہی انصاف کرو کہ تحریف کے دونوں قسم کی کمی اور زیادتی کا ہونا قرآن میں سینوں کا مذہب ہوا یا نہیں موعظہ تحریف قرآن ۲۴ یا ۲۵)

اقول

مجتہد لاہوری نے تفسیر درمنثور سے پورا حوالہ نقل نہیں کیا اور وہ یہ ہے۔

اخرج احمد والبزار والطبراني مردوية من طرق صحيحة عن ابن عباس وابن مسعود انه كان يحك المعوذتين من المصحف ويقولوالا تخلطوا القرآن

بمالیس منه انهما لیستامن کتاب الله تعالٰی انما امر النبی صلی الله علیه واله وسلم ان یتعوذ بهما وکان ابن مسعود لا یقراء بهما قال البراز لم یتابع ابن مسعود احد من الصحابة وقد صح عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قرآ بهما فی الصلاۃ واثبتتا فی المصحف۔

ترجمہ: احمد بزاز و طبرانی و ابن مردویہ نے صحیح طریقوں سے ابن عباس و ابن مسعود سے روایت کی کہ ابن مسعود معوذ تین کو مصحف سے کاٹ دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ قرآن کو غیر قرآن کے ساتھ خلط ملط نہ کرو۔ یہ دونوں سورتیں کتاب اللہ میں سے نہیں ہیں۔ پیغمبر خدا نے صرف یہ حکم دیا ہے کہ ان دونوں کے ساتھ تعوذ کیا جائے اور ابن مسعود ان دونوں سورتوں کو نمازمیں نہ پڑھا کرتے تھے۔ بزاز نے کہا کہ صحابہ میں سے کسی نے ابن مسعود کی متابعت نہیں کی۔ اور پیغمبر خدا سے ثابت ہے کہ آپ نے ان دونوں کو نماز میں پڑھا۔ اور یہ دونوں مصحف میں ثبت کی گئیں۔ انتھی اس پورے حوالہ میں حائری کے اعتراض کا جواب بھی آگیا۔ کیونکہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ معوذ تین داخل قرآن ہیں یہی تمام صحابہ کرام کا مذہب ہے اور یہی حضور اقدس سے ثابت ہے ایک ابن مسعود ہیں جو ان کو داخل قرآن نہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک ان کا تواتر ثابت نہ تھا۔ بظاہر وہ بھی آخر کار دیگر صحابہ کرام کے ساتھ متفق ہو گئے تھے۔ والعلم عنداللہ تفسیر کبیر سے جو حوالہ نقل کیا گیا ہے وہ بے سند ہے ایسے بے سروپا حوالے کے سننے کے لیے ہم تیار نہیں۔ اگر امام رازی کا نام بطور سند پیش کیا جائے تو وہ یوں فرماتے ہیں۔

الا غلب علی الظن ان هذا النقل عن ابن مسعود کذب باطل

یعنی ظن غالب ہے کہ ابن مسعود سے یہ نقل کذب باطل ہے۔ انتھی۔

مجتہد لاہوری اہلسنّت پر تو اعتراض کرتے ہیں۔ مگر انہیں اپنے گھر کا حال معلوم نہیں تفسیر صافی میں ہے۔

وعن الصادق انه سئل عن المعوذ تین أهما من القرآن فقال نعم هما من القرآن فقال الرجل لیستا من القرآن فی قراء ة ابن مسعود لا فی مصحفه فقال اخطا ابن مسعود قال کذب ابن مسعود هما من القرآن قال الرجل فاقراء بهمافی المکتوبة قال نعم والقمی عن الباقر قیل له ان ابن مسعود کان یمحو المعوذتین من المصحف فقال کان ابی یقول انما فعل ذلک ابن مسعود برایة وهما من القرآن

ترجمہ: امام جعفر صادق سے دریافت کیا گیا کہ آیا معوذ تین جزء قرآن ہیں آپ نے فرمایا ہاں جزو قرآن ہیں اس سائل نے عرض کی کہ ابن مسعود کی قرات میں تو جزو قرآن نہیں اور نہ مصحف ابن مسعود

میں ہیں۔ امام نے فرمایا کہ ابن مسعود نے خطا کی یا فرمایا کہ ابن مسعود نے جھوٹ کہا۔ وہ جزو قرآن ہیں اس شخص نے پوچھا کہ کیا میں ان کو نماز فرض میں پڑھ لیا کروں۔ امام نے فرمایا ہاں۔ اور تفسیر قمی میں ہے کہ امام محمد باقر سے کہا گیا کہ ابن مسعود معوذ تین کو مصحف میں سے ہٹا دیتے تھے۔ امام نے فرمایا کہ ابی کہا کرتے تھے کہ ابن مسعود نے یہ اپنی رائے سے کیا حالانکہ وہ دونوں جزو قرآن ہیں۔ انتھی۔

قال الحائری

(۴) تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد ششم ص ۳۵۸ سطر ۵ میں امام سیوطی نے لکھا ہے۔ سعید بن منصور احمد بن حمید بخاری مسلم ترمذی۔ نسائی۔ ابن جریر۔ ابن المنذر ابن مردویہ نے علقمہ سے روایت کی

انه قدم الشام۔ فجلس الی ابی الدرداء فقال له ابو الدرداء ممن انت قال من اهل الکوفة قال کیف سمعت عبدالله یقراء واللیل اذا یغشی قال علقمة والذکر والانثی فقال ابو الدرداء اشهدانی سمعت رسول الله صلی الله علیه واله وسلم یقراء هکذا وهؤلاء یرید ونی علی انی اقراها خلق الذکر والا نثی والله لا اتابعهم انتهٰی بلفظه

یعنی علقمہ۔ ایک مرتبہ شام میں آیا۔ اور ابو درداء کے پاس بیٹھا انہوں نے پوچھا کہ تم کن لوگوں میں سے ہو علقمہ نے کہا کہ میں ہاں کوفہ میں سے ہوں۔ پس ابو دردا نے کہا تم نے عبداللہ کو سورہ واللیل اذا یغشی کس طرح پڑھتے سنا ہے علقمہ نے کہا میں نے بجائے وما خلق الذکر ولانثی کے والذکر والانثی پڑھتے سنا ہے پس ابو درداء نے کہا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھی یہی پڑھتے سنا ہے لیکن یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں وما خلق الذکر والا نثی پڑھوں بخدا میں ہرگز ان کی متابعت نہ کروں گا۔ (موعد تحریف قرآن ۲۵)

اقول

والذکرو الا نثی قراۃ شاذہ ہے اسے تحریف سے کیا تعلق مجتھد صاحب قرآت متواترہ شاذہ سب کو تحریف میں شمار کر رہے ہیں۔ بریں عقل و دانش بباید گریست تفسیر روح المعانی (جزء تاسع ۳۸۴) میں ہے۔

وانت تعلم ان هذه قراءة شاذة منقولة احاد الا تجوز القرأة بهالکنها بالنسبة الی

من سمعها من النبی علیہ الصلاۃ والسلام فی حکم المتواتر تجوز قراءتہ بہا۔

ترجمہ: اور تجھے معلوم ہے کہ یہ قراءۃ شاذہ ہے جو بطریق آحاد منقول ہے۔ اس کے ساتھ قرات جائز نہیں ہاں جس نے اسے پیغمبر خدا ﷺ سے سنا ان کے لیے متواتر کے حکم میں ہے اور اس کے ساتھ قرات جائز ہے انتھی شیعہ کی بڑی معتبر مجمع البیان میں ہے۔

فی لاشواذ قراۃ النبی وقراۃ علی ابن ابی طالب وابن مسعود وابی الدرداء وابن عباس النهار اذا تجلی وخلق الذکر والا نثی بغیر ماروی ذلک عن ابی عبداللہ۔

ترجمہ: شاذ قراءتوں میں قرات نبی او قرات علی بن ابی طالب و ابن مسعود و ابو الدرداء ابن عباس کی ہے الهنار اذا تجلی وخلق الذکر والانثی بغیر ما کے اور یہ امام جعفر صادق سے مروی ہے۔ انتھی۔

قال الحائری

سینوں کے قرآن سورتوں کا نقصان دوستو؟ ہاں حضرات اہلسنت نے اسی قدر لکھنے پر اکتفا نہیں کیا ہے کہ ان کا قرآن ناکمل (ناقص) ہے بلکہ ان کے ہاں ایسی روایتیں بکثرت ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے اس ناقص قرآن کی سورتیں بھی ناقص ہیں جن سے ان کے خلیفہ زادے حضرت ابن عمر کے اس مذکور کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور فی الواقع ان کا قرآن ناکمل ہے۔

تفسیر اتقان ص ۳۱۶ سطر ۱۱ علامہ سیوطی نے ام المومنین حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے۔

عن عائشة قالت سورۃ الا حزاب تقرافی زمن النبی مائتی ایۃ فلما کتب عثمان المصاحف لم تقدرمنها الا علی ماهو الان انتهی بلفظہ۔

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد ۵ ص ۱۸۰ سطر ۲۳ میں بھی عیناً یہ روایت مرقوم ہے۔

یعنی جناب ام المومنین حضرت عائشہ نے فرمایا کہ سورۃ احزاب کی جو پارہ ۲۱ میں ہے) حضور پیغمبر اسلام علیہ والہ وسلم کے عہد اور زمانہ میں پوری دو سو (۲۰۰) آیتیں تلاوت کی جاتی تھیں لیکن سنی مسلمانوں میں خلیفہ حضرت عثمان نے قرآن لکھتے وقت جب دوسروں کے قرآن جلا دیے تھے) صرف اسی قدر آیتیں سورہ احزاب میں لکھی ہیں۔ جو اس وقت قرآن میں موجود ہیں۔

کیوں سن لیا آپ نے بتایئے؟ اب تحریف کا کون قائل ہے بی عائشہ صاحبہ کے اس قول سے تو ثابت ہوا کہ رسول کے زمانہ میں سورہ احزاب میں نہ تنسیخ واقع ہوئی نہ تحریف کیونکہ آنحضرت ﷺ کی حیات میں یہ سورہ پوری دوسو آیتوں پر مشتمل پڑھا جاتا رہا۔ اگر تنسیخ ہوئی ہوتی تو رسول خدا پر ناسخ آیت

اتری اور وہ سب کو معلوم ہوتی مگر راز طشت ازبام یوں ہوتا ہے کہ بی عائشہ یہاں صاف یوں فرماتی ہیں کہ حضرت عثمان نے قرآن لکھتے وقت سورہ احزاب میں بجائے ۲۰۰ آیتوں کے کل بہتریا آیتیں لکھیں باقی ایک سوستائیس یا اٹھائیس آیتیں سورہ برائت سے تحریف کردیں۔ اتقان امام سیوطی ص ۳۲۶ سطر ۳ زربن جیش سے نقل کیا گیا ہے۔

قال قال لی ابی ابن کعب کاین تعد سورۃ الاحزاب قلت اثنتین و سبعین آیۃ اور ثلاثا و سبعین آیۃ قال ان کانت لتعدل سورۃ البقرۃ انتھی بلفظہ

یعنی زربن جیش نے کہا کہ ابی ابن کعب نے مجھ سے کہا۔ کہ سورہ احزاب کی تم کتنی آیتیں شمار کرتے ہو۔ میں نے کہا بہتریا تہتر آیتیں ابی بن کعب نے کہا اگر یہ سورت پوری رہنے دی جاتی تو سورہ بقرہ کے برابر ہوتی۔

جب یہ سورہ پوری ۲۰۰ آیتوں میں تلاوت ہوتا رہا ہے تو سینوں کے خلیفہ عثمان کو نصف سے زیادہ کم دینے کا اس میں کیوں حق حاصل ہوا۔ طرفہ یہ ہے کہ سنی مصنف منقول عنہ سینوں کی کتاب زربن جیش ناقل بھی سنی ابی بن کعب راوی سنی محرف حضرت عثمان سینوں کا امام اور خلیفہ سوم ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ اس پر بھی طعن الٹا شیعوں پر کہا جاتا ہے۔ کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ کیا رافضیوں کا ایمان قرآن پر ہے۔ یا ہو سکتا ہے۔

اب مذکورہ ثبوت کے بعد لاہوری سنی انجمن کے نمبر۵ پمفلٹ مذکورہ کے جواب میں ہم صرف اسی قدر کہتے کہتے ہیں کہ شرم۔ شرم۔ شرم۔ موعظہ تحریف۔ ص ۲۶-۲۷

اقول

اہل سنت نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ ہمارا قرآن ناقص ہے۔ ہاں مجتہد صاحب کی سمجھ ناقص ہے۔ جس کی وجہ سے اس نے اہل سنت پر یہ افتراء کیا ہے۔ اس کی لیاقت کا یہ حال ہے کہ عربی کی معمولی عبارت کو بھی نہیں سمجھ سکا۔ چنانچہ اپنے لم تقدر منھا الا علی ماھو الان کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ صرف اسی قدر آیتیں سورہ احزاب میں لکھی ہیں جو اس وقت قرآن میں موجود ہیں اور اس کا مطلب یہ لکھا ہے۔ کہ سورہ احزاب میں بجائے۔ ۲۰۰ آیتوں کے کل بہتریا تہتر آیتیں لکھیں باقی ایک سوستائیس یا اٹھائیس آیتیں سورہ برائت سے تحریف کردیں۔ ایسی چالوں سے ان پڑھا اشخاص بالخصوص نو تعلیم یافتہ طبقہ کو جو عربی سے بالکل نابلد اور دین سے ناواقف ہیں۔ دھوکا دینا مقصود ہے اور سنئے کہ مجتہد صاحب نے سورہ احزاب کے متعلق روایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اتقان سے نقل کر کے درمنثور کا بھی حوالہ

دیا ہے۔ مگر روایت زربن جیش کو صرف بحوالہ اتقان نقل کیا ہے۔ اور دوہ منثور کا ذکر تک بھی نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ درمنثور سے پوری روایت کو سن کر سامعین فریب میں نہ آسکتے تھے ہم اس روایت کو ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

اخرج عبدالرزاق فی المصنف والطیالسی وسعید بن منصور وعبدالله بن احمد فی زوائد المسید وابن منیع والنسائی وابن المنذر و ابن الا نباری فی المصلحف والدار قطنی فی لا فراد والحاکم وصححه وابن مردویه والضیاء فی المختارة عن زرقال قال لی ابی ابن کعب تقراء سوره الاحزاب او کم تعد هاقلت ثلاثا وسبعین ایة فقال ابی قدرائیتها وانها لتعادل سورة البقرة او اکثرمن سوره البقرة ولقد قرانا فیها الشیخ والشیخه اذاز نیا فار جموهما البتة نکا لامن الله والله عزیز حکیم فرفع منها مارفع تفسیر درمنثور۔ مطبوعہ مصر جزء خامس ص ۱۷۹)

ترجمہ: بحذف کتب مخرج منہا زر کا بیان ہے کہ مجھ سے ابی بن کعب نے پوچھا کہ تو سورہ احزاب کو کس طرح پڑھتا ہے یا اس کی کتنی آیتیں شمار کرتا ہے میں ۔نے کہا تہتر آیتیں اس پر ابی نے کہا میں نے اسے دیکھا ہے بقرہ کے برابر یا اس سے بھی زیادہ تھیں۔ اور ہم نے اس میں یہ آیت پڑھی ہے۔ الشیخ والشیخة اذاز نیا فار جموهما البتة نکا لا من الله والله عزیز حکیم پس اس میں سے مرفوع ہوا جو مرفوع ہوا (یعنی منسوخ التلاوت ہوگیا جو ہوگیا) انتھی اس اثر ابی بن کعب سے بتقدیر صحت صاف معلوم ہوگیا کہ سورہ احزاب کی بہت سی آیتیں منسوخ التلاوۃ ہوگئیں۔ اور بمقتضائے ارشاد عزوجل اوننسھا وہ کسی کو یاد نہ رہی۔ اسی واسطے رویات عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں آیا ہے کہ صحابہ کرام صرف ۷۳ آیتوں پر قادر ہوئے باقی جو اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حیات شریف ہی میں بھلا دی تھیں۔ وہ بدستور فراموش رہیں۔ روایت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ایک سو ستائیس یا اٹھائیس آیتیں اصحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ کی وفات شریف کے بعد قرآن سے خارج کر دیں کیونکہ یہ تو صریح نص قرآن کے خلاف ہے۔ اور وہ نص یہ ہے انانحن نزلنا الذکروانا له لحافظون بیشک ہم ہی نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں) شیعہ کی کتاب امعاف المامول بشرح زبدۃ الاصول کے حوالہ سے ہم پہلے نقل کرچکے ہیں کہ سورہ احزاب بقدر سورہ بقرہ تھی مگر آیات موجودہ کے سوا باقی تمام آیات منسوخ التلاوۃ والحکم ہوگئیں۔ اور یہ امر بھی پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن میں نسخ التلاوۃ والحکم او نسخ التلاوۃ دون الحکم کو شیعہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لہٰذا امید کی جاتی ہے کہ مجتہد یا کسی دوسرے شیعی صاحب کو ہماری تقریر کے تسلیم کرنے میں عذر نہ ہوگا۔

اخیر میں ہم یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ علامہ سیوطی کی تفسیر در منثور کی نسبت پہلے آچکا ہے کہ اس کتاب کی روایتیں ہم پر حجت نہیں تاوقتیکہ ان کی صحت کا ثبوت پیش نہ کیا جائے یہی حال روایات اتقان کا ہے۔ للذا ہم مجتہد صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ روایات نقل کر رہے ہیں۔ کیسی ہیں؟ اگر احاد ہیں تو ان کی صحت ثابت کیجیے اگر یہ صحیح ثابت ہو جائیں تو پھر ہم پوچھتے ہیں کہ ان احاد سے ہمارے نزدیک آیات زیر بحث کی قرآنیت کیسے ثابت ہوگی۔ کیونکہ قرآنیت کے ثبوت کے لیے تو اثر شرط ہے۔ اگر قرآنیت ثابت ہو جائے تو ہمارا جواب وہی ہے۔ جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ آیات بیشک داخل قرآن تھیں۔ مگر حضور رسول اکرم کی حیات شریف میں منسوخ التلاوۃ ہو گئیں اسی واسطے قرآن بین الدفتین مجمع علیہ میں نہ ہیں کیا ہم مجتہد صاحب کے جواب کے منتظر رہیں (دیدہ باید)

قال الحائری

سورت توبہ کا نقصان تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد سوم ص ۲۰۸ سطر ۱۷ میں سیوطی لکھتا ہے کہ اخراج کیا ہے ابن ابی شیبہ، طبرانی، ابوالشیخ حاکم اور ابن مردویہ نے حذیفہ سے قال التی تسمون سورۃ التوبۃ ھی سورۃ العذاب واللہ ماترکنا احدا الا نالت منہ ولا تقرؤن منھا مما کنا نقرا الا ربعھا انتھی بلفظہ

یعنی جس سورۃ کو تم توبہ کی نام سے یاد کرتے ہو۔ وہ در حقیقت سورۃ عذاب ہے خدا کی قسم ہم (صحابہ) میں سے ایک بھی ایسا نہیں چھوٹا جس کے متعلق کوئی نہ کوئی عذاب کی آیت نہ آئی ہو۔ اور تم اس سورہ توبہ میں نہیں پڑھتے ہو جو کچھ کہ ہم پڑھا کرتے تھے مگر اس کا چوتھا حصہ۔

ایضا ص ۲۰۸ سطر ۲۳ میں سیوطی لکھتا ہے کہ اخراج کیا ابوالشیخ نے عکرمہ سے کہ اس نے کہا قال عمر فرغ من تنزیل براۃ حتی ظننا انہ لم یبق منا احدالا ینزل فیہ وکانت تسمی الفاضحۃ انتھی بلفظہ خلاصہ یہ کہ سورہ برات نازل ہونے پر ہم نے گمان کیا کہ ہم (صحابہ) میں سے کوئی بھی ایسا صحابی باقی نہ رہے گا جس کے متعلق کوئی نہ کوئی نصیحت نہ نازل ہو اور (اسی لیے) اس سورہ کا نام فاضحہ ہے۔

کیوں صاحبان فرمایئے اس میں میرا قصور کیا ہے حضرت حذیفہ اور خلیفہ المسلمین حضرت عمر راوی حضرت امام سیوطی ناقل ہیں فرمایئے یہ حضرات شیعہ تھے یا سنی اور بنابران کی مذکورہ روایتوں کے فرمایئے اس سورۃ توبہ کے تین حصے کہاں چلے گئے۔ میں یہ کہنے کی جرات و جسارت نہیں کرنا چاہتا کہ خلیفہ المسلمین نے جھوٹ یا غلط کہا ہو۔ کہ تمام صحابہ کی نصیحتیں اس سورہ فاضحہ (سورہ توبہ) میں نازل ہوئیں

تھیں۔ اور بقول خذیفہ جو تین حصے اس سورت سے تحریف کردیے گئے۔ کیا وہ تین حصے پورے صحابہ کی نصیحتوں کے تھے۔ یا کیا براہ کرم قرآن پر ایمان رکھنے کے مدعیان اور رافضیوں کا ایمان قرآن پر نہ ہونے کے عنوان سے پمفلٹ مشتہرو شائع کرنے والے اراکیں سنی انجمن بتائیں کیا یہ دونوں راوی کاذب ہیں۔ یا مفسرناقل۔ یا کہ مشتہران پمفلٹ مذکور۔ کیا ہم اس کے صحیح جواب کے منتظر رہیں۔ (دیدہ باید) موحد تحریف قرآن ۲۷یا۲۸

اقول

ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حسب عقیدہ اہلسنّت قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد کوئی کمی بیشی وقوع میں نہیں آئی جس قدر قرآن حضور اقدس ﷺ چھوڑ گئے تھے اتنا ہی اور اسی ترتیب سے محفوظ ہم تک پہنچا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری (کتاب فضائل القرآن باب من قال لم یترک النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم الامابینالدفتین میں ہے

حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا سفیان عن عبدالعزیز ابن رفیع قال دخلت انا وشداد بن معقل علی ابن عباس رضی اللہ عنه فقال له شداد بن معقل اترک النبی صلی اللہ علیه واله وسلم من شئی قال ماترک الا مابین الدفتین قال ودخلنا علی محمد بن الحنفیة فسالناه فقال ماترک الامابین الدفتین

ترجمہ: حدیث کی ہم سے قتیبہ بن سعید نے کہ حدیث کی ہم کو سفیان نے عبدالعزیز بن رفیع سے۔ کہا عبدالعزیز نے کہ میں اور شداد بن معقل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس شداد بن معقل نے ان سے پوچھا کہ کیا پیغمبر خدا نے قرآن کے سوا کچھ اور چھوڑا انہوں نے جواب دیا کہ آنحضرت نے مابین الدفتین کے سوا نہیں چھوڑا۔ عبدالعزیز کا بیان ہے کہ ہم محمد بن حنفیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے دریافت کیا۔ پس محمد بن حنفیہ نے جواب دیا کہ مابین الدفتین کے سوا آپ نے کچھ نہیں چھوڑا انتھی۔ اس حدیث میں امام بخاری رحمہ تعالیٰ نے رافضیوں کی تردید بوجہ لطیف کردی جو کہتے ہیں کہ آنحضرت کی وفات شریف کے بعد صحابہ کرام نے قرآن میں سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خلافت بلا فصل کی نصوص ساقط کردیں کیونکہ قرآن میں خلافت بلا فصل کی نصوص ہوتیں تو حضرت مولا مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے صاحبزادے چچیرے بھائی دونوں کو ان کی ضرور خبر ہوتی مگر جب وہ دونوں یہی کہہ رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مابین الدفتین کے سوا اور زائد قرآن نہیں چھوڑا تو رافضیوں کا اعتراض باطل ہوگیا علاوہ ازیں آیۃ انا نحن نزلنا الذکر وانا له

لحافظون رافضیوں کے لیے صاعقہ آسمانی ہے مجتہد لاہوری نے جو اثر حذیفہ نقل کیا ہے۔ اس کا جواب وہی ہے جو ہم سورہ احزاب کے متعلق کے دے آئے ہیں۔ یعنی برتقدیر صحت وہ تین حصے حضور اقدس کی حیات شریف میں ہی منسوخ التلاوۃ ہوگئے تھے۔ اگر وہ منسوخ التلاوۃ ہوتے تو مابین الدفتین میں ضرور ہوتے اثر حذیفہ کے نقل کرنے میں مجتہد صاحب نے دیانتداری سے کام نہیں لیا۔ کیونکہ تفسیر درمنثور میں ہے واللہ ما ترکنا احدا الا نالت منہ (خدا کی قسم ہم صحابہ میں سے ایک بھی ایسا نہیں چھوٹا جس کے متعلق کوئی نہ کوئی عذاب کی آیت نہ آئی ہو) اسی طرح روایت عکرمہ کی بجائے مافرخ کے فرغ اور بجائے سینزل کے ینزل نقل کیا ہے اور ترجمہ بھی درست نہیں کیا۔ صحیح ترجمہ یوں ہوگا۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ سورہ برات کی تنزیل تمام نہ ہوئی یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ ہم میں سے کوئی باقی نہ رہے گا۔ مگر یہ کہ اس کے بارے میں کوئی نہ کوئی آیت نازل ہوگی۔ اور اس صورت کو فاضحہ کہتے تھے۔ انتہی یہ قول (ہم نے گمان کیا الخ) قائل کے تقوے اور خشیتہ الٰہی پر دلالت کرتا ہے اس قول میں یہ مذکور نہیں کہ نعوذ باللہ صحابہ کرام کی فضیحت کے بارے میں آئتیں نازل ہوئیں اور یہ مجتہد صاحب کا افتراء ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں صحابہ کرام کے مناقب بکثرت مذکور ہیں۔ جن میں سے اقل قلیل بطور مشتے نمونہ از خروار اس کتاب میں بھی آچکے ہیں یہ کہ مجتہد صاحب نے سورۃ توبہ کے متعلق دو اثر نقل کئے ہیں جن میں اس سورت کے دو نام مذکور ہیں مگر آپ نے اپنے خبث باطن کی وجہ سے ناجائز طور سے دونوں کی وجہ تسمیہ میں عذاب و فضیحت کا مورد صحابہ کرام کو قرار دیا ہے حالانکہ کتب فریقین میں بصراحت تمام مذکور ہے کہ اس سورت کو سورہ عذاب اس واسطے کہتے ہیں کہ اس میں عذاب کفار منافقین کا ذکر ہے۔ اور فاضحہ اس واسطے کہتے ہیں۔ کہ اس میں فضائح منافقین کا بیان ہے چنانچہ تفسیر بیضاوی میں اس سورت کے ناموں میں سے بحوث و فاضحہ و سورہ عذاب کی وجہ تسمیہ یوں لکھی ہے لما فیھا من البحث من حال منافقین وما یفضحھم ویذکر عذابھم کیونکہ اس میں منافقین کے حال سے بحث ہے اور ان کے فضائح عذاب کا بیان ہے۔ انتہی تفسیر اتقان (مطبوعہ مصر جز اول ۵۵) میں ہے

اخرج ابن ابی حاتم عن قتادۃ قال کانت ھذہ السورۃ تسمی الفاضحۃ فاضحۃ المنافقین

ترجمہ: ابن ابی حاتم نے بروایت قتادہ کہا کہ اس سورت کو فاضحہ یعنی فضیحت کنندہ منافقین کہتے تھے۔ انتہی اسی طرح شیعہ کی تفسیر مجمع البیان (جلد اول ۴۳۸) میں ہے۔

الفاضحۃ عن سعید بن جبیر قال قلت لابن عباس سورۃ التوبۃ فقال تلک الفاضحۃ مازال ینزل ومنھم ومنھم حتی خشینا ان لا یبقی منا احد الا ذکر

وسمیت بذالک لا نہا فضحت المنافقین باظہار نفاقھم سورۃ العذاب عن حذیفۃ ابن الیمان لانہا نزلت بعذاب الکفار۔

ترجمہ: سورۃ توبہ کا ایک نام فاضحہ ہے کہ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ میں نے ابن عباس سے کہا سورہ توبہ اس پر ابن عباس نے کہا کہ یہ سورہ فاضحہ ہے یہ یکے بعد دیگرے منافقین کے بارے میں اترتی رہیں۔ یہاں تک کہ ہم ڈر گئے کہ ہم میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے گا۔ اور جو اس میں مذکور نہ ہوگا۔ اس کا نام فاضحہ اس واسطے رکھا گیا کہ اس نے منافقین کا نفاق ظاہر کر کے ان کی فضیحت کردی اس کا ایک نام سورۃ عذاب ہے حذیفہ بن الیمان سے روایت ہے کہ اس کا یہ نام اس واسطے ہے کہ اس میں عذاب کفار کا ذکر ہے۔ انتھی شیعہ کے مستند فارسی ترجمہ یعنی خلاصہ المنہج میں یوں ہے۔ این سورہ رانا مہائے متعددہ است یکے براۃ کہ بمعنی بیزاری است از کفر و نفاق دوئم توبہ زیرا کہ متضمن تکرار توبہ مومنانست سوئم فاضحہ بمعنی فضیحت کنندہ اہل نفاق چہارم مخزیہ یعنی رسوا کنندہ ایشاں پنجم مقشقشہ یعنی پاک کنندہ ازنفاق ششم سورۃ العذاب زیرا کہ آں بحث عذاب کفار مے کندا الخ) رافضیوں کا ایمان قرآن پر ہونے کی بحث انشاء اللہ عنقریب آئے گی۔

قال الحائری

سینوں کے قرآنی حرفوں کی تحریف عزیز و دیا رکھنا کہ قرآن مجید میں الکتاب سورہ فاتحہ ہے جو سات آیتوں سے زیادہ نہیں مگر سینوں کی مستند و معتبر کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے ہاں ان سات آیتوں میں بھی چار آیتوں کے حروف اور الفاظ میں ضرور تحریف واقع ہوئی ہے۔

مزے کی بات اس میں یہ ہے کہ ان کے اکابر آئمہ نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ سورہ فاتحہ میں نہ کوئی ناسخ ہے نہ منسوخ جیسا کہ افادۃ الشیوخ مطبوعہ محمدی لاہوری ۱۴ سطر ۲ میں علامہ صدیق حسن خاں نے بھی یوں لکھ دیا ہے کہ سورۃ فاتحہ ایں سورہ دوبارہ فرود آمدہ بارے در مکہ مکرمہ وبارے در مدینہ منورہ حرسہما اللہ تعالٰی ورروے نہ ناسخ است نہ منسوخ زیرا کہ اول او ثناء راست واوسط حصر استعانت در خدا و آخر او دعا انتھی بلفظ

یعنی سورہ فاتحہ دو مرتبہ نازل ہوئی ہے ایک مرتبہ تو مکہ مکرمہ میں اور دوسری مرتبہ مدینہ منورہ میں اور اس سورۃ میں نہ تو کوئی آیت ناسخ آئی ہے نہ کوئی آیت منسوخ ہوئی ہے ایسا ہی تفسیر اتقان۔ مطبوعہ احمدی ص ۳۱۱ سطر ۷ انوع ۴۷ میں ہے کہ سورہ فاتحہ میں نہ ناسخ آیا ہے نہ منسوخ۔

اب اس سے صاف ثابت ہوا کہ اس پوری سورت میں نہ تو کسی آیت کا جز منسوخ ہے نہ کوئی

پوری کل آیت منسوخ ہے باوجود اس کے بنا پر روایات اہلسنت اس سورت میں جہاں کہیں تغیر ہوا ہے وہ لازما تحریف پر بنی ہے۔ نہ تنسیخ پر کیونکہ ناسخ و منسوخ تو بروایات اہل سنت اس سورت میں آیا ہی نہیں۔

تفسیر در منثور جلد اول مطبوعہ مصر ۱۴ سطر ۳۳ میں امام سیوطی رقم طراز ہے۔

اخرج ابن منصور وعبد بن حمید والبخاری تاریخه وابن الانبازی عن ابن عباس انه قرا اهدنا الصراط بالسین انتهی بلفظه۔

یعنی ابن عباس اھدنا الصراط المستقیم سین کے ساتھ قرات فرماتے تھے ابن انبازی نے کہا کہ عبداللہ بن کثیر سراط سین کے ساتھ قرات کرتے رہے ہیں ابن ابی داؤد ابن المنذر عبد بن حمید سعید بن منصور وکیع اور ابو عبیدہ نے کہا کہ حضرت عمر بھی سراط سین کے ساتھ قرات کرتے رہے درمنثور جلد اول ص ۱۵ سطر ۳۵ کیوں جناب اس میں نہ ناسخ ہے نہ منسوخ تو سراط بالسین کیوں صراط بالصاد سے بدل دیا گیا یہ تحریف بالحرف نہیں تو کیا ہے دوسری مثال بھی سن لیں۔

ایضاً ص ۱۳ سطر ۲۹ میں امام سیوطی نے لکھا ہے۔

اخرج الترمذی وابن ابی الدنیا وابن الانباری کلا هما فی کتاب المصاحف عن ام سلمة ان النبی کان یقرء ملک یوم الدین بغیر الف انتهی بلفظه

یعنی اخراج کیا ہے ترمذی نے اور ابن ابی الدنیا وابن الانباری نے کتاب المصاحف ام سلمہ سے کہ پیغمبر خدا ملک یوم الدین بغیر الف کے پڑھا کرتے تھے۔

اور سطر ۳۰ میں ہے کہ ابن الانباری نے اخراج کیا ہے انس بن مالک سے۔

قراء رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم عمر و طلحته والزبیر وعبد الرحمن بن عوف و معاذ بن جبل ملک یوم الدین بغیر الف۔

یعنی پیغمبر اسلام علیہ والہ وسلم اور عمرؓ طلحہؓ زبیرؓ عبدالرحمان بن عوف اور معاذ بن جبل نے ملک یوم الدین بغیر الف کے قرآت کی ہے۔

ایضاً ص ۱۳ سطر ۳۴ میں تیسری روایت ابوداؤد خطیب نے اخراج کی ہے۔ بطریق ابن شہاب سے سعید بن المسیب اور براء بن عازب سے کہ انہوں نے کہا۔ قراء رسول الله صلی و ابوبکر وعمر ملک یوم الدین کیوں صاحب فرمائیے جب اکابر آئمہ اہل سنت مان چکے ہیں کہ سورۃ الفاتحہ میں نہ کوئی آیت ناسخ ہے نہ منسوخ تو پھر دو جگہوں میں دو حرفوں کا تغیر یعنی سراط سین کا صاد سے بدل جانا اور ملک بے الف میں الف زیادہ کرکے مالک بنا دینا حروف قرآنی کی تحریف نہیں تو کیا ہے۔

اس میں ایک اور بات قابل غور یہ ہے ک جب یہ ثابت ہے کہ ملک الف بڑھا دینے سے مالک

بتایا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ سینوں کی روایتوں سے جہاں قرآن میں کمی کیا جانا ثابت ہوتا ہے اسی طرح قرآن میں زیادہ کیا جانا بھی ثابت ہوا۔ پس اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سینوں کے مذہب کے مطابق قرآن میں دونوں قسم کی تحریف واقع ہوئی ہے یعنی اگر بعض سورتوں اور آیتوں میں کمی کی گئی ہے تو بعض سورتوں میں زیادتی بھی کردی گئی ہے۔ دیکھیے بات ہوتی نہ عوض معاوضہ گلا ندار موعظہ تحریف قرآن (ص ۲۸ تا ۳۰)

اقول

سید علی حائری جن کو اعلیٰ حضرت رئیس الشیعہ مدار الشریعہ حجتہ الاسلام نائب امام سلطان المحدثین صدر المفسرین محی الملتہ والدین سرکار شریعت مدار علامہ مجتہد العصر والزمان لکھا جاتا ہے کہ ان کی لیاقت کا یہ حال ہے کہ آپ قرآت متواترہ کو بھی تحریف کی مثالوں میں شمار کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآت سبعہ کو شیعہ بھی متواتر جانتے ہیں۔ بلکہ اکثر اصحاب شیعہ قرآت عشرہ کو متواتر کہتے ہیں جیسا کہ بحوالہ انوار نعمانیہ پہلے مذکور ہوچکا ہے۔ تفسیر مجمع البیان جلد اول ص ۴ میں ہے۔

فاعلم ان الظاهر من مذهب الامامية انهم اجمعوا على جواز القراة بماتتد اوله القرأ بينهم من القرأت الا انهم اختار وا القراة بما جاز بين القرأ وكر هوا تجريد قراءة مفردة

ترجمہ: پس جان کے ظاہر مذہب امامیہ یہ ہے کہ قاریوں کے درمیان جو قراء تیں متداول ہیں ان کے ساتھ قرات کے جائز ہونے پر سب امامیہ نے اتفاق کیا ہے اگر انہوں نے اسی کے ساتھ قرات کو پسند کیا ہے جو قاریوں میں جائز ہے اور ایک ہی قاری کی قرات کو مکروہ بتایا ہے۔ انتہی ملا فتح اللہ کاشانی تفسیر منہج الصادقین کے دیباچہ (جلد اول ص ۳ میں لکھتے ہیں۔ بناء علی ہذا بخاطر فاطر اایں فقیر ضعیف جانی المفتقر الی عفران اللہ اللطیف السبحانی ابن شکر اللہ فتح اللہ الشریف الکاشانی کسا ہما جلابیب رضوانہ' وسقاہما شآبیب غفرانہ رسید کہ تقربا الی اللہ تعالیٰ طلب المرضاتہ العلی مطالعہ تفاسیر و عربیہ وفا رسیہ وکتب تواریخ واحادیث وغیرہ) ازکتب کلامیہ و اصول و فروغ فقیہ کردہ تفسیرے ازاں انتخاب نماید کہ مبنی باشد بر حل معانی قرآن برطبق قرات سبعہ کہ مسلم الثبوت است و مجمع علیہ جمیع موافق و مخالف و معترض قرات دیگر نہ شد بجہت تطریق اختلاف دران

ترجمہ: بنابریں اس فقیر ضعیف گنہگار محتاج عفو کردگار ابن شکر اللہ فتح اللہ شریف کاشانی (خدا ہر دو کو اپنی رضامندی کی چادریں اوڑھائے اور اپنی معافی کی بارشوں سے سیراب کرے کے خاطر فاتر میں آیا

کہ خدا کے تقرب وو رضا مندی کے لیے تفاسیر عربیہ وفارسیہ اور کتب تواریخ و احادیث اور ان کے سوا کتب کلامیہ و اصول و فروغ فقہیہ کا مطالعہ کر کے ان میں سے بطور انتخاب اب ایک تفسیر لکھے جو مبنی ہو حل معانی قرآن پر مطابق قرات سبعہ کے جو مسلم الثبوت ہیں او جن پر شیعہ و سینوں کا اتفاق ہے اور قرات شیعہ کے سوا اور قراء توں سے تعرض نہ کرے کیونکہ ان میں اختلاف ہے انتھی لہٰذا ہم مجتہد صاحب کے جواب میں گزارش کرتے ہیں کہ مالک اور ملک دونوں متواتر قراء تیں ہیں اسی طرح صراط اور سراط بھی مختلف قراء تیں ہیں اور دونوں درست ہیں چنانچہ تفسیر منہج الصادقین (جلد اول ص ۱۷، ۱۹) میں ہے بدا انکہ عاصم و کسائی مالک خواندم اند باثبات الف کہ بمعنی منصرف است درعین اعیان مملوکہ بہروجے خواہدداد مشتق منہ ملک است بکسر میم و نافع وابن کثیرو ابو عمرو حمزہ ملک خواندہ اند بحذف الف کہ بمعنی متصرف است بامرو نہی درمامورین مشتق از ملک بضم میم و ایں ابلغ است در مدح ازدل و صراط دراصل سراط بودہ بسین ماخوذ از سوط الطعام اذا ابتلعه فكانه يسرط السابلة لہٰذا آنرا لقم نیز میگو یندجهت آنکہ التقام سابلہ میکند و قلب سین بصاد جهت آنست کہ تا مطابق طا باشد در اطباق و تقبل کہ یکے ازراویان ابن کثیراست آنرا براصل خود خواندہ وبواقی صاد محض انتھی مجمع البیان میں بھی یہ دونوں قراء تیں مذکور ہیں خود مجتہد لاہوری نے تفسیر لوامع التنزیل و سواطع التاویل میں جابجا مختلف قرائتوں کا ذکر کیا ہے۔

چنانچہ الم تر ان الله خلق السموات والارض بالحق (سورہ ابراہیم) کی تفسیر میں لکھا ہے بدانکہ قرات حمزہ کسائی اسم فاعل خالق السموات والارض است بنا براآنکہ خبر آن قرار دادہ شد والسموات والارض باضافت خواء ہ شد چنانکہ فاطر السموات والارض فالق الا صباح وجاعل الليل سكنا خواندہ ے شودو باقی قراء خلق بصیغہ فعل ماضی قرات کردہ اندو السموات والارض رابنا بر مفعولیت منصوب خواندہ اند پس بہر حال خطاب الم تو برائے نبوی فداہ امی وابی بصورت ظاہراست و مراد ازاں امت آں جناب علیہ السلام است لوامع التنزیل جز ثالث عشر ص ۴۱۳) اسی طرح وان کان مکرھم لتزول منه الجبال کی تفسیر میں لکھا ہے کسائی تنہا بہ فتح لام اولی خواندہ است ولام ثانیہ رامرفوع وقراء و دیگر بکسر لام اول و نصب لام ثانی و در شواذاست از علی مرتضٰی وابن مسعود و ابی کعب گفتہ وان کا دمکرھم لتزول و باقی قراء ان کان مکرھم خواندہ اند لوامع التنزیل جز ثالث عشر ص ۴۸۲) اب مجتہد لاہوری بتائیں کہ کیا اختلاف قرات قراء تحریف قرآن ہے کیا ہم اس سوال کے جواب کے منتظر ہیں (دیدہ باید)

قال الحائری

سینوں کے قرآنی لفظوں کی تحریف: صاحبان؟ سینوں کے قرآن کے حروف کی تحریف بصورت کی زیادتی دونوں قسموں سے آپ سن چکے ہیں۔ اب ان کے لفظی تحریف کا رخ بھی پیش کرتا ہوں غور سے سماعت فرمائیں۔

تفسیر درمنثور جلد اول مطبوعہ مصر ص ۱۵ سطر ۳۵ میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

اخرج وکیع وابو عبید وسعد بن منصور وعبد بن حمید وابن المنذر وابن داؤد و ابن الانبازی کلا هما فی المصاحف من طرق عن عمر بن الخطاب انه کان یقرا سراط من انعمت علیهم غیر المغضوب وغیر الضالین انتهی بلفظه۔

یعنی حضرت عمر بن الخطاب صراط انعمت علیهم کو سراط من انعمت علیهم پڑھا کرتے تھے اور ولا الضالین کو وغیر الضالین پڑھا کرتے تھے۔

ایضاً ص ۱۵ سطر ۳۷ میں سیوطی لکھتے ہیں۔

اخرج ابو عبید و عبد بن حمید وابن ابی داؤد وابن الانباری عن عبدالله ابن الزبیر قرأ صراط من انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم وغیر الضالین فی الصلاة انتهی بلفظه۔



یعنی عبداللہ زبیر بھی من انعمت علیهم اور غیر الضالین پڑھا کرتے تھے۔

ایضاً جلد ششم مطبوعہ مصر ۲۱۹ سطر ۸ میں سیوطی لکھتے ہیں کہ شافعی عبدالرزاق ' فریابی ' سعید بن منصور ' ابن ابی شیبہ ' عبد بن حمید ' ابن جریر ' ابن المنذر ابن ابی حاتم ابن لانباری اور بیہقی نے ابن عمر (خلیفہ زادہ سے روایت کی ہے قال ما سمعت عمر یقرء ها قط الا فامضوا الی ذکر الله انتهی بلفظه

یعنی ابن عمر نے کہا کہ میں نے حضرت کو (سورۃ جمعہ میں آیہ فاسعوا الی ذکر الله کو ہمیشہ فامضو الی ذکر الله پڑھتے سنا ہے۔ اسی صفحہ ۲۱۹ کے سطر ۹ سطر ۱۰ سطر ۱۲ سطر ۱۴ سطر ۱۵ سطر ۱۶ بھی ضرور ملاحظہ فرمائیں جن میں مرقوم ہے کہ حضرت عمر وقت موت تک فامضوا کی بجائے فاسعوا الی ذکر الله تلاوت کرتے رہے۔ اور یہ کہ ابن مسعود اور ابن الزبیر اور ابن عباس بھی فامضوا الی ذکر الله قرات فرماتے تھے۔

صاحبان؟ ان مذکورہ روایتوں سے سورہ جمعہ میں لفظ فامضوا کا فاسعوا کے ساتھ تبدیل ہو

جانا ثابت ہے چونکہ سینوں کے ہاں سورہ جمعہ میں ناسخ و منسوخ نہیں ہے جیسا کہ افادۃ الشیوخ فی الناسخ والمنسوخ مطبوعہ محمدی لاہور ص ۴۷ سطر ۳ میں مرقوم ہے کہ سورہ جمعہ مدنی است قرطبی گفتہ در قول جمیع وروے ہم ناخس و منسوخ نیست جب اس سورۃ میں تنسیخ نہیں تو پھر لازما ثابت ہوا کہ فامضوا کا فاسعوا سے بدل جانا تحریف ہے۔

ایضاً جلد ششم مطبوعہ مصر ص ۲۲۹ سطر آخر میں علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ عبدالرزاق ابن المنذر حاکم اور ابن مردویہ نے ابن عمر سے روایت کی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قراء فطلقوھن فی قبل عدتھن انتھی بلفظہ

یعنی سورہ طلاق پ ۲۸ ع ۱۲ میں اس وقت ہے فطلقوھن بعدتھن حالانکہ پیغمبر خدا فطلقوھن فی قبل عدتھن آیت میں پڑھا کرتے تھے۔

اس آیت میں بھی قبل عدتھن کو بعد تھن سے تبدیل و تحریف کردیا گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ایضاً جلد ششم مطبوعہ مصر ص ۱۱۶ سطر ۲۸ سیوطی لکھتے ہیں کہ احمد، ابوداؤد، ترمذی مع التصحیح نسائی ابن ابن الانبازی، ابن حبان، حاکم مع التصحیح ابن مردویہ اور بیہقی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے قال اقرانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی انا الرزاق ذوالقوۃ المتین۔ انتھی بلفظہ۔ (یعنی ابن مسعود نے کہا کہ پیغمبر خدا نے مجھے پڑھایا انی الرزاق)

صاحبان یہ آیت ۲۷ پ ۳ سورہ الذاریات میں ہے اس وقت اس آیت میں ان اللہ ھو الرزاق ذوالقوۃ المتین ہے پس اس آیت میں انی انا کو ان اللہ ھو کے ساتھ تبدیل و تحریف کر دیا گیا۔

دوستو! غور کیا آپ نے اہل سنت کی ان روایتوں سے قرآن میں لفظی تحریف کا واقع ہونا بھی ثابت ہوگیا کیونکہ حضرت عمر اور عبداللہ بن زبیر من انعمت علیھم قرات اور تلاوت کرتے رہے ہیں۔ مگر اس وقت الذین انعمت علیھم قرآن میں موجود ہے۔ پس ایک تو لفظ من کو الذین کے ساتھ تبدیل و تحریف کیا گیا ہے۔ دوسرا غیر الضالین میں لفظ غیر کو لا کے ساتھ تحریف و تبدیل کردیا گیا۔ حالانکہ سینوں کا یہ مسلمہ ہے کہ سورہ فاتحہ میں نہ ناسخ آیا ہے نہ منسوخ پھر ان حروف اور الفاظ میں جب تنسیخ واقع ہی نہیں ہوئی۔ تو پر پھر یہ ماننا پڑے گا۔ کہ تحریف ضرور واقع ہوئی ہے۔ اسی طرح فامضوا کو فاسعوا اور قبل عدتھن کو بعدتھن سے تبدیل ہونا اکابر ائمہ محدثین و مفسرین اہل سنت خود اقرار و اعتراف کر رہے ہیں حالانکہ ان میں بھی تنسیخ کا واقع نہ ہونا سینوں کا مسلمہ ہے۔ پس شرم کا مقام ہے کہ جو مذہب خود

تحریف قرآن کا قائل ہو وہ دوسرے مذاہب پر کیوں تحریف کا طعن کر سکتا ہے۔ اس ثبوت کے بعد اب انصاف کا اقتضاء یہ ہے کہ حضرت اہلسنت و جماعت مسئلہ تحریف قرآن کا اعتراض اور طعن شیعوں سے واپس لیں۔ ورنہ آج کے اس وعظ کے بعد یہ مکمل تقریر چھپ کر شائع ہونے پر تمام دنیا خاص کر گریجویٹ اور تعلیم یافتہ طبقہ خود فیصلہ کرے گا کہ سینوں میں اس قدر تحریفات مسلم ہونے کے بعد آیا سنی تحریف قرآن کے قائل ہیں یا شیعہ۔ (عاقلاں فہمید ندو مطلب رسید ند موعظہ تحریف قرآن ۳۰ تا ۳۳

اقول

مجتہد لاہوری حروف قرآن کی جس کمی بیشی کو تحریف کہہ رہا ہے۔ اس کا جواب ناظرین دیکھ چکے ہیں جائے غور ہے کہ مجتہد صاحب نے وہاں قرات متواترہ کو تحریف بتایا اور یہاں قرات شاذہ (صراط من انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم و غیر الضالین) کو جو بطریق احاد مروی ہے تحریف بتا رہا ہے حالانکہ تفاسیر شیعہ میں یہ قرآت موجود ہیں۔ اور کوئی انہیں تحریف نہیں کہتا اہلسنت و جماعت کے نزدیک تو ایسے امور کا قطعی فیصلہ ہوئے تیرہ سو سال سے زیادہ گزر چکے ہیں جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے قرآن جمع کیا تو اس وقت بین الدفتین بالاتفاق وہی جمع ہوا جو متواتر اور عرصہ اخیرہ کے مطابق تھا۔ قرات شاذہ منقولہ بطریق احاد اور منسوخ التلاوۃ آیات بین الدفتین نہ رہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے بالتفصیل بیان کر چکے ہیں۔ اہلسنت میں سے کوئی بھی قائل نہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے وصال شریف کے بعد قرآن متواتر میں جیسا کہ آج بین الدفتین موجود ہے کسی قسم کی کمی بیشی وقوع میں آئی ہو۔ پس کسی قرات شاذہ کو بین الدفتین نہ پا کر یہ کہنا کہ قرآن میں تحریف ہو گئی ہے۔ کمال درجہ کی نادانی ہے صراط من انعمت کی طرح انی انا الرزاق بھی قرآت شاذہ ہے اور قرات شاذہ کی قرآت ہمارے نزدیک ثابت نہیں کیونکہ قرآنیت کے ثبوت کے لیے تواتر شرط ہے اسی طرح سورہ جمعہ میں فامضوا بھی قرات شاذہ ہے۔ چنانچہ مجمع البیان جلد ثانی ۲۴۷) میں ہے۔

وقرا عبد الله بن مسعود فامضوا الی ذکر الله و روی ذلک عن علی بن ابی طالب و عمر بن الخطاب و ابی بن کعب و ابن عباس و هو المروی عن ابی جعفر و ابی عبد الله

اور پڑھا عبداللہ بن مسعود نے فامضوا الی ذکر اللہ اور یہ مروی ہے علی بن ابی طالب اور عمر بن خطاب اور ابی بن کعب اور ابن عباس سے اور یہی مروی ہے امام محمد باقر امام جعفر صادق سے انتھی

تفسیر روح المعانی (جزو تاسع ص ۴۷) میں ہے۔

وقرا كثير من الصحابة والتابعين فامضوا و حملت على التفسير بناء على انه لا يراد بالسعي الاسراع في المشي ولم تحمل قرانا المخا الفتها سوادا المصحف المجمع عليه

ترجمہ: اور پڑھا بہت سے صحابہ و تابعین نے فامضوا اور یہ قول محمول ہے تفسیر پر کیونکہ فاسعوا میں سعی سے مراد چلنے میں جلدی کرنا نہیں ہے اور اس کو قرآن قرار نہ دیا گیا۔ کیونکہ یہ سواد مصحف مجمع علیہ کے مخالف ہے۔ انتھی یہی حال فی قبل عدتھن کا ہے چنانچہ صاحب مجمع البیان (جلد ثانی ۴۳۲) نے اس قرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے واما قوله فی قبل عد تهن فانه تفسير للقراة المشهورة فطلقو هن لعدتهن ای عند عدتهن

ترجمہ: قوله في قبل عد تهن تفسیر ہے قرات مشہورہ فطلقوا لعد تهن کی یعنی لعد تهن کے معنی عند عد تهن ہیں انتھی پس روایات مذکورہ بالا سے قرآن میں کوئی تحریف ثابت نہیں ہوتی ہاں کتب معتبرہ شیعہ میں روایات کثیرہ درجہ شہرت بلکہ حد تواتر کو پہنچی ہوئی موجود ہیں جن سے حسب اعتراف ائمہ و علمائے شیعہ صراحتہ تحریف ثابت ہوتی ہے لہٰذا تحریف قرآن کا اعتراض شیعہ سے واپس نہیں لیا جاسکتا۔ (عاقلاں فہمید ندو مطلب رسیدند)

قال الحائری

سینوں کے قرآنی آیتوں کی تحریف صاحبان؟ حروف و الفاظ کی تحریف کو آپ معتمدہ کتب اہل سنت سے سن چکے ہیں۔ اب سینوں کے قرآنی آیتوں کی تحریف بھی سن لیں چند آیتیں مثال اور نمونہ کے طور پر پیش کرتا ہوں۔

(ا) آیت صلوة حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى وقوموا الله قانتين پ ۲ ع ۱۵

اس وقت قرآن جمع کردہ حضرت عثمان میں موجود ہے۔

یعنی اے مسلمانو تمام نمازوں کا عموما اور بیچ کا نماز کا خصوصا تحفظ کرو اور نماز میں اللہ کے آگے قنوت میں کھڑے رہو۔ (شیعوں کا نماز میں قنوت پڑھنا اس آیت سے ثابت ہے)

اب میں سینوں کے مستند روایتوں سے اس آیت میں جو تحریف کی گئی ہے پیش کرتا ہوں غور سے سماعت فرمائیں۔

تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد اول ۳۰۲ سطر ۲۱ میں امام سیوطی لکھتے ہیں۔ کہ تخریج کیا ہے مالک ابوعبیدہ۔ عبد بن حمید ابو یعلی ابن جریر ابن الانبازی نے فی المصاحف اور بیہقی نے سنن میں

عمرو بن رافع ہے۔

قا کنت اکتب مصحفا لحفصة زوج النبی صلی الله علیه وسلم فقالت اذبلغت هذه الایة فاذنی حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی فلما بلغتها اذنتها فاملت علی حافظوا علی الصلوات والصلاة الوسطی وصلاة العصر وقومو االله قانتین وقال اشهدانی سمعتها من رسول الله صلی علیه وسلم انتهی بلفظه۔

یعنی عمرو بن نافع نے کہا حفصہ زوجہ پیغمبر کے لیے میں قرآن لکھ رہا تھا کہ حفصہ نے کہا جب حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی تک پہنچو تو مجھے پوچھ لینا عمرو کہتا ہے جب میں اس آیت پر پہنچا تو میں نے حفصہ سے سے استیذان کیا۔ اس وقت ام المومنین حفصہ نے یہ آیت مجھے اس طرح املا کی کہ حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی و صلوة العصر وقوموا الله قانتین اور فرمایا میں شہادت دیتی ہوں کہ میں نے اس کو اسی طرح رسول خدا سے سنا ہے۔

ایضاً ص ۳۰۲ سطر ۲۷ میں سیوطی نے دوسری روایت ابی یونس سے نقل کی ہے جو ام المؤمنین عائشہ کے مصحف کا کاتب تھا بعینہٖ اس کی روایت میں بھی ایسا ہی وارد ہوا ہے۔ کہ عائشہ نے اس کو یہ آیت املا کی حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی وصلوة العصر وقومو الله قانتین اور فرمایا عائشہ نے سمعتها من رسول الله اورمیں نے اس آیت کو پیغمبر خدا سے سنا ہے اس روایت عائشہ کو تخریج کیا ہے ابو داؤد ترمذی، نسائی، مالک، احمد، عبد بن حمید، ابن جریر ابن ابی داؤد ابن الانباری اور بیہقی نے اپنی سنن میں۔

کیوں جناب فرمائیے اسمیں میرا کیا قصور ہے ام المؤمنین حفصہ اور عائشہ کی ان دو روایتوں سے ثابت ہے کہ آیت تحفظ صلوۃ میں تحریف کی گئی ہے۔ اور والصلوة العصر کا جملہ اس آیت سے نکالا گیا ہے حال آنکہ پیغمبر کی قرات اور حفصہ و عائشہ کے مصحف میں یہ جملہ موجود تھا۔ یہ بات یاد رکھو کہ بعض ضدی ہٹ دہرم لوگ لاجواب ہو کر موقع ٹال دینے کے لیے یہ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں آیت میں تنسیخ وارد ہوئی ہے تحریف نہیں ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت صلوۃ سورہ بقرہ کی آیت ہے اور باعتراف اکابرائمہ اہلسنّت سورۃ بقرہ میں زیادہ سے زیادہ ۲۶ یا ۲۷ آیتوں میں تنسیخ وارد ہوئی ہے۔دیکھو افادۃ الشیوخ فی الناسخ والمنسوخ مطبوعہ مطبع محمدی لاہوری ص ۱۴ سطر ۳ مگراس آیت صلوۃ کا مطلقا ان میں ذکر تک نہیں آیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ آئمہ اہل سنت اس آیت صلوۃ میں تنسیخ کے قائل نہیں ہیں۔ اور جب تنسیخ نہیں ہوئی تو حفصہ اور عائشہ ام المومنین کی مذکورہ روایات کے مطابق پھرلازما ضرور تحریف واقع ہوئی ہے اس کا کوئی جواب اہل سنت کے پاس نہیں ہے فرمائیے جناب اب تحریف قرآن کے قائل شیعہ ہوئے

یا سنی - خواہ مخواہ چھیڑ کر یہ درپردہ راز بھی تم نے طشت ازبام کر اہی دیا- اور اب تم کو لینے کے دینے پڑ گئے - قرضہ ادا ہوگیا- اور حساب بالکل بے باق موعظہ تحریف قرآن (۳۴ تا ۳۵)

اقول

مجتہد لاہوری کا یہ کہنا (تو حفصہ اور عائشہ ام المومنین کی مذکورہ روایات کے مطابق پھر لازما ضرور تحریف واقع ہوئی ہے اس کا کوئی جواب اہل سنت کے پاس نہیں) محض نادانی ہے- اس قرات شاذہ سے یہ کیونکہ ثابت ہو سکتا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ یا حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قرآن میں تحریف کے قائل تھیں- انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون کی موجودگی میں کوئی مسلمان بھی قرآن میں تحریف کا قائل نہیں ہو سکتا- بشرطیکہ وہ قرآن بین الدفتین پر ایمان رکھتا ہو جب ام حمید بنت عبدالرحمن نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صلوۃ وسطی کی بابت دریافت کیا تو آپ نے یوں جواب دیا-

كنا نقرؤ هافى الحرف الا ول على عهد النبى صلى الله عليه وسلم حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى وصلوة العصر وقومو الله قانتين- (درمنثور جزء اول ص ۳۰۲)

ترجمہ: ہم پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے عہد مبارک میں اس آیت کو پہلی قرات میں یوں پڑھا کرتے تھے-

حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى وصلوة العصر وقومو الله قانتين (تفسیر صافی)

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نزدیک اس آیت میں اختلاف قرات تھا- امام محمد باقر رحمہ اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں-

وفى بعض القرائات حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى وصلوة العصر وقومو الله قانتين- (تفسیر صافی)

ترجمہ: اور بعض قراء توں میں یوں ہے- **حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى وصلوة الصعر وقومو الله قانتين-** انتہی مگر اختلاف قرات کجا تحریف کجا رہے ہم سو ہمارے لیے قرات شاذہ منقولہ بطریق احاد کا پڑھنا بھی جائز نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک اس کی قرآنیت ثابت نہیں چنانچہ علامہ نووی (صحیح مسلم مع شرح نووی مطبوعہ مطبع انصاری دہلی- جلد اول ص ۲۲۷) حدیث عائشہ صدیقہ کی شرح میں لکھتے ہیں-

هكذا هو في الروايات وصلوة العصر بالواو واستدل به بعض اصحابنا على ان الوسطى ليست العصر لان العطف يقتضي المغايرة لكن مذهبنا ان القراة الشاذة لايحتج بها ولا يكون مها حكم الخبر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم لان ناقلها لم ينقلها الا على انها قرآن والقران لا يثبت الا بالتواتر بالا جماع واذ لم يثبت قرآنا لا يثبت خبراً

ترجمہ: تمام روایتوں میں وصلوۃ العصر واو کے ساتھ ہے اور اس سے ہمارے بعض اصحاب نے اس بات پر استدلال کیا ہے- کہ وسطیٰ سے مراد نماز عصر نہیں کیونکہ عطف (معطوف و معطوف علیہ کے درمیان مغائرت کو چاہتا ہے- لیکن ہمارا مذہب یہ ہے کہ قرات شاذہ کے ساتھ احتجاج جائز نہیں- اور نہ اس کے لیے رسول اللہ ﷺ سے خبر کا حکم ہے- کیونکہ اس کے ناقل نے اسے صرف یہ قرار دے کر نقل کیا ہے- کہ وہ قرآن ہے- اور قرآن بالاتفاق صرف تواتر سے ثابت ہوتا ہے جب اس کی قرآنیت ثابت نہ ہوئی تو وہ خبر بھی ثابت نہ ہوئی انتھی روایت حفصہ کی نسبت درمنثور (جز اول ص ۳۰۲) میں ہے- کہ ابن الانباری نے مصاحف میں سلیمان بن ارقم کے طرق سے بروایت حسن و ابن سیرین و ابن شہاب زہری یوں اخراج کیا ہے-

قالو الما اسرع القتل في قراء القرآن يوم اليمامة قتل معهم يومئذ اربع مائة رجل لقى زيد بن ثابت عمر بن الخطاب فقال له ان هذا القرآن هو الجامع لديننا فان ذهب القرآن ذهب ديننا وقد عزمت على ان اجمع القرآن في كتاب فقال له انتظر حتى نسال ابابكر فمضينا الى ابى بكر فاخبراه بذلك فقال لاتجعل حتى اشاور المسلمين ثم قال حطيبافي الناس فاخبرهم فقالوا اصبت فجمعوا القرآن وامرابو بكرمناد يافنادى في الناس من كان عنده من القرآن شئى فليجئ به قالت حفصة اذا انتهيتم الى هذه الاية فاخبروني حافظوا على الصلٰوت والصلوة الوسطى فلما بلغوا اليها قالت اكتبوا والصلوة الوسطى وهى صلوة العصر فقال لها عمر رضى الله عنه الک هذا ابينة قالت لا قال فوالله لاندخل في القرآن ماتشهدبه امراة بلا اقامة بينة۔

ترجمہ: انہوں نے کہا جب جنگ یمامہ میں قرآن کے قاریوں کا قتل شدید واقع ہوا تو اس روز ان کے ساتھ چار سو آدمی شہید ہوئے حضرت زید بن ثابت نے حضرت عمر فاروقؓ سے مل کر کہا کہ قرآن ہمارے دین کا جامع ہے- اگر یہ جاتا رہا تو دین جاتا رہے گا میں نے مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ قرآن کو ایک

کتاب میں جمع کروں حضرت فاروق اعظم نے یہ سن کر کہا کہ ٹھہریے ہم حضرت ابوبکر سے پوچھ لیں۔ اس لیے وہ دونوں حضرات ابوبکر کی خدمت میں گئے۔ اور ان کو اپنے ارادہ سے مطلع کیا۔ حضرت صدیق اکبر نے فرمایا جلدی نہ کرو مجھے مسلمانوں سے مشورہ کر لینے دو۔ پس آپ لوگوں کے درمیان بطور خطیب کھڑے ہوئے اور انہیں اس امر کی خبر دی انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی رائے درست ہے۔ پس انہوں نے قرآن کو جمع کیا۔ اور حضرت ابوبکر نے ایک شخص کے ذریعہ لوگوں میں منادی کروای۔ کہ جس کے پاس قرآن میں سے کچھ ہو وہ اسے لے کر حاضر ہو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا۔ کہ جب تم اس آیت حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی پر پہنچو۔ تو مجھے اطلاع دینا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے تو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ لکھو والصوۃ الوسطی وھی صلاۃ العصر اس پر حضرت عمر نے فرمایا کیا آپ کے پاس اس پر کوئی دلیل ہے۔ حضرت حفصہ نے فرمایا کہ نہیں حضرت عمر نے فرمایا کہ تب اللہ کی قسم ہم قرآن میں وہ شئے داخل نہیں کرتے۔ جس پر ایک عورت بغیر دلیل قائم کئے شہادت دے۔ انتھی

مجتہد صاحب جو بار بار یہی کہے جاتے ہیں کہ اہل سنت قرآن میں تحریف کے قائل ہیں۔ اور ثبوت میں قرات شاذہ پیش کر رہے ہیں۔ ہم انہیں بتاتے ہیں۔ کہ تحریف کا الزام اہلسنت پر یوں ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ پہلے تو وہ ایسی قراء توں کی قرآنیت تواتر ثابت کریں۔ پھر یہ ثابت کریں۔ کہ حضور اقدس ﷺ کے وصال شریف کے بعد صحابہ کرام نے جن کی تعداد حد تواتر کی پہنچی ہوئی تھی۔ ایسی قرات متواتر وغیرہ منسوخہ کو قرآن متواتر میں سے نکال دیا۔ اور دونوں باتوں کا ثبوت مع اعتراف علمائے اہلسنت انہی کی معتبر کتابوں سے پیش کریں۔ ورنہ بے فائدہ تضیع اوقات نہ کریں ہمارا دعویٰ ہے۔ اور سچا دعوے ہے۔ کہ مجتہد لاہوری کی تو کیا بساط شیعہ کا کوئی بڑے سے بڑا مجتہد بھی ایسا نہیں کر سکتا۔ ایں خیال است و محالست و جنوں ہاں شیعہ کا عقیدہ تحریف قرآن شیعہ ہی کی کتب معتبرہ کی ایسی روایتوں سے ثابت ہے۔ جو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اور حسب اعتراف علمائے شیعہ وہ آیات صراحۃ تحریف پر دلالت کرتی ہے۔ بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

اس سے مجتہد لاہوری کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ لینے کے دینے کیسے پڑ گئے۔ اور حساب کیونکر بیباق ہوگیا مجتہد صاحب نے جو آیت میں لفظ قانتین سے نماز میں قنوت پڑھنے پر استدلال کیا ہے۔ اس میں کلام ہے قنوت کا اطلاق کئی معانی (قیام و سکوت، دوام عبادت، دعا و تسبیح خضوع) پر ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

ولہ من فی السموات والارض کل لہ قانتون ٥ امن ھو قانت اناء اللیل ساجدا

وقانماہ وصدقت بکلمات ربہا وکتبہ وکانت من القانتین۔

حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ جب یہ قول الہٰی۔ (وقوموا اللہ قانتین) نازل ہوا تو ہمیں سکوت کا حکم دیا گیا اور کلام کی ممانعت کردی گئی۔

قال الحائری

نمبر۲ آیات تبلیغ

یا ایہا الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس الایۃ (پ۶ ع ۱۴) جو اس وقت قرآن میں موجود ہے۔

یعنی اے پیغمبر خدا جو حکم تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ (بلاکم و کاست لوگوں کو) پہنچادو) اگر تم نے ایسا نہ کیا تو سمجھا جائے گا۔ کہ تم نے خدا کا کوئی پیغام بھی لوگوں کو نہیں پہنچایا او اللہ تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

صاحبان سنئے! اب میں اہلسنّت ہی کی مستندات سے بتاتا ہوں کہ آیت مجیدہ میں کہاں تحریف کی گئی ہے۔ جس سے آپ خود ہی منشا تحریف کو سمجھ جائیں گے۔

تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد دوم ۲۹۸ سطر ۱۰ میں امام سیوطی رقم طراز ہیں۔ کہ اخراج کیا ہے ابن مردویہ نے ابن مسعود سے۔

قال کنا نقرا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاایھا الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصک من الناس

یعنی ابن مسعود نے کہا کہ پیغمبر خدا کے زمانہ میں ہم صحابہ اس آیت تبلیغ کو اس طرح پڑھا کرتے تھے۔

یا ایہا الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین فان لم تفعل فمابلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس

مگر اس وقت اس آیت میں یہ جملہ ان علیا مولی المومنین موجود نہیں ہے۔

حضرات فرمایئے یہ جملہ ان علیا مولی المومنین جب عہد رسول اللہ میں اہل سنت کی روایات مذکورہ کے مطابق قرات ہوتا رہا ہے۔ تو پھر اس کے اخراج و تحریف کا کسی کو کیا حق حاصل تھا جو یہ جملہ آیت سے نکال دیا گیا۔ جب ابن مسعود سینوں کے نزدیک راوی ثقہ' علامہ جلال الدین سیوطی بھی

سینوں کا مسلم امام ' اور مصنف معتمد علیہ اور در منثور بھی ان کے ہاں کی معتبر اور مشہور تفسیر اس پر بھی اگر تم علی کا نام قرآن سے نکال دینے کے بعد مسئلہ تحریف قرآن میں خود کو پاک دامن جتانا چاہو۔ تو این خیال است و محال است و جنوں

عزیز و یہ یاد رکھنا کہ اس کے جواب میں موقع ٹالنے کے لیے ممکن ہے کوئی یہ کہہ دے کہ اس آیت میں تنسیخ واقع ہوئی ہے اس لیے یہ جملہ ان علیا مولی المومنین اس آیت سے نکال دیا گیا یہ دعوے محض غلط ہے اور قابل تسلیم نہیں ہو سکتا دو وجوں سے ایک تو وجہ یہ ہے کہ آیت تبلیغ سورہ مائدہ کی آیت ہے اور محدثین و مفسرین اہل سنت نے یہ تسلیم کر لیا ہے۔ کہ سورۃ مائدہ میں زیادہ سے زیادہ ۹ آیتوں میں تنسیخ واقع ہوئی ہے جیسا کہ افادۃ الشیوخ فی الناسخ والمنسوخ مطبوعہ محمدی لاہوری ص ۴۰ سطر ۱۹ میں مرقوم ہے۔ مگر ان ۹ آیتوں میں اس آیت تبلیغ کے تنسیخ کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے جس سے ثابت ہوا کہ اس آیت میں تنسیخ قطعاً وارد نہیں ہوئی ورنہ جہاں نو آیتوں کی تنسیخ کا ذکر ہے ضرور اس کا بھی ذکر موجود ہوتا۔ اور جب یہ ثابت ہوا کہ اس میں تنسیخ نہیں ہوئی تو پھر لازما یہ ماننا پڑا کہ اس آیت تبلیغ سے ان علیا مولی المومنین باعتراف اہلسنّت تحریف کر دیا گیا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مسلمات اہلسنّت سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ آیت حجۃ الوداع کے موقع پر بمقام غدیر خم نازل ہوئی اور اس میں صرف ان علیا مولی المومنین تبلیغ کرنے کا حکم تھا۔ پیغمبر اسلام علیہ والہ السلام نے باتفاق جمیع امت وہیں اسی وقت تبلیغ ولایت علی کر دی تھی۔ پھر اگر تبلیغ کے بعد تنسیخ ہوتی تو پوری آیۃ منسوخ ہوتی نہ صرف ان علیا مولی المومنین کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا کہ جس چیز کا پہنچانا خدا کو مطلوب ہے وہ تو منسوخ ہو جائے اور اس کا حکم تبلیغ باقی رہ جائے آپ ہی بتائیں کہ ایسا نا سخ و منسوخ خلاف معقول الضحکہ صبیان نہیں تو کیا ہے پس بمرویہ اہل سنت یہاں بھی تنسیخ نہیں بلکہ تحریف ہے۔

کیوں جناب کیسے؟ سینوں کی اس روایات سن لینے کے بعد تحریف قرآن کے کون قائل ہوئے سنی یا شیعہ کاش یہ لوگ اپنی مذہبی روایات کو پس پشت ڈال کر خواہ مخواہ دوسروں پر طعن کر کے یہ ذلت نہ خریدتے وضربت علیهم الذلة والمسكنة کا مصداق نہ بنتے۔ (موضع تحریف قرآن ۳۵ تا ۳۷)

اقول

کسی روایت کا محض در منثور میں ہونا اس امر کی دلیل نہیں کہ وہ روایت صحیح ہے کیونکہ اس تفسیر میں رطب و یابس صحیح و سقیم غث و سمین بہت ہے علامہ سیوطی نے جس غرض سے اس تفسیر میں

ہر قسم کی روایات کو جمع کیا ہے وہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ مگر مجتہد صاحب کی خاطر یہاں بھی بقدر حاجت نقل کرتے ہیں مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ و سیوطی در در منثور جمع احادیث مناسبہ قرآن نمود قطع نظراز صحت و سقم تا محدثے آں رامیزان علم خود سنجد ہر حدیثے رادر محل خودش بگذارد خطیب وطبقہ او از خوداین عار راز ائل ساختہ اند زیرا کہ در مقدمات کتب خود ہایں مقاصد تصریح نمودہ اند جزاہم اللہ تعالیٰ عن امتہ النبی صلی اللہ خیرا و صاحب جامع الاصول نقل کردہ است کہ خطیب از شریف مرتضیٰ برادر رضی احادیث شیعہ روایت کردہ است سیوطی دراول جمع الجوامع ذکر نمودہ کہ ایں کتب متفرد اند بروئے ضعاف پس اگر کسے از جمع الجوامع در منثور و مانند آں احادیث ضعیفہ جمع کند و خلاف مذہب اہلسنت و جماعت ترویج نماید با او میتواں گفت۔

فان کنت لاتدری فتلک مصیبة
وان کنت تدری فالمصیبة اعظم

وودریں احادیث چیزہاست کہ بالقطع معلوم البطلان است انتھی (قرۃ العینین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۸۳ پس ابن مردویہ کی یہ روایت بھی باطل ہے کہ آیت تبلیغ میں جملہ ان علیا مولی المومنین تھا جسے صحابہ کرام نے قرآن سے نکال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ پھر کسی شخص کی کیا مجال ہے کہ اس میں کمی بیشی کردے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ روایت موضوع ہے تو بتائیے کہ اسے کس نے وضع کیا ہے۔ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ اس کا وضع کرنے والا وہی فرقہ ہے جو قرآن سے حضرت کرم علی اللہ تعالیٰ وجہہ کی ولایت و خلافت بلا فصل کو ثابت کرنا چاہتا ہے۔ چونکہ قرآن مجید کی کسی آیت سے ایسی خلافت ثابت نہیں۔ لہٰذا شیعہ یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ قرآن محرف ہے چنانچہ آیہ زیر بحث کی نسبت کہتے ہیں۔ کہ اصل میں یوں نازل ہوئی تھی۔ یا ایھا الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک فی علی فان لم تفعل فما بلغت رسالته (تفسیر صافی ۱۴۳) تفسیر در منثور سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ابن مردویہ روایت زیر بحث کو کس کتاب میں لائے ہیں مگر شیعہ ہی کی کتابوں سے اس کا پتہ چلتا ہے چنانچہ تفسیر منہج الصادقین (مطبوعہ ایران جلد اول ۴۵۹ میں ہے وابن مردویہ در کتاب مناقب آوردہ است از عبد اللہ بن مسعود کہ مادر زمان حضرت رسالت ایں آیہ راچنیں میخوندیم کہ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین فان لم تفعل فما بلغت رسالته

مگر کشف الظنون وغیرہ کسی کتاب میں ابن مردویہ کی کتاب مناقب کا ذکر میری نظر سے نہیں گزرا۔ ایسی عنقاصفت کتابوں کے حوالے گھڑنا شیعہ ہی کا کام ہے۔ علامہ سیوطی نے جو یہ حوالہ نقل کیا

ہے۔ اس کی وجہ ابھی مذکور ہو چکی ہے۔ مجتہد لاہوری کا یہ کہنا کہ۔ مسلمات اہلسنت سے یہ ثابت ہے کہ آیت حجتہ الوداع کے موقع پر بمقام غدیر خم نازل ہوئی بالکل غلط ہے۔ اسی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بمقام غدیر خم نازل نہیں ہوئی اس آیت کا جزو الله یعصمک من الناس قابل غور ہے۔ اس میں الناس سے مراد کفار ہیں جیسا کہ جز لاحق ان الله لایهدی القوم الکافرین جو اس کی علت واقع ہوا ہے ظاہر کر رہا ہے مگر واقع غدیر خم میں جو ۱۸ ذی الحجہ ۱۰ھ کا ہے تمام حاضرین مسلمان تھے۔ کوئی کافر نہ تھا۔ پس قرآن ہی سے ثابت ہے کہ یہ آیت بمقام غدیر خم نازل نہیں ہوئی۔

قال الحائری

نمبر ۳ آیت رجم حضرات اہلسنت کی روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سورۃ احزاب کے اس نقصان عظیم میں جو تین حصے تلف کیے گئے۔ اس میں ایک مشہور آیت رجم بھی موجود تھی۔ جو تحریف کی گئی ہے۔ اور موجودہ قرآن میں نہیں ہے۔

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد پنجم ۱۸۰ سطر ۸ میں امام سیوطی نے لکھا ہے کہ ابن ضریس نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے۔

ان عمر بن الخطاب خطب الناس فقال لا تشکوا فی الرجم فانه حق قدرجم رسول الله صلی الله علیه وسلم ابوبکر ورجمت ولقد هممت ان اکتب فی المصحف فسال ابی ابن کعب عن اية الرجم فقال ابی الست اتیتنی وانا استقراء رسول الله فدفعت فی صدری وقلت اتستقرئه اية الرجم وهم یتسافدون تسافد الحمر (انتہی بلفظہ)

یعنی حضرت عمر بن خطاب نے لوگوں سے خطبہ میں کہا کہ تم لوگ رجم کی بابت شک نہ کرو۔ کیونکہ وہ حق ہے رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا ابوبکر نے رجم کیا۔ اور میں نے رجم کیا۔ اور میں نے ارادہ کیا کہ آیت رجم کو قرآن میں لکھ دوں پس میں نے اس کی بابت ابی بن کعب سے پوچھا تو کہنے لگے۔ کہ کیا تم میرے پاس اس وقت نہیں آئے تھے۔ جب کہ میں رسول اللہ ﷺ اس کو پڑھوانا چاہتا تھا۔ اور تم نے میرے سینہ پر ہاتھ مار کر نہیں کہا تھا کہ تو رسول خدا سے آیت رجم پڑھوانا چاہتا ہے۔ حالانکہ لوگ اس کثرت و بیباکی میں جماع کرتے رہتے ہیں جیسے گدھے جماع سے مراد یہاں وہ جماع حرام ہے جس سے استحقاق رجم پیدا ہو جائے)

ایضاً جلد پنجم ۱۸۰ سطر (۱) میں علامہ سیوطی لکھتا ہے کہ مالک بخاری مسلم اور ابن ضریس نے ابن

عباس سے روایت کی ہے۔

ان عمر قام فحمد الله واثنى عليه ثم قال امابعد ايها الناس الله بعث محمدا بالحق و انزل عليه الكتاب فكان فيما انزل عليه آية الرجم فقرانا ها الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة ورجم رسول الله ورجمنا بعده فاشى ان يطول الناس زمان فيقول قائل لانجد آيته الرجم فى كتاب الله فيضلو بترك فريضة انزل لها الله انتهى بلفظه

یعنی کہ عمر خطاب ایک روز خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے پس حمد و ثنا الٰہی کے بعد یہ کہا کہ اے لوگو۔ خدا نے محمد رسول اللہ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ اور اپنی کتاب ان پر نازل کی پس جو کچھ ان پر نازل کیا اس میں سے آیت رجم بھی تھی جس کو ہم نے خود پڑھا۔ اور سنا تھا اور وہ آیت یہ تھی الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتہ اور رسول خدا نے رحم کیا تھا اور ان کے بعد ہم کرتے رہے۔ لیکن اب ڈرتا ہوں کہ لوگوں پر زمانہ دراز گزر جائے اور کہنے والے کہنے لگیں۔ کہ ہم تو آیت رجم قرآن میں پاتے ہی نہیں پس اس سبب سے ایک فریضہ کو چھوڑ کر ضلالت میں پڑ جائیں۔

تفسیر اتقان مطبوعہ احمدی نوع ۴۷ ص ۳۱۶ سطر ۱۵ میں بھی بضمن نقصان سورۃ احزاب بروایت ابی بن کعب قرآن سے آیت رجم کا تحریف کیا جانا تسلیم کیا گیا ہے۔ زربن جیش کہتا ہے کہ مجھے ابی بن کعب نے کہا

كنا نقراء فيها ايه الرجم قلت وما اية الرجم قال اذا زنيا الشيخ ولشيخة فارجموهما البتة نكالا من الله والله عزيز حكيم

کیوں صاحبان؟ سن لیا آپ نے------------ کہ آیات رجم کا خدا کی طرف سے نازل ہونا اور اس کا رسول اللہ سے سننا اور اس کی قرات کرنا اور گدھوں کی طرح جماع کرنے کی وجہ سے اس آیت رجم کا قرآن سے نکال دیا جانا۔ اور اس آیت کا دوبارہ قرآن مجید میں داخل کرنے کا ارادہ کرنا اور آیت رجم تحریف ہونے سے تارک فریضہ ہو کر ضلالت میں پڑ جانا خلیفہ المسلمین حضرت عمر خود ہی تو اقرار اعتراف کر رہے ہیں۔ اور سینوں کے امام الائمہ علامہ سیوطی ناقل میں تو فرمائے اس میں میرا کونسا قصور ہوا آیت رجم کو بوجہ کثرت جماع صحابہ کی وجہ تحریف انہوں نے ذکر کیا یہ واقعہ تحریف بیان بھی خود انہوں نے کیا۔ ناقل اس کے بھی خود وہی بذات شریف اور قصور وار یہ خاکسار واہ صاحب واہ؟ انصاف اسی کانام ہے آپ کی دیانت کا کیا کہنا موعظہ تحریف قرآن ۳۷ تا ۳۹)

اقول

سورہ احزاب کی آیات کی کمی کے متعلق ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وہ منسوخ التلاوۃ والحکم ہوگئی تھیں۔ جیسا کہ اسعاف المامول بشرح زبدۃ الاصول میں مذکور ہے۔ ان آیات میں سے آیتہ رجم منسوخ التلاوۃ دون الحکم ہے جیسا کہ بحوالہ تہذیب الاصول اسعاف المامول عدۃ الاصول اور تفسیر مجمع البیان پہلے آچکا ہے اہلسنّت کی کتابوں میں بھی ایسا ہی لکھا ہے چنانچہ تفسیر اتقان مطبوعہ مصر جزء ثانی ص ۲۵ میں اسے منسوخ التلاوۃ دون الحکم کی مثالوں میں لکھا ہے۔ تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جزء خامس ص ۱۸۰ میں ہے)

واخرج احمد والنسائی عن عبدالرحمن بن عوف ان عمر بن الخطاب خطب الناس فسمعته یقول الاوانا ناسایقولون مابال الرجم وفی کتاب الله الجلد وقد رجم النبی صلی الله علیه وسلم ورجمنا بعده ولولا ان یقول قائلون ویتکلم المتکلمون ان عمر زاد فی کتاب الله مالیس منه لاثبتها ماکمانزلت

ترجمہ : اور اخراج کیا ہے احمد اور نسائی نے عبدالرحمن بن عوف سے کہ عمر بن خطاب نے لوگوں سے خطاب کیا پس میں نے ان کو سنا کہ فرما رہے تھے۔ دیکھو بعض لوگ کہتے ہیں کہ رجم کی کیا وجہ کتاب اللہ میں تو جلد یعنی درے لگانا ہے۔ حالانکہ پیغمبر خدا ﷺ نے رجم کیا۔ اور آپ کے بعد ہم نے رجم کیا اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ کہنے والے کہیں گے۔ اور کلام کرنے والے کلام کریں گے کہ عمر نے کتاب اللہ میں وہ زیادہ کردیا جو اس سے نہیں ہے تو میں اسے کتاب اللہ میں لکھ دیتا جیسا کہ نازل ہوئی تھی۔ انتھی پس ظاہر ہوگیا کہ آیتہ رجم بے شک قرآن میں تھی۔ مگر آنحضرت کے زمانہ مبارک ہی میں منسوخ التلاوۃ ہونے کے سبب قرآن متلو میں نہ رہی تھی۔ اسی واسطے اس کا بین الدفتین لکھنا زیادت الکتاب تھا مگر مولوی حائری ہیں۔ کہ منسوخ التلاوت آیات اور قرات شاذہ کو تحریف کی مثالوں میں شامل کر رہے ہیں واہ رے لیاقت روایت زید بن اسلم جسے ابن طریس نے فضائل القرآن میں نقل کیا ہے۔ اس کا پورا اسناد ہی مذکور نہیں۔ ایسی روایات کا بالخصوص جب کہ وہ درمنثور جیسی کتاب میں منقول ہے کیا اعتبار ہے وھم یتسافدون تسافد الحمر صحابہ کرام کی نسبت کیسے درست ہو سکتا ہے۔ تسافد الحمر کسی لغت حدیث میں نہیں ملتا ہاں تھارج الحمر مجمع البحار مصنفہ شیخ محمد طاہر حنفی میں مذکور ہے۔ اور اس کے معنی یوں بتائے گئے ہیں۔ تھارج الحمرا ای یجامع الرجال النساء علانیة بحضرۃ الناس یعنی مرد عورتوں سے لوگوں کے سامنے جماع کریں گے۔ انتھی اور تہارج الحمر حدیث کعب احبار میں آیا ہے۔

چنانچہ حیوۃ الحیوان للہ میری (مطبوعہ مصر جز اول ص ۲۱۹) میں ہے۔

وقالت العرب هم يتهار جون تهارج الحمرای يتسافدون والهرج كثرة النكاح يقال بات يهر جها ليلة جميعا وروى الحافظ ابو النعيم عن ابى الزاهرية عن كعب الاحبار قال يمكث الناس بعد يا جوج وما جوج فى الرخاء والخصب والدعة عشر سنين حتى ان الرجلين ليحملان الرمانة الواحدة بينهما ويحملان العنقود الواحد من العنب فيمكثون على ذلک عشر سنين ثم يبعث الله عزوجل ريحا طيبة فلا تدع مومنا ولا مومنة الا قبضت روحه ثم يبقى الناس بعد ذلک يتها رجون تهارج الحمر فى المروج حتى يا تى امر الله عزوجل والساعة وهم على ذلک۔

ترجمہ: عرب کہا کرتے ہیں (ہم یقارجون تھارج الحمر وہ گدھوں کی طرح تہارج کرتے ہیں یعنی وہ تسافد کرتے ہیں۔ ہرج کے معنی کثرت جماع ہیں۔ چنانچہ محاورہ ہے بات یھر جھا لیلۃ جمیعا اور حافظ ابو نعیم نے بروایت ابو الزاہریہ نقل کیا ہے کہ کعب احبار نے فرمایا کہ لوگ یا جوج ماجوج کے بعد دس سال فراخی و فراخ سالی وتن آسانی میں رہیں گے۔ یہاں تک کہ ایک انار کو دو شخص اٹھائیں گے اور انگور کے خوشہ کو دو شخص اٹھائیں گے پس اس حالت میں دس سال رہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک عمدہ ہوا بھیجے گا۔ اور وہ کسی مومن و مومنہ کو نہ چھوڑے گی کہ جس کی روح قبض نہ کرلے پھر اس کے بعد لوگ جماع کیا کریں گے۔ جیسا کہ گدھے چراگاہوں میں کیا کرتے ہیں یہاں تک کہ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کا امر اور قیامت آجائے گی انتھی اس روایت کعب سے ظاہر ہے کہ قرب قیامت میں جب کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہ رہے گا۔ اس وقت لوگوں میں گدھوں کی طرح تسافد جماع کرنا پایا جائے گا۔ پس وھم یتسا فدون تسافد الحمر کا مصداق صحابہ کرام ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اور نہ یہ کسی روایت صحیحہ میں وارد ہے۔ فافھم وتدبر۔

قال الحائری

نمبر ۴ آیت صلوا علیہ حضرت اہلسنت کی روایات معتبرہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صلوا علیہ وسلموا تسلیماً میں بھی تحریف واقع ہوئی ہے۔ اور حضرت عثمان کے قرآن جمع کرنے سے پہلے اس آیت میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔ تفسیر اتقان مطبوعہ احمدی نوع ۴۷ ص ۳۱۶ سطر ۲۰ میں ہے کہ حمیدہ بنت ابی یونس نے کہا کہ ابی نے ۸۰ برس کی عمر میں مجھے آیت پڑھ کر سنائی کہ مصحف

عائشہ میں یوں ہے۔

ان اللہ وملا ئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنو اصلوا علیہ وسلموا تسلیما وعلی الذین یصلون الصفوف الاول قبل ان یغیر عثمان المصاحف انتھی بلفظ

یعنی اس آیت صلوات علی النبی میں وسلموا تسلیما وعلی الذین یصلون الصفوف الاول کی عبارت قرآن میں حضرت عثمان کے تغیر و تبدل کرنے سے پہلے موجود تھی۔

تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد پنجم ص ۲۲۰ سطر ۴ میں امام سیوطی لکھتا ہے کہ ابو داؤد نے المصاحف میں حمیدہ سے روایت کی ہے کہ ام المومنین عائشہ کے صحیفہ میں یوں مرقوم ہے ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی والدین یصفون الصفوف الاول انتھی بلفظہ

یہ آیت مجیدہ پ ۲۳ ع ۴ میں موجود ہے۔ مگر یہ آخری آیت یصفون الصفون الاول موجودہ قرآن میں نہیں ہے۔ اتقان والی روایت میں صاف بتایا گیا ہے۔ کہ قرآن میں حضرت عثمان کے تغیر کرنے سے پہلے یہ جملہ آیت میں موجود تھا تو ثابت ہوا کہ حضرت عثمان کے تغیر کرنے سے یہ عبارت قرآن سے تحریف کر دی گئی ہے۔ اس پر بھی تحریف قرآن میں اگر تم پاکدامنی کے مدعی رہو۔ تو خیر (عاقلاں فہمیدند) موعظہ تحریف قرآن ۳۹)

اقول

آحاد سے قرآنیت ثابت نہیں ہوتی قطع نظر ازیں ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجمع علیہ کے مقابل کوئی اور مصحف پیش نہیں ہو سکتا لہذا برتقدیر تسلیم صحت روایت والذین یصفون الصفوف الاول منسوخ التلاوۃ ہے چنانچہ علامہ سیوطی نے اتقان (مطبوعہ مصر جز ثانی ۲۵) میں اور نواب صدیق حسن خان نے افادۃ الشیوخ (مطبوعہ محمدی لاہوری ۸۶) میں اس منسوخ التلاوۃ دون الحکم کی امثلہ میں ذکر کیا ہے علامہ الوسی روح المعانی (مطبوعہ مصر جز اول ۲۱) میں لکھتے ہیں۔

نعم اسقط زمن الصدیق مالم یتواتر و مانسخت تلاوتہ وکان یقرأہ من لم یبلغہ النسخ مالم یکن فی العرضۃ الا خیرۃ ولم یال جھدا رضی اللہ تعالی عنہ فی تحقیق ذلک الا انہ لم ینتشر نورہ فے الا فاق الا زمن ذے النورین فلھذ انسب الیہ کمارو ے عن حمیدۃ بنت یونس ان فی مصحف عائشۃ رضی اللہ عنھا ان اللہ وملئکتہ یصلون عن النبی ویایھا الذین سلموا تسلیما و علے الذین یصلون الصفوف الاول وان ذلک قبل ان یغیر عثمان المصاحف۔

ترجمہ: ہاں حضرت صدیق کے زمانہ میں ساقط کیا گیا وہ جو متواتر نہ تھا اور جس کی تلاوت منسوخ ہوگی تھی مگر جن کو اس کے منسوخ ہونے کی خبر نہ پہنچی تھی۔ وہ اسے پڑھتے تھے۔ اور وہ جو عرصہ اخیرہ میں نہ تھا۔ اور اس کی تحقیقات میں حضرت صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی کوشش میں کسی طرح کوتاہی نہ کی۔ مگر اسکا نور صرف زمانہ ذوالنورین میں پھیلا اسی واسطے یہ ذوالنورین کی طرف منسوب ہوا۔ چنانچہ حمیدہ بنت یونس سے مروی ہے کہ مصحف عائشہ میں یہ آیت یوں تھی۔

ان اللہ وملئکۃ یصلون علی النبی یایھا الذین امنو اصلوا علیہ وسلموا تسلیما وعلی الذین یصلون الصفوف الاول۔

اور یہ حضرت عثمان کے مصاحف کو بدلنے سے بشتر تھا۔ انتھی اس سے ظاہر ہے کہ مصاحف کے بدلنے سے مراد تحریف نہیں۔ بلکہ قرات شاذہ اور منسوخ التلاوۃ آیات کو قرآن سے خارج کردینا ہے۔

قال الحائری

نمبر ۵ آیت مال سینوں کی معتبر روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ سینوں کے قرآن میں مال کے متعلق بھی ایک آیت نازل ہوئی تھی۔ جس کو سینوں کے خلیفہ نے تحریف کر کے قرآن سے نکال ڈالا اور اب حضرت عثمان کے جمع کیے ہوئے قرآن میں وہ آیت مال موجود نہیں۔

تفسیر اتقان مطبوعہ مطبع احمدی نوع ۴۷ ص ۳۱۶ سطر آخری میں مرقوم ہے کہ عبد بن صالح نے ہشام بن سعید سے اور اس نے زید بن اسلم اور اس نے عطا بن یسار سے اور اس نے ابی بن واقدلیثی سے روایت کی ہے۔

قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اوحی الیہ اتیناہ فعلمنا مما اوحی الیہ قال فجئت ذات یوم فقال ان اللہ یقول انا انزلنا المال لاقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ ولوان لا بن ادم وادیا من ذھب لا حب ان یکون الیہ الثانی لا حب ان یکون الیھما الثالث ولا یملا جوف ابن ادم الا التراب ویتوب اللہ علے من تاب انتھی بلفظہ

خلاصہ یہ کہ ابی واقدلیثی نے کہا کہ جب رسول خدا پر وحی نازل ہوتی تو ہم ان کی بح خدمت میں حاضر ہوتے پس حضور اقدس وہ وحی ہمیں تعلیم دیا کرتے ابو واقدلیثی نے کہا کہ حسب معمول ایک روز جب میں پیغمبر خدا کی خدمت میں گیا تو یہ خط کشیدہ آیت پیغمبر خدا نے پڑھ کر سنائی اور فرمایا کہ خدا تعالٰی ایسا فرماتا ہے۔

صاحبان؟ فرمایئے کیا تم اس آیت مال کو اب موجودہ قرآن مجید میں کہیں پاتے ہو (نہیں ہرگز

نہیں) تو پھر ظاہر ہے۔ کہ سینوں کی اس روایت کے مطابق یہ آیت مال بھی سینوں کے قرآن سے تحریف کردی گئی کیونکہ اس کے منسوخ ہونے کا ذکر ناسخ و منسوخ میں کہیں موجود نہیں ہے۔ اب کیسے تحریف قرآن کا کون قائل ہوا۔ سنی یا شیعہ دوستو بہت اچھا ہوا کہ آپ نے پمفلٹ نمبر۵ مطبوعہ ۱۹۲۳ میں بعنوان کیا رافضیوں کا ایمان قرآن پر ہے۔ یا ہو سکتا ہے شائع کر کے ہم سے آئندہ کے لیے اس مسئلہ تحریف کے ذریعہ صاف کرادیا۔ خدا آپ کو اس کی جزاء خیر عنایت فرمائے اب عقلمند سعید الفطرت منصف مزاج تعلیم یافتہ طبقہ خود فیصلہ کرلے گا کہ مسئلہ تحریف میں بمصداق آپ کے مطبوعہ پمفلٹ کے آیا شیعوں کا ایمان قرآن پر نہیں ہے۔ یا سینوں کا اور تحریف قرآن سینوں کے مذہب اور روایات میں ثابت ہے یا شیعوں کے اسقدر مواد تحریف تمہارے مذہب میں موجود ہوتے ہوئے تمہارا زبانی یہ کہہ دینا کہ ہمارا فرقہ تحریف قرآن کا قائل نہیں کسی عقلمند ناقد بصیر کے نزدیک قابل قبول نہیں ہو سکتا یاد رکھو کہ آج کے بعد تمہاری جمعیت اور مذہب کے متعلق ہر سعید الفطرت غیر متعصب تعلیم یافتہ کی زبان پر مصرعہ جاری ہوگا۔ بخدا کہ واجب آمدز تو اختراز کردن

نمبر۶ آیت جاھدو سینوں کی معتمدہ روایتوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آیت جاہدو بھی سینوں کے خلیفہ عثمان نے قرآن سے تحریف کردی ہے۔ تفسیر اتقان مطبوعہ احمد کی نوع ۴۷ ص ۳۱۷ سطر ۱۴ میں مرقوم ہے کہ ابن ابی مریم نے نافع سے اس نے ابن عمر جمحی سے اس نے ابن ابی ملیکہ سے اس نے مسور بن مخرمہ سے روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتا تھا۔

قال عمر بعبد الرحمن ابن عوف الم تجد فیما انزل علینا ان جاھدوا کما جاھدتم اول مرۃ فانا لا نجدھا قال اسقطت فیما اسقط من القرآن انتھی بلفظہ

یعنی حضرت عمر نے عبدالرحمن بن عوف سے کہا کہ آیت ان جاھدوا کما جاھدتم اول مرۃ کو کیا تو بھی نہیں پاتا پس ہم نے تو بہت تلاش کی۔ کہیں اس آیت کا پتہ نہ ملا۔ عبدالرحمان نے کہا کہ حضور یہ آیت بھی نکال دی گئی ہے انہیں آیتوں کے ساتھ جو قرآن سے ساقط کی گئیں ہیں۔

نمبر۸'۷ دو آیتیں اور سن لیں جو معتبرہ روایات اہل سنت کی بنا پر سینوں کے قرآن سے تحریف کردی گئی ہیں۔

تفسیر اتقان مطبوعہ احمدی نوع ۴۷ سطر ۱۷ میں مرقوم ہے کہ ابن ابی مریم نے ابی لہیعہ سے اس نے یزید بن عمر مغافری سے اس نے ابی سفیان کلاہی سے روایت کی ہے کہ

ان مسلمۃ بن مخلد الانصاری قال لھم ذات یوم اخبرونی بآیتین من القرآن لم یکتبنا فے المصحف فلم یخبروہ وعندھم ابو الکنود سعد بن مالک فقال

مسلمه ان الذين امنوا وهاجروا وجاهد وافى سبيل الله باموالهم وانفسهم الا البشروا انتم المفلحون والذين آووهم ونصر وهم وجادلوا عنهم القوم الذين غضب الله عليهم اولئک لا تعلم مااخفے لهم من قرة اعين جزاء بما كانو يعملون

ایک روز مسلمہ بن مخلد انصاری نے ان سے کہا کہ مجھے قرآن مجید کی وہ دو آیتیں بتاؤ جو مصحف میں مکتوب نہیں ہیں۔ پس کسی نے ان کو نہ بتلائیں ان کے پاس ابو ا لکنود سعد بن مالک بیٹھا ہوا تھا۔ پس مسلمہ انصاری نے خط کشید دونوں آئتیں پڑھ کر سنادیں۔

دوستو یہ خط کشیدہ دونوں آئتیں موجودہ قرآن میں موجود نہیں ہیں پس مذکورہ روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ دو آئتیں بھی سینوں کے نزدیک قرآن میں تھیں جو تحریف کردی گئیں۔ منسوخ اس لیے ان کو نہیں کہا جا سکتا کہ ناسخ اور منسوخ میں ان کی تنسیخ کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ پس جب منسوخ ہونا ثابت نہ ہوا تو لازما تحریف ہونا ہی ان کو ماننا پڑا جن کے مذکورہ راویوں اور آئمہ محدثین نے ان کا منزل من اللہ اور آیات قرآنی ہونا تسلیم کر لیا ہے۔ جو مذہب کہ اسی طرح بے تحا آئیتوں لفظوں اور حرفوں کا قرآن سے نکل جانے کا بے شمار ذخیرہ رکھتا ہو۔ کیونکر ممکن ہے کہ تحریف قرآن سے انکار کر کے اپنی پاکدامنی کا دعوے کر سکے۔ اور بالفرض ان کا ایسا چھوٹا دعوے اب اس موعظہ تحریف کے بعد کسی محقق ناقد بصیر کے نزدیک کب وقیع اور صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اس موعظہ تحریف کے بعد اب تم کو یقین کر لینا چاہیے ع آں قدح بشکست آں ساقی نماند موعظہ تحریف قرآن ۴۰ تا ۴۲

اقول

آیات نمبر ۵ تا ۸ جو تفسیر اتقان سے نقل کی گئی ہے۔ وہ سب منسوخ التلاوۃ ہیں علامہ سیوطی نے بھی ان کو نسخ کی تیسری قسم یعنی منسوخ التلاوۃ دون الحکم کی مثالوں میں ذکر کیا ہے۔ بانیہمہ مجتہد لاہوری کا الزام اہل سنت کی گردن پر رکھنا انصاف کا خون کرنا ہے حضرت عبدالرحمن بن عوف نے جو منسوخ التلاوۃ آیتہ (ان جاھد وکما جاھد) تم اول مرہ کی نسبت فرمایا کہ وہ ساقط کردی گئی منجملہ ان آیتوں کے جو ساقط کی گئیں۔ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد میں جمع قرآن کے وقت بین الدفتین نہ ہی کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک ہی میں منسوخ التلاوۃ ہو چکی تھی۔ مولوی حائری صاحب جو منسوخ التلاوت آیات کی نسبت بارہا کہے جاتا ہے۔ کہ چونکہ ان کے منسوخ ہونے کا ذکر ناسخ و منسوخ میں کہیں موجود نہیں اس لیے لابد تحریف کا اقرار کرنا پڑے گا۔ اگر اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ اہل سنت کی کسی کتاب ناسخ و منسوخ میں ان کا ذکر نہیں تو یہ صریح البطلان ہے کیونکہ ناسخ و منسوخ

قرآن میں ابن منادی ابو القاسم ہبتہ اللہ بغدادی علامہ سیوطی قاسم بن سلام ابو داؤد سجستانی' اور ابو جعفر نحاس وغیرہ تصنیفات کی ہیں۔ اور ان میں اقسام ثلاثہ نسخ کا ذکر کیا ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ قرآن موجود میں ایسی آئتیں خواہ منسوخ ہی ہوں موجود ہونی چاہئیں۔ تو یہ اس کی نادانی ہے کیونکہ قرآن موجود میں نسخ کے اقسام ثلاثہ میں سے صرف ایک قسم یعنی منسوخ الحکم دون التلاوۃ پائی جاتی ہے باقی دو قسمیں یعنی منسوخ التلاوۃ دون الحکم اور منسوخ التلاوۃ والحکم معا نہیں پائی جاتیں۔ اور نہ پائی جا سکتی ہیں۔ جس کی وجہ اظہر من الشمس ہے اسی طرح مولوی حائری صاحب کا کسی قرات شاذہ کی نسبت یوں کہنا چونکہ اس صورت میں فلاں فلاں آیتوں کی تنسیخ کا ذکر ہے جن میں یہ قرات شامل نہیں لہٰذا تحریف کا قائل ہونا پڑے گا بھی نادانی ہے کیونکہ جب ہمارے نزدیک قرات شاذہ کی قرآنیت ثابت نہیں تو ان پر منسوخ یا غیر منسوخ ہونے کا اطلاق کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ پس ایسی قرات شاذہ کے قرآن میں بین الدفتین موجود نہ ہونے سے کیونکر لازم آسکتی ہے۔ تحریف تو تب لازم آتی ہے کہ ایسی قراتیں حضور اقدس ﷺ کی حیات شریف میں متواتر وغیرہ منسوخ التلاوۃ رہتیں پھر آپ کے بعد ان کو قرآن متلو میں سے نکال دیا جاتا اور وہ بین الدفتین نہ رہتیں۔ مزید بریں آنکہ اگر بروئے روایت کسی نے کسی قرات شاذہ کو آنحضرت کی زبان مبارک سے سنا تو وہ یہ نہیں کہتا کہ یہی قرآت صحیح ہے۔ اور قرات متواترہ غیر صحیح اور محرف ہے خلاصہ کلام یہ کہ تیرہ سو سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے قرآن مجمع علیہ سے ان امور کا قطعی اور صحیح طور پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور اس وقت حاضرین میں سے ایک متنفس بھی تحریف کا لفظ زبان تک نہ لایا بعد ازاں ہر قرن میں اس قرآن مجمع علیہ کو کامل وغیر محرف جانتے رہے اسی واسطے اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ قرآن بین الدفتین جو صحابہ کرام سے ہم تک پہنچا ہے کامل اور ہر قسم کی تحریف سے محفوظ ہے ہاں شیعہ کے آئمہ معصومین کھلے الفاظ میں بصراحت تمام پکار رہے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ کے وصال شریف کے بعد صحابہ کرام نے قرآن میں تحریف کردی لہٰذا شیعہ کا عقیدہ ہے کہ قرآن موجودہ محرف ہے اس امر کو ہم اوراق سابقہ میں ثابت کر آئے ہیں۔ اور مجتہد لاہوری کی خاطر اوراق آئندہ میں بھی انشاء اللہ تعالی اسے ایسی متانت سے پیش کریں گے۔ کہ اس کے بعد ہر ایک سلیم الطبع منصف مزاج شخص کی زبان پر بے ساختہ مصرہ جاری ہو گا۔ بخدا کہ واجب آمد زتو احتراز کردن۔

قال الحائری

سینوں کے قرآن میں بعض غلط آیتیں ہیں صاحبان؟ حضرت خلفاء و اکابر آئمہ اہل سنت نے تو یہاں تک مان لیا ہے کہ قرآن میں بعض الفاظ قواعد عربی کے لحاظ سے غلط ہیں۔ سنئے اور اس میں غور

کیجیے تاکہ مفید نتیجہ پر پہنچنے میں آسانی ہو۔

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۴۶ سطر ۱۵ میں امام سیوطی لکھتا ہے کہ ابو عبیدہ کتاب فضائل القرآن میں لکھتے ہیں کہ مجھ سے ابو معاویہ نے بیان کیا ہے کہ اس سے ہشام بن عروہ نے اور اس سے اس کے باپ نے۔

قال سالت عائشة عن لحن القرآن ان الذين امنوا الذين هادوا والصابئون والمقيمين الصلوة والموتون الزكوة وان هذان لسا حران فقالت يابن اختى هذا عمل الكتاب اخطئوا فى الكتاب انتهے بلفظه۔

یعنی وہ کہتا ہے کہ میں نے ان آیات ان الذین امنو والذین ھادوا وابصابئون اور آیت و المقیمین الصلوۃ المولون لزکوۃ اور آیت وان ھذا ن اما ھرن کی غلطی کی بابت ام المومنین حضرت عائشہ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ اے فرزند یہ کاتبوں کی خطا ہے اور انہوں قرآن میں غلط لکھ دیا ہے۔

ایضا جلد دوم ص ۲۴۶ سطر ۴۲ میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ ابی داؤد نے قتادہ سے روایت کی ہے **ان عثمان لما رفع اليه المصحف قال ان فيه لحنا وستقيمه العرب بالسنتا انتهى بلفظه**

یعنی جب جامع القران حضرت عثمان کی سامنے قرآن پیش کیا گیا تو کہنے لگے کہ اس میں غلطیاں ہیں (لیکن کچھ مضائقہ نہیں) عرب خود اپنی زبان کے مطابق درست کرلیں گے۔

تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ششم ص ۶۹ سطر ۱ میں امام فخرلدین رازی لکھتے ہیں کہ ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے باپ سے اس نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے۔

انها سئلت عن قوله ان هذان لساحران وعُن قوله ان الذينَ امنو والذين هادوا والصابئون والنصارى فى المائدة وعن قوله لكن الراسخون فى العلم فهم الى قوله والمقيمين الصلوة والموتون الزكوة فقالت يا ابن رضى هذا خطاء من الكاتب وروى عن عثمان انه نظر فے المصحف فقال ارى فيه لحناو ستقيمه العرب بالسنتها انتهى بلفظه۔

تقریبا عبارت اور ترجمہ وہی ہے جو سیوطی کی دونوں روایتوں کا مذکور ہوا۔ تفسیر معالم التنزیل مطبوعہ بمبئی ص ۵۷۹ سطر ۲۰ میں امام بغوی نے بھی یہ ہشام بن عروہ والی روایت نقل کر کے کاتب کی غلطی سے قرآن مجید کی ان مذکورہ آیتوں کا قوائد عربیہ کے روسے غلط ہونا تسلیم کرلیا ہے۔

درمنثور جلد دوم مطبوعہ مصر ص۲۴۶ سطر۱۷ میں امام سیوطی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے جس کو ابی داؤد نے سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے۔

قال فی القرآن اربعۃ احرف الصابئون والمقیمین فاصدق واکن من الصالحین وان هذان لساحران انتهی بلفظه۔

یعنی قرآن میں چار الفاظ غلط ہیں **والصابئون والمقیمین فاصدق واکن من الصالحین** (اکون ہونا چاہیے) اور **ان هذا ان لساحران**

صاحبان فرمایئے امام سیوطی امام فخرالدین رازی امام بغوی سنی تھے یا شیعہ خاص کر حضرت عثمان سینوں کے خلیفہ ہیں یا شیعوں کے حضرت عائشہ کے مذہب کا بھی کم از کم ان کے ساتھ ہی اعلان ہو جانا چاہیے کیونکہ قرآن میں ان مذکورہ غلطیوں والی روایتوں کا ان سب بزرگوں سے تعلق ہے ہشام بن عروہ والی روایت تو حضرت عائشہ سے منقول ہے جس میں انہوں نے صاف اقرار کیا ہے کہ **یابن اختی هذا خطاء من الکاتب** کہ آیتوں میں جو غلطیاں رہ گئی ہیں یہ کاتب کی خطا ہے۔ اور خود حضرت عثمان کی شہادت یہ ہے کہ انہوں نے ان غلطیوں کو ملاحظہ کیا۔ اور کہہ دیا کہ **اری فیه لحنا وستقیمه العرب بالسنتها** کہ میں اس قرآن میں غلطیاں دیکھ رہا ہوں۔ لیکن عرب خود اپنی زبان کے مطابق درست کرلیں گے۔

کیوں جناب فرمایئے اس قرآن میں غلطیاں رہ جانی بھی میرا ہی قصور ہے کہاں ہیں وہ قرآن پر ایمان رکھنے کا دعوے کرنے والے اب آکر بتائیں کہ معجزہ صاب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا کے کلام پاک کی یہی شان ہونی چاہیے کہ جامع قرآن اس میں صریح غلطیاں دیکھ کر بھی یہ کہدے کہ اس میں غلطیاں ہیں اور عرب خود اپنی زبان کے مطابق درست کرلیں گے۔ للہ کوئی صاحب انصاف بتائے تو سہی کیا قرآن پر ایمان ہونا اسی کا نام ہے جس کا یہ لوگ دعوی کر رہے ہیں اور اپنے ایسے ایمان کے مقابلہ میں کامل الایمان گروہ (شیعوں) کو سلسلہ الشاعت نمبر۵ ایک ۸ صفحہ مطبوعہ پمفلٹ کے عنوان میں کیا رافضیوں کا قرآن پر ایمان ہے یا ہو سکتا ہے لکھ دیتے ہیں کیا اب آئندہ کے لیے مناسب نہیں کہ خط کشیدہ عبارت میں صرف سینوں کا لفظ رافضیوں کی بجائے بدل دیا جائے اور باقی عبارت اسی طرح رہنے دی جائے تاکہ عطاء شاء بلقا شا کا پورا مصداق------ ان پر صادق آئے کیا غیرت مند کے لیے یہ ڈوب مرنے کا مقام نہیں کہ جن کے مذہب کی بنیاد ہی ایسے غلط عقیدہ و عمل پر رکھی گئی ہو وہ کس منہ سے مذہب حق پر طعن اور حملہ کرنے کا حوصلہ کرسکتا ہے۔ (شرم)

عزیزو! اب قرآن میں ان چار غلطیوں کی حضرت عثمان اور حضرت عائشہ اور اکابر علمائے اہلسنّت

کے مان لینے اور ان کی معتبرہ کتابوں میں موجود ہونا دکھا دینے کے بعد تمام دنیا کے سنی علماء سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ آیت انا نحن نزلنا الذکرو اناله لحافظون کا ان کے پاس کیا جواب ہے۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ کا تو یہ دعوے ہے کہ ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے۔ اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اور سنی مسلمانوں کے خلیفہ عثمان ام المومنین عائشہ اور ہشام بن عروہ' ابوداؤد' قتادہ' سعید بن جبیر' ابو عبیدہ' ابو معاویہ' جیسے سنی دیانت اور امام بغوی امام سیوطی امام فخرالدین رازی جیسے سینوں کے محدثین اور مفسرین کا دعوی حفاظت قرآن کے مقابلہ میں یہ ہے کہ قرآن محفوظ نہیں اس میں چار غلطیاں کاتبوں کی خطا سے رہ گئیں ہیں عرب خود اپنی زبان کے مطابق درست کرلیں گے اب ان دونوں دعووں میں کون سا دعوے سچا ہو سکتا ہے۔منزل قرآن (خدا) کا یا جامع القرآن عثمان کا براہ کرم سینوں کی جمعیت العلماء اس طرف توجہ مبذول فرمائیں اور خلافت کے جھگڑوں سے زیادہ اس سوال کی اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جواب دینے کی جلد کوشش کرے ورنہ سینوں ہی کے اعتراف سے سینوں کے غلط قرآن ہونے کا نتیجہ معلوم کیا اس اہم معرکتہ الارا اعتراض کے جواب کا ہم انتظار کریں دیدباید موعظہ تحریف قرآن (۴۶ تا ۴۵)

اقول

مجتہد لاہوری نے جو اثر تفسیر درمنثور سے نقل کیے ہیں۔ وہ ہم پر حجت نہیں ہو سکتے کیونکہ علامہ سیوطی نے اس تفسیر میں صحت روایات کا التزام نہیں کیا۔ بلکہ صحیح و سقیم سب کچھ اس میں ہے اگر علامہ موصوف کا خیال ان دونوں اثروں کی نسبت دیکھنا ہو۔ تو تفسیر اتقان (مطبوعہ مصر جز اول ۱۸۳ تا ۱۸۶) میں ان کی مفصل بحث ملاحظہ ہو۔ چنانچہ ان آثار کو نقل کر کے آپ یوں فرماتے ہیں۔

وهذه الاثار مشكلة جد اوكيف يظن بالصحابة اولاً انهم يلحتون فى الكلام فضلا عن القران وهم الفصحاء الله ثم كيف يظن بهم ثانيا فى القرآن الذى تلقوه من النبى صلى الله عليه وسلم كما انزل و حفظوه وضبطوه واتقنوه ثم كيف يظن بهم ثالثا اجتما عهم كلهم على الخطاء وكتا بته ثم كيف يظن بهم رابعا عدم تبنيهم ورجوعهم عنه ثم كيف يظن بعثمان ان ينتهى عن تغيره ثم كيف يظن ان القراء ةاستمرت على مقتضى ذلك الخطاء وهو مروى بالتواتر خلفاء سلف هذا مما يستحيل عقلا وشرعا وعادة

ترجمہ: یہ آثار نہایت مشکل ہیں اولا صحابہ کرام کی نسبت یہ کیونکر گمان ہو سکتا ہے کہ وہ قرآن تو درکنار کلام میں غلطی کریں۔

حالانکہ وہ بڑے فصیح ہیں۔ پھر ثانیاً ان کی نسبت یہ کیونکر گمان ہو سکتا ہے کہ وہ اس قرآن میں غلطی کریں جسے انہوں نے پیغمبر خدا ﷺ سے سیکھا جیساکہ نازل کیا گیا۔ اور اسے حفظ اور ضبط کیا۔ اور خوب یاد کیا پھر ثالثاً ان کی نسبت یہ کیونکر گمان ہو سکتا ہے کہ وہ سب کے سب خطا پر اور اس کے لکھے جانے پر متفق ہوگئے پھر رابعاً ان کی نسبت یہ کیونکر گمان ہو سکتا ہے۔کہ وہ خطا سے آگاہ نہ ہوئے اور اس سے رجوع نہ کیا پھر حضرت عثمان کی نسبت یہ کیونکر گمان ہو سکتا ہے کہ وہ خطاء کی اصلاح سے باز رہے۔ پھر یہ کیونکر گمان ہو سکتا ہے کہ اسی خطا کے مطابق قرات جاری رہی حالانکہ تواتر کے ساتھ خلفا عن سلف مروی ہے یہ ازروئے عقل و شرح و عادت ناممکن ہے انتھی اس کے بعد علامہ سیوطی اثر عثمان کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان ذلک لا یصح عن عثمان فان اسناده ضعیف مضطرب منقطع ولان عثمان جعل اللناس اما مایقتدون به فکیف یری فیه لحنا ویترکة لتقیمه العرب بالسنتها فاذا کان الذین تولوا جمعه وکتابته لم یقیموا ذلک وهم الخیار فکیف یقیمه غیر هم۔

ترجمہ: یہ روایت حضرت عثمان سے صحیح نہیں اس لیے کہ اس کا استاد ضعیف مضطرب منقطع ہے اور اس لیے کہ حضرت عثمان لوگوں کے امام بنائے گئے تاکہ وہ ان کی پیروی کریں پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان قرآن میں غلطی دیکھیں اور اسے رہنے دیں۔ اس خیال سے کہ عرب اپنی زبانوں کے مطابق اسے درست کرلیں گے۔۔جب قرآن جمع کرنے والوں اور لکھنے والوں نے اس غلطی کی اصلاح نہ کی حالانکہ وہ بہت نیک تھے تو ان کے سوا اور اسے کیونکر درست کرتے انتھی۔ اسی طرح علامہ سیوطی نے اثر عائشہ کی نسبت لکھا ہے۔

فقد اجاب عنه ابن اشتة و تبعه ابن جبارة فے شرح الرائیة بان معنی قولها اخطئوا ای فی اختیار الاو لے من الاحرف السبعة لجمع الناس علیه لا ان الذی کتبوا من ذلک خطأ لا یجوز قال والدلیل علے ذلک ان مالا یجوز مردو دوان طالت مدة وقوعه قال واما قول سعید ابن جبیر لحن من الکاتب فیعنی بالحن القراء ة واللغة یعنی انها لغة الذی کتبها وقراته وفیها قرات اخری۔

ترجمہ: ابن اشتہ نے اس کا یوں جواب دیا ہے کہ ابن جبارہ نے شرح رائیہ میں اسی کا اتباع کیا ہے کہ حضرت صدیقہ کے قول اخطئوا کے معنی یہ ہیں کہ کاتبوں نے احرف سبعہ میں سے حف اولی متفق علیہ کے اختیار کرنے میں خطا کی اور یہ معنی نہیں کہ جو لغت انہوں نے لکھا وہ غلط اور ناجائز ہے اور اس

کی دلیل یہ ہے کہ جو جائز نہیں وہ مردود ہے اگرچہ اس کے وقوع کی مدت طویل ہو رہا سعید بن جبیر کا یہ قول لحن من الکاتب سولحن سے مراد قرات ولغت ہے یعنی وہ کاتب کی لغت قرات ہے اور اس میں دوسری قرات بھی ہے انتھی اس کے بعد علامہ سیوطی نے ان حروف کی توجیہ بوجوہ مختلف بیان کی ہے جس کے ابراد کی یہاں گنجائش نہیں امام فخر رازی نے آثار زیر بحث کی تائید نہیں کی بلکہ تردید کی ہے چنانچہ امام موصوف قرات ان هذان لساحران کی نسبت یوں تحریر فرماتے ہیں۔

واما لطعن فے القراۃ المشھورۃ فھو مما تقدم من وجوہ احدھا انه لما کان نقل ھذه القراۃ من الشھرۃ کنقل جمیع القرآن فلو حکمنا ببطلانھا جازمثله فے جمیع القرآن وذلک یفضی الی القدح فے التواتر والی القدح فی کل القرآن وانه باطل واذا ثبت ذلک امتنع صیر ورته معارضا بخبر الواحد المنقول عن بعض الصحابة (وثانیھا) ان المسلمین اجمعوا علے ان مابین الدفتین کلام الله تعالٰی وکلام الله تعالٰی لایحوز ان یکون لحنا وغلطا مثبت فساد مانقل عن عثمان وعن عائشة رضی الله تعالٰی عنھما ان فیه لحنا وغلطا (ثالثھا) قال ابن الانباری ان الصحابة ھم الائمة والقدوۃ فلو وجدوا فی المصحف لحنا لما فوضوا اصلاحه الی غیرھم من بعد ھم ولا تبتدعوا فقد کفیتم فثبت انه لا بد من تصحیح القراۃ المشھورۃ واختلف النحویون فیه وذکروا وجوھا (الوجه الاول) وھوالا قوے ان ھذه لغة لبعض العرب وقال بعضھم ھے لغة بنی الحارث بن کعب والزجاج بنسبھا الی کنانة وقطرب نسبھا الی بنی الحارث ابن کعب و مرادوخثعم وبعض بنی عذرۃ ونسبھاابن جنے الی بعض بنی ربیعة ایضاً وانشدالفراء علی ھذه اللغة

فاطرق اطراق الشجاع ولوبری
مساغالنا باه الشجاع لصمما والشد غیره
نزود منابین اذ ناه ضربة
دعته الی ھابی التراب عقیم

قال الفراء وحکی بعض بنی اسد انه قال ھذا خط یدا اخی اعرفه وقال قطرب ھؤلاء یقولون رایت رجلان واشتریت ثوبان قال رجل من بنی منبة جاھلی

اعرف منه الجید والعینانا
ومنخرین اشبھا ظبیانا

وقوله ومنحرين علی اللغة الفاشية وماوراء ذلک علی لغة هنولاء وقال اخر

طار وعلاهن فطرعلاها
واشد دبمثنی حقب حقواها
کان صريف ناباه اذاما
امر هما صرير الاخطبان

قال بعضهم الا خطبان ذكر الصروان فصير هما واحدا فبقی الاستدلال بقوله صريف ناباه قال وانشدنی يونس لبعض بنی الحرث

کان يمينا سحبل ومصيفه
مسراق دم ان يرج الدهر ثاويا
وانشد وايضا ان آباها وابا اباها
قد بلغافی المجد غايتاها
وقال ابن جنی روينا عن قطرب
هناک ان تبكی بشعشعان
رجب الفواد طائل اليدان

ثم قال الفراء وذلک وان کان قليلا اقيس لان ماقبل حرف التشية مفتوح فينبغی ان يكون مابعده الفاولوكان مابعده ياء ينبغی ان تنقلب الفا لا نفتاح ماقبلها وقطرب ذكر انهم يفعلون ذلک فرار الی الالف التی هی اخف حروف المد هذا اقوے الوجوه فے هذه الاية ويمكن ان يقال ايضا الالف فی هذا من جوهر الكلمة والحرف الذی يكون من جوهر الكمة لا يجوز تغييره بسبب التثنية والجمع لا ن ما بالذات لا يزول بالعرض هذا الدليل لا يقتضی ان لا يجوز ان يقل ان هذين فلما جوزنا ہ فلا اقل من ان يجوز معه ان يقال ان هذان (الوجه الثانی) فی الجواب ان يقال ان هنا بمعنی نعم قال الشاعر-

ويقلن شيب قد علا
ک وقد كبرت فقلت انه

ای فقلت نعم فالها ء فی انه هاء السكت كمافی قوله تعالٰی هلک عنی سلطانيه وقال ابو ذؤيب

شاب المفارق ان ان من البلی
شیب القذال مع العذار الواصل

ای نعم ان من البلی فصار کانه قال نعم هذان لساحران۔ (تفسیر کبیر' مطبوعہ مصر جزء سادس صفحہ ۶۹-۷۰)

ترجمہ: رہا قرات مشہورہ (ان ھذان لساحران) میں طعن سورہ مذکور بالا یعنی قرات شاذہ کی تصحیح سے بھی بدتر ہے بوجوہ ذیل اولا چونکہ اس قرات مشہورہ کی نقل عام قران کی نقل کی مانند ہے اسی لیے اگر ہم اس کے بطلان کا حکم لگائیں تو تمام قرآن میں ایسا ہی حکم جائز ہوگا۔ اور یہ تواتر میں قدح اور تمام قران میں قدح کا باعث ہوگا۔ (جو باطل ہے اور یہ جب یہ ثابت ہوگیا) تو خبرواحد کے ساتھ جو بعض صحابہ سے منقول ہے اس کا معارض ہونا ممتنع ہوا۔ ثانیاً تمام مسلمانوں نے اس امر پر اتفاق کیا ہے۔ کہ دفتین کے درمیان جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام غلط ہو۔ پس وہ جو حضرت عثمان وعائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ قرآن میں غلطی ہے اس کا باطل ہونا ثابت ہوگیا۔ ثالثا ابن انباری کا قول ہے کہ صحابہ آئمہ اور پیشواہ ہیں پس وہ اگر قرآن میں کوئی خطا پاتے تو اس کی اصلاح اپنے بعد غیروں پر نہ چھوڑتے باوجودیکہ انہوں نے ابتداع سے ڈرایا ہے اور اتباع کی ترغیب دی ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے کہا ہے کہ پیروی کرو اور کوئی نئی چیز پیدا نہ کرو۔ پس یہ تمہیں کافی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ قرات مشہورہ کو صحیح جاننا ضروری ہے اور اس میں نحویوں نے اختلاف کیا ہے اور کئی وجہیں بیان کی ہیں (وجہ اول) جو سب سے قوی وجہ ہے یہ ہے کہ یہ قرات بعض عرب کی لغت ہے۔ اور بعض کاقول ہے کہ یہ بنی حارث بن کعب کی لغت ہے اور زجاج نے اسے کنانہ کی طرف اور قطرب کے بنی حارث بن کعب اور فراد) خثعم اور بنی عذرہ کی طرف منسوب کیا ہے ابن جنی نے اسے بنی مرہ کی طرف بھی اسے منسوب کیا ہے اور فراء نے اس لغت پر یہ شعر پڑھا ہے۔

فاطرق اطراق الشجاع ولو یری
مساغا لناباه الشجاع لصمما

اور فرار کے سوا اوروں نے یہ شعر پیش کیا ہے۔

تزود منابین اذناه ضربة
دعته الی هابی التراب عقیم

فرار نے کہا کہ بعض بنی اسد سے روایت ہے کہ اس نے کہا ھذا خط یداخی اعرفه اور قطرب نے کہا کہ یہ کو لوگ یوں بولتے ہیں رایت رجلان اشتریت ثوبان بنو ضبہ سے ایک شاعر جا۔

شعر ہے۔

اعرف منه الجيد والعينانا
فخرين اشبها ظبيانا

اس شعر میں فخرین لغت مشہورہ کے مطابق اور باقی ان لوگوں کی لغت کے مطابق ہے ایک او

شاعر کا شعر ہے۔

واشد بشنیے حقب حقراها
حار وعلاهن فطر علاها

ایک اور شاعر کا شعر ہے۔

كان صريف ناباه اذاما
امر هما صرير الاخطبان

بعض نے کہا کہ اخطبان سے مردان مراد ہے۔ پس ان دونوں کو ایک بنا دیا ہے لہٰذا صریف ناباہ

سے استدلال باقی رہ گیا اور یونس نے نبی الحارث میں سے کسی اس شعر سے استدلال کیا ہے۔

كان يمينا سحبل ومصيفه
مراق دم لن يبرح الدهر ثاويا

اور یہ شعر بھی استدلال میں پیش کیا گیا ہے۔

ان اباها وابا اباها
قد بلغافی المجد غايتاها

اور ابن جنی نے کہا کہ ہم سے قطرب کا یہ شعر روایت کیا گیا ہے۔

هناك ان تبكى بشعشعان
رحب الفؤاد طائل اليدان

پھر فرار نے کہا کہ اگرچہ یہ قلیل الاستعمال ہے مگر قیاس کے زیادہ مطابق ہے کیونکہ حرف تثنیہ مفتوح ہوتا ہے پس چاہیے کہ اس کا مابعد الف ہو۔ اور اگر اس کا مابعد یا ہو تو چاہیے کہ الف بدل جائے کیونکہ اس کا ماقبل مفتوح ہے اور قطرب نے ذکر کیا ہے کہ وہ الف جو حروف مد میں سب سے خفیف ہے) کی طرف فرار کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ اس آیت میں یہ سب سے قوی وجہ ہے۔ اور ممکن ہے کہ یوں بھی کہا جائے کہ اس میں الف جو ہر کلمہ میں ہے اور جو حرف ہر کلمہ سے ہو تثنیہ اور جمع کے سبب اس کا بدلنا جائز نہیں کیونکہ جو امر ذاتی ہو۔ وہ عارضی سے زائل نہیں ہوتا اس دلیل کا مقتضا یہ ہے کہ ان

هذا ین کہنا جائز نہ ہو۔ پس جب ہم نے اسے جائز رکھا ہے تو کم سے کم اس کے ساتھ ان هذان کہنا بھی جائز ہونا چاہیے۔ (وجہ ثانی) کے جواب میں یہ ہے کہ ان یہاں نعم کے معنی ہیں ہے چنانچہ شاعر کا قول ہے۔

ویقلن شیب قد علا
ک وقد کبرت فقلت انه

یعنی فقلت نعم ہانہ میں ہائے سکتہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول (هلک عنی سلطانیه میں ہے۔ اور جو ذویب کا قول ہے۔

شاب المفارق ان ان من البلے
شیب القذال مع الذار الوصل

یعنی نعم ان من البلے پس آیت کے معنی گویا یہ ہوئے نعم هذان لساحران انتهی ۔ یہ تو قرات متواترہ ان هذان ساحران کی تصحیح کی توجیہ ہوئی ۔ باقی تین آیتوں کی توجیہات کتب تفاسیر میں مذکور ہیں۔ بخوف طوالت ہم انہیں یہاں بیان نہیں کرتے ہیں امام بغوی کی نسبت جو مجتہد لاہوری نے لکھا ہے۔ کہ انہوں نے آیت مندرجہ روایات عائشہ صدیقہ کے غلط ہونے کو تسلیم کر لیا ہے۔ وہ سراسر افتراء ہے۔ معالم التنزیل (مطبوعہ مطبع فتح الکریم بمبئی جلد ثالث سورہ طہ ص ۱۷ کی عبارت یہ ہے۔

وقرأ ابن كثير وحفص ان بتخفيف النون هذان اى ماهذان الا ساحران كقوله ان نظنک لمن الكاذبين اى مانظنک الا من الكاذبين وشد داابن كثير النون ان هذان وقراء ابو عمرو ان بتشديد النون هذين بالياء على الاصل وقراء الا خرون ان بتشديد النون هذان بالالف واختلفوا فيه فروى هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة ام المومنين قالت انه خطاء من الكاتب وقال قوم هولغة بنى الحارث بن كعب وخثعم وكنانة فانهم يجعلون الاثنين فى موضع الرفع والنصب والخفض بالالف يقولون اتانى الزيدان و رايت الزيدان ومررت بالزيدان فلا يتركون الف التشتية فى شئى منها وكذلک يجعلون كل ياء ساكنة الفتح ماقبلها الفا كما فے التثنية يقولون كسرت يداه وركبت علاه يعنى يديه وعليه وقال الشاعر۔

تزود منى بين اذ ناه ضربة

دعته الى هابى التراب عقيم يريد بين اذنيه وقال الآخر ان اباها و ابا اباها قد بلغامى المجر غاياتها وقيل تقدير الا ية انه هذان فحذف الهاء وذهب جماعة الى ان

حرف ان ههنا بمعنے نعم أى نعم هذان روى ان اعرابيا سال ابن الزبير شيئا فحرمه فقال لعن الله ناقة حملتنى اليک فقال ابن الزبير ان وصاحبها اى نعم وقال الشاعر

بکرت علے عواذلی
یلمننی والو منهنه
ویقلن شیب قد علا
ک وقد کبرت فقلت انه (ای نعم انتهی)

ترجمہ: ابن کثیر اور حفص نے آیت کو یوں پڑھا ہے۔ ان (خون مخففه) هذان یعنی ماهذان الاساحران (نہیں یہ دونوں مگر دو جادوگر) جیاس کہ دوسری آیت ان نظنک لمن الکاذبین یعنی ہم نہیں گمان کرتے تجھے مگر جھوٹوں سے اور ابن کثیر نے پڑھا ہے۔ ان هذان اور ابو عمرو نے پڑھا ہے (نون مشدوده) ان هذین یاء کے ساتھ بنا بر اصل اور دوسروں نے پڑھا ہے ان (نون مشدوده) هذان الف کے ساتھ اور اس میں اختلاف کیا ہے پس ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے اور اس نے حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ یہ کاتب کی خطا ہے اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ نبی حارث بن کعب اور خشعم اور کنانہ کی لغت ہے کیونکہ وہ تثنیہ میں رفع و نصب و جر تینو حالتوں میں الف رکھتے ہیں چنانچہ یوں کہتے ہیں۔ اتانی الزیدان رایت الزیدان مررت بالزیدان پس وہ کسی حالت میں الف کو نہیں چھوڑتے اور اسی طرح یائے ساکن ما قبل مفتوح کو الف کر دیتے ہیں مثلاً تثنیہ میں کہتے ہیں کسرت یداه رکبت علاه یعنی یدیه ان کا شاعر کہتا ہے۔

تزود منی بین اذناه ضربة
دعته الی هابی التراب عقیم

یعنی بین اذنیه

ایک اور شاعر کا قول ہے۔

ان اباها وابا اباها
قد بلغا فی المجد غایتا ها

اور کہا گیا ہے کہ کہ تقدیر یوں ہے انه هذان لسا(حرا) پس حذف کی گئی ایک اور جماعت کا مسلک یہ ہے کہ حرف ان یہاں نعم ہاں کے معنی میں ہے۔ یعنی نعم هذان لساحران (ہاں یہ دونوں البتہ دو جادوگر ہیں۔) روایت ہے۔ کہ ایک اعرابی نے ابن زبیر سے کچھ مانگا انہوں نے نہ دیا۔ اس پر اعرابی نے کہا اللہ لعنت کرے اونٹنی پر جو مجھے تیری طرف اٹھالائی ابن زبیر نے یہ سن کر کہا ان وصاحبها یعنی ہاں

اور اس کے سوار پر اور ایک شاعر کا قول ہے۔

بکرت علے عواذلی
یلمننی والومهنه
ویقلن شیب قد علا
ک وقد کبرت فقلت انه یعنی ہاں انتهی ۔

اب ناظرین نے دیکھ لیا کہ امام بغوی نے جہاں ہشام بن عروہ والی روایت کو نقل کیا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ قرات ان ھذان لساحران کاتب کی خطا ہے وہاں ساتھ ہی اس قرات متواترہ کی تصحیح کی توجیہات بھی نقل کی ہیں۔ للذا مجتہد صاحب کا یہ قول امام بغوی نے ان مذکورہ آیتوں کا قواعد عربیہ کی رو سے غلط ہونا تسلیم کرلیا ہے۔ بالکل غلط ہے۔ اولا ہشام بن عروہ والی روایت صحیح نہیں جیسا کہ امام فخررازی نے مدلل طور پر بیان کیا ہے۔ ثانیاً اگر بالفرض اس رویات کو صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو کاتب کی خطا سے مراد یہ ہے کہ احرف سبعہ میں سے حرف اولی متفق علیہ کے اختیار کرنے میں کاتب نے خطا کی اور یہ مراد نہیں کہ یہ قرات جو کاتب نے لکھی سراسر غلط و مردود ہے جیسا کہ بحوالہ اتقان اوپر بیان ہوا۔ اگر عرب کے نزدیک یہ لغت غلط ہوتا تو قرآن کی خارق عادت فصاحت و بلاغت کا کون قائل ہوتا اور انا له لحفظون پر کون ایمان لاتا۔ خلاصہ کلام یہ کہ حضرت عثمان اور حضرت عائشہ صدیقہ ہشام بن عروہ ابن ابی داؤد قتادہ سید بن جبیر' ابو عبیدہ' ابو معاویہ' امام بغوی' امام سیوطی' امام فخر رازی' اور دیگر علماء و محدثین اہلسنت میں سے کوئی بھی قائل نہیں کہ قرآن میں غلطی ہے اور نہ کسی صحیح روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ پس حفاظت قرآن کا وعدہ الہٰی بالکل سچا ہے۔ اور مولوی حائری صاحب کی خامہ فرسائی ہرزہ سرائی ہے۔

قال الحائری

حفاظت قرآن کے مطابق قائلین تحریف کا جواب صاحبان! امید نہیں کہ یہ لوگ اس اہم اعتراض کا کوئی جواب دے سکیں۔ اچھا سنئے جو لوگ کہ قرآن کی تحریف اور اغلاط کے قائل ہیں۔ اور جنہوں نے یہ مان لیا ہے۔ کہ سینوں کے خلیفہ عثمان نے قرآن کے جمع ہو جانے کے بعد اغلاط قرآن کو اہل زبان عرب کے خود درست کرلینے پر قرآن میں رہنے دیا ہے ان کے نزدیک خدا کے حافظ قرآن ہونے کا جواب یہ ہے کہ آیت انا له لحفظون میں لفظ قرآن یا کتاب تو کہیں مذکور ہی نہیں پھر تم اس آیت میں کیونکر قرآن کی حفاظت مراد لے سکتے ہو۔ رہا لفظ ذکر جو آیت مذکورہ میں موجود ہے۔ جو لوگ تحریف

واغلاط قرآن کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک ذکر سے رسول خدا یہاں مراد ہیں۔ اور انہیں کی حفاظت کا اس آیت میں خدا نے وعدہ کیا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آیت فسئلوا اھل الذکران کنتم لا تعلمون (پ ۱۷ع ۱) میں بھی اہل الذکر سے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن سے سوال کرنے کا امت کو حکم دیا گیا ہے یہاں بھی آیت میں ذکر سے پیغمبر خدا مراد ہیں۔ کیونکہ قرآن میں رسول اللہ کا نام ذکر ہونے پر آیت قد انزل اللہ الیکم ذکر رسولا یتلوا علیکم آیات اللہ مبینت (پ ۲۸ ع ۱۸) شاہد اور گواہ ہے۔

یعنی (تم کو) آگاہ کرنے کے لیے پیغمبر (محمد) کو تمہاری طرف بھیج دیا گیا ہے جو تم کو خدا کی کھلی کھلی آئتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔ (ترجمہ نذیر احمد)

اب اس سے صاف ثابت ہے کہ قرآن میں ذکر پیغمبر کا نام ہے۔ جو خدا کی کھلی آئتیں پڑھ کر سناتا ہے اگر ذکر قرآن کا نام مان لیا جائے تو یتلوا علیکم ایات اللہ مینت کی صنعت اس پر صادق نہیں آسکتی اس لیے قائلین تحریف و اغلاط قرآن کا یہ دعوے ہے کہ ذکر پیغمبر اسلام کا مخصوص نام ہے۔ قرآن کا نام نہیں پس اس دلیل سے لازم آیا کہ خدا نے ذکر (محمد) کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ نہ قرآن کا نام ذکر ہے۔ نہ اس کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اس لیے اس قرن میں تحریف زیادتی کمی اور اغلاط واقع ہوئیں

قائلین تحریف و اغلاط قرآن یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ فرضا اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ آیت انا نحن نزلنا الذکر میں ذکر سے قرآن مراد ہے اور وعدہ بھی قرآن ہی کی حفاظت کا اس آیت میں کیا گیا ہے تو پھر یہ کیونکر ثابت ہو گا کہ اس سے حضرت عثمان کا جمع کیا ہوا قرآن مراد ہے۔ حضرت حفصہ یا حضرت عائشہ یا ابی اور ابن مسعود وغیرہ کا قرآن کیوں نہ مراد لیا جائے خاص صحیفہ عثمان کا تو آیت میں ذکر ہی نہیں پھر اس کی تخصیص بلا مخصوص نہیں تو کیا ہے۔

اگر ان غیر معصوم لوگوں کے جمع کئے قرآن ہی کی حفاظت انالہ لحفظون میں مراد ہوتی تو پھر یقین سمجھو کہ ابی اور ابن مسعود کے قرآنوں کے وعدہ حفاظت خدا کے باوجود حضرت عثمان پھاڑنے اور جلانے پر قادر نہ ہو سکتے۔ اور خود حضرت عثمان اس موجودہ قرآن میں چار غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس کو ویسا ہی غلط ملط رہنے نہ دیتے۔ اور بنابر روایات اہل سنت کے اس کے حروف کلمات آیات اور سورتوں میں تحریف واقع نہ ہونے پاتی مگر جب کہ محدثین و مفسرین اہلسنت نے موجودہ قرآن میں ان سب باتوں کا ہونا تسلیم کیا ہے تو پھر اس قرآن کے محفوظ ہونے کے کیا معنی اس لیے قائلین تحریف و اغلاط قرآن کے نزدیک حفاظت کا وعدہ ایسے قرآن کے متعلق ہے۔ جو انسانی دست برد سے قطعا محفوظ ہے۔ اور

صرف وہی ایسا محفوظ قرآن رہ سکتا ہے۔ جو کسی محفوظ جگہ میں رکھ دیا جائے اور ایسے قرآن کی حفاظت بلا تامل ہر مذہب اعتماد کر سکتا ہے۔ پس موجودہ قرآن کی تحریف و اغلاط کے قائلین کے نزدیک خدا کے وعدہ حفاظت کے مطابق محفوظ قرآن صرف وہی ایک قرآن ہے۔ جس کی خود قرآن نے شہادت دی ہے بل هو قران مجيد فی لوح محفوظ پ ۳۰ ع ا سورہ بروج۔ یعنی بلکہ یہ قرآن بڑے رتبہ کا قرآن اور ہمارے ہاں لوح محفوظ میں لکھا ہوا موجود ہے۔ اس میں ایک حرف یا نقطہ تک غلط و مبدل و محرف نہیں ہو سکتا آپ ہی بتائیں کیا آپ لوح محفوظ والے قرآن کے محفوظ ہونے سے انکار کر سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو آیت اناله لحفظون کا مفہوم ثابت ہو چکا - یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ وعدہ لحافظون کا مفہوم عام ہے یعنی کسی خاص بات کی حفاظت کی اس میں قید نہیں لگائی گئی ہے مطلب یہ ہے کہ جس قرآن کی حفاظت کا اس آیت میں وعدہ ہے۔ اس سے مراد حفاظت تامہ عامہ ہے۔ یعنی اس میں نہ تقدیم و تاخیر ہو سکتی ہے۔ نہ ایزاد و نقصان نہ تبدیل و تحریف اور نہ وقوع اغلاط اس شان کی حفاظت لوح محفوظ والے قرآن کے سوا اور کسی قرآن کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ روایت حضرت عائشہ و خلیفہ عثمان جس قرآن میں حرفوں لفظوں آیتوں اور سورتوں کے کم و زیادہ ہو جانے کے علاوہ چار غلطیاں رہ گئی ہوں۔ اس قرآن کے محفوظ ہونے کا کوئی عقلمند کیونکر دعوے کر سکتا فاعتبروا يا اولی الابصار (موعظہ تحریف قرآن ۴۵ تا ۴۸)

اقول

مجتہد صاحب کے بیان سے ظاہر ہے کہ شیعہ قرآن میں تحریف کے قائل ہیں۔ کیونکہ ذکر سے مراد رسول اور اہل الذکر سے مراد آل محمد ﷺ کا بتانا اسی فرقہ کا کام ہے۔ چنانچہ شیعہ کے مستند اردو ترجمہ قرآن میں ہے۔ فسئلوا اهل الذکران کنتم لاتعلمون (انبیاء: ا) بس اگر تم نہیں جانتے تو یاد والوں سے (یعنی آل رسول سے) پوچھ لو (ترجمہ شیعہ) کافی میں ہے کہ کسی نے جناب امام محمد باقر سے عرض کی کہ ہمارے ہاں کچھ ایسے آدمی بھی ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ خدا کے اس قول فسئلوا اهل الذکر میں اهل الذکر سے مراد یہود نصاریٰ ہیں۔ فرمایا یہی وجہ ہے کہ یہود و نصاری ان کو اپنے دین کی دعوت دیتے رہتے ہیں پھر اپنے دست اقدس سے اپنے سینہ اقدس کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اہل ذکر ہم ہیں۔ اور ہر چیز ہم سے دریافت کی جا سکتی ہے حاشیہ (ترجمہ شیعہ) فسئلوا اهل الذکران کنتم لا تعلمون نحل پ ۱۴ ع ۶ ترجمہ۔ اگر تم نہیں جانتے تو اہل الذکر یعنی آل رسول خدا) سے پوچھ لو (ترجمہ شیعہ) کافی اور تفسیر عیاشی میں۔ آئمہ معصومین سے بہت سی حدیثیں اس بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ کہ الذکر سے مراد ہیں جناب رسول خدا اور اهل الذکر سے مراد ہیں آل رسول خدا اور امت اس پر معمور کی گئی ہے۔ کہ جو

کچھ وہ نہ جانتے ہوں- آل رسول خدا سے دریافت کرلیں(حاشیہ ترجمہ شیعہ) مجتہد صاحب نے جوذکر سے رسول خدا مراد ہونے پر سورہ طلاق کی آیت سے استدلال کیا ہے- اس میں کلام ہے- شیعہ کی تفسیر منہج الصادقین (مطبوعہ ایران جلد خامس ۲۹۰) میں ہے قد انزل اللہ تحقیق کہ فرستادہ است کہ خدا الیکم بسوئے شماء ذکرا پندے رایا کتابے راکہ قرآن است وتسمیہ قرآن باں بجہت آنست کہ متضمن موعظہ است و شرف دنیا و کرامت عقبیٰ وابستہ آست بخواندن آن و عمل کردن باوامر ونواہی آں و گویند مراد جبرئیل است و تسمیہ اوبذکر بجہت کثرت ذکر اوست میان امم انبیاء بجہت نزول او بقرآن کہ متضمن ذکر است یا بجہت آنکہ مذکور و مشہور است در طبقات آسمان یا صاحب ذکر و شرف است و از حضرت ابو عبداللہ صلوٰۃ اللہ واز حسن بصری منقول است کہ مراد بذکر حضرت رسالت است و تسمیہ اوبایں اسم بجہت مواظبت اواست بتلاوت قرآن یابہ تبلیغ آں بندگاں دیا باعث برآنکہ مسبب است از انزال وحی یادیا آنکہ مذکور است اسم سامی آں السنہ خلقان دنیا بریں تعبیر ارسال بانزال بر سبیل ترشیح است وبقولہ رسولہ بیان ذکر است و گاہے کہ مراد ازاں جبرئیل یا پیغمبرباشد وبنابرا آنکہ مراد قرآن باشد رسولا منصوب خواہد بود .بفعل مقدر و تقدیر اینکہ ارسل رسولا یعنی فرد فرستادہ است رسول راومیتواند بودکہ معمول ذکر باشد مانند اعمال مصادر در مفاعیل خودو تقدیر آنکہ انزل اللہ الیکم ان ذکر رسولا یعنی انزال فرمودہ است .شما آنکہ یاد کردہ است رسول زادر کتب یایاد کردن او رسول رایا آنکہ بدل ذکر باشد بمعنی رسالت یعنی انزل اللہ الیکم الرسالۃ و بنابریں قولہ تعالٰی یتلوا علیکم حال باشد از اسم اللہ و بنا بر تقاریر دیگر یا حال است از اسم اللہ مانند رسول یعنی خدا فرو فرستاد رسالت رایا بنائے جنس شماد ر حالت کہ میخواند بر شما ایت اللہ آیت ہائے قرآن را یا ارسال رسولے ہونے کردہ کہ تلاوت کند برشما آیات خدا را کہ قرآن است انتھی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ آیہ سورہ طلاق میں ذکر کے معنی ہیں-علاوہ رسول کے دو اور احتمال بھی ہیں- پس مجتہد لاہوری کا استدلال باطل ہوگیا اگر ہم تسلیم بھی کرلیں- کہ سورہ طلاق کی آیت میں ذکر سے فقط رسول ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیتہ انا نحن نزلنا الذکر میں بھی ذکر سے رسول مراد ہوں- ہم اوراق سابقہ میں بحوالہ تراجم و تفاسیر شیعہ ثابت کر آئے ہیں کہ آیہ انا نحن میں ذکر سے مراد قرآن مجید ہی ہے- اور صیغہ نزلنا بھی اسی پردال ہے کیونکہ تنزیل کے معنی پارہ پارہ اتارنے کے ہیں علاوہ ازیں متعدد آیات میں قرآن کا نام ذکر آیا ہے مثال کے طور پر آیات ذیل معہ ترجمہ کافی ہیں-

(ا) وَقَالُوْ یٰاَیُّھَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ اِنَّکَ لَمَجْنُوْنٌ (حجر ع ۱)

ترجمہ : اور انہوں نے یہ کہہ دیا کہ اے وہ شخص جس پر قرآن مجید نازل کیا گیا ہے تو ضرور دیوانہ ہے-(ترجمہ شیعہ)

(۲) وانزلنا الیک الذکر للتبین للناس مانزل الیھم ولعلھم یتفکرون (نحل ع ۶)

ترجمہ: اور تمہاری طرف یہ قرآن نازل کیا تاکہ جو کچھ لوگوں کی طرف نازل کیا گیا ہے۔ اسے تم ان کے لیے کھول کر بیان کرو۔ کہ وہ غور و فکر کریں۔ (ترجمہ شیعہ)

(۳) وان یکاد الذین کفرو الیز لیزلقونک بابصار ھم لما سمعوا الذکر ویقولون انہ لمجنون (قلم ع ۲)

ترجمہ: قریب ہے کہ کافر جس وقت قرآن مجید کو سنیں تو اپنی نظروں کے ذریعہ سے تمہیں پھسلا دیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ تو دیوانہ ہے۔ (شیعہ ترجمہ)

(۴) ان الذین کفروا بالذکر لما جاء ھم وانہ لکتب عزیز (حم سجدہ ع ۵)

ترجمہ: بیشک وہی لوگ ہیں جنہوں نے قرآن مجید کا جس وقت بھی ان کے پاس آیا انکار کر دیا حالانکہ وہ ایسا زبردست نوشتہ ہے۔ (ترجمہ شیعہ)

(۵) اؤنزل علیہ الذکر من بیننا (انبیاء ع ۴)

ترجمہ: (یا فرد فرستادہ شد بر محمد قرآن از میان جماعت (خلاصہ المنہج)

(۶) وھذا ذکر مبرک انزلناہ (انبیاء ع ۴)

ایں قرآن نخست ماخیر و بسیار منفعت در دنیا و آخرت کہ فرو فرستادیم بر حضرت خاتمیت (خلاصہ المنہج)

(۷) وانہ لذکر لک ولقو رمک (زخرف ع ۴)

ترجمہ: نیست قرآن مگر پندے از خدا امر عالمیان را کہ جواند و بدانند و بداں پند گیرحد (خلاصہ المنہج)

(۸) ان ھو الا ذکر للعلمین (سورہ ص ع ۵)

آں وحی یعنی قرآن ہر آینہ شرفے است و عزتے مرترا و مرگروہ ترا کہ قریش اندیا سائر امت (خلاصہ المنہج)

(۹) ان ھو الا ذکر للعلمین (سورہ ص ع ۵)

ترجمہ: نیست قرآن مگر پندے از جانب او سبحانہ مرجمیع عالمیان راز جن وانس (خلاصہ المنہج)

(۱۰) ان ھو الا ذکر وقرآن مبین (یٰسین ع ۵)

ترجمہ: نیست آنچہ فرستادیم ماباد مگریاد کردن موعظہ وارشاد وکتابے روشن کہ بروجہ سہولت اند معنی ازاں تواں کرد۔ (خلاصہ المنہج)

مزید بریں آنکہ آیہ انانحن نزلنا میں ذکر کے معنی قرآن ہونے کی تائید قرآن ہی کی ایک اور روایت لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ مجمع البیان میں مذکور ہے لہٰذا مجتہد صاحب کا یہ کہنا ذکر پیغمبر کا مخصوص نام ہے اور آیہ انا نحن میں ذکر سے رسول مراد ہیں۔ بالکل غلط ٹھہرا مصحف عثمان باتفاق صحابہ کرام وامت خیر الانام بلحاظ نظم و رسم و ترتیب وہی قرآن ہے جو حضور اقدس ﷺ اس دنیا سے تشریف لے جانے پر چھوڑ گئے تھے۔ اگر اس قرآن مجمع علیہ کے سوا کسی اور کا جمع کیا ہوا یا لکھا ہوا۔ قرآن وعدہ حفاظت مصداق ہوتا تو آج وہ بلا کم کاست ضرور ہمارے ہاتھوں میں ہوتا۔ لوح محفوظ کے قرآن کو وعدہ حفاظت کا مصداق کمال نادانی ہے کیونکہ آیۃ انانحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن منزل کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ جو قرآن لوح محفوظ میں ہے۔ وعدہ حفاظت کا مصداق نہیں بن سکتا کیونکہ اس میں تحریف کا احتمال ہی نہیں۔ ہاں قرآن منزل میں تحریف کا احتمال تھا چنانچہ تورات و انجیل اس سے پہلے انسانی ہاتھ سے محرف ہو چکی تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے دنیا میں قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اور یہ وعدہ بطریق خرق عادت پورا ہوتا چلا آیا ہے۔ مثال کے طور پر شیعہ ہی کو لیجیے جو دشمنان قرآن کے زمرہ میں ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں وہ کبھی تو کہتے ہیں کہ اس قرآن کی ترتیب غلط ہے۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ اس میں نحوی غلطیاں ہیں۔ اور کبھی بڑھا بکتے ہیں۔ کہ فلاں سورت اس میں سے نکال دی گئی ہے۔ مگر ما۔نہم ان کو کبھی یہ جرات نہیں ہوئی کہ اس قرآن موجود کو اپنی خواہش کے مطابق کم و بیش کر کے اور ترتیب بدل کر چھاپ دیں یہ ہے حفاظت الٰہی مجتہد صاحب کی باقی خامہ فرسائی کا جواب پہلے ہو چکا ہے۔

قال الحائری

سینوں کے قرآن سے سورہ کی تحریف: صاحبان اس طرح تو اہل سنت کی روایات سے کئی مکمل سورتوں کا قرآن سے نکل جانے کا ثبوت ملتا ہے۔ جیسا کہ تفسیر اتقان میں امام سیوطی نے اور کتاب الناسخ والمنسوخ میں حسین بن منادی نے لکھا ہے۔ **ومما رفع رسمه من القران ولم یرفع من القلوب حفظه سورتا الغنوت فی الوتر وتسمے سورتی الخلع والحفد انتهی بلفظه**

یعنی منجملہ ان سورتوں اور آیتوں کے جن کے نقوش قرآن سے اٹھا لیے گئے ہیں۔ لیکن ان کی یاد دلوں سے نہیں گئی وہ دو سورے ہیں جو قنوت وتر میں پڑے جاتے تھے۔ اور سورہ الخلع وسورہ الحفد کے نام سے یاد کیے جاتے تھے۔ مگر اس وقت حضرت عثمان کے جمع کیے ہوئے قرآن میں ان کا نشان تک نہیں پایا جاتا۔ (موعظہ تحریف قرآن ص ۴۸)

اقول

مجتہد صاحب شاید اس عبارت کا مطلب نہیں سمجھے ورنہ اسے امثلہ تحریف کی مثالوں میں پیش نہ کرتے علامہ سیوطی اور حسین بن منادی کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں سورتیں آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں قرآن میں درج تھیں۔ مگر حضور کی حیات شریف ہی میں ان کی تلاوت منسوخ ہوگئی۔ اور حکم باقی رہ گیا نسخ التلاوۃ دون الحکم بھی نسخ کی ایک قسم ہے جس کا شیعہ کو بھی اعتراف ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

قال الحائری

دبستان المذاہب مصنفہ ملا مرزا محسن کشمیری ذاتی مطبوعہ بمبئی ص ۲۲۰ سطر ۷ سے ایک مکمل سورہ آپ کو سناتا ہوں۔ جو سورہ نورین کے نام سے مشہور تھا۔ غالباً محمد مصطفی اور علی علیہ السلام نورین (دو نور) سے مراد ہوں کیوں کہ ان نورین نیرین کا نام لے کر اس میں ان کا ذکر موجود ہے بہرحال غور سے سماعت فرمائیں سورۃ یہ ہے۔

یا یھا الذین امنوا امنوا بالنورین انزلنا ھما علیکم ایاتی ویحذر انکم عذاب یوم عظیم نور ان بعضـما من بعض وانا السمیع العلیم ان الذین یوفون بعد اللہ ورسولہ فی ایات لھم جنت النعیم والذین کفرو امن بعد ما امنوا بنقضھم میثاقھم وما عاھدھم الرسول علیہ یقذفون الجحیم ظلموا انفسھم وعصوا لوصی الرسول اولئک یسقون من حمیم۔ الخ

عزیزو؟ سن لیا آپ نے یہ ہے سورۃ النورین جو مکمل قرآن سے نکال دی گئی ہے۔ اس میں کئی جگہ کھلے اور صاف لفظوں میں علی علیہ السلام کا نام اور اس کی وصایت رسول خدا اور ذریت معصومہ کا ذکر موجود ہے۔ بادی النظر میں ہر عقلمند اس سورت مجیدہ میں ایک غائر نظر ڈالنے کے بعد یہی فیصلہ کرے گا۔ کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ سورۃ من اللہ نازل ہوئی تھی۔ اور قرآن سے نکال دی گئی تو پھر ہر سلیم العقل کہنے پر مجبور ہوگا۔ کہ لازماً اس سورہ کی تحریف محض اس غرض سے ہوئی کہ جناب امیر علیہ السلام کو امت اس میں منصوص الولایت سمجھ کر خلافت اور نیابت رسول خدا کا حق وارنہ سمجھ لے اور یہ سورہ مبارکہ کہ خلافت اجماعیہ میں مخل وقادح نہ ہوسکے۔ غرض جہاں کہیں بھی کسی سورت آیت لفظ یا حرف قرآن میں صراحتہ یا کنایتہ حقیت یا فضیلت آئمہ اہل بیت معصومین علیہم السلام کا ذکر آیا تھا۔ وہ حرف لفظ

نکال دیا گیا یا کم از کم بدل دیا گیا بے شمار آئتیں اور بعض سورتیں تحریف کردی گئیں موعظہ تحریف قرآن ۴۸ تا ۵۲

اقول

ناظرین کو معلوم ہے کہ مجتہد صاحب یہاں اہل سنت کی روایات سے کئی مکمل سورتوں کے قرآن سے نکل جانے کا ثبوت پیش کر رہا ہے۔ پہلے اس نے سورۃ خلع اور سورہ حفد کا قرآن سے نکل جانا بحوالہ اتقان پیش کیا ہے۔ اب یہاں یہ ظاہر کر رہا ہے۔ کہ بنا بر قول اہل سنت سورہ نورین بھی جو داخل قرآن تھی قرآن سے نکالی گئی مگر دبستان المذاہب کے اس حوالہ میں اس نے بڑو ہو کا دیا۔ ہے مصنف دبستان نے منجملہ دیگر فرقوں کے اثنا عشریہ کے بھی عقائد بیان کیے ہیں۔ اور اس کے لیے اس نے یہ عنوان قائم کیا ہے۔ در ذکر مذہب اثنا عشریہ۔ اس کے تحت میں مصنف دبستان اثنا عشریہ کے عقائد انہی کی زبانی بیان کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہے محمد علی را برگزید و وصی و خلیفہ خود ساخت وعلی بعد از محمد بہتر و دانا ترجملہ انبیاء واولیاء است و باقی آئمہ معصومین علیہم السلام کہ فرزندان اویند ہمچنیں اول ایشاں ہچو آخرو انجا میں مانند آغازین وعدہ آئمہ بنابر اخبار نبی دواز دہ است یا زدہ جن گشتند و دواردھم ایشاں پائے دار وقائم است انجام و ظہور کندو جہان راپر گرداند از دار چنانکہ پرشدہ باشد ازجور و ظلم و گویند ابوبکر عمرو عثمان و نبی امیہ و عباسیہ بایاوراں خودغاصب حق آئمہ معصومین بودندو ایشاں رانفرین کنند ازیشاں گویند کہ عثمان مصاحف راسوختہ بعضے از سورہا کہ درشان وفضل آلش بود برانداخت و یکے از سورہا انیست بسم اللہ الرحمن الرحیم یاایہا الذین امنو (دبستان المذاھب) (مطبوعہ بمبئی ۱۲۷۷ھ ص ۲۱۹ - ۲۲۰)

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ نے علی کو انتخاب کیا اور اپنا وصی و خلیفہ بنایا۔ اور حضرت محمد ﷺ کے بعد علی تمام انبیاء و اولیاء سے بہتر و دانا تر ہیں۔ اور باقی آئمہ معصومین علیہم السلام جو اس کے فرزند ہیں اسیطرح ہیں ان کے پہلے مانند پچھلوں کے اور پچھلے مانند پہلوں کے اور آئمہ کی تعداد بنابر اخبار پیغمبر بارہ ہے۔ ان میں سے سب گیارہ گزر چکے ہیں۔ بارہویں پائیدار و قائم ہیں۔ آخر کار وہ بارہویں ظاہر ہوں گے۔ اور دنیا کو انصاف سے بھر دیں گیں جیسا کہ جورو ظلم سے پر ہوگئی اور اثنا عشریہ کہتے ہیں۔ کہ ابوبکر و عمر عثمان اور نبی امیہ و عباسیہ اور ان کے مدد گاروں نے آئمہ معصومین کا حق چھین لیا ہے اور وہ ان پر تبرا کرتے ہیں اور اثنا عشریہ میں سے بعض کہتے ہیں۔

کہ عثمان نے مصاحف کو جلا کر بعضی سورتیں جو علی کی شان اور آل علی کی فضیلت میں تھیں۔ قرآن سے نکال دیں۔ اور ان سورتوں میں سے ایک سورۃ یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یاایہا

الذین امنو الخ۔ انتھی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ بعض اثنا عشریہ یہ ظاہر کر رہے ہیں۔ کہ حضرت عثمان بعض سورتیں قرآن سے نکال دی ہیں جن میں سے ایک سورۃ نورین ہے مگر مجتھد لاہوری صاحب یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اہل سنت ایسا کہتے ہیں اس سے ناظرین لاہوری کی دیانتداری کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اخراج کا کیا ذکر اہل سنت توسورہ نورین کو منزل من اللہ ہی نہیں جانتے بلکہ اسے شیعہ کی گھڑت سمجھتے ہیں۔ اور گھڑت بھی ایسی مضحکہ انگیز کہ ایک طفل دبستان بھی اس میں ہر طرح کی بیسوں غلطیاں بتا سکتا ہے۔ ملا باقر مجلسی تذکرہ آئمہ میں سورہ نورین کو نقل کیا ہے مجتہد صاحب نے جو یہاں زائد خامہ فرسائی کی ہے۔ وہ اس نے اپنے اصلی عقیدہ کی تشریح کی ہے سچ ہے کل اناء یترشح بمافیہ

قال الحائری

سینوں کے قرآن کی مکی سورتوں میں مدنی آیتیں اور بالعکس ہیں

صاحبان اہلسنّت کی معتبرہ کتب سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان کے قرآن میں بعض وہ آئتیں جو مکہ میں نازل ہوئی ہیں۔ ان کو مدنی سورتوں میں داخل کیا گیا ہے ۔اور بعض مدنی آیتوں کو مکی سورتوں میں داخل کیا ہے نمونہ کے طور پر بحوالہ صفحہ سطر چند مقام سناتا ہوں۔ غور سے سماعت فرمائیں۔ (سورہ رعد)

تفسیر درمنثور جلد چہارم مطبوعہ مصر ص ۴۲ سطر۹ میں امام سیوطی لکھتے ہیں۔ کہ ابن المنذر ابو الشیخ نے قتادہ سے روایت کی ہے۔

قال سورۃ الرعه مدنية الا اية مكية ولا تزال الذين كفرو تصيبهم بما صنعوا قارعة انتهى بلفظ

یعنی سورۃ رعد مکمل مدینہ میں نازل ہوئی مگراس سورۃ میں صرف ایک آیت ولا یزال الذین کفروا مدنی آیت ہے۔

جسکو جامع القرآن نے خلاف ترتیب بیچ میں ٹھونس دیا ہے۔

تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد پنجم سطر اخیر میں امام رازی لکھتے ہیں

سورة الرعد اربعون وثلاث ايات مكية سوى قوله تعالٰى ولايزال الذين كفروا تصيبهم بما صنعوا قارعة وقوله ومن عنده علم الكتاب قال الاصم هى مدنية بالا جماع انتهى بلفظه

یعنی سورہ رعد ۴۳ آئتیں ہیں اور یہ سورۃ مکی ہے۔ سوائے آیت ولا یزال الذین کفروا اور

آیت و من عندہ علم الکتاب کے کہ اصم نے کہا ہے یہ مدنی آئتیں اس پر اجماع صحابہ کا ہے۔

صاحبان غرض نمونہ کے طور پر ان چار پانچ سورتوں کا تغیر تقدیم و تاخیر آیات مکیہ اور مدنیہ میں میں نے پیش کردیا ہے۔ کہ مکی سورتوں میں بعض آئتیں مدنی داخل کردی گئی ہیں۔ اور مدنی سورتوں میں بعض آئتیں مکی داخل کردی گئی ہیں۔ حال آنکہ جس طرح ترتیب وار آئتیں نازل ہوتی رہی ہیں اسی طرح ان کو جمع کیا جانا چاہیے تھا۔ مگر قربان جایئے خلیفہ المسلمین حضرت عثمان کی اس جدت کے کہ وہ خلاف تنزیل آیت کو ترتیب دے کر قرآن جمع کر گئے ہیں یہ ہے اہلسنّت کے قرآن کی وہ شان جس پر وہ بڑے زور سے ایمان رکھنے کا دعوے کرتے ہوئے شیعوں کو تحریف و تبدیل قرآن الزام دے کر قرآن سے بے ایمان ہونے کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ پمفلٹ مطبوعہ اعلان کررہے ہیں۔ کیا یہ شرم کا مقام نہیں کہ جس مذہب کی روایات قرآن مجید کی یہ گت بنا رہی ہوں اس مذہب کے متمسکین کس منہ سے دوسروں کو تحریف قرآن کے الزام میں بے ایمان ہونے کا فتویٰ دے سکتے ہیں۔ اس فتوے کی تصدیق میں ہی تو یہ ان کے اعتقاد و ایمان بالقران کا پول کھولا گیا ہے۔ جس پر وہ اب ہاتھ ملتے رہ گئے ہیں۔ کیونکہ خود کردہ راعلاج نیست موعظہ تحریف قرآن ۵۲ تا ۵۶

اقول

ہم اسی کتاب دیکھو جو اشی ۱۸۲،۱۸۳) میں بحوالہ احادیث صحیحہ بتا چکے ہیں۔ کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام کوئی آیت لاتے تھے۔ تو آنحضرت سے عرض کر دیا کرتے تھے کہ اسے فلاں سورت میں فلاں جگہ رکھنا چاہیے پھر حضور بھی کاتب وحی سے ویسا ہی فرما دیا کرتے تھے۔ باوجود ایسے صریح ارشاد کے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترتیب آیات کو کس طرح بدل سکتے ہیں۔ ایک روز حضرت ابن زبیر نے حضرت عثمان سے کہا کہ آیتہ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا کو دوسری آیات نے منسوخ کردیا ہے۔ آپ اسے کیوں لکھتے ہیں یا اسے لکھی ہوئی کیوں رہنے دیتے ہیں۔ اس پر حضرت عثمان نے جواب دیا اے بھائی کے بیٹے میں قرآن میں کوئی شے اس کی جگہ سے نہیں بدلنے کا ارادہ رکھتا ہوں غرض سورتوں آیات کی ترتیب توقیفی ہے جس طرح شارع علیہ اسلام نے فرمایا اسی طرح کیا گیا مجتہد لاہوری نے جو سورہ رعد' سورہ ابراھیم' سورہ حج' سورہ شعراء' اور سورہ لقمان' میں بحوالہ درمنثور اور تفسیر کبیر مکی سورتوں میں مدنی آیتوں اور مدنی سورتوں میں مکی آیات کا ہونا نقل کیا ہے وہ کسی طرح قابل اعتراض نہیں شیعہ کی معتبر تفسیر مجمع البیان میں بھی ایسا ہی کہا گیا ہے ہم مثال کے طور پر سورہ رعد کو ہی لیتے ہیں۔ اس کی بابت مجمع البیان (جلد ثانی ۲) میں ہے۔

سورۃ الرعد مکیۃ کلھا عن ابن عباس وعطاء وقال الکلبی ومقاتل مکیۃ الا اخرایۃ منھا نزلت فی عبداللّٰہ ابن سلام وقال سعید بن جبیر کیف تکون ھذہ الایۃ نزلت فی عبداللہ بن سلام و سورۃ کلھا مکیۃ قال الحسن وعکرمۃ وقتادہ امھا مدنیۃ الاایتین تزلتا بمکۃ ولو ان قرانا سیرت بہ الجبال ومابعدھا انتھے۔

ترجمہ: ابن عباس اور عطا کا قول ہے کہ سورہ رعد تمام مکی ہے اور کلبی اور مقاتل کا قول ہے کہ اس کی اخیر آیت کے سوا جو عبداللہ بن سلام کے بارے میں نازل ہوئی سب مکی ہے دور سب سعید بن جبیر نے کہا اس آیت کا نزول عبداللہ بن سلام کے بارے میں کیسے سمجھا جا سکتا ہے حالانکہ یہ سورۃ تمام مکی ہے اور حسن وعکرمہ و قتادہ کا قول ہے کہ یہ سورت مدنی ہے سوائے دو آیتوں کے جو مکہ میں نازل ہوئیں یعنی ولوان قرانا سیرت بہ الجبال اور اس کے مابعد انتھی علامہ طبرسی نے اپنی تفسیر میں جا بجا ایسا اختلاف نقل کیا ہے مگر ترتیب آیات قرآن پر کہیں اعتراض نہیں کیا۔ خود مولوی حائری نے اپنی تفسیر لوامع التنزیل میں مکی و مدنی ہونے کا اختلاف ہر جگہ بتایا ہے مگر اس ترتیب آیات پر کہیں اعتراض نہیں کیا۔ مجتہد لاہوری کا اس رسالہ میں موجودہ ترتیب آیات پر معترض ہونا بتا رہا ہے۔ کہ قرآن موجودہ کی نسبت مجتہد صاحب کا اصل عقیدہ کیا ہے ہماری اس کتاب کے مطالعہ سے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ کس کے ایمان بالقران کا پول کھلا اور ہاتھ کون ملتا ہے۔

قال الحائری

شیعہ مسلمان قطعاً تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں صاحبان میں اس وقت تک تو حضرات اہل سنت کے مسلمات متعمدہ سے سینوں کے خلفاء راشدین امہات المسلمین۔ روایات موثقین اور اکابر محدثین اور آئمہ مفسرین کے اقوال و مسانید سے سینوں کا عقیدہ تحریف حروف الفاظ آیات اور سور ہائے قرآن کی کمی زیادتی قرآن میں اغلاط کارہ جانا۔ اور تقدیم و تاخیر آیات مدنی مکی پورے حوالوں کے ساتھ بیان کرتا چلا آیا ہوں۔ اب میں ببانگ دہل تم پر یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ شیعہ موجودہ قرآن کو منزل من اللہ غیر محرف مانتے ہیں جو شخص قرآن میں کمی زیادتی کا ہونا ہماری طرف نسبت کرتا ہے وہ کاذب اور مفتری ہے تمام اصولی شیعوں کا یہی اعتقاد ہے میں اپنے اس اعتقاد کے ثبوت میں حجج اسلام اور اکابر مجتہدین عظام کی تصدیقیں پیش کرتا ہوں۔ غور سے سماعت فرمائیں اور وہی شیعوں کا قیامت تک نا قابل تغیر صحیح عقیدہ اور عمل ہے۔

نمبر(۱) رسالہ اعتقادات حضرت علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمتہ (جو مسلمہ طور پر تمام شیعی دنیا میں

اعتقادات صحیحہ مشہور ہیں) مطبوعہ ایران ص ۲۸ سطر ۳ میں شیعوں کا عقیدہ قرآن مجید کے متعلق یوں مرقوم ہے۔

اعتقاد نا ان القران الذی انزله الله تعالٰی علی نبیه محمد صلی الله علیه و آله وسلم هو مابین الدفتین وهو مافی ایدی الناس لیس باکثر من ذلک ومبلغ سوره عندالناس مائة واربع عشره سورة وعندنا ان اولضحی والم نشرح سورة واحدة ولا یلاف والم ترکیف سورة واحدة ومن نسب الینا انانقول انه اکثر من ذلک فهو کاذب انتهی بلفظ

یعنی ہم شیعوں کا اعتقاد یہ ہے کہ قرآن جس کو خدا نے اپنے پیغمبر محمد ﷺ پر نازل کیا ہے جو اس وقت دو دف جلد کے اندر اور لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ یہ اس سے زیادہ نہیں تھا۔ اور اس کے سورے لوگوں کے نزدیک ایک سو چودہ ہیں۔ لیکن ہم شیعوں کے نزدیک سورہ الضحی اور سورہ الم نشرح ایک سورۃ ہے اور سورہ لایلاف اور سورۃ الم ترکیف ایک سورت ہے۔ اور جو شخص کہ ہم شعیوں کی طرف یہ نسبت دے کہ ہم شیعہ کہتے ہیں کہ قرآن موجودہ مقدار سے زیادہ تھا وہ شخص جھوٹا کذاب اور مفتری ہے۔

کیوں جناب سن لیا آپ نے یہ ہے شیعوں کا اعتقاد صحیح قرآن کے متعلق فرمایئے اب تحریف قرآن کے قائل شیعہ ہوئے یا سنی آخر بتایئے تو سہی کیا شیعوں پر اس جھوٹ اور صریح افتراء کرنے سے تمہاری مصنوعی خلافت ثابت ہوگئی یا کہ قرآن پر تمہارے ایمان ہونے کا ثبوت مل گیا۔ کیا تمہارا قرآن پر ایمان ہونا اسی کا نام ہے کہ شیعوں کو تحریف قرآن کا اتہام کرکے پمفلٹ نمبر۵ میں ان کو بے ایمان لکھ دیا جائے لعنت ہے ایسے جھوٹے پر دعوے تو کرنا قرآن پر ایمان رکھنے کا اور تہدید آیت قرآن **لعنة الله علی الکاذبین** کی پرواہ تک نہ کرنا انصاف سے کہو کیا ایمان اسی رویہ کا نام ہے اور سینوں کا اسلام انہیں قابل نفرت اخلاق فاسدہ کی ان کو تعلیم دیتا ہے۔ **هیهات هیهات قد ضلت العقول وکلت ارباب الفحول**

نمبر(۲) تفسیر مجمع البیان مطبوعہ ایران جلد اول ص ۵۰ سطر ۱۲ میں علامہ طبرسی لکھتے ہیں

اماالزیادة فیه فجمع علی بطلانه واما النقصان فیه فقد روی جماعة من اصحابناو قوم من حشویة لعامة ان فی القرآن ان تغییر اونقصانا والصحیح من مذهب اصحابنا خلافه وهو الذی نصره المرتضی قدس الله روحه۔

صفحہ ا۔ضا (سطر۲۱ میں) لکھا کہ۔

وذکر ایضاً ان القران کان علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجموعا مؤلفا علی ماعلیہ الان و استدل علی ذلک بان القران کان یدرس ویحفظ جمیعہ فی ذلک الزمان حتی عین علی جماعۃ من الصحابۃ فی حفظھم لہ وانہ کان یعرض علی النبی ویتلی اعلیہ وان جماعۃ من الصحابۃ مثل عبداللہ بن مسعود و ابی بن کعب وغیرہ ھما ختموا القران علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم- ختمات وکل ذلک یدل بادنی تامل علی انہ کان مجموعامرتبا غیر مبتور ولا مثبوت وذکر ان من خالف فی ذلک من الامام والحشویۃ لایعتد بخلافھم فان الخلاف فی ذلک الی قوم من اصحاب الحدیث نقلوا اخبار ضعیفۃ ظنوا صحتھا لا یرجع بمثلھاعن المعلوم المقطوع علی صحتہ-

اس عبارت کا خلاصہ مطلب یہ ہے - کہ قرآن میں زیادتی کاواقع ہونا تو بالاجماع باطل اور غلط ہے لیکن کمی واقع ہونے میں صرف چند شیعہ اور فرقہ حشویہ نے روایت کیا ہے کہ قرآن میں تغیراور نقصان واقع ہوا ہے- لیکن ہمارے مذہب (شیعوں) کا صحیح عقیدہ اس کے خلاف ہے یعنی کمی بھی قرآن میں واقع نہیں ہوئی- علم الھدے سید مرتضے علیہ الرحمتہ نے بھی اس عقیدہ کی تائید کی ہے- اور فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہی قرآن جمع کر لیا گیا تھا- اسی موجودہ صورت میں جیسا کہ وہ اب ہے- اور اس پر دلیل یہ ہے کہ پیغمبر خدا کے زمانہ میں قرآن کا باقاعدہ درس ہو تا تھااور پڑھایا جاتا تھااور سارا قرآن حفظ کیا جاتا تھااور صحابہ کی ایک جماعت خاص قرآن حفظ کرانے کے کام پر متعین کی گئی تھی اور یہ کاروائی پیغمبر پر پیش کی جاتی رہی اور وہ حفاظ برابر پیغمبر خدا کو قرآن سناتے رہے- عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب وغیرہ صحابی تو کئی مرتبہ پیغمبر خدا کو مکمل قرآن حفظ سنا چکے تھے- اولیٰ تامل کرنے سے ثابت ہوتا ہے- کہ یہ سب باتیں دلالت کرتی ہیں کہ یہ قرآن اسی زمانہ پیغمبر میں ہی مرتب اور جمع کر لیا گیا تھا- جس شخص نے بھی امامیہ اور حشویہ میں سے اس کے خلاف کہا ہے- اس کا قول قابل اعتبار نہیں ہے- اور در حقیقت بات یہ ہے کہ جو لوگ بھی تحریف کے قائل ہوئے ہیں- وہ اصحاب حدیث اخباری مذہب ہیں- اور ضعیف حدیثوں کو انہوں نے صحیح سمجھ لیا ہے حالانکہ ضعیف حدیثوں کی بنیاد پر کسی صحیح اور یقینی الثبوت امر کو بدلا نہیں جاسکتا-

(۴) قوانین الاصول مطبوعہ ایران جلد اول باب ۶ بحث کتاب ص ۳۱۵ سطر ۱۰ علامہ مرزا ابو القاسم علیہ الرحمتہ لکھتے ہیں-

اختلفوا فی وقوع التحریف والنقصان فی القرآن وعدمہ فعن اکثر الاخباریین انہ

وفح فيه التحريف والزياده والنقصان وهو الظاهر من الكليني وشيخه علي بن ابرهيم القمي والشيخ احمد بن ابي طالب الطبرسي صاحب الا حتجاج وعن السيد الصدوق و المحقق الطبرسي وجمهور المجتهدين عدمه انتهى بلفظه۔

یعنی اسی میں اختلاف ہے کہ قرآن مجید میں تحریف اور نقصان ہوا ہے۔ یا نہیں اکثر اخباریوں (اہلحدیث غیر مقلدین) کے نزدیک تحریف زیادتی اور کمی قرآن میں واقع ہوئی ہے اور یہی علامہ کلینی اور علامہ علی بن ابراہیم قمی اور صاحب احتجاج آلائمہ شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی سے بھی ظاہر ہوا ہے لیکن علم الہدے سید مرتضی علامہ صدوق محمد بن بابویہ محقق طبرسی بن الفضل اور تمام جمہور بن شیعہ عدم تحریف قرآن کے قائل ہیں۔

(۴) تفسیر منہج الصادقین مطبوعہ ایران جلد اول مقدمہ کتاب ص ۵ سطر ۱۷ میں علامہ فتح اللہ کاشانی خطاب ثراہ لکھتے ہیں۔ قرآن مصون است و محفوظ از زیادت و نقصان امام عدم زیارت مجمع علیہ علمائے امت است و اما عدم نقصان جمعے از اصحاب ما وحشویہ عامہ برآنند کہ در قرآن تغیرہاو نقصان ہست و صحیح درمذہب ما خلاف ایں است و علم علم الہدی درمسائل طراب لسیات استیفائے ایں مبحث کردہ و تنقیح آں نمود و از آں جملہ آوردہ ،صحت نقل قرآن ہیچو علمست بلدان و حوادث کبار وو قائع عظام و کتب مشہورہ و اشعار مسطورہ یعنی ہمچانکہ شبہ نیست در وجود جلداں و حوادت و قائع عظیمہ و کتب اشعار مشہورہ معروفہ ہمچنیں خدائے نیست در آں کہ قرآن بہماں طریقت کہ نزد خدا ،سید انبیاء نازل گذشتہ بدوں شوب زیارت و نقص عنایات و دواعی متواتر است بر نقل و حراست آں چہ قرآں معجزہ نبوی است و ماخذ علوم شریعت و احکام دینیہ انتہی۔

(۵) کتاب البیان علامہ شیخ الطائفہ محمد بن الحسن طوسی علیہ الرحمتہ لکھتے ہیں۔

اماالكلام في زيادته و نقصانه فمما لا يليق به لان لزيادة فيه مجمع على بطلانه و النقصان منه فالظاهر ايضا من مذهب المسلمين خلافه۔ انتهى بلفظه۔

یعنی قرآن کی زیادتی اور نقصان میں کلام کرنا مناسب ہی نہیں کیونکہ قرآن کی زیادتی کے بطلان پر تو اجماع قائم ہے۔ رہا کمی کا واقع ہونا پس اس میں بھی ظاہر یہ ہے کہ مسلمانوں (شیعوں) کا مذہب قطعا اس کے خلاف ہے۔

(۶) تفسیر لوامع التنزیل مطبوعہ لاہور جلد چہار دہم ص ۲۳ سطر ۲ (مصنفہ خاکسار مقرر) ۱۳۲۶ھ میں طبع ہوئی ہے جب ذیل الفاظ میں میں نے قرآن کے متعلق اپنا اعتقاد ظاہر کیا ہے۔ و اعتقادو آں است کہ قرآن و عزت بعد از رسول بجائے رسول ہادی و رہبر برائے امت آنجناب رسالت

است چہ بالضرورت واضح است کہ ہرگاہ قرآن محرف و متغیر المعانی متبدل الالفاظ باشد مدار دین و اسلام برآں کردن چگونہ صحیح تواند شد و بر کتابے کہ سورو آیات آنرا اغیار تحریف و تبدیل و احکام واو امر آنرا نعوذ باللہ تزئید و تنقیص نمودہ باشد چہ اعتبار تواند بود"

صاحبان یہ چند معزز حوالے اکابر حج سلام کے کافی سے زیادہ ہیں ان سے شیعوں کا اعتقاد و مسئلہ تحریف قرآن کے متعلق بالکل صاف اور عیاں ہے اور مزید بیان کا اب محتاج نہیں رہا۔ خاکسار کا اعتقاد بھی اسی کے متعلق آج سے پندرہ سال پیشتر کا مطبوعہ آپ سن چکے کہ تمام مجتہدین شیعہ اسی موجودہ قرآن مجید کو جو اس وقت ہم سب کے ہاتھوں میں بین الدفتین موجود ہے۔ رسول اللہ پر منزل من اللہ ہر حیثیت سے کامل و مکمل واجب التعظیم اور مفترض العمل سمجھتے ہیں۔ اور قوانین الاصول و مجمع البیان اور منہج وغیرہ سے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ بعض اخباریوں نے روایات ضعیفہ کی بنا پر تحریف کا احتمال کیا ہے۔ وہیں جس کی نسبت یہ بھی مرقوم ہے کہ ایسی ضعیف روائتیں اصولی شیعوں کے نزدیک قابل اعتماد نہیں سمجھی گئیں۔ صرف دو تین اخباریوں (غیر مقلدین) کے مخصوص خیال اور ناقابل عمل ضعیف روایات سے آپ تمام طبقہ مقلدین و جمہور مجتہدین شیعہ پر حجت قائم نہیں کر سکتے۔ خاص کر ایسی حالت میں جب کہ سینکڑوں برس سے شیعہ مجتہدین اپنی مصنفات میں عقیدہ تحریف کو باطل لکھتے چلے آ رہے ہیں۔ ان کی نسبت تحریف کا الزام دینا اور پمفلٹ نمبر ۵ کے ہیڈنگ میں جھوٹ اور خلاف واقعہ خارجی انجمن کا یہ لکھ دینا کہ کیا رافضیوں کا قرآن پر ایمان ہے یا ہو سکتا ہے بجائے خود خلاف دیانت بے ایمانی اور ایک ملحدانہ فعل ہے۔

مصحف فاطمہ و علی علیہما السلام صاحبان بعض نادان استہزاء کے طور شیعوں پر یہ طعن بھی کیا کرتے ہیں۔ کہ مصحف فاطمہ مصحف علی جعفر جامع اور جفر ابیض جیسے برائے نام کتابیں بھی شیعوں میں ہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو یہ کتابیں کیوں اس میں نہیں دکھائی جاتیں خاص کر قرآن علی جو اس قرآن سے کئی گونا ہے۔ سو اس کا جواب صاف ہے کہ یہ لوگ کتب مذکورہ کو برائے نام کتابوں کے لفظ سے یاد کرتے ہیں کیوں۔ اس لیے کہ آج آپ کے ہاتھوں میں ان کا وجود نہیں ہے۔ اور اپنی آنکھوں سے ان کا معائنہ و مطالعہ نہیں کر سکتے۔ (بہت خوب) اگر ایسا ہی ہے تو آپ کو مصحف آدم و ابراہیم و موسیٰ علیہم السلام و دیگر انبیاء عظام کو بھی اسی طرح برائے نام کہنے کا مطلب یہ ہے کہ فی الواقع کتب مذکورہ کا وجود نہ تھا۔ محض فرضی نام ہیں جو آئمہ شیعہ اوران کے رواۃ کے تراشے ہوئے ہیں تو آپ کو پہلے اپنے ہاں اہل سنت کے ان تمام کبار علماء کی تکذیب کرنی چاہیے ۔ جنہوں نے اپنی کتابوں میں مصحف مذکورہ کا ذکر کمال وثوق کے ساتھ کیا ہے۔ اور اصول و قوائد پر وہ کتابیں ان کے خیال میں مبنی تھیں۔ ضیق وقت کا خیال مانع ہے۔ ورنہ میں ان کے اصل عبارتیں بھی آپ کو سنا دیتا۔ ینابیع المودۃ میں شیخ سلیمان حنفی نے ان کی عبارتوں کو

نقل کیا ہے۔ درۃ المعارف مصنفہ شیخ عبدالرحمان بن محمد علی بن احمد البسطامی کتاب الدر المنظم مصنفہ امام کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی۔ (۳) کتاب الدرا المکنون و الجواہر المصوع نحل الصحیفات الجفریہ بالقواعد الجعفریہ شیخ محی الدین العربی وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔ افسوس تم کو اپنی مذہبی ایسی مشہور کتابوں پر بھی عبور حاصل نہیں ہے۔ اس جہالت اور کم مائگی پر شیعوں کو طعن کر کے تم شیعوں کا کچھ نہیں بگاڑتے مگر تمہارے طعن کے جواب میں تمہاری مذہبی ہستی مٹتی چلی جارہی ہے۔ اب عنقریب آپ دیکھ لیں گے کہ سارا زمانہ مصحف خدا (قرآن صامت) اور عترت رسول مصطفے (قرآن ناطق) پر جمع ہو جائے گا۔ اور مٹھاس کی چاٹ پر جمیں ہوئی مکھیاں اب علمی بادلوں کی تیز اور تند ہوا سے سب اڑ جائیں گی انشاء اللہ تعالی۔

قرآن علی علیہ السلام کے متعلق بھی سن لیں کہ شیعوں کا اعتقاد صحیح اس کے متعلق حسب ذیل ہے قوانین الاصول مطبوعہ ایران جلد اول ص ۳۱۵ سطر ۱۲ میں لکھا ہے۔

وکلام الصدوق فی اعتقاداته ان المراد بماور دفی الا خبارالد الة علی ان فی القرآن الذی جمعه امیرالمومنین علیه الصلوة والسلام مکان زیادة لم تکن فی غیره انها کانت من احادیث القدسیة لا القران انتهی بلفظه۔

یعنی حضرت علامہ صدوق علیہ الرحمۃ کا کلام قرآن علی کے متعلق یہ ہے کہ حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ علی علیہ السلام نے جو قرآن جمع کیا تھا اس میں جو زیادتی ہے وہ اس کے سوا کسی اور قرآن میں نہیں ہے وہ زیادتی نفس قرآن میں نہیں تھی بلکہ اس میں احادیث قدسیہ بھی جمع کی گئی تھیں۔

تو اب اس سے صاف ثابت ہوا کہ صحیفہ علی میں بھی نفس قرآن اسی قدر تھا جو اس وقت موجود ہے زیادتی احادیث قدسیہ کی تھی۔ مگر ان نادانوں نے خواہ مخواہ کچھ کا کچھ مشہور کردیا تھا۔ فافہم قد ضلوا واضلوا اور ان کی گمراہی کا سبب یہ ہے کہ قرآن ناطق (عترت رسول) کی پیروی اور قرآن صامت (کتاب اللہ) پر عمل کرنا انہوں نے مطلق چھوڑا اور صراط مستقیم سے منہ موڑا موعظہ تحریف قرآن ص ۵۶ تا ص ۶۳)

اقول

اس وقت مجتہد لاہوری نے اہلسنّت پر عقیدہ تحریف قرآن کا الزام ثابت کرنے کے لیے بوجوہ ذیل اپنی نادانی کا ثبوت دیا ہے۔

(۱) قراآت متواترہ کو پیش کیا ہے۔ مگر یہ اس کی نادانی ہے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک قراآت سبعہ سب قرآن متواترہ ومنزل من اللہ ہیں ان میں سے ایک کو پیش کر کے دوسری کو تحریف قرار

نہیں دے سکتے

(۲) قرآات شاذہ کو پیش کیا ہے مگر یہ بھی اس کی نادانی ہے کیونکہ قرآات شاذہ کی قرآنیت ہمارے نزدیک ثابت نہیں اس لیے کہ بین الدفتین ہونے کے لیے شرط ہے۔ پس کسی قرآءت شاذہ کو پیش کرکے یہ کہنا کہ یہ تو قرآن کی اصلی آیت ہے اور قرات متواترہ تحریف ہے سراسر غلط ہے کوئی راوی جو کسی قرات شاذہ کو آنحضرت صلی اللہ سے سننے کا دعوے کرتا ہے وہ بھی برتقدیر صحت روایت یہ نہیں کہتا کہ قرات متواترہ تحریف ہے۔

(۳) منسوخ التلاوۃ آیات کو پیش کیا ہے اور جابجا کہا ہے کہ چوں فلاں سورت میں کوئی ناسخ یا منسوخ نہیں یا اگر ہے تو آیت زیر بحث اس میں شامل نہیں لہٰذا لامحالہ قرآن میں تحریف ثابت ہوگئی مگر یہ بھی اس کی نادانی ہے کیونکہ ایسی آیات بیشک آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئیں۔ مگر آپ کی حیات شریف ہی میں بحکم الٰہی ان کی تلاوت منسوخ ہوگئی تھی۔ اور وہ قرآن متلو میں نہ رہی تھیں۔ پس ایسی آیات کو قرآن موجودہ میں تلاش کرنا جہالت کی علامت ہے اور یہ سمجھنا کہ صحابہ کرام نے باوجود یکہ ان کی تعداد حد تواتر کو پہنچی ہوئی تھی ان آیات کو حضور اقدس ﷺ کے وصال شریف کے بعد اتفاق کرکے قرآن سے نکال دیا جہل مرکب ہے۔

(۴) تفسیر درمنثور سے بعض ضعیف و موضوع روایتیں پیش کی ہیں۔ بدیں خیال کہ جو کچھ اس تفسیر میں ہے وہ سب صحیح ہے مگر یہ بھی اس کی نادانی ہے۔ کیونکہ علامہ سیوطی نے اس تفسیر میں یہ التزام نہیں کیا کہ فقط صحیح روایات کو لائے اسی واسطے آیت تبلیغ میں ابن مردویہ کی روایت اور روایات حضرت عثمان و عائشہ جو ضعیف و ساقط عن الاعتبار ہیں اس تفسیر میں لائی گئی ہیں۔

(۵) شیعہ کے اقوال کو اہل سنت کی طرف منسوب کیا ہے چنانچہ سورہ نورین کی نسبت ظاہر کیا ہے کہ اہل سنت کی روایات سے اس کا قرآن سے نکالا جانا ثابت ہے۔ یہ نادانی سے بھی کچھ بڑھ کر ہے۔

(۶) بعض مدنی سورتوں میں بھی مکی آیات اور مکی سورتوں میں مدنی آیات کے وجود سے اس امر پر استدلال کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیات قرآن کی ترتیب بدل دی مگر یہ بھی اس کی نادانی ہے۔ کیونکہ ترتیب آیات توقیفی ہے۔

مولوی حائری صاحب کی تمام خامہ فرسائی کا دو حرفی جواب ہمارے پاس موجود ہے اور وہ یہ کہ قرآن خدا کا کلام ہے۔ اور وہی اس کا نگہبان ہے۔ پھر کسی بشر کی کیا مجال ہے کہ اس میں تحریف کردے اللہ تعالیٰ بہشت میں مراتب عالیہ عطا فرمائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کو جنھوں نے قرآن کو یک جاجمع کردیا۔ اس وقت بین الدفتین وہی رہا جس کے متواتر ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا۔ قرآت شاذہ اور منسوخ التلاوۃ آیات بالاتفاق اس میں نہ کی گئیں۔ اور ترتیب سور و آیات وہی رکھی گئی۔ جو عرصہ اخیرہ میں تھی۔ اور رسم الخط بھی وہی قرار رکھا گیا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بہشت میں مراتب عالیہ عطا فرمائے سیدنا عثمان غنی کو جنھوں نے امت محمد یہ علی صاحبہاالصلوۃ والسلام کو اختلاف عظیم سے بچایا۔ اور بمشورہ صحابہ کرام اسی قرآن جمع کردہ صدیق اکبر کو وہی نظم و رسم برقرار رکھ کر فقط لغت قریش میں جس میں وہ اصل میں نازل ہوا تھا۔ لکھوا دیا۔ اور اس کی چند نقلیں کروا کر آفاق عالم میں بھجوا دیں۔ للہذا ہم اہلسنّت اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ قرآن جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔ بلحاظ نظم و رسم و ترتیب وہی قرآن کامل ہے۔ جو حضور اقدس ﷺ ہمارے واسطے چھوڑ گئے تھے۔ ہمارے ہاں کے علماء و فقہاء مجتہدین و مفسرین و صوفیہ کرام کا یہی متفقہ عقیدہ ہے۔

مجتہد لاہوری کو اپنے گھر کا حال تو معلوم ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ عقیدہ تحریف قرآن کے سبب شیعہ ہر جگہ مناظرات میں سنیوں کے آگے مغلوب و ذلیل ہو رہے ہیں۔ اور ان کا نو تعلیم یافتہ طبقہ خصوصیت سے اس ذلت کو محسوس کر رہا ہے اس لیے بار ذلت کو ہلکا کرنے کے لیے اس نے یہ کوشش کی ہے کہ کسی طرح کھینچ کھچا کر اہلسنّت کو الزام تحریف سے مطعون کرے مگر اس سعی بے سود سے مجتہد صاحب کے نادانی کے سوا اور کچھ ثابت نہیں ہوتا اگر مولوی حائری اس الزام کو اہل سنت پر ثابت کرنا چاہتا ہے۔ تو اسے چاہیے کہ اہل سنت ہی کی معتبر کتابوں سے امور ذیل ثابت کرے۔

اول یہ کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ نے آنحضرت ﷺ کے وصال شریف کے بعد قرآن کریم میں جیسا کہ وہ عرصہ اخیرہ میں تھا اپنے اغراض فاسدہ کے لیے کمی بیشی کردی اور باوجودیکہ ان کی تعداد حد تواتر کو پہنچی ہوئی تھی۔ وہ اس کذب پر متفق ہوگئے۔

دوم یہ کہ وہ روایات نقصان و زیادت جن پر اس عقیدے کا مدار ہے ہمارے علماء کے نزدیک متواتر ہیں۔

سوم یہ کہ وہ روایات ہمارے علماء کے نزدیک صراحتہ تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں۔

ہم نقارہ کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی شیعی ان امور ثلاثہ کو ہماری کتابوں سے ثابت نہیں کر سکتا مگر اوراق سابقہ میں ہم نے شیعہ کے عقیدہ تحریف قرآن کو ان ہی کی معتبر کتابوں سے بشرائط مذکورہ بالا ثابت کر دکھایا ہے اور یہاں بھی مجتہد لاہوری کی ضیافت طبع کے لیے

ماسبق کا خلاصہ مع روایات پیش کرتے ہیں۔

دوراول پہلی تین صدیوں میں تمام شیعہ کا یہی عقیدہ تھا کہ قرآن محرف ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وصال شریف کے بعد صحابہ کرام نے اس میں کہیں زیادتی کردی ہے۔ کہیں کمی کہیں الفاظ بدل دیے ہیں۔ کہیں حروف اور ترتیب بھی وہ رکھی ہے۔ جو پسندیدہ خدا اور رسول نہیں دیکھو احادیث و اقوال ذیل۔

(۱) شیعہ کے ثقہ جلیل محدث نبیل شیخ القمیہ سند المحدثین ابو جعفر محمد بن حسن بن فروخ صفار متوفی ۲۹۰ھ جنہوں نے امام ابو محمد حسن عسکری کا زمانہ پایا ہے۔ اپنی کتاب بصائر الدرجات (مطبوعہ ایران جز ثامن باب سابع عشر) میں باسناد متصل نقل کرتے ہیں کہ امام محمد باقر نے فرمایا اما کتاب اللہ فحرفوا واما اللعبة فهدموا واما العترة فقتلوا کتاب خدا کو تو انہوں نے تحریف کر دیا اور کعبہ کو گرا دیا اور عترت کو قتل کر ڈالا۔ (تحفہ شیعہ ص ۲۴)

غور کیجیے کہ شیعہ کے امام معصوم محمد باقر بصراحت تمام فرما رہے ہیں۔ کہ صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وصال شریف کے بعد کتاب خدا کو تحریف کر دیا۔

(۲) شیخ علی بن ابراہیم قمی جو امام حسن عسکری کے شاگرد ہیں اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ قرآن میں جو آئتیں خلاف ماانزل اللہ ہیں ان میں سے ایک یہ آیت ہے کنتم خیر امة خراجت للناس (آل عمران ع ۱۲)

تم ان امتوں میں سے سب سے اچھی امت ہو جو لوگوں میں پیدا کی گئی ہیں۔ یہ آیت امام جعفر صادق کے سامنے پڑھی گئی۔ امام نے سن کر فرمایا کیا یہ امت سب امتوں سے اچھی ہے جس نے حضرت امیرالمومنین اور حسین بن علی کو قتل کر دیا پھر امام سے دریافت کیا کہ اے فرزند رسول یہ آیت کس طرح نازل ہوئی تھی۔ امام نے فرمایا یوں نازل ہوئی تھی۔ انتم خیر آئمة اخرجت للناس تم ان اماموں میں سب سے اچھے ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کیے گئے کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے آخر میں ان کی یوں مدح کی ہے تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكرو تو منون باللہ تم نیکی کرنے کا حکم دیتے ہو اور بدی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو اور یہ اماموں کے اوصاف ہیں) اسی طرح امام جعفر صادق کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی۔

والذین یقولون ربناهب لنامن ازواجنا وذ ریتنا قرة اعین واجعلنا للمتقين اماما۔

(فرقان ع ۶)

اور وہ یہ عرض کرتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری ازواج کی طرف سے اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عنایت کر اور ہم کو پرہیز گاروں کا پیشوا بنا دے۔ (ترجمہ شیعہ) امام نے یہ سن کر فرمایا کہ بیشک انہوں نے اللہ تعالٰی سے بڑی چیز کا سوال کیا ہے کہ ان کو پرہیز گاروں کا امام بنا دے پس آپ سے دریافت کیا گیا کہ اے فرزند رسول یہ آیت کس طرح نازل ہوئی تھی۔ امام نے فرمایا یوں نازل ہوئی تھی۔ واجعل لنامن المتقین اماما اور ہمارے واسطے پرہیز گاروں میں سے امام بنا دے۔
اسی طرح امام جعفر صادق کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی لَهٗ مُعَقِّبَاتٌ مِنْۢ بَيْنِ يديه ومن خلفه يحفظونه من امر الله (رعد ع ۲) ان میں سے ہر ایک کے لیے پہرےوالے (مقرر) ہیں جو خدا کے حکم سے آگے کی طرف سے اور پیچھے کی طرف سے حفاظت کرتے ہیں۔ (ترجمہ شیعہ) امام نے فرمایا کہ خدا کے امر وقضا سے کوئی چیز کیونکر بچائی جاسکتی ہے۔ اور معقبات (پیچھے کی طرف سے آنے والے) کیونکر من بین یدیہ (اس کے آگے کی طرف سے ہوگئے پس امام سے دریافت کیا گیا کہ اے فرزند رسول یہ آیت کس طرح ہے امام نے فرمایا کہ یوں نازل ہوئی تھی۔

له معقبات من خلفه ورقیب من بین یدیه یحفظونه بامر الله

اس کے لیے پہریدار پیچھے کی طرف سے مقرر ہیں اور نگہبان آگے کی طرف سے جو حکم خدا کے بموجب حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح کی اور مثالیں بہت ہیں۔ (دیکھو تفسیر صافی ۱۴ تحفہ شیعہ) مجتہدین لاہوری کی غلط بیانی کے سبب بیچارے ناواقف سامعین اتنا بھی نہ سمجھے ہوں گے۔ کہ تحریف قرآن سے کیا مطلب ہے شیعہ کے امام معصوم جعفر صادق کی زبانی اس کی توضیح سن لیجیے تین آیتیں جو اس وقت قرآن میں موجود ہیں۔ ان کی نسبت امام موصوف کھلے الفاظ فرما رہے ہیں۔ کہ یہ آیت درست نہیں یہ آیتیں یوں نازل ہوئی تھی۔ مگر آنحضرت کی وفات شریف کے بعد دشمنان اہل بیت نے ان کو تبدیل کردیا۔ ان تین مثالوں کو نقل کر کے مفسر قمی فرما رہے ہیں۔ ومثله کثیر یعنی اس طرح کی تحریف کی مثالیں بہت ہیں۔

شیعہ کے رئیس المحدثین ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی (متوفی ۳۲۹ھ) اپنی کتاب اصول کافی (مطبوعہ لو لکشور ص ۱۶۷) میں جسے امام غائب علیہ السلام نے بنظر استحسان دیکھا ہے (اصول کافی ص ۶۹۶) امام جعفر صادق کا قول بالا سناد نقل فرما رہے ہیں۔

ان القران الذی جاء به جبریل علیه السلام الی محمد صلی الله علیه وسلم سبعة عشر الف (الایته)

قرآن جو جبرئیل علیہ السلام حضرت محمد ﷺ کے پاس لائے وہ ستر ہزار آیتیں تھیں۔ (تحفہ شیعہ)

شیعہ کے امام معصوم جعفر صادق کے اس قول سے پایا جاتا ہے کہ قرآن علی میں جو بقول شیعہ آئمہ معصومین میں سے ہر ایک کے پاس موجود رہا ہے۔ ستر ہزار آیتیں تھیں۔ شیعوں کی معتبر تفسیر مجمع البیان میں سورہ دہر کی تفسیر میں قرآن موجود کی کل آیتوں کے تعداد چھ ہزار دو سو چھتیس دی ہوئی ہیں۔ اس حساب سے بقول امام معصوما قریبا دو تہائی قرآن صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد ساقط کر دیا۔

(۴) احمد بن محمد بن ابی نصر کا بیان ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے مجھے ایک قرآن دیا اور فرمایا کہ اس میں سے نقل کرنا میں نے جو اسے کھولا اور سورہ لم یکن الذین کفروا پڑھی تو اس میں قریش کے ستر آدمیوں کے نام بقید ولدیت پائے (اصول کافی ص ۶۷۰) صافی شرح کافی میں ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حق امامت کو غصب کرنے کی کوشش کی۔ (تحفہ شیعہ ص ۱۷) یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ امام رضا علیہ السلام کے پاس وہ کون سا قرآن تھا جس میں سورہ بینہ میں قریش کے ستر آدمیوں کے نام معہ ولدیت مذکور تھے۔ اس کا جواب اور کیا ہوگا کہ وہ اصلی قرآن یعنی قرآن علی تھا۔

(۵) شیعہ کے امام معصوم محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آیت یوں نازل ہوئی تھی۔

واذ اخذربک من بنی ادم من ظھور ھم ذریتھم ھم واشھدھم علی انفسھم الست بربکم وان محمد ارسولی وان علیا امیر المومنین علیہ السلام اصول کافی ص ۲۶۱) اب قرآن موجود (اعراف ع ۲۲) میں ان محمد ارسولی وان علیا امیر المومنین علیہ السلام نہیں ہے۔ (تحفہ شیعہ ص ۱۸)

(۶) شیعہ کے امام معصوم جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ آیت یوں نازل ہوئی تھی۔

ومن یطع اللہ و رسول فی ولایۃ علی والائمۃ من بعدہ فقد فازفوزا عظیماً

مگر اب قرآن موجود میں فی ولایۃ علی والائمۃ من بعدہ نہیں ہے۔ (تحفہ شیعہ)

(۷) شیعہ کے امام معصوم جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم حضرت محمد ﷺ پر آیت یوں نازل ہوئی تھی۔

ولقد عھدنا الی ادم من قبل کلمات فی محمد وعلی و فاطمۃ والحسن والحسین والائمۃ من ذریتھم فنسی (اصول کافی ص ۲۶۳) اب قرآن موجود میں کلمات فی محمد وعلی و فاطمۃ والحسن و الحسین والائمۃ من ذریتھم نہیں ہے۔ (تحفہ شیعہ ص ۱۹)

(۸) شیعہ کے امام معصوم محمد باقر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لے کر حضرت

محمد ﷺ کے پاس آئے تھے۔

بِئْسَ مااشترو ابه انفسهم ان یکفرو بماانزل الله فی علی بغیا (اصول کافی ص ۲۶۳) اب قرآن موجودہ (بقرہ ع) میں فی علی نہیں ہے۔ (تحفہ شیعہ ۲۹)

(۹) شیعہ کے امام معصوم محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت کر حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئے تھے۔ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فی علی فاتوا بسورۃ من مثله (اصول کافی ص ۲۶۳)
اب قرآن موجود میں فی علی نہیں (تحفہ شیعہ ص ۱۹)

(۱۰) شیعہ کے امام معصوم جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل السلام یہ آیت لے کر حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئے

یاایها الذین اوتوا الکتاب امنوا بمانزلنا فی علی نورا مبینا (اصول کافی ص ۲۶۴)
اب قرآن موجودہ میں فی علی نورا مبینا نہیں ہے۔ (تحفہ شیعہ ص ۱۹)

(۱۱) شیعہ کے امام معصوم جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ کی حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لے اسی طرح لے کر حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئے تھے۔ سال سابل بعذاب واقع للکفرین بولا یته علی لیس له دافع (اصول کافی ص ۲۶۶) اب قرآن موجود (معارج۔ شروع) میں لایته علی نہیں ہے (تحفہ شیعہ ۲۰)۔

(۱۲) شیعہ کے امام معصوم محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آئتیں لے کر حضرت محمد صلی اللہ پر نازل ہوئے تھے۔

ان الذین کفروا و ظلموا ال محمد حقهم لم یکن الله لیغفر لهم ولا لیهد یهم طریقا ○ الا طریق جهنم خالدین فیها ابداو کان ذلک علی الله یسیرا ○ یاایها الناس قد جاء کم الرسول بالحق من ربکم فی ولایة علی فامنوا خیرالکم فان تکفروا بولایة علی فان لله مافی السموات والارض۔ (اصول کافی ص ۲۶۷)
اب قرآن موجود (نساء ع ۲۳) میں ان آیتوں میں ال محمد حقهم۔ فی ولایة علی بولایة علی نہیں ہے۔ (تحفہ شیعہ ص ۳۰)

(۱۳) ایک شخص نے شیعہ کے امام معصوم جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے یہ آیت پڑھی قل اعملو افسیری الله عملکم ورسوله والمومنون (توبہ ع ۱۳) امام نے فرمایا یوں نہیں بلکہ اس طرح ہے والمامونون اور مامونون ہم ہیں۔ (اصول کافی ۲۶۸)(تحفہ شیعہ ۳۱)

(۱۴) معلے نے اس حدیث کو رفع کیا ہے (کسی امام تک تبوسط راویاں) کہ آیت یوں نازل ہوئی تھی۔ فبای الاء ربکما تکذبن ابالنبی ام بالوصی (اصول کافی ص ۱۳۲) اب قرآن موجود (سورہ رحمن) میں ابالنبی ام بالوصی نہیں ہے۔ (تحفہ شیعہ ۲۲)

(۱۵) ایک روز شیعہ کے امام معصوم علی بن الحسین نے حکم بن عتیبہ سے پوچھا کہ کیا تمہیں وہ آیت معلوم ہے جس کی رو سے حضرت علی بن ابی طالب اپنے قاتل کو پہچانتے تھے۔ حکم نے عرض کی نہیں۔ پھر حکم کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ وہ آیت یہ ہے وماارسلنا قبلک من رسول ولانبی ولامحدث

اور علی محدث تھے (اصول کافی ص ۱۹۶) اب قرآن موجود (حج ع ۷) میں ولا محدث نہیں ہے۔ (تحفہ شیعہ ۴۴)

(۱۶) شیعہ کے امام معصوم جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ لقد قال یوسف ایھا العیر انکم لسارقون اور تحقیق یوسف نے کہا تھا۔ اے قافلہ والو تم بیشک چور ہو (اصول کافی ص ۴۸۳) اب قرآن موجود من ایھا العیر انکم لسارقون کا قائل کسی منادی کو بتایا گیا ہے۔ (تحفہ شیعہ ۲۳)

(۱۷) ابو بصیر سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے کہا کہ اللہ عزوجل کا یہ قول ہے ھذا کتا بنا ینطق علیکم بالحق یہ ہمارا نوشتہ تمہارے برخلاف ٹھیک ٹھیک گواہی دیتا ہے (حاشیہ ع ۴) امام نے فرمایا کہ نوشتہ تو بولا ہی نہیں اور نہ کبھی بولے گا ہاں رسول اللہ ﷺ نوشتہ کے ساتھ گویا ہیں اللہ تعالیٰ نے تو یوں فرمایا ہے هٰذَا كِتَابُنَا يَنْطَقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ اس ہمارے نوشتہ سے تمہارے برخلاف ٹھیک ٹھیک کہلوایا جائے گا۔

ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی میں آپ پر قربان جاؤں ہم تو اس آیت کو یوں نہیں پڑھتے اس پر امام نے فرمایا کہ اللہ کی قسم اس آیت کو حضرت جبرئیل علیہ السلام اسی طرح لے کر حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئے تھے مگر یہ کتاب اللہ کے ان مقامات سے ہے جن میں تحریف کردی گئی ہے۔ (کتاب الروضۃ للکلینی لیکن ص ۲۵ ٹھیک تحفہ شیعہ ص ۲۲)

(۱۸) شیعہ کے امام معصوم ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام قید کی حالت میں علی بن سوید کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں وتدری ماخانوا اماناتھم ائتمنو علی کتاب اللہ فحرفوہ برلوہ کتاب الروضہ) ص ۶۱ اور کیا تجھے معلوم ہے کہ انہوں نے کس طرح امانتوں میں خیانت کی ہے وہ کتاب اللہ پر امین بنائے گئے تھے۔ پس انہوں نے اس کو تحریف کردیا اور اسے بدل ڈالا۔ (تحفہ

شیعہ ص ۲۳)

(۱۹) شیعہ کے شیخ صدوق ابن بابویہ قمی کتاب الخصال (مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ھ ص ۸۳) میں یوں نقل فرماتے ہیں۔

حدثنا محمد بن عمر الحافظ البغدادی المعروف بالجعالی قال حدثنا عبداللہ بن بشر قال حدثنا الحسن بن الزبر قان المرادی قال حد ثنا ابوبکرین عیاش عن الا جلح عن ابی الزبیر عن جابر قال سمعت رسول اللہ یقول یجیی یوم القیامۃ ثلاثۃ یشکون المصحف والمسجد والعترۃ یقول المصحف یارب حرفونی ومرقونی الحدیث۔

ترجمہ : (بحذف اسناد) جابر کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ فرما رہے تھے قیامت کے دن تین یعنی قرآن مسجد اور عترت شکایت کرتے ہوئے (بارگاہ الٰہی میں) آئیں گے۔ قرآن عرض کرے گا اے میرے پروردگار انہوں نے مجھے تحریف کردیا اور مجھے پھاڑ دیا۔ الحدیث)

(۲۰) کتاب الاحتجاج شیعہ کے ہاں بڑی کتاب ہے اس کے مصنف شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی نے دیباچہ کتاب میں لکھا ہے کہ جو اخبار ہم نقل کریں گے۔ ان میں سے اکثر کا اسناد بیان نہ کریں گے۔ کیونکہ وہ اخبار ایسے ہویں کہ جن پر اجماع ہے یا موافق معقول ہیں یا موافق یا مخالف کے درمیان سیرو کتب میں مشہور ہیں۔ اس کتاب میں ایک طویل روایت ص ۱۹ تا ۳۲ بدین مضمون منقول ہے کہ ایک زندیق حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت آیا اس نے کئی اعتراض کیے اور آیات قرآنی سے استدلال کیا چنانچہ اس کا ایک یہ سوال تھا۔ کہ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیائے کرام کے ہفوات کو تبصریح نام ذکر کیا ہے اور گمراہوں اور گمراہ کنند گان کے نام بطریق تو ریہ وکنایہ بیان کیے ہیں۔ حضرت امیر علیہ السلام نے اس کا جو جواب دیا ہے اس کا اردو ترجمہ (اصل جواب تحفہ شیعہ ص ۶ پر درج) ہے یوں ہے اللہ تعالیٰ نے تغیر وتعزز تفسیر کے لیے نبیوں کے نام سے کنایہ نہیں کیا بلک اہل بصیرت کو یہ بتانے کے لیے کہ قرآن میں بڑے گنہگار منافقوں کے ناموں سے کنایہ اللہ تعالیٰ کا فعل نہیں بلکہ تغیرو تبدل کرنے والوں کا فعل ہے۔ جنہوں نے قرآن کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور دین کے عوض دنیا کو لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تغیر کرنے والوں کے حالات ان آیتوں میں بیان فرمائے ہیں۔

الذین یکتبون الکتاب بایدھم ثم یقولون ھذامن عنداللہ لیشترو ابہ ثمنا قلیلا (بقرہ ع ۹) وان منھم لفر یقا یلون السنتھم بالکتاب (ال عمران ع ۸) اذ یبتیون مالا

یرضی من القول - (نساء ع ۸)

یعنی بعد وفات رسول اللہ ﷺ کے وہ ایسی بات کا مشورہ کریں گے جس سے وہ اپنے باطل کی کجی کو قائم کریں گے جیسا کہ یہود و نصارے نے بعد وفات موسیٰ اور عیسیٰ کے تورات اور انجیل میں تغیرات کیے اور کلمات کو ان کی جگہ سے تحریف کرڈالا یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ (توبہ - ع ۵) یعنی انہوں نے قرآن میں وہ باتیں درج کردیں جو اللہ نے نہ فرمائی تھیں- تاکہ خلقت کو دھوکہ میں ڈالیں پس اللہ نے ان کے دل ایسے کردیے کہ انہوں نے قرآن میں وہ باتیں رہنے دیں جو دلالت کرتی ہیں ان باتوں پر جو انہوں نے اس میں نئی پیدا کیں- اور تحریف کردیں- اور ان کے بہتان اور دھوکے کو اور جسے وہ قرآن میں سے جانتے تھے- اس کے چھپانے کو بیان کردیا- اسی واسطے ان سے یوں فرما دیا- لم تلبسون الحق بالباطل اور ان کی مثال اس آیت میں بیان فرمائی فاماالزبد فیذھب جفاء و اما ماینفع الناس فیمکث فی الارض (رعد ع ۲) اس آیت میں جھاگ سے مراد ملحدوں کا وہ کلام ہے جسے انہوں نے قرآن میں درج کردیا- یہ کلام تحصیل و تحقیق کے وقت مضمل و باطل ولاشے ہو جاتا ہے جو کلام لوگوں کو نفع دیتا ہے- وہ تنزیل حقیقی ہے جس میں باطل کو نہ آگے سے اور نہ پیچھے سے دخل ہے- اور جس کو دل قبول کرلیتے ہیں- اور اس مقام پر زمین سے مراد محل علم اور قرار گاہ علم ہے اور عموم تقیہ کے سبب ان لوگوں کے ناموں کی تصریح جائز نہیں جنھوں نے قرآن کو بدل ڈالا اور نہ آیات قرآن میں اس زیادتی کی تصریح جائز ہے جو انہوں نے اپنی طرف سے قرآن میں درج کردی- کیونکہ تصریح میں فرقہ معطلہ و کفار کی حجتوں اور ایسے اہل مذاہب کی تقویت ہوتی ہے جو ہمارے قبلہ سے منحرف ہیں- انتھی-

مولوی حائری صاحب نے اپنی تفسیر میں فاما الزبد الایۃ کے تحت میں حضرت امیرالمومنین کے قول مذکورہ بالا کو نقل کرکے یوں لکھا ہے خلاصہ مقصود ایں حدیث طویل آنست کہ در قصہ مغیرین حق تعالیٰ بطریق ضرب المثل این آیہ مبارکہ رابیان فرمودہ است پس مقصود از فقرہ زبدا دریں مقام کلام ملحدین است کہ در قرآن ثابت است پس آیہ فیذھب جفاء اشارہ بداں طرف است و آں ضائع و باطل مے شود آنچہ مردم را متنفع گرداند تنزیل است کہ ہماں حق باشد و باطل بطرف آں راہے نیا بدو لہاآں راقبول کنند و دریں آیہ شریفہ مقصود از فقرہ ارض مقرر محل علم است و بوجہ عموم تقیہ جائز نہ بود کہ اسماء مبدلین وزیادتی آیات راتصریح کردہ شود کہ آں ہا از جانب خود درکتاب الذتزئید کردہ اند زیراکہ دریں توقیت حجج کفارو ملل منحرفہ بودو ظاہراست کہ حبشہ اہل باطل بہ نسبت اہل حق بیشتربودہ اند وولات الامر ہمیشہ صابرو شاکربودند و ہمیں روایت در تفسیراور الثقلین نیز منقول شدہ است انتھی بلفظہ (الوامع التنزیل

وسواطع التاویل مطبوعہ مطبع رفاہ عامہ سٹیم جلد سیزدہم ص ۲۶۵ روایت تفسیر صافی میں بھی منقول ہے۔

(۲۱) احتجاج طبرسی میں روایت مذکورہ بالا میں اسی زندیق کا ایک سوال یہ بھی ہے کہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ماطاب لکم من النساء (نساء ع ۱) حالانکہ یتیموں کے حق میں انصاف کرنے اور عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی ربط نہیں اور نہ تمام عورتیں یتیم ہوتی ہیں۔ پس اس آیت کے کیا معنی ہیں۔ اس کے جواب میں جو امیر علیہ السلام نے فرمایا اس کا اردو ترجمہ اصل کے لیے دیکھو تحفہ شیعہ ۳) یہ ہے۔ رہا تیرا واقف ہو جانا فان خفتم الایۃ کے بے ربط ہونے پر حالانکہ یتیموں کے حق میں انصاف کرنے اور عورتوں سے نکاح کرنے میں باہمی کوئی ربط نہیں اور نہ سب عورتیں یتیم ہوتی ہیں۔ سو اس کی وجہ وہی ہے۔ جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ کہ منافقوں نے قرآن میں سے بہت کچھ نکال ڈالا ہے اور الفاظ فی الیتامی اور فانکحوا کے درمیان ایک تہائی قرآن مجید سے زیادہ خطاب اور قصے ہیں اور یہ اور جو اس کے مشابہ ہیں ایسے مقام ہیں جن میں غور اور فکر کرنے والوں کو منافقوں کی بدعتیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اور فرقہ معطلہ اور مخالف اسلام مذہب والے قرآن میں قدح کرنے کا موقع پاتے ہیں۔ اور اگر میں تجھ سے بیان کروں اس قسم کی تمام ایسی چیزوں کو جو نکال ڈالی گئیں۔ ہیں اور تحریف و تبدیل کر دی گئیں۔ تو کلام طویل ہو جائے گا۔ اور دوستان اہل بیت کی خوبیاں۔ اور دشمنان اہل بیت کی برائیاں جن کے ظاہر کرنے سے تقیہ منع کرتا ہے وہ سب ظاہر ہو جائیں گی۔ انتھی

(۲۱) شیعہ کے عالم عامل ادیب کامل ناشر اخبار آئمہ ابرار محی مناقب حیدر کرار آلہ اطہار علی بن عیسیٰ اربلی اپنی مشہور معروف کتاب کشف الغمہ (مطبوعہ ایران ۱۲۹۴ء ص ۶۰) میں جو ۶۸۷ھ تصنیف ہوئی ہے یوں نقل فرماتے ہیں۔

روی عن ابی جعفر عن ابیه علیهما السلام قال انقطع شسع نعل رسول الله فد فعها الی علی یصلحها ثم مشی فی نعل واحدة غلوة اونحو ها واقبل علی اصحابه فقال ان منکم من یقاتل علی التاویل کما یقاتل معی علی التنزیل فقال ابوبکر انا یارسول الله فقال لا فقال عم فانا فقال لا فامسکوا ونظر بعضهم الی بعض فقال رسول الله لکنه خاصف النعل واومی الی علی علیه السلام فانه یقاتل علی التاویل اذا ترکت سنتی ونبذت وحرف کتاب الله وتکلم فی الدین من لیس له ذلک فیقا تلهم علی احیاء دین الله

ترجمہ: امام محمد باقر روایت کرتے ہیں کہ میرے والد امام زین العابدین) نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے نعل مبارک کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ پس آپ نے درست کرنے کے لیے حضرت علی کو دے دیا۔ پھر آپ ایک تیر پرتاب یا کچھ کم و بیش ایک ہی نعل مبارک میں چلے اور اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم میں ایک ایسا شخص ہے جو تاویل پر جنگ کرے گا۔ جیسا کہ وہ میری تنزیل پر جنگ کرتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر نے عرض کی یا رسول اللہ کیا میں وہ شخص ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ پس حضرت عمر نے عرض کیا تو کیا میں ہوں؟ آپ نے فرمایا نہیں پس حاضرین چپ ہو گئے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ رسول اللہ نے حضرت علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا بلکہ وہ نعل کا گانٹھنے والا ہے۔ کیونکہ وہ تاویل پر جنگ کرے گا۔ جب کہ میری سنت ترک کردی جائے گی اور پھینک دی جائے گی اور کتاب اللہ تحریف کردی جائے گی۔ اور وہ شخص دین میں کلام کرے گا جو اس کا اہل نہیں پس وہ دین الٰہی کے زندہ کرنے کے لیے جنگ کرے گا۔ انتھی۔

(۲۳) تفسیر عیاشی میں ہے کہ امام محمد باقر نے فرمایا کہ اگر قرآن میں زیادتی اور کمی نہ کی ہوتی تو ہمارا حق کسی عقلمند پر پوشیدہ نہ رہتا اور اگر امام قائم علیہ السلام ظاہر ہو کر بولیں تو قرآن آپ کی تصدیق کرے اور تفسیر مذکور ہی میں ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اگر قرآن پڑھا جائے جیسا کہ نازل ہوا تو یقیناً تو ہم کو اس میں نہ پائے گا۔ (تفسیر صافی ص ۱۱ تحفہ شیعہ ص ۲۹)

(۲۴) شیعہ کے علامہ کاشی لکھتے ہیں۔ ان تمام حدیثوں سے اور ان کے علاوہ اور جس قدر روائتیں اہل بیت علیہم السلام سے مروی ہیں ان سے یہ پایا جاتا ہے کہ جو قرآن ہمارے درمیان ہے وہ پورا جیسا کہ حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا تھا نہیں ہے بلکہ اس میں سے کچھ خلاف ماانزل اللہ ہے اور کچھ تغیر و تحریف کیا ہوا ہے اور اس میں سے بہت سی چیزیں نکال ڈالی گئی ہیں۔ (تفسیر صافی ص ۱۴ تحفہ شیعہ ص ۲۹)

(۲۵) شیعہ کے علامہ محسن کاشی اپنی تفسیر (صافی ۱۴) میں رقم طراز ہیں رہا ہمارے مشائخ رحمھم اللہ کا اعتقاد اس بارے مین سوثقتہ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی طاب ثراہ کی نسبت ظاہر یہ ہے کہ وہ قرآن میں تحریف و نقصان کے معتقد تھے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب صافی میں اس مضمون کی روائتیں نقل کی گئی ہیں۔ اور ان پر کوئی اعتراض وارد نہیں کیا اور معہذا اپنی کتاب کے شروع میں لکھتے ہیں کہ جو حدیثیں ہم اس کتاب میں نقل کریں گے۔ ہمیں ان وثوق ہے اسی طرح ان کے استاد علی بن ابراہیم قمی بھی تحریف کہ معتقد تھے کیونکہ ان کی تفسیر روایتوں سے پر ہے۔ اور ان کو اس عقیدے میں غلو ہے اسی طرح شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی قدس سرہ بھی تحریف کے

معتقد تھے۔ کیونکہ وہ بھی کتاب الاحتجاج میں ان دونوں کے طریق پر چلے ہیں۔ (تحفہ شیعہ ص ۳۰)

(۲۶) ابن شہر آشوب مازندرانی متوفی (۵۸۸ھ) نے کتاب المثالب میں ذکر کیا ہے کہ سورہ ولایت تمام (۔قرآن سے) نکال دی گئی اسی طرح سورہ احزاب کا اکثر حصہ نکال دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ سورۃ انعام کی مثل لمبی تھی۔ پس اس میں سے اہل بیت کے فضائل نکال دیے گئے اسی طرح لا تخزن ان اللہ معنا سے پہلے ویلک حذف کردیا گیا ہے۔ اور وقفوھم انھم مسئولون کے بعد عن ولایۃ علی وکفی اللہ المومنین القتال کے بعد بعلی بن ابی طالب وسیعلم الذین ظلموا کے بعد آل محمد ساقط کردیا گیا ہے۔

(۲۷) ان اللہ اصطفے ادمر ونو حاوال ابراھیم وال عمران علی العالمین (آل عمران ع ۴)

اس آیت کے تحت میں تفسیر صافی میں ہے۔ کہ تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ لفظ ال محمد اس آیت میں موجود تھا۔ لوگوں نے مٹا دیا۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اصل آیت یوں تھی ابراھیم وال محمد علی العالمین لوگوں نے لفظ محمد کی جگہ عمران بنا دیا تحفہ شیعہ ص ۲۱)

(۲۸) امرنا مترفیھا بنی اسرائیل ع ۲) تفسیر صافی میں ہے کہ تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر سے منقول ہے کہ لفظ اصل میں ہے امرنا (میم مشدد) جس کے معنی ہیں کہ ہم نے زیادہ کردیا امرنا نہیں جیسا کہ اس زمانہ کے لوگ پڑھتے ہیں۔ (تحفہ شیعہ ص ۲۷)

(۲۹) قال لقد علمت ما انزل ھؤلاء الا رب السموات والارض بصائر (بنی اسرائیل ع ۱۲) تفسیر صافی میں ہے کہ تفسیر مجمع البیان میں مروی ہے کہ جناب امیر المومنین نے اس علمت کے بارے میں فرمایا کہ وہ دشمن خدا یعنی فرعون کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ البتہ جناب موسی جاننے والے تھے۔ پس انہوں نے لقد علمت فرمایا تھا جس کے معنی ہیں کہ میں نے یقیناً جان لیا (تحفہ شیعہ ص ۲۷)

(۳۰) شیعہ کے علامہ حسین بن محمد تقی نوری طبرسی نے اپنی کتاب فصل الخطاب فی الاثبات تحریف کتاب رب الارباب (مطبوعہ ایران ۱۲۹۸ھ ص ۳۰) میں لکھا ہے کہ سید محدث جزائری نے کتاب انوار نعمانیہ میں فرمایا ہے کہ وہ روائتیں صحیح بلکہ مستفیض بلکہ متواتر ہیں۔ جو صراحتہ تحریف قرآن پر دلالت کر رہی ہیں کتاب فصل الخطاب ہی کے ص ۲۷۷ پر ہے کہ روایت تحریف قرآن یقیناً بہت ہیں حتی کہ سید نعمت اللہ جزائری نے اپنی بعض تصنیفات میں لکھا ہے۔ جیسا کہ ان سے نقل کیا گیا ہے کہ جو

روائتیں تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ دو ہزار سے زاید ہیں اور ایک جماعت نے ان روایتوں کے مستفیض ہونے کا دعوے کیا ہے جیسا کہ شیخ مفید اور محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ ہم بلکہ شیخ نے بھی تبیان میں ان روایات کے بہت ہونے کی تصریح کی ہے۔ بلکہ ایک جماعت نے ان کے متواتر ہونے کادعوے کیا ہے اس جماعت کا ذکر آئے آئے گا جاننا چاہیے کہ یہ روایتیں کتب معتبرہ سے منقول ہیں جن پر ہمارے اصحاب کا اعتماد ہے۔ احکام شرعیہ اور آثار نبویہ کے ثابت کرنے میں انتھی پھر صاحب فصل الخطاب نے آخر کتاب میں اپنے اس وعدہ کو پورا کیا ہے اور ان محدثین کے نام لکھے ہیں جنھوں نے روایات تحریف قرآن کو متواتر کہا ہے ان ناموں میں علامہ مجلسی کا نام بھی ہے۔ اور ان کی عبارت کا ایک جملہ قابل دید ہے وہ یہ ہے میرے نزدیک تحریف قرآن کی روائتیں معنی متواتر ہیں۔ اور ان سب روایتوں کو ترک کردینے میں ہمارے تمام فن حدیث کا اعتبار جاتا رہے گا۔ بلکہ میرا علم یہ ہے کہ تحریف قرآن کی روائتیں مسئلہ امامت کی روایتوں سے کم نہیں ہیں۔ لہٰذا اگر تحریف قرآن کی روایتوں کا انکار کیا جائے تو) مسئلہ امامت بھی روایات سے ثابت ہو نہ سکے گا۔ (حالانکہ اس کا مدار روایات ہی پر ہے۔ انتھی

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام متقدمین شیعہ قرآن میں تحریف باقسامہ کے قائل تھے وہ روایات جن سے تحریف قرآن ثابت ہوتی ہے۔ ان معتبر کتابوں میں ہیں جن پر مذہب شیعہ کا مدار ہے اور وہ روایات حسب اقرار علمائے شیعہ معتبرہ وکثیرہ دو ہزار سے زائد مستفیض بلکہ متواتر ہیں اور صراحتہ تحریف قرآن پر ولالت کرتی ہیں (تحفہ شیعہ صفحہ ۲۵،۲۶)

دور ثانی ناظرین کو یہ معلوم ہو چکا ہے۔ کہ پہلی تین صدیو میں تمام شیعہ قرآن میں تحریف باقسامہ کے قائل تھے۔ اس کے بعد چھٹی صدی تک بھی یہی عقیدہ تھا۔ ہاں اس عرصہ میں شیعہ کے چار مجتہد یکے بعد دیگرے اس عقیدے کے خلاف پائے جاتے ہیں۔ یعنی شیخ صدوق (متوفی ۴۶۰ھ) سید مرتضے علم الہدے (متوفی ۴۳۶ھ شیخ الطائفہ طوسی (متوفی ۴۶۰ھ) اور ابو علی طبرسی (متوفی ۵۴۸ھ) بقول صاحب فصل الخطاب ابو علی طبری کے زمانہ تک ان چار کے سوا اور کوئی مجتہد معلوم نہیں جس نے صراحتہ عقیدہ تحریف قرآن کی مخالفت کی ہو۔ ہم نے ان چاروں کے اقوال پورے نقل کیے ہیں (دیکھو تحفہ شیعہ ص ۲۶-۳۱) مولوی حائری نے ان چاروں کے ساتھ دو اور حوالے زیادہ کر دیے ہیں۔ جو متاخرین میں سے ہیں۔ اور محض علم الہدے کے مقلد ہیں شعیہ کے اکابر مجتہدین میں شامل ہونے کے لیے مجتہد لاہوری نے بھی اپنی تفسیر کا بھی حوالہ نقل کردیا ہے۔

دور ثالث مذکور بالا مجتہدین اربعہ کے بعد شیعہ کے مجتہدوں نے مسئلہ تحریف قرآن پر نظر ثانی کی اور

ان چاروں نے عدم تحریف پر جو دلائل پیش کیے ہیں ان پر دوبارہ غور کیا اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ تحریف قرآن کی روایات متواترہ کو رد کردینے سے مذہب شیعہ کا قیام محال ہے۔ کیونکہ اسی طرح تو مسئلہ امامت بھی ثابت نہ ہو سکے گا۔ اور حضرت علی کا قرآن کو جمع کرنا اور قرآن صحابہ کو دیکھ کرناراض ہونا۔ لغو ثابت ہوگا۔ اور صحابہ کرام کے فضائل کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ اور حضرت عثمان پر احراق قرآن کا الزام بے سود ٹھہرے گا۔ اس لیے ان کو ان مجتہدین اربعہ کے قول کی تردید یا تاویل کرنی پڑی ہم ذیل میں بطریق اختصار اس بحث کے متعلق امور ذیل پیش کرتے ہیں۔ جن کے ضمن میں وہ تردید یا تاویل بھی مذکور ہوگی۔

سید نعمت اللہ جزائری نے انوار نعمانیہ میں لکھا ہے کہ تسلیم کرلینا کہ یہ قرائتیں وحی الٰہی سے متواترہ ہیں اور سب کو حضرت جبرئیل لائے ہیں ان حدیثوں کے رد کرنے کا موجب ہے جو مستفیض بلکہ متواترہ ہیں اور صراحتہ دلالت کرتی ہیں کہ قرآن میں بلحاظ کلام ومضمون و اعراب تحریف واقع ہوئی ہے۔ معہذا ہمارے اصحاب ان حدیثوں کی صحت و تصدیق پر متفق ہیں۔ ہاں مرتضیٰ اور صدوق اور شیخ طبرسی نے ان میں مخالفت کی ہے۔ اور حکم لگایا ہے کہ اس مصحف کے دفتین کے درمیان جو ہے وہی قرآن منزل ہے۔ اور اس کے سوا اور نہیں اوراس میں تحریف اور تبدیل واقع نہیں ہوئی۔ اور اسی واسطے شیخ طبرسی نے قرآن کی آیتوں اور اجزا کو ضبط کیا ہے چنانچہ بالاسناد نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔ کہ قرآن کی تمام سورتیں ایک سو چودہ ہیں۔ اور اس کی تمام آئتیں چھ ہزار دو سو چھتیں ہیں اور اس کے تمام حروف تین لاکھ اکیس ہزار دوسو پچاس اور ظاہر یہ ہے کہ یہ قول ان سے بہت مصلحتوں کے لیے صادر ہوا ہے۔ از آنجملہ قرآن پر اس طعن کا سد باب ہے کہ جب قرآن میں تحریف جائز ہوتی توباوجود محرف ہونے کے اس کے قواعد و احکام پر عمل کرنا کیونکر جائز ہوا۔ (تحفہ شیعہ ص ۲۴۔۲۳)

ناظرین کرام آپ نے دیکھا گھر کے بھیدی نے صاف بتا دیا کہ انکار تحریف صدوق وغیرہ سے بہت ہی مصلحتوں کے لیے صادر ہوا ہے جن میں سے ایک مصلحت تو اس جھوٹ بولنے میں یہ تھی۔ کہ اہلسنّت طعن نہ کریں۔ کہ جب قرآن مجید محرف ہوا۔ تو اس کے قواعد واحکام پر عمل کیونکر جائز ہوا۔

ناظرین ! شیعہ کی لغت میں جھوٹ بولنے کا نام تقیہ ہے جسے وہ اعلےٰ درجہ کی عبادت سمجھتے ہیں۔
چنانچہ شیخ صدوق کے رسالہ اعتقادات مطبوعہ ایران ۱۲۷۴ھ) میں لکھا ہے۔

قال الشیخ فی التقیة انها واجبة من ترکها کان بمنزلة من ترک الصلوة (الی ان قال) والتقیه واجبة لا یجوز رفعها الی ان یخرج القائم فمن ترکها قبل خروجه فقد خرج عن دین اللہ تعالٰی وعن دین الا مامیة و خالف اللہ ورسوله والائمة وسئل الصادق علیه السلام عن قول اللہ عزوجل ان اکر مکم عند اللہ اتقکم قال

اعملکم بالتقیۃ

ترجمہ: شیخ نے تقیہ کی نسبت فرمایا کہ وہ واجب ہے جس شخص نے تقیہ چھوڑ دیا اس کی مانند ہے جس نے نماز چھوڑ دی) (یہاں تک کہ شیخ نے فرمایا) اور تقیہ واجب ہے امام قائم کے ظہور تک اس کا چھوڑنا جائز نہیں جس شخص نے امام قائم کے خروج سے پہلے تقیہ چھوڑ دیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین سے اور امامیہ کے دین سے خارج ہوگیا اور اس نے اللہ اور رسول اور اماموں کی مخالفت کی اور امام صادق سے آیۃ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم کے معنی دریافت کیے گئے امام نے فرمایا کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے بزرگ وہ ہے جو سب سے زیادہ تقیہ پر عامل ہو انتھی

(۴) ملا خلیل قزوینی شارح اصول کافی نے اس حدیث کی شرح میں جس میں مذکور ہے کہ قرآن جو حضرت جبرائیل لے کر حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئے تھے۔ ستر ہزار آئتیں تھیں) لکھتے ہیں۔ کہ شیعہ اور اہل سنت کے طریقہ میں صحاح کی حدیثیں جو قرآن میں سے حصہ کثیر کے ضائع ہونے پر دلالت کرتی ہیں کثرت میں اس درجہ کو پہنچ گئی ہیں کہ ان سب کا جھٹلانا مرائت ہے اور یہ حکایت تو مشہور ہے کہ حضرت عثمان نے ابی بن کعب کے مصحف اور عبداللہ بن مسعود کے مصحف کو جلا دیا۔ باوجود ان باتوں کے اور اختلاف قرات کے یہ دعوے کہ قرآن اتنا ہی ہے جو مصاحف مشہورہ میں ہے اشکال سے خالی نہیں جو کچھ ابوبکر و عمر و عثمان نے کیا اس سے واقف ہوجانے کے بعد قرآن کی غیر محرف ہونے پر یہ دلیل لانا کہ صحابہ کرام اور اہل اسلام نے ضبط قرآن کا بڑا اہتمام رکھا ہے نہایت ضعیف ہے۔ انتھی (صافی شرح اصول کافی مطبوعہ نو لکشور کتاب فضل القرآن جز ہشتم ص ۷۵ تحفہ شیعہ ص ۵۰)



ملا صاحب جو یہ فرماتے ہیں کہ شیعہ کی طرح سینوں کی احادیث صحاح کثیرہ بھی قرآن میں سے حصہ کثیر کے ضائع ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ سو یہ نادانوں کے لیے ایک مغالطہ ہے اور لاکتب اہل سنت کی جن روایتوں سے مخالفین کو کمی نظر آتی ہے وہ آحادی ہیں جو مدار عقیدہ نہیں بن سکتیں۔ ثانیاً تقدیر صحت ان احاد سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اثنائے نزول قرآن میں بعض آیتیں نازل ہوئیں اور بحکم خدائے عزوجل حضور اقدس ﷺ کی حیات شریف ہی میں منسوخ التلاوۃ ہوگئیں۔ اور قرآن متلو میں نہ رہیں۔ ثالثاً اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ جو قرآن اس وقت ہمارے پاس ہے وہ بلحاظ نظام و رسم و ترتیب وہی ہے۔ جو آنحضرت ﷺ ہمارے واسطے چھوڑ گئے تھے۔ اس میں آپ کے وصال شریف کے بعد کوئی کمی بیشی واقع نہیں ہوئی۔ مگر شیعہ قرآن میں جس کمی کے قائل ہیں وہ اور ہے کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ ﷺ کی

وفات شریف کے بعد صحابہ کرام نے پورا قرآن جمع نہیں کیا بلکہ اس میں بہت کچھ ضائع کردیا ہے اور کئی اور طرح سے محرف کردیا ہے جن روایات کی رو سے شیعہ کا یہ عقیدہ ہے وہ ان کے نزدیک مستفیض بلکہ متواتر ہیں اور صراحتہ تحریف پر دلالت کرتی ہیں۔

(۳) منکرین تحریف نے عدم تحریف کے ثبوت میں معتقدین تحریف کی طرح کوئی سند آئمہ معصومین کے قول سے پیش نہیں کی جو صراحتہ عدم تحریف پر دلالت کرتی ہو۔

(۴) شیخ صدوق رسالہ اعتقادات میں تو کہہ رہا ہے کہ جو شخص ہماری طرف عقیدہ تحریف کو منسوب کرتا ہے وہ کاذب ہے۔ مگراپنی دوسری کتابوں میں روایات تحریف کو نقل کر رہا ہے۔ سچ ہے دروغ گورا حافظ نباشد

(۵) شیخ الطائفہ کا اور پھر ابو علی طبرسی کا یہ کہنا کہ قرآن میں زیادتی کے بطلان پر اجماع ہے۔ محض بناوٹی بات ہے۔ بلکہ حق الامراس کے برعکس ہے۔ جیسا کہ کتب معتبرہ شیعہ کی روایات متواترہ سے ثابت ہے

(۶) علم الہدیٰ اور ابو علی طبرسی کا عقیدہ تحریف باالنقصان کو شیعہ متقدین کی صرف ایک جماعت کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔ کیونکہ تمام قدمائے شیعہ تحریف باقسامہ کے قائل تھے۔

(۷) عقیدہ تحریف باالنقصان کو حشویہ اہلسنّت کی ایک جماعت سے منسوب کرنا بھی غلط ہے۔ کیونکہ ان میں سے کوئی بھی تحریف کا قائل نہیں۔

(۸) شیخ الطائفہ کا تحریف بالنقصان کے خلاف کو صحیح مذہب شیعہ کہنا اور ظاہرفی الروایات بتانا بالکل غلط ہے کیونکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

(۹) علم الہدے کا شیعہ کی روایات تحریف کو ضعیف کہنا اور شیخ الطائفہ کا ان کو احاد بتانا بالکل غلط ہے کیونکہ وہ روایات مستفیض بلکہ متواتر ہیں۔ اور صراحتہ تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں۔

(۱۰) شیخ الطائفہ نے بھی روایات تحریف کے کثیر ہونے کا اعتراف کیا ہے مگراس کا یہ کہنا کہ شیعہ کی طرح اہلسنّت کے ہاں بھی کثیر روایات ہیں جو تحریف بالنقصان پر دلالت کرتی ہیں۔ بالکل جہالت یا تجاہل ہے جس کی وجہ اوپر آچکی ہے۔

(۱۱) چاروں منکرین تحریف میں سے کسی نے شیعہ کے آئمہ معصومین کا زمانہ نہیں پایا ہے۔ مگر قدمائے شیعہ جو تحریف باقسامہ کے قائل تھے۔ وہ آئمہ کی صحبت سے مستفیض تھے۔ لہٰذا شیعہ کا اصلی عقیدہ یہی تھا اور ہے کہ قرآن موجودہ محرف و ناقابل اعتبار ہے۔

(۱۲) جن کتابوں میں تحریف قرآن کی روائتیں درج ہیں۔ ان میں سے بعض شیعہ کے آئمہ معصومین

کی نظر سے گزر چکی ہیں مثلاً کتاب کافی جسے امام غائب علیہ السلام نے بقول شیعہ بنظر استحسان دیکھا ہے۔ لہٰذا ایسی روایات کے جھوٹے ہونے کا احتمال شیعہ کے اصول موضوعہ پر کسی طرح جاری نہیں ہو سکتا۔

(۱۳) علامہ محسن کاشی علم الہدے کی تردید کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ قرآن جو قرآن جاننے والوں آئمہ اہلبیت کے پاس ہے وہ محرف نہیں محرف تو وہ ہے کہ جو منافقوں نے اپنے تابعین کو دکھایا (تحفہ شیعہ ص ۳۲)

(۱۴) صاحب تفسیر صافی شیخ الطائفہ کی تردید میں لکھتا ہیں۔ کہ تم جو کہتے ہو کہ قرآن ہر زمانے میں موجود ہونا چاہیے تاکہ تمسک ہو سکے اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ کہ قرآن کے موجود ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ تمام قرآن جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔ اہل قرآن (آئمہ) کے پاس محفوظ ہو۔ اور ہمارے پاس بقدر حاجت ہو۔ اگرچہ ہم قادر نہ ہوں۔ جیسا کہ امام کا حال ہے (تفسیر صافی ص ۱۵ تحفہ شیعہ ص ۴۱)

(۱۵) سید دلدار علی مجتہد لکھنوی نے عماد الاسلام میں لکھا ہے کہ سید مرتضے علم الہدے جو کہتے ہیں کہ قرآن میں تغیر اور تحریف بالکل نہیں ہوئی ان کے اس قول کا مال یہ ہے کہ بقدر ایک آیت یا دو یا زیادہ کے تحریف نہیں ہوئی نہ یہ ک بقدر مفرد الفاظ کے بھی نہیں ہوئی (ضربت حیدریہ جلد دوم ص ۸۷ تحفہ شیعہ ص ۳۶)

(۱۶) کتاب ضربت حیدریہ جو اصل میں سید محمد مجتہد لکھنوی کی تصنیف ہے اس کی جلد دوم ص ۸۱ میں لکھا ہے۔

ولم یکن السید علم الهدی معصوما حتی یجب ان یطاع فلو ثبت انه یقول بعدم النقیصه مطلقا لم یلزمنا اتباعه ولا ضیر فیه

ترجمہ: اور سید علم الہدے معصوم نہ تھے کہ ان کی اطاعت کی جائے پس اگر ثابت ہو جائے کہ وہ قرآن میں مطلق عیب و نقصان نہ ہونے کے قائل ہیں تو ہم پر ان کا اتباع لازم نہیں اور اس میں کوئی ہرج نہیں انتھی (تحفہ شیعہ ص ۱۳۸) مجتہد لاہوری کو چاہیے کہ مجتہد لکھنوی کے ان الفاظ پر غور کرے۔

دور ثالث یعنی آخری دور کے شیعہ تحریف بالزیادۃ کے سوا باقی اقسام کے بالعموم قائل ہیں۔ اگر کوئی مجتہد سید علم الہدے کی اتباع سے بظاہر منکر تحریف پایا جائے تو سمجھئے کہ وہ خاص مصلحت کے لیے ایسا ظاہر کرتا ہے۔ ورنہ حقیقت میں وہ بھی دیگر مجتہدین کی طرح قرآن موجودہ کو محرف جانتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ جمہور مجتہدین عدم تحریف کے قائل ہیں محض ایک بڑ ہے شیعہ کے عقیدہ تحریف قرآن کا مدار

ان روایات آئمہ معصومین پر ہے۔ جو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ ایسی روایات کو کوئی شیعی اصولی ہو یا اخباری رد نہیں کر سکتا ہاں بنابر تقیہ جو چاہے سو کرے مزید توضیح کے لیے ذیل میں کچھ دیگر اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔

(ا) شیعہ کی مشہور کتاب کامل بہائی میں ہے چوں کار خلافت عثمان محکم شد منادی کرد و صحائف قرآن کہ در دست مردم بود بخواست اگر کسے اباکرد .بقہر و جبرے ستاند تا عبداللہ بن مسعود مصحفے بود ازوے طلب کردند۔ اوبر خاست وبنفس خویش بدر خانہ او رفت ورا برنجانید چنانکہ ہردو پہلو سے او.بشکست واو درآں رنج مقاساتے تمام بکشید و آخر بداں رنج بمرد و مصحف ازاو .ستید صحائف کہ از مسلمانان گرفتہ بود در فرقا نہائے نہاد و .بشست و مصحف عبداللہ بن مسعود راچنا نکہ خواست مروان بن حکم وزیابن سمرہ راکہ کاتب اوبودند فرمود کہ آنجا نسخہ کردندں وبرکتابت ایں فاسق اعتماد کرد و باخر بخط خویش از خط ایشاں دو مصحف بنوشت وزید بن ثابت رافرمود کہ قراء تے بنہدو مردم پیش زید آیند و از وےئ قرات بشنوند و عبداللہ بن مسعود حکم اوراو حکم اصحاب اورا برخود نگر فتے و عثمان در مصحف اوہر تصرفے کہ مے بایست کدو وامروز آنچہ دردست مردم است از بقیہ مصحف عبداللہ بن مسعود است و آنچہ بسوز ایند و شست از معصفہائے دیگراں بداں مخفی وعاصی شد پس حال کسے کہ قرآن بسوز اند چگونہ باشد ذلک بامنھم کرھو مانزل اللہ فاحبط اعمالھم (سورۃ محمد ع ۱) انتھی و نگہداشت کہ کسے رابراں مصاحف مردم اطلاع افتد اانتھی بلفظ

ترجمہ: جب حضرت عثمان کی خلافت کا معاملہ محکم ہوگیا۔ تو اس نے منادی کرادی اور قرآن کے صحیفے جو لوگوں کے پاس تھے طلب کیے اگر کوئی شخص انکار کرتا تو خلیفہ قہرو جبر سے لے لیتا یہاں تک کہ عبداللہ بن مسعود کے پاس جو قرآن تھا۔ اس سے طلب کیا گیا خلیفہ اٹھ کر خود اس کے گھر گیا اور اسے اتنی مار پیٹ کی بیچارے کے دونوں پہلو ٹوٹ گئے اور اس نے اس درد سے بہت تکلیف اٹھائی۔ آخر کار اسی درد سے مرگیا۔ اور قرآن اس سے لے لیا۔ اور صحیفے جو مسلمانوں سے لیے تھے۔ ان کا فرقانوں (؟) میں رکھ کر دھوڈالا اور عبداللہ بن مسعود کے قرآن کی نسبت جس طرح چاہا اپنے دو کاتبوں یعنی مروان بن حکم اور زیاد بن سمرہ کہ حکم دیا کہ نقل کریں۔ اور ان دونوں فاسقوں کی کتابت پر اعتماد کیا۔ اور آخر ان کے نسخہ سے اپنے قلم سے دو مصحف لکھے اور زید بن ثابث کو حکم دیا کہ ایک قرات مقرر کرے اور لوگ زید کے پاس آکر وہ قرات سنیں۔ عبداللہ بن مسعود نے اس کا اور اس کے اصحاب کا حکم نہ مانا۔ اور حضرت عثمان نے اس کے مصحف میں جو تغیرو تبدل ضروری تھا کیا اور آج جو قرآن کہ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے

وہ عبداللہ بن مسعود کے قرآن کا نقی ہے اور دوسروں کے مصحف جلا دیے اور دھو ڈالے اس کے سبب وہ خطا کار گنہگار ہوگیا۔ پس جو شخص قرآن کو جلا دے اس کا کیا حال ذلک بانھم کرھوا ماانزل اللہ فاحبط اعمال لھم یہ اس لیے کہ اللہ نے جو کچھ اتارا اس سے انہوں نے نفرت کی پس اس نے بھی ان کے اعمال اکارت کردیے۔ (ترجمہ شیعہ) اور خلیفہ نے کسی لوگوں کے ان قرانوں پر خبر نہ ہونے دی۔ انتھی۔

انتباہ ہم نے یہ عبارت کامل بہائی کے قلمی نسخہ سے نقل کی ہے جس میں صفحوں کا نمبر نہیں ہے۔

(۲) شیعہ کے جناب مقدس اردبیلی اپنی کتاب حدیقتہ الشیعہ (مطبوعہ ایران ص۱۱۸، ص۱۱۹ میں یوں لکھتے ہیں۔ چہارم از مطاعن عثمان آنکہ عبداللہ بن مسعود قاری قرآن راکہ از اکابر صحابہ بود بکشت و آں حکایت چناں بود کہ چوں کار خلافت برعثمان مستحکم شدارادہ کرد کہ قرآت قرآن رابروش زید بن ثابت قرار دہد و منادی ندا کرد کہ صحائف قرآن نزد ہر کہ باشد بیاور دو اگر کسے ابا کند جبرا و قہرا بگیرند و عبداللہ بن مسعود مصحفے داشت مکروہ میداشت بہ طریق خود راتغیردہد تصرف درآں کند و ازاں ترتیب بیندا ز چوں مے دانست کہ مدعائے عثمان تبدیل و ترتیب قرآنست چنانکہ درقرآن او بفعل مے آید چوں عثمان کس فرستاد مصحف اور الطلب نمودا و مصحف خود را نداد پس عثمان خود بخانہ او رفت و عبداللہ عذر گفت عثمان مصحف اور ابجز از خانہ او بیروں آورد و بقول دیگر آیات از آنجا اخراج و نسخہ ازاں برداشت آں مصحف رانیز چوں دیگر مصحف سوخت و خبربانہ دادند کہ ابن مسعود ایں افعال رابدعت و ضلالت میداند ودر مسجد نشستہ احادیث نقل میکند وبست بنو کنایہ میگوید ایں سخن رابہانہ ساختہ فرمود کہ ابن مسعود راچنداں نمو نکہ بعدازاں سہ روز ایں جہاں راپد رود کرد چوں خبربعائشہ گفتند گفت اقتلوا محرق المصاحف یعنی بکشید ایں سوزندہ مصحف ہارا گویند قرآنے کہ درمیان است ازبقیہ عبداللہ است نگہداشت کہ دیگرے اطلاع از مصحف او بہم رساندو بعضے گویند مرواں بن حکم و زیاد بن سمرہ راکہ کاتب وے بودند حکم کرد کہ از جمیع مصاحف نسخہ برداشت وہر تصرفے کہ خواستند کردند باقی رادر دیگے نہادہ بشست بعدازاں آتش نہادہ بسوخت تا احدے رابراں مصاحف اطلاع نیفتد ذلک بانھم کرھو اماانزل اللہ فاحبط اعمالھم (انتھی بلفظہ)

ترجمہ: حضرت عثمان کے مطاعن سے چوتھا یہ ہے کہ اس نے عبداللہ بن مسعود قاری قرآن کا جو اکابر صحابہ میں سے تھا مارڈالا۔ اور وہ حکایت یوں ہے۔ کہ جب خلافت کا معاملہ حضرت عثمان پر مستحکم ہو

گیا تو اس نے ارادہ کیا کہ قرآن کی قرآت کو زید بن ثابت کے طریق پر مقرر کردے اور منادی کرادی کہ جس کسی کے پاس قرآن کے صحیفے ہوں لے آئے - اور اگر کوئی شخص انکار کرے تو جبر و قہر سے لے جائیں- عبداللہ بن مسعود کے پاس ایک قرآن تھا- اور وہ پسند نہ کرتا تھا- کہ اپنے طریق کو بدل دے چونکہ اسے معلوم تھا کہ عثمان کا مقصد قرآن کی ترتیب کو بدل دینا ہے جیسا کہ اس قرآن میں ہو رہا ہے- اس لیے جب عثمان نے کسی شخص کو بھیج کر اس کا قرآن طلب کیا تو اس نے اپنا قرآن نہ دیا- پس عثمان خود اس کے گھر گئے عبداللہ نے عذر کیا عثمان جبراً اس کا قرآن اس کے گھر سے نکال لائے- اور بقول دیگر اس میں سے آئتیں اخراج کرکے اس کی ایک نقل کی- اور اس قرآن کو بھی دوسرے قرآنوں کی طرح جلا دیا- اور عثمان کو خبر پہنچی کہ ابن مسعود ان افعال کو بدعت و گمراہی جانتا ہے- اور مسجد میں بیٹھ کر حدیثیں نقل کرتا ہے- اور تجھ سے کنایہ کرتا ہے عثمان نے اس بات کو بہانہ بنا کر حکم دے دیا پس ابن مسعود کو اتنا مارا کہ تین دن کے بعد اس نے اس جہان سے انتقال کیا جب یہ خبر حضرت عائشہ کو پہنچی تو فرمایا اقتلوا محرق المصاحف یعنی اس اس مصاحف کے جلانے والے کو مار ڈالو اور کہتے ہیں کہ قرآن جو اس وقت موجود ہے- وہ مصحف عبداللہ کا بقیہ ہے- اور عثمان نے کسی دوسرے کو اس کے مصحف کی خبر نہ ہونے دی- بعض کہتے ہیں کہ اس نے مروان بن حکم اور زیاد بن سمرہ کو جو اس کے کاتب تھے نقل کرنے کا حکم دیا- پس انہوں نے تمام قرآنوں سے نقل کی اور اس میں جو تغیر و تبدل وہ چاہتے تھے کیا- اور باقی کو ایک دیگ میں ڈال کر دھو دیا- اور پھر آگ میں رکھ کر جلا دیا تا کہ کسی کو ان قرآنوں کی اطلاع نہ ہو- ذلک بانھم کرھوا ماانزل اللہ فاحبط اعمالھم

(۳) شیعہ کے شیخ الاسلام عمدۃ المجتہدین بلکہ خاتم المجتہدین محمد باقر بن محمد تقی مجلسی (اصفہانی (متوفی ۱۱۱۱ھ) قرآن میں تحریف کے قائل ہیں- اور روایات تحریف کو متواتر کہتے ہیں جیسا کہ بحوالہ فصل الخطاب پہلے بیان ہو چکا ہے-(تحفہ شیعہ ص ۳۱)

(۴) شیعہ کے شیخ الاسلام محمد باقر مجلسی نے حیات القلوب (مطبوعہ نو لکشور جلد دوم باب چہل و نہم درمیان حجتہ الوداع ص ۶۸۱ میں یوں لکھا ہے-ایں سبب شد کہ منافقین دیگر غصب خلافت کردند پس یک خلیفہ رسول خدا اکردند خلیفہ دیگر اکہ کتاب خدا بود تحریف کردند و تغیر دادند و بہروجہ کہ خواستد گردانیند انتہی بلفظہ انتہی

یہ سب ہوا کہ دوسرے منافقوں نے خلافت کو چھین لیا پس رسول خدا کے ایک خلیفہ کا تو یہ حال کیا اور دوسرے کو جو کتاب خدا تھی تحریف کر دیا- اور بدل ڈالا اور جس طرح چاہا کر دیا- انتہی-

(۵) شیعہ کے عمدۃ المجتہدین محمد باقر مجلسی اپنی کتاب تذکرۃ الائمہ (قلمی نسخہ ورق ۸-۹) میں یوں لکھتے ہیں واز ایں قرآن کہ درمیانست مشہور آنست کہ سہ چیز آنراکہ در فضیلت امیرالمومنین و اہل بیت رسالت صلوۃ اللہ علیہم و در مذمت قریش و نصائح ایشاں و بعض درمذمت ثلاثہ بود آنراعثمان بروں کردہ است و قلیلے از علماء قرآن را زیادہ ازیں میدانند و میگویند آیات قرآن مثال ایں بیشتربود از آنچہ الحال درمیانست ودر اکثر آیات اسم حضرت امیرالمومنین واولاد صلوۃ اللہ علیہم اجمعین صریحا بودہ است کہ آنرا عثمان بیروں کردہ وچند آیہ صریحا درمذمت خلفائے ثلاثہ بودہ است مثل آیۃ یالیتنی لم اتخذ ابابکرا خلیلا کہ الحال فلا نا خلیلا است و مشہور آنست کہ دریں آیۃ اسم ابوبکر بودہ است و بعد ازاں کہ عثمان از ہمہ ولایت مصاحف جمع کردہ و عاملان اوبمدینہ فرستاوند قریب بچہل ہزار بودہمہ راگفت سوختند و ہفت قران نوشت بتر تیبے کہ احال ہست و سنیاں آنرا امام میگویند پس مردمان از روئے آن قرآنہا نوشتند و از تفسیر کا زرو ملافتح اللہ رحمہ اللہ علیہما بعضے از آیات وزدیدہ عثمان و دو سورہ از سورہ قرآن راکہ مصحف عبداللہ مسعودنوشتہ بودند ایں فقیردریں رسالہ مینماید۔ (انتہی)

ترجمہ: یہ قرآن جو اب ہمارے پاس ہے مشہور یہ ہے کہ اس میں سے تین چیزوں کا جو امیرالمومنین اور اہل بیت رسالت صلوۃ اللہ علیہم کی فضیلت میں اور قریش کی مذمت اور ان کی نصیحتوں میں اور بعض خلفائے ثلاثہ کی مذمت میں تھیں عثمان نے نکال دیا ہے۔ اور کچھ علمائے قرآن کو اس سے زیادہ جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ قرآن کی آئتیں اسی طرح کی جو اس وقت موجود ہیں اور بہت تھیں۔ اور اکثر آیتوں میں حضرت امیرالمومنین اور ان کی اولاد صلوت اللہ علیہم اجمعین کانام صاف موجود تھا۔ کہ جس کو عثمان نے نکال دیا ہے۔ اور چند آئتیں صریحاً خلفائے ثلاثہ کی مذمت میں تھیں۔ مثلا یہ آیت یالیتنی الم اتخذ ابابکر خلیلا اب اس آیت میں فلانا خلیلا ہے اور مشہور یہ ہے کہ اس میں ابوبکر کانام تھا۔ عثمان نے تمام ولایت سے قرآن جمع کیے اور اس کے عاملوں نے مدینہ میں بھیج دیے جو قریباً چالیس ہزار تھے۔ پھراس کے حکم سے سب جلا دیے گئے۔ اور عثمان نے سات قرآن اس ترتیب سے لکھے جو اب مروج ہیں۔ اور اہلسنت مصحف عثمان کو امام کہتے ہیں پس لوگوں نے انہی قرآنوں سے نقل کیے فقیر اس رسالہ میں تفسیر کا زروملافتح اللہ رحمہ اللہ علیہما میں سب سے عثمان کی بعضی چرائی ہوئی آئتیں اور سورہ قرآنی میں سے دو سورتیں جو عبداللہ بن مسعود کے قرآن سے نقل کرلی گئی۔ تھیں۔ذیل میں درج کرتا ہے۔ انتھی اس کے بعد مصنف نے بعنوان سورۃ النورین و آیات قرآن ابن مسعود دو سورتیں اور کچھ آیات لکھی ہیں۔ ان دو سورتوں سے پہلی تو سورت نورین ہے جو اسی کتاب میں پہلے آچکی ہے۔ لہٰذا

ہم اسے دوبارہ نقل نہیں کرتے۔ سورہ نورین کے بعد ایک سورت اور بعض آیات یوں درج ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم يا ايها امنوا امنو ابالنبى والو لى الذين بعثنا هما ويهديانكم الى صراط مستقيم ○ نبى وولى بعضهما من بعض وانا الخبير العليم۔ ان الذين يوفون بعهد الله لهم جنت النعيم ○ فالذين اذاتليت عليهم اياتنا بابائنا مكذبين ○ ان لهم فى جهنم مقام عظيم ○ اذانودى لهم يوم القيمة اين الضالون المكذبون للمرسلين ○ اخلقهم المرسلون ○ بالحق وماكان الله ليظهر هم الى اجل قريب ○ وسبح بحمد ربك وعلى من انشاهدين ○ سورۂ مائدہ میں ہے۔ ياايها الرسول بلغ ماانزل اليك من ربك فى شان على وان لم تفعل فمابلغت رسالته والا يعصمك من الناس سورة رعد ميں انما انت منذر للعباد ○ وعلى لكل قوم هاد ○ سورة شعرا ميں وسيعلم الذين ظلموا ال محمد اى منقلب ينقلبون ○ سورة نساء ميں امر يحسدون الناس على ما اتاهم الله من فضله فقد اتينا ال ابراهيم وال محمد الكتاب والحكمة واتيناهم ملكا عظيما ○ سورة مافات ميں وقفوهم انهم مسئولون فى ولاية على ابن ابى طالب مالكم لاتناصرون ○ سوره زخرف ميں فاما تذهبن بك فانا منهم منتقون بعلى بن ابى طالب ○ ولقد عهدنا الى ادم من قبل كلمات فى محمد وعلى و فاطمة والحسن والحسين فنسى فلم نجدله عزما فاوحى الى عبده فى على ليلة المعراج مااوحى ○ آية الكرسى الله لا اله الا هو الحيى القيوم لا تاخذه سنة ولانوم له مافى السموات ومافى الارض وما بينهما وما تحت الثرى عالم الغيب والشهادة هوالرحمن الرحيم من ذاالذى يشفع عنده تنا آخر آيت ○ سورہ احزاب میں ہے۔ وكفى الله المومنين القتال بعلى بن ابى طالب وكان الله قويا عزيزا ○ ابوبكر كى مذمت ميں ياليتنى لم اتخذا بابكر خليلا

اس کے بعد منصف یوں لکھتا ہے۔ چوں آں فاجران حرف آیات قرآن (اند اختند) مفسرین عامہ و علمائے ایشاں و ناصبیاں و اکثر فرق اسلام ایں قرآنے کہ درمیانست آنرا ازبرائے خود تفسیرے کردند و معینہا قرار دادند۔ و ہریک بطریق خواندند و الفاظ و اعراب آنرا تغیر دادند بسیار بر عالم ممتدین بر عالم ممتدین ظاہر است کہ چہ با قرآن کردند و معلوم نشود و کہ نزول قرآن بقرآت کدام قاری نازل شدہ بچہ طریق آیات آنرا در ابتدا خواندہ اند و سورہ حمد ازاں جملہ شبنوذی و مطوعی و حسن بصری کہ از علمائے عامہ و امام اہل تصوف است چنیں خواندہ اند

جن کے رئیس امیرالمومنین تھے۔ اور وہ کاتب اکثر وہی لکھتے تھے جس کا تعلق احکام سے ہوتا تھا۔ اور جو محافل و مجالس میں اترا کرتا تھا۔ مگر جو آئتیں حضرت کی خلوتوں اور دولت خانوں میں نازل ہوتی تھیں۔ انہیں بجزا امیرالمومنین اور کوئی نہ لکھتا تھا۔ کیوں کہ آپ حضرت کے ساتھ رہا کرتے تھے جہاں ہوتے۔ اس لیے امیرالمومنین کا قرآن دیگر قرآنوں سے جامع تھا۔ پس جب رسول اللہ نے وصال فرمایا اور آپ کے بعد مختلف نفسانی خواہشیں پیدا ہوگئیں۔ تو امیرالمومنین نے قرآن کو جیسا کہ نازل کیا گیا تھا۔ جمع کیا اور اسے اپنی چادر میں باندھ کر مسجد میں لائے اور ان سے کہا کہ یہ تمہارے پروردگار کی کتاب ہے۔ جیسا کہ نازل کی گئی تھی۔ یہ سن کر عمر نے کہا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں یہ ہمارے پاس مصحف عثمان ہے اس پر امیرالمومنین نے کہا کہ تم اسے ہرگز نہ دیکھوگے۔ اور نہ کوئی اسے دیکھے گا یہاں تک کہ امام قائم ظاہر ہوں گے۔ (یہاں تک کہ مصنف نے کہا) اور یہ قرآن آئمہ کے پاس تھا۔ وہ اپنی خلوتوں میں اسی کی تلاوت کیا کرتے تھے اور بعض دفعہ اپنے خواص میں سے کسی کو دکھا بھی دیتے تھے۔ چنانچہ تقیتہ الاسلام کلینی عطر اللہ مرقدہ نے بالا سناد روایت کی ہے کہ سالم بن سلمہ نے کہا ایک شخص نے امام جعفر صادق کے سامنے قرآن کے کچھ حروف پڑھے اور میں سن رہا تھا۔ پس امام نے فرمایا کہ اس قرات کو چھوڑ اور پڑھ جیسا کہ لوگ پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ امام قائم ظاہر ہوں گے۔ جب وہ ظاہر ہوں گے تو کتاب اللہ کو ٹھیک طور سے پڑھیں گے۔ اور امام صادق نے وہ مصحف نکالا جسے علی نے لکھا تھا۔ اس طرح کی روایات بہت ہیں۔ بنظر اختصار ہم یہاں ان کا ذکر نہیں کرتے رہے منکرین تحریف و نقصان کے دلائل سو ان کی دلیلوں میں سے ایک یہ آیت ہے۔ **نحن نزلنا الذکرو اناله لحافظون** مگر یہ آیت اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ یہ قرآن جو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ اس میں تغیر واقع نہیں ہوا۔ محفوظ تو وہ قرآن ہے جو آئمہ کے پاس ہے۔ اور اس آیت میں یہ بھی احتمال ہے کہ **لحافظون** کے معنی **لعالمون** ہوں۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ جو قرآن ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ کمی بیشی سے محفوظ ہے۔ سو قرآن موجود اس آیت کا مصداق نہیں۔ **کما لا یخفی** اور منکرین تحریف کا یہ کہنا کہ اگر قرآن میں تغیر و تبدل کو جائز رکھا جائے تو اعجاز اور اس سے استنباط احکام کی بحث چھڑ جائے گی سو اس کا جواب ہے کہ تغیر و تبدل سے قرآن حد اعجاز سے خارج نہیں ہوتا کیونکہ اس کا اسلوب اور بلاغت جو مدار اعجاز ہیں دونوں بحال خود باقی رہیں گے بلکہ باقی وجود بھی برقرار رہیں۔ گے اور طبرسی نے مجمع البیان میں عدم زیادت پر اجماع کا دعوے کیا ہے اور حد اعجاز سے خارج کرنے میں جس چیز کو دخل ہے۔ وہ غالبا زیادتی ہے اور اسی طرح آیات احکام میں تحریف واقع نہیں ہوئی۔ تاکہ استنباط احکام یں مشکل پیش آئے۔ بلکہ بعض اصحاب کی طرف سے اس پر اجماع کا دعوے ظاہر ہوتا ہے۔ منکرین تحریف کی ایک دلیل وہ حدیثیں ہیں جو دلالت کرتی ہیں۔ کہ کتاب اللہ کے ساتھ تمسک واجب ہے۔ اور حکم ہے کہ کتاب

اللہ کا اتباع کیا جائے۔ اور اخبار کو کتاب اللہ پر پیش کیا جائے۔ مگر یہ حدیثیں کتاب اللہ میں وقوع تحریف کی منافی نہیں جیسا کہ رسول خدا ﷺ نے ہمیں اہل بیت کے ساتھ تمسک کا حکم دیا ہے۔ حالانکہ وہ تبلیغ کماحقہ سے ممنوع ہیں اس جواب میں تامل ہے منکرین تحرفف احادیث آئمہ بھی پیش کرتے ہیں۔ جن میں تمسک بالقرآن اور اتباع قرآن کا حکم ہے۔ مگر جائز ہے کہ آئمہ کا قرآن موجود پر عمل کو جائز رکھنا از قبیل تقیہ و حکم ظاہری ہو۔ جیسا کہ قرات سبعہ متواترہ کے بارے میں کہا جاتا ہے تجھ پر پوشیدہ نہ رہے کہ جواز عمل کو تمام حالات میں خواہ محل تقیہ ہو یا نہ ہو۔ از قبیل تقیہ بتانا نہایت بعید ہے۔ اسی طرح قرآن میں مطلقا تحریف و نقصان کا قائل ہونا بھی بہت سے مفاسد کا موجب ہے۔ اوز پھر قرآن پر اعتماد نہ رہے گا۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ مخالفین و منافقین اہل بیت کے انوار کے بجھانے اور ان کے فضائل و مناقب کے پوشیدہ کرنے میں کوشش کرتے تھے۔ تاکہ خدا کے ہاں ان کے مراتب لوگوں پر ظاہر نہ ہوں۔ اور ریاست و خلافت کے استحقاق کے سبب لوگوں پر حجت نہ ہو جائیں۔ اور تاکہ خلفائے متغلبین کی خلافت باطل نہ ہو جائے اور اہل بیت کو لوگوں پر غلبہ و سلطنت حاصل نہ ہو جائے کہ جس سے متغلبین کی خلافت اڑتی خاک بن جائے اس لیے ان منافقوں نے ان آیتوں کو بدل دیا۔ جن سے اہل بیت کے فضائل و مناقب اور ان کی ریاست وخلافت ثابت ہوتی تھی۔ اور روایات بھی اسیطرح کے نقصان پر دلالت کرتی ہیں۔ اور باقی آئتیں بغیر کسی کی تغیرو تبدل کے اسی طرح رہیں جیسا کہ تھیں۔ تو یہ قول بہت بعید نہیں پس تو اس مقام میں تامل کر کیونکہ یہ ان مقامات میں سے ہے۔ جہاں عالموں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں۔ یہ مقام طویل بحث چاہتا ہے۔ مگر وقت ہم کو اس کے پورا کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ انتھی۔

(۱۷) رسالہ شیعہ جو شیعہ کے خیالات و عقائد کی نیابت کرتا ہے اس کے ایک نمبر ۲ جلد ۷ بابت ماہ فروری ۱۹۱۰ء مطبوعہ مطبع انیس ہند کھجوہ ضلع سارن) میں ایک شیعی یوں لکھتا ہے۔ کتاب اللہ کا بہت سا حصہ ایسا تھا۔ جس سے یادوں کی قلعی کھلتی تھی۔ اور ان کے ہر مقاصد کی کامیابی میں روڑا انکتا تھا لہٰذا بجز اس صورت کے دوسرا راستہ ہی نہ تھا۔ کہ کتاب اللہ کو اپنے قبضہ میں لے کر حسب مطلب ترتیب دیں چنانچہ ہر خلیفہ صاحب نے اپنے اپنے زمانہ میں جہاں اور کام کیے وہاں کتاب کی ترتیب میں بھی خوب کتر سونت سے کام لیا۔ یہاں کی آیات وہاں اور وہاں کی یہاں ٹھونسی گئیں۔ (تحفہ شیعہ ص ۴۲)

(۱۸) مولوی حائری صاحب مجتہد لاہوری کا ایک شاگرد مولوی احمد علی اپنے رسالہ الانصاف فی الاختلاف (مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس ص ۱۴۵) میں یوں لکھتا ہے۔ حضرت عثمان کا قرآن کی نقلوں کو پھیلانا مسلم لیکن یہی ترتیب قرآن ان کی عظمت از اسلام کو طشت از بام کرتی ہے۔ اگر وہ حضرت علی کے جمع شدہ قرآن کو رائج کرتے تو ان پر کوئی الزام عائد نہ ہوتا۔ ہم نمونہ کے طور پر اس

ترتیب کی چند غلطیوں کے طور پر ظاہر کرتے ہیں۔ باتفاق اہل اسلام سورہ اقرا سب سے اول نازل ہوئی ہے۔ لیکن قرآن مترتب میں اس کو اخیر پارہ میں جگہ دی ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم
اخیر میں نازل ہوئی۔ لیکن اس کو بیچ میں جگہ ملی ہے دیکھیے اس آیت کو چھٹے پارہ سورہ مائدہ میں یوں درج کیا ہے۔

حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیر الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردیة والنطیحة وما اکل السبع الاماذ کیتم وماذبح علے النصب وان تستقسموا بالا زلام ذلکم فسق الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشو هم والخشون الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الا سلام دینا فمن ضطر فی مخمصة غیر متجانف لا ثم فان الله غفور رحیم۔

ترجمہ: حرام کیے گئے ہیں تم پر مردار خون گوشت سور اور جو بانگ دیا جائے واسطے غیر خدا کے ساتھ اس کے اور گلا گھونٹ کر مرا ہوا اور ضرب شاخ سے مرا ہوا۔ اور جس کو کھایا ہو درندوں نے مگر جس کو تم نے ذبح کیا ہو۔ اور جو ذبح کیا جائے اوپر بتوں کے اور یہ کہ طلب قسمت کرو ساتھ تیروں کے یہ فسق ہے آج کے دن کافر تمہارے دین سے ناامید ہوگئے پس ان سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو آج کے دن میں نے تمہارے دین کو کامل کردیا اور تمام کردی تم پر نعمت اپنی اور راضی ہوا تمہارے لیے اسلام دین سے پس جو مضطرب ہو جائے بھوک میں لیکن اس گناہ اکل حرام کی طرف مائل نہ ہو۔ تو اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہر ایک عاقل بصیر پر ادنی تدبر سے واضح ہوگا۔ کہ ان دونوں الیوم کو اصلی آیت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ محرمات کے حرام ہوجانے سے کافر ناامید نہیں ہوجاتے۔ اور نہ اس سے کمال دین ہوتا ہے اور اگر اسی سے اتمام نعمت ہوا۔ تو چاہیے تھا کہ اس کے بعد کوئی اور حکم نازل نہ ہو۔ پھر یہ حکم مکمل دین کیسے ہو سکتا ہے۔ اور دیکھیے پ ۴ نساء میں ہے

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتا می فانلحوا ماطاب لکم من النساء مثنٰے وثلاث ورباع فان خفتم الا تعدلو افواحدة

یعنی اگر تم ڈرو کہ یتامے میں انصاف نہ کرو گے۔ تو نکاح کرو جو پاک ہو تمہارے لیے عورتوں سے دو تین اور چار پس اگر ڈرو کہ عدل نہ کرو گے تو ایک ہی فرمایئے کہ خوف عدم انصاف یتامی کو تعداد ازواج سے کیا تعلق اگر قسط یتامے تین چار عورات کو نکاح میں لانے سے ہی قائم ہوتا ہے تو الا تعدلوا فواحدہ بے فائدہ یہ تو مشتے از خروار ترتیب کی فروگذاشتیں ہیں۔

اب اعراب کی بھی سن لیجیے ان هذا صراط علی مستقیم یعنی یہ تحقیق یہ راستہ ہے اور میرے سید ہا مہربانی کرکے اس عَلَیَّ کو ذرا سمجھا دیجیے خدا کے اوپر کون سی راہ سیدھی ہے یہ عَلَیَّ بالوق کے معنی رکھتا ہے لیکن خدا سے فائق کوئی ہے نہیں اور یا نقصان کے معنی جیسے علیکم ماحملتم لیکن خدا کے لیے کوئی نقصان نہیں پھر یہ ہے کیا چیز اور لیجیے ان هذان لساحران موجودہ صرف ونحو کے لحاظ سے غلط ہے آپ کے مسیح نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۴ میں لکھا ہے کہ خدا کسی محاورہ کا پابند نہیں۔ یہ پرانا متروک محاورہ ہے لیکن اس پر یہ سوال سنئے کہ قرآن مفن حیث فصاحۃ معجزہ ہے اگر متروک محاوروں کو استعمال کرنا ہی معجزہ ہے تو بس خیر پھر تو میں بھی ایک ایسی کتاب لکھ سکتا ہوں جو تمام پرانے محاورات پر شامل ہو اور وہ معجزہ ہو گا۔ بس حضور یہی آپ کے حضرت عثمان کی کاروائی انا نحن نزلنا الذکر میں ذکر سے مراد رسول اللہ ہیں کہ دیکھو ۶۷ تفسیر سورہ جمعہ نورالدین انتھی بلفظہ۔

عبارت مذکورہ بالا کے مطالعہ کے بعد کسی انصاف پسند شخص کو شیعہ کے عقیدہ تحریف قرآن میں ایک لحہ کے لیے بھی شک کرنے کی گنجائش نہیں ہو سکتی شیعہ کتنی ہی تاویلیں کریں مگر قرآن موجود میں تحریف کے وقوع سے انکار نہیں کر سکتے ان میں سے چند مجتہد جو اس مسئلہ میں ایک حد تک اہل سنت کے ساتھ معلوم ہوتے ہیں۔ وہ محض عامل بالتقیہ میں ورنہ حقیقت میں تمام شیعہ امامیہ بلا کسی استثناء کے یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن موجود تحریف سے محفوظ نہیں محفوظ اگر ہے تو وہ قرآن ہے جسے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے جمع کیا تھا۔

اہل سنت میں سے کوئی قائل نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اس طرح قرآن کو جمع کیا تھا۔ جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں۔ بلکہ وہ تو سب یہی کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ وصال شریف کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باجماع صحابہ کرام قرآن کو جمع کیا بعدازاں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں بمشورہ صحابہ کرام اسی کو بے کم وکاست لغت قریش میں کہ جس میں وہ اصل میں نازل ہوا تھا۔ لکھوایا اور آفاق عالم میں اسی کی روشنی پھیلا دی۔ علامہ آلوسی بغدادی تفسیر روح المعانی مطبوعہ مصر جز اول ص ۱۹ میں لکھتے ہیں۔

وما شاع ان علیا کرم اللہ وجھه لما توفی رسول اله صلے اللہ تعالٰی علیه وسلم تخلف لجمعه فبعض طوقه ضعیف وبعضها موضوع وما صح ممحمول کما قیل علے الجمع فی الصدر وقیل کان جمعا بصورة اخری لغرض اخرو بنو یده انه قد کتب فیه الناسخ والمنسوخ فھو ککتاب علم وقد اخرج ابن ابی داؤد بسند حسن عن عبد خیر قال سمعت علیا یقول اعظم الناس فی المصاحف اجرا

ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ رحمۃ اللہ علی ابی بکر ھو اول من جمع کتاب اللہ انتھے بلفظہ۔

ترجمہ: اور یہ جو مشہور ہے کہ جب رسول اللہ نے وفات پائی تو آپ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ قرآن جمع کرنے کے لیے رہے سو اس خبر کے بعض طریقے ضعیف ہیں۔ اور بعض موضوع ہیں۔ اور جو طریق صحیح ہے وہ جیسا کہ کہا گیا ہے محمول ہے۔ اس معنی پر کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قرآن کو اپنے سینہ میں جمع کیا اور کہا گیا ہے کہ انہوں نے قرآن کو کسی اور غرض کے لیے دوسری صورت میں جمع کیا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے۔ کہ حضرت مولے مرتضے نے اس میں ناسخ و منسوخ لکھا۔ پس اخیر صورت میں وہ کسی علم کی کتاب کی طرح ہوا۔ انتھی۔ مجتہد لاہوری نے جو ینابیع المودۃ کے حوالہ سے تین اور کتابوں کے نام لکھے ہیں جنمیں مصحف علی کاذکر کمال وثوق کے ساتھ بیان ہوا ہے سو اس کے جواب میں گذارش ہے کہ ینابیع المودۃ اہلسنّت کی کوئی مشہور کتاب نہیں بظاہر کسی رافضی نے لکھ کر شیخ سلیمان حنفی کی طرف منسوب کردی ہے ینابیع المودۃ میں جن تین کتابوں کے حوالے بتائے گئے ہیں۔ ان میں سے پہلی کتاب درۃ المعارف مصنفہ شیخ عبدالرحمن ۔سطامی ہے۔ کشف الظنون میں درۃ المعارف الالہیہ فی اسرار الحرفیہ مذکور ہے۔ مگر اس کے مصنف کا نام ندارد ہاں عبدالرحمن ۔سطامی کی کتاب درۃ النامعہ فی کشف علوم الجفر والجامعہ مذکور ہے۔ دوسری کتاب الدر المنظم مصنفہ ابن طلحہ شافعی ہے اس نام کی کوئی کتاب نہیں ہاں الدار المنظم اکسیر الاعظم ھنفہ ابن طلحہ شافعی مذکور ہے۔ جسے جعفر ابن طلحہ بھی کہتے ہیں اس کتاب کا سبب تالیف ایک خواب ہے جس کا قصہ مع جرح کشف الظنون میں مذکور ہے۔ تیسری کتاب کا کشف الظنون میں کوئی ذکر نہیں بہرحال لاہوری کا ان تین رسالوں کو جو علم جفرو جامعہ میں لکھے گئے ہیں اہلسنّت کی مشہور کتابیں بتانا اور سامعین پر جہالت و کم مانگی کا الزام لگانا خود اپنی نادانی کو ثابت کرنا ہے۔ ناظرین خود فیصلہ کرسکتے ہیں۔ کہ ایسے رسالے امر زیر بحث میں کہاں تک ہمارے برخلاف پیش ہو سکتے ہیں۔ اب ہم شیعہ کی معتبر کتابوں سے دکھاتے ہیں۔ کہ قرآن علی کی نسبت شیعہ کیا عقیدہ رکھتے ہیں

(۱) شیخ علی بن ابراہیم قمی جو امام حسن عسکری کے شاگرد ہیں اپنی تفسیر میں بالاسناد نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا اے علی قرآن میرے بستر کے پیچھے صحیفوں اور ریشم اور کاغذوں میں ہے۔ اس کو لو اور جمع کرو اور ضائع نہ کرو۔ جیسا کہ یہود نے تورات کو ضائع کر دیا۔ پس حضرت علی گئے اور قرآن کو ایک زرد کپڑے میں جمع کیا۔ پھر اپنے گھر میں اس پر مہر لگا دی اور فرمایا کہ میں چادر نہ اوڑھوں گا۔ یہاں تک کہ اسے جمع کرلوں راوی کا بیان ہے کہ لوگ حضرت علی کے پاس آئے تھے۔ اور آپ چادر اوڑھے بغیر ان کی طرف نکلتے یہاں تک کہ آپ نے قرآن کو جمع

کرلیا۔ انتھی (تفسیر صافی (تحفہ شیعہ ص ۷)

(۲) حدیث سلمہ بن مسلمہ میں مذکور ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص سے فرمایا کہ تم قرآن اسی طرح پڑھو جیسا کہ لوگ پڑھتے ہیں۔ جب امام قائم علیہ السلام ظاہر ہوں۔ گے تو قرآن کو ٹھیک طور پر پڑھیں گے۔ اور اس قرآن کو ظاہر کریں گے۔ جسے حضرت علی علیہ السلام نے لکھا تھا۔ پوری حدیث کے لیے دیکھو اصول کافی ص ۶۷۱ اور تحفہ شیعہ ص ۴ شیعہ کے عالم فاضل محدث کامل ملا محسن کاشی نے بھی اس حدیث کو علم الیقین (مطبوعہ ایران ص ۱۲۹ میں اور سید نعمت اللہ جزائری نے انوار نعمانیہ (دیکھو تحفہ شیعہ ص ۷۰) میں نقل کیا ہے۔

(۳) شیعہ کے فخر المحققین و سند المدققین علامہ عصرہ فریدہ دہرہ محمد بن علی بن شہر آشوب المازندرانی اپنی مشہور کتاب مناقب آل ابی طالب (مطبوعہ بمبئی ۱۳۱۳ھ جلد ثانی ص ۶۲ میں یوں لکھتے ہیں

وفی خبر طویل عن الصادق علیه السلام انه حمله وولی راجعا نحو حجرته وهو یقول فنبذ وه وراء ظهور هم واشترو ابه ثمنا قلیلا فبئس مایشترون ولهذا قراء ابن مسعود ان علیا جمعه وقره ه فاذا اقراه فاتبعوا اقراء ته

اور ایک طویل حدیث میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت علی نے اس کو (یعنی اپنے جمع کردہ قرآن کو جسے لوگوں نے قبول نہ کیا) اٹھالیا اور اپنے حجرے کی طرف واپس لے گئے۔ اور یہ کہہ رہے تھے پس انہوں نے اس کو پس پشت ڈال دیا اور اس کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ ڈالا پس کیا ہی بری وہ قیمت ہے جو وہ لیتے ہیں اسی واسطے ابن مسعود نے آیت، (سورہ قیامہ ۱) کو یوں پڑھا ہے ان علیا جمعه وقراء ه فاذا قراء ه اتبعوا قرائته بیشک علی نے قرآن کو جمع کیا اور اسے پڑھا پس جب علی اسے پڑھے تو تم اس کی قرات کا اتباع کرو۔ انتھی اس کے بعد ابن شہر آشوب نے قرآن علی کے بارے میں شاعروں کے شعر نقل کیے ہیں، جن میں سے خطیب منیح کا یہ شعر ہے۔

علے جامع القران جمعا
یقصر عنه جمع الجامعینا

یعنی حضرت علی ایسے قرآن کے جمع کرنے والے ہیں کہ جس سے اور جمع کرنے والوں کے قرآن چھوٹے ہیں۔

(۴) سید نعمت اللہ جزائری جن کی جلالت شان سے کسی شیعی کو انکار نہیں اپنی مشہور کتاب انوار نعمانیہ میں لکھتے ہیں کہ روایات میں یہ امر مستفیض ہے کہ قرآن کو جیسا کہ نازل کیا گیا ہے کسی

نے جمع نہیں کیا مگر امیرالمومنین نے نبی صلی اللہ کی وصیت سے پس نبی کی وفات کے بعد حضرت امیر چھ مہینے قرآن کے جمع کرنے میں مشغول رہے جب اسے جمع کر چکے جیسا کے نازل کیا گیا تھا۔ تو اسے رسول اللہ کے بعد خلیفہ بننے والوں کے پاس لائے اور ان سے کہا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے جیسا کہ نازل کی گئی ہے عمر بن خطاب نے آپ سے کہا کہ ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں۔ اور نہ تیری قرات کی ضرورت ہے ہمارے پاس قرآن ہے جسے عثمان نے جمع کیا ہے اور لکھا ہے حضرت امیر نے کہا کہ آج کے بعد تم اسے ہرگز نہ دیکھو گے۔ اور نہ کوئی اسے دیکھے گا یہاں تک کہ میرا بیٹا مہدی ظاہر ہو گا۔ اور اس قرآن علی میں بہت کچھ زیادہ ہے۔ اور وہ تحریف سے پاک ہے۔ اس کی وجہ ہے کہ حضرت عثمان ایک مصلحت کے لیے جو آنحضرت نے خیال کی وحی کے کاتبوں میں سے تھے اور وہ مصلحت یہ تھی کہ لوگ قرآن کے بارے میں آپکی تکذیب نہ کریں۔ بایں طور کہ کہہ دیں کہ یہ گھڑ لیا گیا ہے۔ یا حضرت جبریل اس کو نہیں لائے جیسا کہ ان کے اسلاف نے بلکہ خود انہوں نے بھی کہا اسی طرح آنحضرت نے معاویہ کو ایسی ہی مصلحت کے لیے اپنی وفات سے چھ ماہ پہلے وحی کے کاتبوں میں مقرر کیا اور حضرت عثمان او ان کی مثال اور اشخاص بجز مسجد کے لوگوں کی جماعت کے ساتھ اور کہیں حاضر نہ ہوتے تھے۔ اس لیے وہ وہی آئتیں لکھتے تھے۔ جن کو جبریل لوگوں کے درمیان لاتے مگر جو آیتیں حضرت جبریل حضور اقدس کے دولت خانہ کے اندر لاتے ان کو بجز حضرت امیرالمومنین کوئی نہ لکھتا کیونکہ حضرت امیر بوجہ محرمیت دولت خانہ میں آمدو رفت رکھتے تھے۔ اس لیے ایسی آئتیں وہی لکھا کرتے تھے۔ اور یہ قرآن جو اب لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ حضرت عثمان کا لکھا ہوا ہے۔ انتھی (دیکھو تحفہ شعیہ ص ۳۴ - ۳۵) محدث جزائری نے اپنے رسالہ منبع الحیوۃ میں بھی دیگر قرآنوں کی نسبت قرآن علی کے زیادہ جامع ہونے کی یہی وجہ بیان کی ہے۔ جیسا کہ ہم بحوالہ اسعاف المامول بشرح زبدۃ الاصول پہلے بیان کر آئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن علی میں آیات کی تعداد بہت زیادہ تھی جو بقول امام معصوم جعفر صادق علیہ السلام سترہ ہزار تھی۔

(تحفہ شعیہ ص ۱۲)

یہاں ایک اور امر قابل غور ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت امیر نے کتنی مدت میں قرآن جمع کیا محدث جزائری کے بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت امیر نے چھ مہینے میں کل قرآن جمع کیا۔ ملا محسن کاشی نے بھی (علم الیقین ص ۵۵) چھ ہی مہینے لکھے ہیں مگر شیعہ کے امام معصوم محمد باقر کے قول سے ظاہر ہے کہ حضرت امیر نے سات دن میں قرآن جمع کر لیا تھا۔ (کتاب الروضہ من الکافی خطبہ وسیلہ ص ۹ تحفہ شیعہ

ص ۴۳) لیکن شیخ صدوق کی کتاب امالی (مطبوعہ ایران ۱۳۰۰ھ ص ۱۹۳ میں امام محمد باقر ہی کا قول ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ کی وفات شریف سے نودن میں حضرت امیر جمع قرآن سے فارغ ہو گئے - ان اقوال میں تطبیق دینا ہمارا کام نہیں وہ شیعہ جانیں-

کتاب احتجاج طبرسی کی ایک طویل حدیث ص ۱۹ تا ۱۳۲ کا کچھ حصہ ہم پہلے نقل کر چکے ہیں جس میں ایک زندیق حضرت امیر پر قرآن کی نسبت اعتراض کر رہا ہے- اور حضرت امیر ہر دفعہ یہی کہے جاتے ہیں کہ قرآن موجود میں تحریف بالزیادۃ والنقصان ہو گئی ہے- چنانچہ اس زندیق کا ایک سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے رسول کو باقی سب نبیوں پر فضیلت دی ہے- مگر باوجود اس کے بہت جگہ آپ سے تنقیص امیر الفاظ میں خطاب کیا ہے- کہ کسی اور نبی سے نہیں کیا- حضرت امیر اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں- اس دشمن رسول نے اپنی تمام بد خواہی میں کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہ دیکھی کہ لوگوں کو اس نبی کے وصی کی دوستی سے نفرت دلائے اور اس سے وحشت پیدا کرے اور لوگوں کو اس سے روکے اور ان کو اس کی عداوت پر برانگیختہ کرے اور اس بات پر آمادہ کر دے کہ وہ اس کتاب کو بدل دیں جو وہ وصی لایا اور اس میں سے وہ حصہ نکال ڈالیں جس میں اہل فضیلت کی فضیلت اور اہل کفر (یعنی اس دشمن اور ظلم و بغاوت اور شرک میں اس کے معاون) کا کفر درج ہے بیشک اللہ کو ان کی یہ روش معلوم ہے اسی واسطے یہ فرمایا- ان الذین یلحدون فی ایتنا لایخفون علینا (حم سجدہ ع ۵) یریدون ان یبدلوا کلام اللہ (فتح ع ۲) حالانکہ ان کو ایسا کامل قرآن دیکھا دیا گیا جو تاویل و تنزیل اور محکم و متشابہ اور ناسخ و منسوخ پر مشتمل تھا اور جس میں سے ایک الف یا لام تک ساقط نہ تھا پس جب وہ اہل حق و اہل باطل کے ناموں سے جو اللہ تعالیٰ سے اس میں بیان فرمائے تھے- واقف اور سمجھ گئے کہ اگر یہ ظاہر ہو گیا تو ہمارا منصوبہ خاک میں مل جائے گا- تب کہنے لگے کہ ہمیں اس کی کچھ ضرورت نہیں- پاس جو ہے اس کی موجودگی میں ہمیں اس کی پرواہ نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیا فنبذہ وراء ظھور ھم واشترو ابہ ثمنا قلیلا فبئس مایشترون (آل عمران ع ۱۹) دیکھو تحفہ شیعہ ص ۱۲ اس روایت سے بھی ظاہر ہے کہ قرآن علی میں اہل بیت کے فضائل اور نعوذ باللہ صحابہ کرام کے رذائل درج تھے-

(۶) شیعہ کی بڑی معتبر کتاب احتجاج الائمہ للطبرسی (مطبوعہ ایران ۱۳۰۴ھ ص ۷۶، ص ۷۷ میں ہے

وفی روایۃ ابی ذرا لغفاری انہ لماتو فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جمع علے علیہ السلام القران وجاء بہ الی المہاجرین والا نصار وعرضہ علیہم لماقد اوصاہ بذلک رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم فلما فتحہ ابوبکر خرج فی اول صفحۃ فتحہا فضائح القوم فوثب عمرو قال یاعلی اردوہ فلاحاجۃ لنافیہ فاخذ

علی علیه السلام انصرف ثم احضر زید بن ثابت وکان قارنا للقرآن فقال له عمران علیا جائنا بالقرآن وفیه فضائح المہاجرین والانصار وقد راینا ان نئولف القرآن و نسقط منه ماکان فیه من فضیحة وهتک المهاجرین والانصار فاجأ به زید الی ذلک ثم قال فان انا فرغت من القرآن علے ماسائتم واظہر علے القرآن الذی الفه الیس قد بطل کلما علمتم قال عمر فما الحیلة قال زید انتم اعلم بالحیلة فقال عمر ماحیلته دون ان نقتله ونستریح منه فد برفی قتله علی ید خالد بن الولید فلم یقدر علی ذلک وقد مضے شرح ذلک فما استخلف عمر سال علیا علیه السلام ان یدفع الیهم القرآن فیحرفوه فیما بینهم فقال عمر یاابالحسن ان جئت بالقران الذی کنت جئت به الی ابی بکر حتی نجتمع علیه فقال علیه السلام هیهات لیس الی ذلک سبیل انما جئت به الی ابی بکر لتقوم الحجة علیکم ولا تقولوا ایوم القیامة انا کنا عن هذاغافلین او تقولو ماجئتنا به ان القرآن الذی عندی لا یمسه الا المطهرون والا وصیاء من ولدی فقال عمر فهل وقت لا ظهاره معلوم فقال علیه السلام نعم اذا قام القائم من ولدی یظهره ویحمل الناس علیه انتهی بلفظه۔

ترجمہ: اور ابو ذر غفاری کی روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو حضرت علی نے قرآن کو جمع کیا اور اسے لے کر مہاجرین و انصار کے پاس آئے اور ان پر پیش کیا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اس بارے میں وصیت کی تھی۔ پس جب حضرت ابوبکر نے اس قرآن کو کھولا تو پہلا صفحہ جو کھولا اس میں مہاجرین وانصار کی فضیحتیں تھیں۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر کو دیڑے اور کہا اے علی اسے واپس لے جاؤ کیونکہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں پس حضرت امیر نے اس لیا اور واپس آئے پھر زید بن ثابت جو قرآن کے قاری تھے بلائے گئے۔ حضرت عمر نے اس سے کہا کہ علی قرآن لے کر ہمارے پاس آیا تھا۔

جس میں مہاجرین و انصاری کی فضیحتیں تھیں۔ ہماری رائے ہے کہ ہم قرآن جمع کریں۔ اور اس میں جو مہاجرین و انصار کی ہتک و نصیحت ہے اسے ساقط کردیں۔ زید نے اسے قبول کرلیا پھر کہنے لگا اگر میں تمہاری خواہش کے مطابق قرآن کو جمع کر دوں۔ اور حضرت علی وہ قرآن ظاہر کردیں۔ جوانہوں نے جمع کیا ہے۔ تو کیا تمہارا سب کیا کرایا اکارت نہ جائے۔ گا۔ حضرت عمر نے کہا پھر کیا حیلہ کرنا چاہیے زید نے جواب دیا کہ تم میری نسبت حیلہ کے زیادہ جاننے والے ہو۔ حضرت عمر نے کہا اس کا حیلہ بجز اس کے نہیں کہ ہم

اسے قتل کردیں۔ اور اسکی طرف سے آرام پائیں پس خالد بن ولید کے ہاتھ سے اسے قتل کرانے کی تدبیر کی مگروہ اس پر قادر نہ ہوا۔ اس قصہ کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔ جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو حضرت علی علیہ السلام سے ان کا قرآن مانگا۔ تاکہ ہم مل کر اسے تحریف کردیں۔ پس حضرت عمر نے یوں کہا۔ اے ابو الحسن کیا اچھا ہو اگر آپ وہ قرآن ہمیں لادیں۔ جو آپ حضرت ابوبکر کے پاس لائے تھے تاکہ ہم اس پر اتفاق کرلیں۔ امیر علیہ السلام نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہوسکتا میں اسے ابوبکر کے پاس لے گیا تھا۔ تاکہ تم پر حجت قائم ہوجائے اور قیامت کے دن تم یوں نہ کہو کہ ہم اس سے بے خبر تھے۔ یا کہو کہ تو اسے ہمارے پاس نہیں لایا تحقیق وہ قرآن جو میرے پاس ہے۔ اسے نہیں چھوتے مگر پاک لوگ اور میر اولاد میں سے اوصیاء حضرت عمر نے کہا کیا اس قرآن کو ظاہر کرنے کے لیے کوئی وقت معلوم ہے۔ حضرت امیر علیہ اسلام نے جواب دیا۔ ہاں جب میرے بیٹوں میں سے حضرت قائم ظاہر ہوگا۔ وہ اس قرآن کو ظاہر کرے گا۔ اور لوگوں کو اس پر چلائے گا۔ انتھی اس روایت سے بھی ظاہر ہے کہ قرآن علی تحریف سے محفوظ ہے اور اس میں مہاجرین و انصار کی فضیحتیں ہیں اور قرآن موجود محرف ہے۔

(۷) شیعہ کے ثقتہ الاسلام کلینی اصول کافی (مطبوعہ نو لکشور ص ۶۶۴ میں یوں نقل کرتے ہیں۔

عدة من اصحابنا عن سهل بن زياد عن محمد بن سليمان عن بعض اصحابه عن ابى الحسن عليه السلام قال قلت له جعلت فداك انا نسمع الايات فى القرآن ليس هى عند نا كما نسمعهاولا نحسن ان نقرأها كما بلغنا عنكم فهل ناثم فقال لا اقراء واكما تعلمتم فيجيئكم من يعلمكم۔

ترجمہ: (بحذف اسناد) محمد بن سلیمان کے ایک یار کا بیان ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں ہم قرآن کی آئتیں سنتے ہیں جو ہمارے نزدیک ایسی نہیں جیسا کہ ہم ان کو آپ (اہل بیت) سے سنتے ہیں۔ اور نہ ہم ان کی قرات جانتے ہیں جیسا کہ ہم کو آپ (اہلبیت) سے پہنچی ہے تو کیا ہم اس سبب سے گنہگار ہوجاتے ہیں۔ امام رضا نے فرمایا کہ نہیں تم پڑھے جاؤ جیسا کہ تم نے سیکھا ہے پس تمہارے پاس آئے گا جو تمہیں سکھائے گا۔ انتھی

اس روایت سے ظاہر ہے کہ قرآن موجود جس قرات میں ہے وہ غلط ہے۔ جب امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے۔ تو صحیح قرات سکھائیں گے۔ اور وہ صحیح قرات قرات قرآن علی کی ہے۔

علامہ محسن کاشی لکھتے ہیں۔

ويحمل ماورد عنهم عليهم السلام من اختلاف القراة فى كلمة واحدة وما وردا ايضا من تصويبهم القرائتين جميعا كما ياتى فى مواضعه على انهم عليهم السلام

لما لم یتمکنوا ان یحملوا الناس علے القراۃ الصحیحۃ جوزوا القرأۃ بغیرھا کما اشیر الیہ بقولھم علیھم السلام اقرأو کما تعلمتم فسجیئکم من یعلمکم وذلک کما جوز واقراۃ اصل القران بما ھو عند الناس دون ماھو محفوظ عندھم (تفسیر صافی)

ترجمہ : آئمہ علیہ السلام سے جو ایک کلمہ میں اختلاف قرات مروی ہے اور نیز آئمہ کا دونوں قراتوں کو درست کہنا جو مروی ہے جیسا کہ اپنی جگہوں پر آئے گا۔ وہ اس معنی پر محمول ہے کہ چونکہ آئمہ لوگوں کو صحیح قرات پڑھانے پر قادر نہ ہوئے۔ اس لیے انہوں نے غلط قرات کو جائز رکھا چنانچہ ان کے قول **اقرؤا کما تعملتم فیجیئکم من یعلمکم** میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور یہ ویسی ہی صورت ہے کہ انہوں نے اصل قرآن کو اسی طرح پڑھنا جائز رکھا ہے جیسا کہ لوگوں کے قرآنوں میں ہے نہ کہ جیسا اس قرآن میں ہے جو ان کے پاس محفوظ ہے انتھی۔

(۸) شیعہ کے خاتم المجتہدین محمد باقر مجلسی کے رسالہ رجعت سے حدیث مفضل بن عمر کا ایک حصہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔ اس حدیث میں شیعہ کے امام معصوم جعفر صادق علیہ اسلام مفضل سے امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے حالات بیان فرما رہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب امام مہدی اور آپ کے اصحاب کوفہ کے نزدیک پہنچیں گے۔ تو ایک خوبصورت جوان حسینی مع اپنے چند سواروں کے امام کی زیارت کو آئے گا۔ اور امام سے کچھ سوالات کرے گا جن کی تفصیل حدیث مذکور (رسالہ رجعت مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ ص ۳۷) میں یوں بیان ہوئی ہے۔ پس حسینی در برابر حضرت مہدی مے ایستد و میگوید کہ اگر راست می گوئی کہ توئی مہدی آل محمد پس کجاست عصائے جدت رسول خدا و انگشتری اوو برد زرہ راکہ فاضل مے نامیدند اعمامہ اش برا کہ سحاب مے گفتند واسبش کہ یربوع نام داشت و ناقہ اش کہ عضبا مے گفتند اشترش کہ دل دل مے گفتند و حمارش کہ یعفور مے نامیدند۔ وبراق وکو مصحف امیرالمومنین کہ بے تغیر و تبدل جمع کرد۔ پس ہمہ را حضرت مہدی حاضر گردانداانتھی بلفظہ۔

ترجمہ : پس جو ان حسینی حضرت مہدی کے برابر کھڑا ہو کر کہے گا۔ اگر تو سچ کہتا ہے کہ آل محمد کا مہدی تو ہی ہے تو یہ چیزیں کہاں ہیں تیرے نانا رسول خدا کا اعصا ان کی انگوٹھی ان کی زرہ جسے فاضل کہتے تھے۔ ان کا عمامہ جسے سحاب کہتے تھے۔ ان کا گھوڑا جسے یربوع کہتے تھے۔ ان کا ناقہ جسے غضبا کہتے تھے ان کی خچر جسے دلدل کہتے تھے۔ ان کا دراز گوش جسے یعفور کہتے تھے۔ اور براق کہاں ہے امیر المومنین کا مصحف جو انہوں نے بغیر تغیر تبدل کے جمع کیا پس حضرت

مہدی ان سب چیزوں کو حاضر کریں گے۔ انتھی اس روایت سے ظاہر ہے کہ قرآن علی تحریف سے پاک ہے اور دوسرے قرآن تحریف سے محفوظ نہیں۔

(۹) شیعہ کے شیخ الاسلام خاتم المجتہدین محمد باقر مجلسی اپنی کتاب جلاء العیون (مطبوعہ ایران ص ۸۱) میں یہ لکھتے ہیں چوں ازہدایت آں قوم مایوس گردید بامر رسول خدا بجمع قرآن اشتغال نمود چوں عمر دید کہ جمیع مہاجر و انصار بغیر از حضرت امیرالمومنین و چہار نفراز خواص آنحضرت دین و دنیا فروختند و بان ملعون بیعت کردند بہ ابوبکر گفت کہ چرا حضرت علی ابن ابی طالب رابہ بیعت خود نمی خوانی و اللہ کہ گراوباتو بیعت نماید خلافت بر تو قرار نیابد زیرا کہ او خلیفہ برحق رسول خدا واعلم واشجع و افضل وقضائے ایں امت است مردماں رارجوع بادبسیا راست پس ابوبکر بسوئے آں جناب فرستاد واو رابہ بیعت خودخواند حضرت سید اوصیاء فرمود کہ سوگند خوردہ ام کہ ازخانہ بیروں نیایم و ردائے مبارک بردوش نیندازم تا آیات قرآن راجمع نمایم بعد ازچند روز آں کلام اللہ ناطق قرآن راجمع کردہ در کیسہ گذاشت و سرآنرا مہر کرد بمسجد آمد۔ درمجمع مہاجر و انصار ندا فرمود کہ اے گروہ مردماں چوں از دفن سید کائنات فارغ گردیدم بامر آنحضرت بجمع قرآن مشغول شدم و جمیع آیات قرآنی وسورہ فرقانی راجمع کردم و ہیچ آیہ از آسمان نازل نشدہ کہ حضرت رسول برمن نخواندہ باشد و تاویل آنرا بمن تعلیم ننمودہ باشد چوں درآں قرآن چند آیہ بود کہ کفرو نفاق آں قوم وخلافت علی بن ابی طالب و فرزنداں اوصریح بود عمر آنرا قبول نہ کرد سید اوصیا خشمناک گردید و بحجرہ طاہرہ مراجعت نمودو فرمود کہ ایں قرآن را دیگر نخواہید دید تاحضرت قائم آل محمد ظہور نماید انتھی بلفظہ

ترجمہ: جب حضرت امیراس قوم کی ہدایت سے ناامید ہوگئے تو رسول خدا کی وصیت کے موافق قرآن کے جمع کرنے میں مشغول ہوئے جب عمر نے دیکھا کہ حضرت امیرالمومنین اور ان کے چار خاص اصحاب کے سوا تمام مہاجرین و انصار نے دین کو دنیا کے بدلے بیچ دیا اور اس ملعون کی بیعت کرلی ہے۔ تو ابوبکر سے کہا کہ تم کس واسطے حضرت علی بن ابی طالب کو اپنی بیعت کو دعوت نہیں دیتے۔ اللہ کی قسم اگر وہ تیری بیعت نہیں کرتا تو تیری خلافت برقرار نہ رہے گی۔ کیونکہ وہ رسول خدا کا خلیفہ حق اور امت میں سے اعلم و اشجع و افضل واقضا ہے۔ اور اس کی طرف لوگوں کا بہت میلان ہے پس ابوبکر حضرت امیر کی طرف گئے۔ اور ان کو اپنی بیعت کی طرف بلایا حضرت سید اوصیا نے فرمایا کہ میں نے سوگند کھائی ہے کہ گھر سے نہ نکلوں گا اور چادر کندھے پر نہ ڈالوں گا۔ جب تک کہ قرآن جمع نہ کرلوں۔ چند روز کے بعد اس قرآن ناطق (حضرت امیر) نے قرآن کو جمع کرکے ایک تھیلی میں ڈالا۔ اور بند کرکے اس کے منہ پر مہرلگا

دی- اور اسے لے کر مسجد میں آئے- اور مہاجرین و انصار میں پکار کر کہا کہ اے لوگوں کے گروہ جب میں جناب سرور کائنات کے دفن کرنے سے فارغ ہوا تو حسب وصیت آنحضرت قرآن کے جمع کرنے میں مشغول ہوگیا- اور میں نے تمام آیات و سورہ قرآنی کو جمع کیا آسمان سے کوئی ایسی آیت نازل نہ ہوئی کہ حضرت رسول خدا نے مجھ پر نہ پڑھی ہو اور اس کی تاویل مجھے نہ بتائی ہو- چونکہ اس قرآن میں چند ایسی آئتیں تھیں کہ جن سے مہاجرین و انصار کا کفرو نفاق اور علی بن ابی طالب اور ان کے بیٹوں کی خلافت صریح طور پر ثابت تھی- اس لیے عمرنے اس قرآن کو قبول نہ کیا- جناب سید اوصیا خفا ہو گئے- اور حجرہ طاہر کو واپس ہوئے اور فرمایا کہ تم اس قرآن کو پھر نہ دیکھو گے- یہاں تک کہ حضرت قائم آل محمد ظاہر ہوں- انتھی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ قرآن علی میں چند آئتیں ایسی تھیں- جن میں مہاجرین و انصار کے کفرو نفاق کی صراحت تھی- اور آئمہ کی خلافت کی بھی صراحت تھی- اب قرآن موجود سے مہاجرین و انصار کے فضائل و مناقب ثابت ہوتے ہیں- اور اس میں کوئی ایسی آیت نہیں جو خلافت بلا فصل کے ثبوت میں صریح ہو-

(۱۰) شیعہ کے عارف کامل و حکیم سالک سید محمد باقر موسوی اپنی کتاب بحرالجواہر خاقانی (مطبوعہ ایران ۱۲۹۶ھ ص ۲۱۶) میں یوں لکھتے ہیں چوں حضرت دانست کہ ایشاں در مقام غدر و مکر ندو یاری او نمیکنند رفت ود خانہ نشست و مشغول جمع قرآن شد و از خانہ بیروں نیامد تا ہمہ راجمع کرد- چہ قرآن متفرق بود در پوستہاور قعہا واستخوا نہاد چوبھا پس ابوبکر فرستاد کہ بیاد بیعت کن حضرت فرمود کہ من سوگند یاد کردہ ام کہ رِدا نگیرم از خانہ بیروں نیایم مگراز برائے نماز تا قرآن راجمع کنم پس چند روز صبر کردند تا حضرت مجموع قرآن راجمع کرد و درمیان جامہ گذاشت و سرش رامہر کردو بمسجد آوردر وقتے کہ ابوبکر باصحابہ در مسجد بودند وندا کردبا آواز بلند کہ ایہا الناس چوں حضرت رسول از دنیا رفت مشغول غسل تجہیزو تکفین اوگردیدم وجمیع آیات قرآنی و سور فرقانی راجمع کردہ ام و ہیچ سورہ وآیہ از آسمان نازل نشدہ است کہ حضرت رسول برمن نخواندہ باشدو تاویل آنرا بمن تعلیم ننمودہ باشد درقیامت نگوئید ما ازیں غافل بودیم و نگوئید کہ من شمار ابیاری خود نطلبیدیم و حق خود را بیاد شمانیا وردم و شمارا بکتاب خدا دعوت نکردم چوں دراں قرآن چند آیہ بود کہ در کفرو نفاق منافقاں آں قوم و خلافت علی ابن ابی طالب و فرزندان او بود صریحاً عمر بن خطاب آن قرآن را قبول نہ کردہ گفت آنچہ از قرآن باما است مارابس است و احتیاج بقرآن تو نداریم سید اوصیا خشمناک گردید- فرمودایں قرآن رانخوا ہید دید تاظہور حضرت قائم آل محمد از فرزندان من و نجانہ مراجعت کرو- انتھی بلفظہ اس عبارت کے اردو ترجمہ ضرورت

نہیں کیونکہ اس کا بھی خلاصہ مطلب وہی ہے جو عبارت جلا العیون کا ہے۔

(۱۱) کتاب ارشاد العوام جو عوام شیعہ کے اعتقادات کی تصحیح کے لیے لکھی گئی ہے۔ اس کی جلد اول مطبوعہ ایران ص ۱۳۵ میں مصنف نے یوں لکھا ہے وآنچہ رسیدہ است در احادیث کہ حضرت صاحب ے آورد در شرح جدید کتاب جیدے ہمیں شرع است کہ آنرا تازہ میکند وآنچہ در آن بواسط تقیہ وبجہت عدم مصلحت مخفی شدہ آشکار خواد کرد وکتاب ہمیں کتاب است کہ بطور کہ روزاول نازل دید تا شدہ بود و حضرت امیر علیہ السلام جمع فرمودہ بود منافقین قبول نہ کردند آنحضرت فرمود کہ دیگر آں رانخوابیدہ ظہور صاحب الا مرعلیہ السلام آں بزرگواروں قرآن راخود طاہر ساخت و بدست مردم خواہدداد و آنست تفصیل احوال منافقین و اہل حق و ازیں جہت برمردم شدید خواہد بود چرا کہ مذمت پیشوایاں خود در آں خواہند یافت۔ (انتھی بلفظہ)

ترجمہ: اور یہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ حضرت امام مہدی ایک نئی شریعت اور ایک نئی کتاب لائیں گے۔ سونئی شریعت سے مراد ایسی شریعت ہے کہ جس کو تازہ کریں گے۔ اور جو کچھ اس میں تقیہ اور عدم مصلحت کی وجہ سے پوشیدہ رہا ہوگا۔ اسے ظاہر کردیں گے۔ اور نئی کتاب سے مراد یہی کتاب یعنی قرآن ہے جس طرح کہ روز اول نازل ہوا تھا اور حضرت امیر علیہ السلام نے جمع کیا تھا۔ اور منافقین نے قبول نہ کیا تھا اور حضرت امیر نے فرمایا تھا کہ حضرت امام مہدی کے ظہور تک تم پھر اس کو نہ دیکھو گے۔ وہ بزرگوار امام مہدی اسی قرآن کو ظاہر کریں گے۔ اور لوگوں کے ہاتھوں میں دیں گے۔ اور اس قرآن میں منافقین اور اہل حق کے حالات کی تفصیل ہے۔ اسی وجہ سے وہ قرآن لوگوں پر ناگوار ہوگا۔ کیونکہ اس میں وہ اپنے پیشواؤں کی مذمت پائیں گے انتھی۔

اس عبارت سے قرآن علی کی نسبت شیعہ کا یہ عقیدہ ظاہر ہے۔ کہ اس میں صحابہ کرام کے مثالب اور اہلبیت کے مناقب بالتفصیل مذکور ہوں گے۔ مصنف نے اسی مضمون کو دوسری جگہ ارشاد العوام جلد سوم ص ۱۱۷ یوں ادا کیا ہے والا قرآن جدیدے نیاورد چنانکہ ملاحدہ ایں زمان خیال کردہ اند بلے ہمیں قرآنست نظم آنرا بطور۔ نظمیکہ پیغمبر قرار دادہ کنند وآنچہ آزاں وزدیدہ اندیا تحریف کردہ اند داخل کنند وایں کتاب جدید نباشد۔ بلکہ ہاں کتاب قدیم است۔ انتھی بلفظہ۔ ترجمہ ورنہ امام مہدی کوئی نئی کتاب نہ لائیں گے جیسا کہ اس زمانہ کے ملحد لوگ خیال کر بیٹھے ہیں۔ بلکہ یہی قرآن ہے اس کی نظم کو اس طرح کر دیں گے جیسا کہ پیمغبر نے قرار دیا تھا اور اس میں سے جو کچھ چرایا گیا یا تحریف کر دیا گیا ہے اس میں داخل کردیں گے اور یہ نئی کتاب نہ ہوگی۔ بلکہ وہی کتاب قدیم ہوگی۔ انتھی۔

(۱۲) شیعہ کے وحید العصروالزمانی فاضل ہمدانی محمد رضا ابن امین اپنی مشہور کتاب درالنظیم خاقانی

(مطبوعہ ایران- جلد اول ص ۱۹) جو فتح علی شاہ قاجار شاہ ایران کے حکم سے تصنیف کی گئی قرآن میں وقوع تحریف کی بحث میں منکرین و قائلین ہر دو کے دلائل بیان کر کے یوں لکھتے ہیں- وحق آنست کہ اگرچہ سخن بسیار گفتہ اندا فاما در تحقیق نسفتہ اند و دلیل طرفین الاسما ثانی مدخول و آیتہ **لا یاتیہ الباطل وانا لہ لحافظون** قابل توجیہ- وتوفر دواعی بر تغیر و تبدیل ہنگامہ غصب خلافت یا آں ہمہ جلافت ارباب ضلالت بسر حد ضرورت وبداہت رسیدہ- منکر مکابر عقل صحیح و مخالف نقل صریح وایں کہ جناب اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب قرآن- راجع و در مجمع صحابہ حاضر نمودند و مخالفین ازیشاں نپذیر فتند و آں جناب آنرا مخفی بعد ہرچہ اصرار کردند بیروں نیا دروند- وآں قرآن نزد آئمہ طاہرین والاان نزد قائم است احدے از علمائے امامیہ رضوان اللہ علیہم راحرفے نہ- واگر قرآن آں جناب عین ایں قرآن بود- دیگر اختصاص آنبان آنحضرت و افتخار آئمہ واختفاء آں چہ معنی داشت وایں کہ اخبار والہ بر تحریف ہمہ ضعیفتہ السنہ وعدیم المستند ثد قولیت ضعیف بل کذب محض و اغلب انہا صحیحتہ السند ماخوذ از کتب مقبرہ چنانکہ انشاء اللہ تعالی بعد ورطی تفسیر آیات واضح دلائل خواہد شد انتہی بلفظ

ترجمہ: اور حق یہ ہے اگرچہ انہوں نے بحث بہت کی ہے مگر تحقیق کا موتی نہیں پرویا- اور طرفین بالخصوص منکرین تحریف کی دلیل کمزور ہے- اور منکرین تحریف نے جو دو آیتیں یعنی **لا یاتیہ الباطل وانا لہ لحافظون** پیش کی ہیں وہ قابل توجیہ ہیں اور باوجود گمراہوں کی اس تمام جہالت و حماقت کے حضرت امیر کی خلافت غصب کرنے کے وقت قرن کے بدل دینے کے اسباب کا کثیر ہونا ضرورت و بداہت کی حد کو پہنچا ہوا ہے اس امر کا منکر عقل صحیح کے ساتھ مکابرہ کرنے والا اور نقل صریح کا مخالف ہے اور یہ بات کہ جناب اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب نے قرآن کو جمع کیا اور صحابہ کے مجمع میں حاضر کیا اور مخالفین نے قرآن علی کو قبول نہ کیا اور آنجناب نے اس کو چھپا لیا- اور پھر صحابہ نے ہرچند اصرار کیا- مگر آپ نے نہ دکھایا اور وہ قرآن آئمہ طاہرین کے پاس رہا- اور اب امام مہدی کے پاس ہے- اس تمام میں علمائے امامیہ رضوان اللہ علیہم میں سے کسی کو کلام نہیں- اگر قرآن علی اس قرآن کا عین تھا تو پھر آنجناب کے ساتھ اس کے اختصاص اور اس پر آئمہ کے فخر کرنے اور اسے پوشیدہ رکھنے کے کیا معنی؟ اور یہ کہنا کہ روایات تحریف قرآن سب ضعیف سند والی اور بے سند ہیں- ایک ضعیف قول ہے بلکہ محض جھوٹ ہے اکثر روایات تحریف صحیح سند والی اور کتب معتبرہ سے ماخوذ ہیں- جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد تفسیر آیات کے ضمن میں واضح و ظاہر ہو گا- انتہی

(۱۴۳) شیعہ کے سند المجتہدین و سید المتفقین سید محمد لکھنوی سید علم الہدی کے جواب میں یوں لکھتے ہیں اگرچہ ظاہر کلام سید سند علم الہدی دلالت بربقائے ترغیب عہد نبوی دار ولاکن قول فیصل

درینمقام آنست کہ بقائے ترتیب فی الجملہ مسلم است پس اگر در حقیقت مراد جناب ایشان ہمیں است فنعم الوفاق و درینصورت عموم کلام شاں ماوّل بالتخصیص خواہد بود و مصروف عن الظاہر واگر مراد ترتیب جمیع سورو تمامی آیات است فھو محل نظربل ھو ظاھرا لسفاد کیف و برایں تقدیر تکفل جناب ولایت مآب برائے جمع قرآن و اشتغال آں جناب بہ ترتیب آں بعد وفات جناب رسالت مآب کہ از روایات متیواترہ متفق علیہا بینالفریقین ثابت است عبث ولغو محض نیود وفی الروایات المعصوم انہ مخزون مودع عند صاحب العصر علیہ السلام انتھی بلفظہ (ضربت حیدریہ۔ جلد ثانی ص ۷۸) ترجمہ: اگرچہ سید سند علم الھدی کا ظاہر کلام دلالت کرتا ہے کہ جناب پیغمبر خدا کے عہد میں قرآن جس ترتیب سے تھاوہی ترتیب اب تک باقی ہے مگر قول فیصل اس مقام میں یہ ہے کہ ترتیب عہد نبوی سے فی الجملہ باقی رہنا مسلم ہے۔ پس اگر حقیقت میں سید علم الھدی کی مراد یہی ہے تو یہ خوب موافقت ہے اور اس صورت میں ان کے کلام کا عموم تخصیص کے ساتھ ماؤل اور ظاہر سے مصروف ہوگا۔ اور اگر علم الھدی کے مراد تمام سورتوں اور تمام آیتوں کی ترتیب ہے تو یہ محل تامل بلکہ ظاہر الفساد ہے۔ ظاہر الفساد کیوں نہ ہو کہ اس صورت میں جناب رسالت ماب کی وفات شریف کے بعد جناب مولیٰ مرتضیٰ کا جمع قرآن کو اپنے ذمہ لینا اور آپ کا اس کی ترتیب میں قول ہونا جیساکہ فریقین کی روایات متواترہ متفق علیہا سے ثابت ہے عبث اور محض لغو ٹھرے گا۔ اور آئمہ معصومین کی روائیتوں میں ہے کہ وہ قرآن علی امام مہدی علیہ السلام کے ہاں خزانہ وذخیرہ میں ہے۔ انتھی

اس عبارت میں مجتہد لکھنوی نے روایات جمع قرآن علی کے تواتر کو جو اہل سنت کی طرف بھی منسوب کیا ہے وہ غلط ہے کیونکہ اہل سنت کو تو تواتر کا کیا ذکر ان روایات کی صحت میں بھی کلام ہے جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قرآن کا جمع کرنا مذکور ہے۔ اگر ایسے آحاد کی صحت پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو اہل سنت کے نزدیک جمع سے وہ مراد نہیں جو شیعہ لیتے ہیں جیساکہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

(۱۴) مولوی سید ناصر حسین نے رشق لنبال علی اصحاب الضلال (مطبوعہ مطبع مجمع البحرین بودیانہ ۱۲۸۱ھ ص ۱۹) میں یوں لکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امیر نے قرآن کو چھپایا نہیں۔ بلکہ بمصداق حدیث نبوی لن یتفر قاحتی یردا علی الحوض حکمت بالغہ حضرت حکیم علی الاطلاق کی مقتضی اس بات کی ہوئی کہ جیسا جمہور امت نے اوصیا سے تمسک چھوڑا ویسا ہی اس قرآن کے فیوض سے بھی محروم رہیں گے۔ جس وقت امام ثانی عشر بحکم خالق وارد پردہ خفا سے جلوہ گاہ ظہور میں رونق افروز ہوں گے۔ انہیں کے ساتھ وہ قرآن بھی ظاہر ہوگا۔ اور مدارست اس کی شائع ہوگئی اس میں الزام کی کیا جگہ ہے۔ منافقین امت کی بدی اعمال سے ثقلین کو غائب رکھنا خالق عالم نے روا رکھا انتھی بلفظ

شیعہ کو حدیث ثقلین پر عامل ہونے کا بڑا دعوے ہے مگر جب ان کا ثقل اکبر یعنی قرآن غائب ہے اور ان کا ثقل اصغر یعنی امام زمان غائب ہے تو ان کا تمسک بالثقلین کا دعوے بالکل باطل ہے۔

(۱۵) شیعہ کے شیخ الاسلام خاتم المجتہدین حیات القلوب (مطبوعہ نو لکشور جلد سوم ص ۴۴ میں لکھتے ہیں اور حدیث وارد شدہ کہ ثلث قرآن در فضائل ایشاں است و ثلث در مثالب دشمناں ایشاں و بعضے از روایات ربع ورد شدہ است انتہی بلفظہ اصبغ بن نباتہ کا بیان ہے کہ میں نے امیر المومنین علیہ السلام کو سنا کہ فرمارہے تھے۔ کہ قرآن تین حصے اترا ہے ایک تہائی اہلبیت اور دشمنان اہل بیت کے بارے میں ہے اور ایک تہائی سنن و امثال اور ایک تہائی فرائض احکام ہیں۔ (اصول کافی ص ۶۴۹) اور حیات القلوب جلد سوم ص ۸۵) و کلینی روایات کردہ است بسند معتبر ازا امام محمد باقر علیہ السلام کہ دعوے نہ کردہ است احدے از مروم کہ ہم ہمہ قرآن راچنانکہ خدا نازل کردہ است مے داند مگر دو گوئے جمع نہ کردہ است و حفظ نہ کردہ است قرآن را فرستادہ است مگر علی بن ابی طالب علیہ السلام و آئمہ بعد او علیہم السلام انتہی بلفظہ۔

پیشتر اس کے کہ ہم عبارت مذکور بالا کے نتائج کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کرائیں قرآن علی کے متعلق شیعہ کے علامہ مرزا ابو القاسم مصنف قوانین الاصول کی عبارت پر تنقیدی نظر ڈالنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ مرزا صاحب کے کلام سے متبادر ہوتا ہے کہ شیخ مصدق کے رسالہ اعتقادات میں درج ہے کہ جن روایات میں یہ وارد ہے کہ قرآن علی میں یہ زیادتی تھی جو اور قرآنوں میں نہ تھی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ زیادتی قرآن میں نہ تھی بلکہ از قبیل احادیث قدسیہ بھی تھی جو قرآن کے ساتھ بین الدفتین جمع کی گئی تھیں۔ اس وقت خوش قسمتی سے شیخ صدوق کا رسالہ اعتقادات مطبوعہ ایران ہمارے سامنے ہے اس کے اخیر میں سال طبع ۱۲۷۴ھ اور کاتب کا نام حسن بن سمیع دیا ہوا ہے اس میں قرآن کے متعلق یہ عبارت درج ہے۔

قال الشیخ اعتقاد نا ان القرآن الذی انزلہ اللہ تعالٰی علی نبیہ محمد ہو مابین الدفتین وہو مافی ایدی الناس لیس باکثر من ذلک و مبلغ سورہ عند الناس مائۃ وار بعۃ عشر سورۃ وعندنا ان الضحی والم نشرح سورۃ واحدۃ ولایلاف والم ترکیف سورۃ واحدۃ ومن نسب الینا انا نقول انہ اکثر من ذلک فہو کاذب وماروی من ثواب قراءۃ کل سورۃ من القرآن و ثواب من ختم القرآن کلہ وجواز قراءۃ سورتین فی رکعۃ والنہی عن القران بین سورتین فی رکعۃ فریضۃ تصدیق

لما قلناه فی امر القرآن وان مبلغه مافی ایدی الناس وکذلک ماروی من النهی عن قراة القرآن ان کله فی لیلة واحدة وانه لا یجوز ان یختم القرآن فی اقل من ثلثة ایام تصدیق لما قلنا ایضاً بل نقول انه قد نزل من الوحی الذی نیس بالقرآن مالوجمع المی القرآن لکان مبلغه مقدار سبع عشرة الف ایة وذلک مثل قول جبرائیل للنبی ان الله یقول لک یامحمد دار خلقی مثل ماادارى ومثل قوله اتق شحنا الناس وعداوتهم و مثل قوله عش ماشئت فانک میت واحب ماشئت فانک مغارقه واعمل ماشئت فانک ملاقیه وشرف المومن صلوته باللیل وعزه کف الازی عن الناس ومثل قول النبی مازال جبرئیل یوصینی بالسواک حتی خفت ان اخفی وارد ومازال یوصینی بالجار حتی ظننت انه سیورثه ومازال یوصینی بالمراة حتی ظننت انه لاینبغی طلاقها ومازال یوصینی بالملوک حتی ظننت انه سیضرب له اجلا یعتق فیه ومثل قول جبرئیل حین فرغ من غروالخندق یامحمد ان الله تبارک و تعالٰی یامرک ان لا تصلے الصعر الا بینی قریظة و مثل قوله امرنی ربی بمدارة الناس کما امرنی باداء الفرائض مثل قوله انامعاشر الانبیاء امرنا ان لا تکلم الناس الا بمقدار عقولہم ومثل قوله ان جبرائیل اتانی من قبل ربی بامرقرت به عینی وفرح به صدری وقلبی قال ان الله عزوجل یقول ان علیا امیر المومنین وقائد الغرالمحجلین ومثل قوله نزل علے جبرئیل فقال یا محمد ان الله تبارک و تعالٰی زوج فاطمة علیا من فوق عرشه واشهد علے ذلک خیار ملائکته فزوجها منه فی الارض واشهد علی ذلک خیار الناس ومثل هذا کثیر کله وحی لیس بقرآن ولو کان قرآناً لکان مقرونا به وموصولا الیه غیر مفصول عنه کما قال امیر المؤمنین لما جمعه فلما جاء به فقال لهم هذاکتاب الله ربکم کما انزل علے نبیکم لم یزد فیه حرف فقالو الا حاجة لنافیه عند نا مثل الذی عندک فانصرف وهو یقول فنبذوه وزاء ظهورهم واشتر وابه ثمنا قلیلا فبئس مایشترون انتهے بلفظه۔

ترجمہ: شیخ نے کہا کہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ قرآن جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر نازل کیا وہ مابین الدفتین ہے اور وہ وہی ہے جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اور اس سے زیادہ نہیں ہے اور اس کی سورتوں کی تعداد لوگوں کے نزدیک ایک سو چودہ ہے۔ مگر ہمارے نزدیک ضحیٰ اور الم نشرح ایک سورت ہے۔ اور

لایلاف اور الم ترکیف ایک سورۃ ہے جو شخص اس قول کو ہماری طرف منسوب کرتا ہے کہ قرآن اس سے زیادہ ہے وہ جھوٹا ہے اور یہ جو روایت ہے کہ قرآن کی ہر سورت پڑھنے کا اتنا ثواب ہے اور جو سارے قرآن کو ختم کرے اس کو اتنا ثواب ملتا ہے اور ایک رکعت میں دو سورتوں کا پڑھنا جائز ہے۔ اور فرض کی رکعت ہیں دو سورتوں کا ملانا منع ہے۔ اس تمام سے قرآن کے بارے میں ہمارے عقیدے کی تصدیق ہوتی ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ وحی سے جو قرآن میں ہے اتنا نازل ہوا ہے کہ اگر اسے قرآن کے ساتھ ملا دیا جائے تو اس کا مجموعہ سترہ ہزار آیت کی مقدار ہوجائے۔ اور وہ مثل جبرئیل کے ہے واسطے نبی کے

ان اللہ یقول لک یا محمد دار خلقی مثال ماداری۔

اور مثل قول آنحضرت کے

اتق شحناء الناس وعداوتھم اور مثل قول آنحضرت کے عش ماشئت فانک میت واحب ماشئت فانک مفارقه واعمل ماشئت فانک ملاقیه وشرف المومن صلوته باللیل وعزه کف الاذی عن الناس اور مثل قول نبی کے مازال جبرئیل یوصینی بالسواک حتی خفت ان احفی وارد ومازال یوصینی بالجار حتی ظننت انه سیور ثه ومازال یوصینی بالمراة حتی ظننت انه لا ینبغی طلاقھا ومازال یوصینی بالمملوک حتی ظننت ان سیضرب له اجلا یعتق فیه

اور مثل قول جبرئیل کے ہے جب حضرت غزوہ خندق سے فارغ ہوئے

یا محمد ان لله تبارک و تعالٰی یا مرک ان لا تصلے العصر الابنی قریظة اور مثل قول آنحضرت امرنی ربی بمداراۃ الناس کما امرنی باداء الفرائض اور مثل قول آنحضرت کے انا معاشر الانبیاء امرنا ان لا نکلم الناس لا بمقدار عقولھم اور مثل قول آنحضرت کے ان جبرئیل اتانی من قبل ربی بامر قرت به عینی وفرح به صدری وقلبی قال ان اللہ عزوجل یقول ان علیا امیر المؤمنین وقائد الغر المحجلین علی اور مثل قول آنحضرت کے نزل علی جبرئیل فقال یا محمد ان اللہ تبارک و تعالٰی زوج فاطمة علیا من فوق عرشه واشھد علے ذلک خیار ملئکته فزوجھا منه فے الارض واشھد علی ذلک خیار الناس۔

اور مثل اس کے بہت ہیں یہ سب وحی ہے جو قرآن نہیں ہے۔ اگر یہ قرآن ہوتا تو قرآن سے مقرون ہوتا۔ اور قرآن سے پیوستہ ہوتا اور اس سے جدا نہ ہوتا۔ چنانچہ جب امیر المومنین قرآن جمع

کر کے لائے تو ان سے کہا۔ یہ اللہ تمہارے پروردگار کی کتاب ہے جیسا کہ تمہارے پیغمبر نازل کی گئی تھی اس میں ایک حرف بھی زیادہ نہیں کیا گیا یہ سن کر انہوں نے ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہمارے مثل اس کے ہے جو تیرے پاس ہے پس امیر المومنین واپس ہوئے اور یہ فرما رہے تھے۔ فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروابه ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون (پس انہوں نے اس کو پس پشت ڈال دیا - اور اس کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ لیا۔ پس کیا ہی بری وہ قیمت ہے جو لیتے ہیں (عمران آل ع ۱۹ انتھی)

شیخ صدوق کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) قرآن جو اللہ عزوجل نے اپنے حبیب پاک پر نازل کیا وہ مابین الدفتین ہے اور بین الدفتین اتنا ہی ہے جو آج لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اور اس سے زیادہ نہیں ہے جو شخص یہ کہتا ہے کہ شیعہ کا قول ہے کہ قرآن اس سے زیادہ ہے وہ جھوٹا ہے۔

(۲) اگر قرآن (وحی متلو) کے ساتھ احادیث (وحی غیر متلو) ملائی جائیں تو وحی متلو و غیر متلو کا مجموعہ ہزار آیتوں کی مقدار ہوگا۔

(۳) اگر احادیث جو وحی غیر متلو ہیں قرآن ہوتیں تو قرآن کے ساتھ بین الدفتین جمع ہوتیں۔ چونکہ ایسی وحی قرآن نہیں لہٰذا حضرت امیر المومنین نے اسے بین الدفتین قرآن کے ساتھ جمع نہیں کیا بلکہ محض قرآن کو جمع کر کے صاف فرما دیا۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جیسا کہ پیغمبر خدا پر نازل ہوئی۔ اس میں ایک حرف بھی زیادہ نہیں کیا گیا مگر صحابہ نے یہ جواب دیا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمارے پاس بھی تمہارے قرآن کی مثل موجود ہے یہ سن کر حضرت امیر خفا ہو کر واپس ہوئے اور یوں فرما رہے تھے فنبذوہ ورآء ظھورھم (الآیۃ)

یہاں امور ذیل قابل غور ہیں۔

(۱) شیخ صدوق کے کلام کا اول و آخر متناقض ہیں۔ شروع میں تو شیخ صاحب نے کہہ دیا کہ قرآن جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا وہی ہے جو آج لوگوں کے ہاتھوں میں ہے مگر اخیر میں قرآن علی کی نسبت یہ کہہ دیا کہ صحابہ نے اسے قبول نہ کیا۔ اس پر امیر المومنین نے خفا ہو کر فرمایا فنبذوہ وراء ظھورھم اس سے ظاہر ہے کہ قرآن علی وحی نہ تھا۔ جو آج ہمارے پاس موجود ہے اگر قرآن علی اور قرآن موجود ایک ہوتے تو صحابہ کرام قرآن علی کے قبول کرنے سے انکار نہ کرتے اور نہ حضرت امیر خفا ہو کر یہ فرماتے کہ انہوں نے اغراض دینوی کے لیے اصل قرآن پشت ڈال دیا۔ فنبذہ وراء ظھورھم

جو تاویل حضرت امیر نے فرمائی وہ پہلے آچکی ہے۔ (دیکھو تحفہ شیعہ)

(۲) قرآن علی میں صرف قرآن ہی تھا اس کے ساتھ احادیث جمع نہ تھیں۔ اسی واسطے حضرت امیر نے فرمایا کہ یہ اللہ عزوجل کی کتاب ہے جیسا کہ نازل ہوئی ہے اور اس میں ایک حرف بھی زیادہ نہیں کیا گیا۔

(۳) شیخ صدوق نے صرف یہ بیان کیا ہے کہ اگر وحی متلو وغیر متلو دونوں کو ملا دیں تو ان کا مجموعہ سترہ ہزار آیت کی مقدار ہوگا' اور یہ ذکر نہیں کیا کہ احادیث میں جو وارد ہے۔ کہ قرآن علی میں زیادتی ہے تو اس سے مراد ہے کہ قرآن علی کے ساتھ بین الدفتین احادیث بھی تھیں۔ یہ شیعہ کے علاوہ مرزا ابوالقاسم کا اختراع ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اصول کافی (مطبوعہ) نو لکشور ص ۶۷۱) میں حدیث مذکور ہے۔

علی بن الحکم عن ھشام بن سالم عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال ان القران الذی جاء۔

(بحذف اسناد) امام جعفر صادق نے فرمایا کہ قرآن جو جبرئیل علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ کے پاس لے کر آئے سترہ ہزار آئتیں ہیں۔ انتھی بلفظہ یہاں شیعہ کو یہ مشکل پیش آ رہی ہے۔ کہ قرآن موجود میں آیات کی تعداد چھ ہزار دو سو چھتیس ہے لہٰذا ان کو قرآن موجود میں تحریف بالنقصان کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اور یہی ان کا عقیدہ ہے مگر اس عقیدہ کے قبائح کا ان کو آئے دن خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ اور سینوں کے ساتھ مناظرہ میں ہر جگہ منہ کی کھانی پڑتی ہے۔ اس لیے وہ اس عقیدہ کے اعلان سے جھکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے بعض مجتہدین عامل بالتقیہ ہو کر اپنے اصلی عقیدہ کو چھپانے کے لیے دور از کار تاویلیں کرنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ مرزا ابو القاسم نے کی ہے قوانین الاصول میں قرآن علی میں زیادتی کی جو تاویل بحوالہ رسالہ اعتقادات صدوق نقل کی گئی ہے رسالہ مذکورہ میں نہ وہ عبارت ہے او نہ اس کی تاویل کا کہیں ذکر ہے۔ مگر علامہ موصوف رسالہ مذکورہ سترہ ہزار کے عدد کو دیکھ کر خلق خدا کو گمراہ کررہے ہیں۔ یہ شیخ صدوق پر افترا ہے کیونکہ شیخ صاحب تو قرآن علی میں احادیث کی زیادتی کے قائل ہی نہیں بہر حال یہ تطبیق جو مرزا صاحب نے شیخ صاحب کی طرف منسوب کی ہے بالکل غلط ہے کیونکہ حدیث اصول کافی کی جو ہم نے اوپر نقل کی ہے۔ اس میں شیعہ کے امام معصوم یہ فرماتے ہیں۔ قرآن جو جبرئیل علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ کے پاس لے کر آئے سترہ ہزار آئتیں ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کامل میں سترہ ہزار آئتیں ہیں اور وہ قرآن بجز قرآن علی اور نہیں ہو سکتا۔

ہماری تقریر سے شیخ صدوق کی صداقت کی بھی قلعی کھل گئی۔ بھلا شیعہ کے تین سو سال سے زائد کے متفقہ عقیدہ کو چھپانا خالہ جی کا گھر نہیں۔ آخر بمجوائے از کوزہ ہماں تراود کہ درروست شیخ صاحب

کے قلم سے نکل ہی گیا کہ جب صحابہ نے قرآن علی کو قبول نہ کیا۔ تو حضرت امیر فرمانے لگے۔ کہ انہوں نے کتاب کامل وغیرہ محرف کو بغرض دینوی پس پشت ڈال دیا۔ شیخ صاحب پر کیاموقوف ہے۔ سید علم الہدیٰ اور شیخ الطائفہ طوسی اور ابو علی طبرسی بھی اسی قسم کے لوگ ہیں جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں اس مختصر بیان سے شیعہ کے علاوہ مرز ابو القاسم کی دیانتداری بھی طشت ازبام ہوگئی۔ یہ وہی علامہ ہے جس نے لکھ دیا کہ جمہور مجتہدین شیعہ عدم تحریف قرآن کے قائل ہیں جو محض دروغ ہے یہ ہے اصولی شیعہ کا نمونہ اب ہم عبارت مذکورہ بالا کے خلاصہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ازروئے عبارت مذکورہ بالا کے شیعہ کی کتب معتبرہ کی روایات سے جو مستفیض بلکہ متواتر ہیں یہ ثابت ہے کہ حضرت مولے مرتضے نے حسب وصیت حضور رسول اکرم ﷺ قرآن ہے۔ کہ قرآن موجود کی نسبت قرآن علی میں از قبیل وحی متلو بہت کچھ زیادہ ہے۔ چنانچہ قرآن علی اہل بیت کے مناقب اور صحابہ کے مثالب اور حضرت علی کی خلافت بلا فصل اور دیگر آئمہ کی امامت کی نصوص موجود ہیں۔ اور جو آیات آنحضرت ﷺ کے منازل وخلوات میں نازل ہوئیں۔ وہ صرف قرآن علی ہی میں ہیں۔ اور روایات معصومیہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ قرآن علی آئمہ کے پاس مخزون و محفوظ ہی رہا ہے اور تیسری صدی ہجری سے اب تک امام زمان کے پاس ہے۔ اور ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ کہ شیعہ کی کتب معتبرہ کی روایات سے جو مستفیض بلکہ متواتر ہیں۔ حسب اعتراف علمائے شیعہ صراحتہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن موجود ناقص و محرف ہے۔ روایات تحریف کو ضعیف یا آحاد بتانا بالکل جھوٹ ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ ان روایات متواترہ کی بناپر شیعہ کا عقیدہ ہے کہ قرآن علی جو کامل اور تحریف سے محفوظ ہے۔ جس کی کوئی شے شیعہ پر حجت نہیں ہو سکتی۔ یہ کہنا کہ جمہور مجتہدین عدم تحریف قرآن کے قائل ہیں دروغ بے فروغ ہے۔ اگر کسی مجتہد نے ایسا کہا ہے۔ تو کسی مصلحت کی بنا پر کہا ہے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ اصولیوں کا یہ مذہب نہیں محض ملمع کاری ہے۔ کیا پہلی تین صدیوں میں اصولی نہ تھے۔ کیا کوئی اصولی شیعی اپنے ائمہ معصومین کی روایت متواترہ کو رد کرسکتا ہے عند الفریقین قرآنیت کے ثبوت کے لیے تواتر شرط ہو مگر شیعہ صحابہ کرام کو جن کی تعداد حد تواتر کو پہنچی ہوئی تھی۔ نعوذ باللہ منافق و مرتد اور کذب پر متفق ہو جانے والے جانتے ہیں۔ لہٰذا قرآن موجود جسے صحابہ کرام نے بقول شیعہ زید بن ثابت سے جو دشمن علی تھا۔ اپنی خواہش کے مطابق جمع کرایا کیونکر حجت ہو سکتا ہے۔ بقول شیعہ وہ ظالم جابر غاصب مرتد منافق صحابہ جنہوں نے حضرت علی کی خلافت بلا فصل کی نص کو جو آنحضرت صلی اللہ نے ستر ہزار بلکہ ایک لاکھ سے زائد کے مجمع میں اعلان فرمائی تھی۔ بالائے طاق رکھ دیا۔ انہوں نے قرآن کے جمع کرنے یا کرانے میں کیا کچھ نہ کیا ہو گا۔ باقی رہے حضرت امیر اور ان کے تین چار ساتھی سو ان کی کون سنتا تھا۔ اور وہ کیا کرسکتے تھے۔ اور طرفہ یہ کہ وہ بھی جھوٹ بولنے کی عبادت بزرگ

سمجھنے والے تھے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ فرقہ شیعہ قرآن موجود مابین الدفتین کو کامل و سالم منزل من اللہ محفوظ عن التحریف نہیں مانتا اور نہ اس پر ایمان رکھتا ہے بالکل درست ہے۔

الحمد للہ کہ آج بروز جمعہ ۱۶ ماہ رجب ۱۳۴۲ھ تحفہ شیعہ کا حصہ اول ختم ہوتا ہے۔ جس میں ثقل اکبر یعنی قرآن مجید کی نسبت شیعہ کا اصلی عقیدہ دلائل ساطعہ و براہین قاطعہ کے ساتھ ظاہر کردیا گیا ہے۔ چونکہ مجتہد لاہوری موعظہ تحریف قرآن ہمارے پاس اس وقت پہنچا جب کہ اس کتاب کا بہت ساحصہ لکھا جاچکا تھا۔ اس لیے اخیر میں بعض مضامین کو دوبارہ لانا پڑا مگر اس تکرار کے ساتھ بطور مسک الختام اور بہت کچھ زیادہ کردیا گیا ہے جس کے مطالعہ سے ناظرین کرام انشاء اللہ تعالیٰ بہت محظوظ و مصروف ہوں گے اگر دنیا میں کوئی شیعی اس تحفہ کے جواب میں قلم اٹھائے تو اسے چاہیے کہ وہ ہماری پوری عبارتوں کو نقل کرکے جواب دے جیسا کہ ہم نے شیعہ کی پوری عبارتوں کو نقل کرکے ان کا جواب دے دیا ہے ۔ تاکہ انصاف پسند طبیعتیں بالخصوص تعلیم یافتہ طبقہ کے لوگ یہ دیکھ سکیں۔ کہ آیا واقعی جواب ہے یا جواب سے گریز ہے۔ اس تحفہ کے حصہ دوم میں انشاء اللہ تعالیٰ شیعہ ہی کی کتب معتبرہ سے یہ دکھایا جائے گا۔ کہ شیعہ نے ثقل اصغر یعنی اہل بیت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ شیعہ کی دریدہ دہنی سے ہماری کمال درجہ کی دل آزاری ہو رہی ہے مگر ایسی حالت میں ہمارا قرآن پاک ہمیں صبر کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اس پر ہمارا عمل ہے ۔

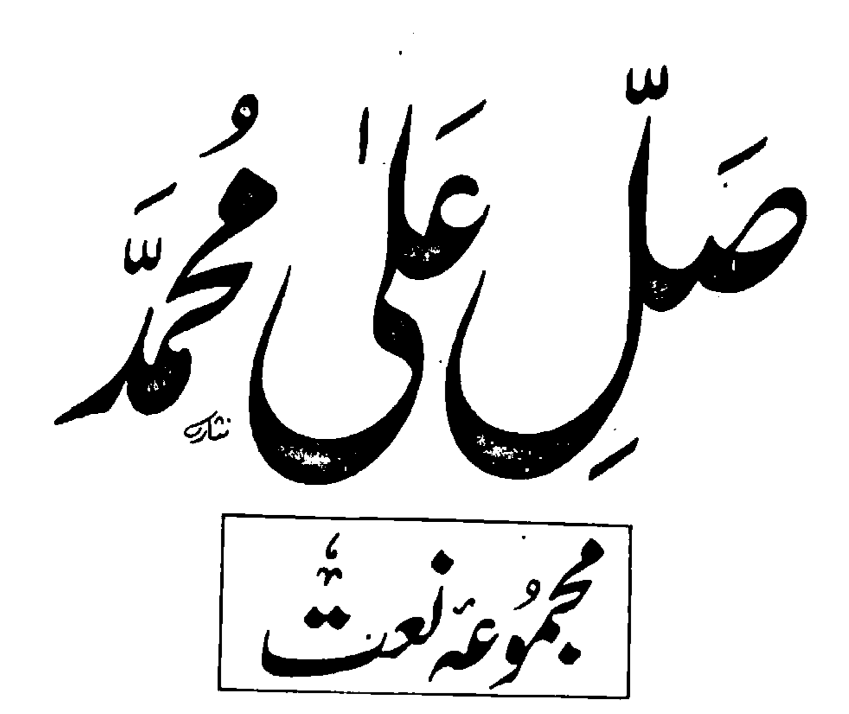
وجعلنا بعضکم لبعض فتنة اتصبرون وکان ربک بصیرا (فرقان ع ۲)

تو کلی تو کہاں اور یہ تحقیق انیق کہاں یہ سب تصدق ہے تیرے آقائے نامدار حضور رسول اکرم ﷺ اور آپ کے اہل بیت عظام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کیوں نہ ہو کہ تو نے ان بہتانات اور اتہامات کو جو فرقہ شیعہ ان بزرگوار بزرگوں پر لگاتا رہا ہے دنیا پر ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَیْهِ

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا التُّحْفَةَ وَسِیْلَةً لِّیْ اِلٰی حُصُوْلِ رِضَاكَ وَنَیْلِ شَفَاعَتِهٖ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَّبِعِیْنَ لِسُنَّتِهٖ وَتَوَفَّنِیْ عَلٰی مِلَّتِهٖ وَاَمِتْنِیْ عَلٰی حُبِّهٖ وَحُبِّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ اَتْبَاعِهٖ وَاغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِشُیُوْخِیْ وَلِسَآئِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ بِرَحْمَتِكَ یَارَحْمٰنُ یَارَحِیْمُ یَاوَهَّابُ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
اور دیگر شعراء کا بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں نذرانۂ عقیدت



مجموعۂ نعت ﷺ

ترتیب

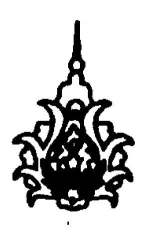
پیرزادہ سیّد محمد عثمان نوری

نوری کتب خانہ ○ لاہور



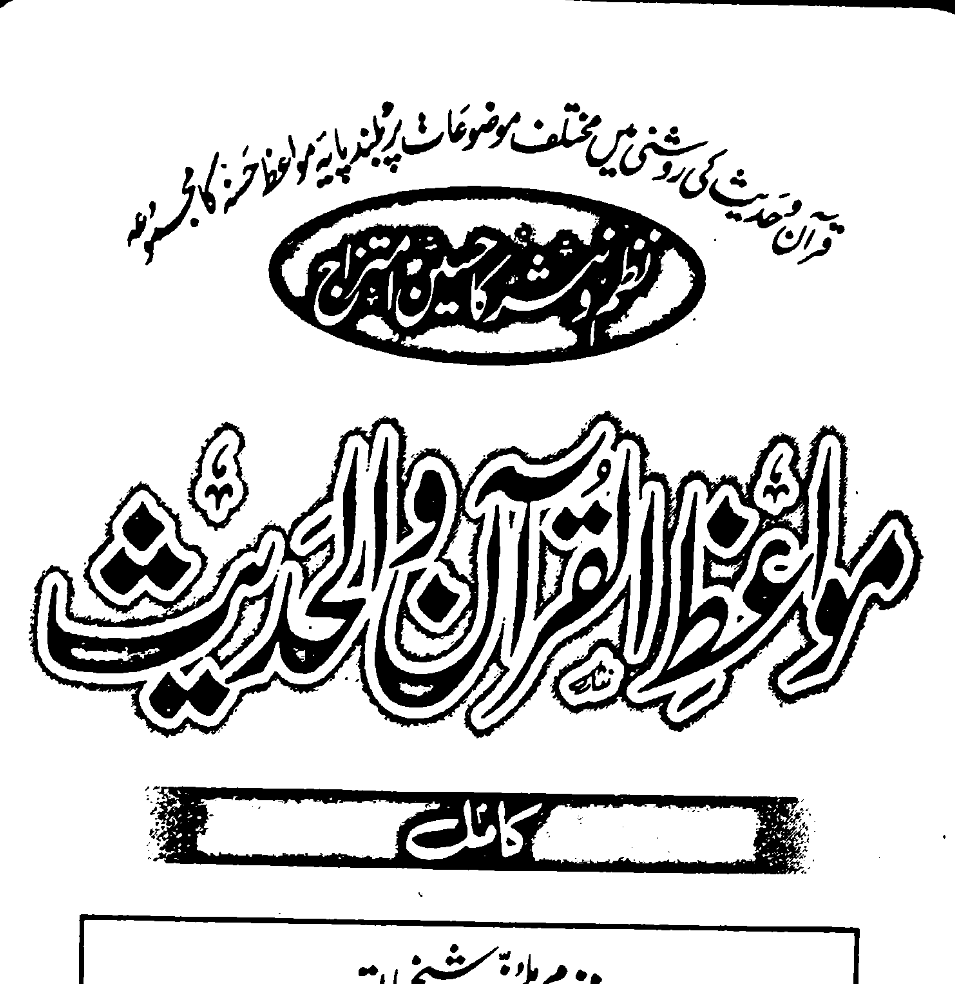
نقابت خطابت کا ایک نیا انداز

پیرزادہ سید محمد عثمان نوری



نوری کتب خانہ۔ لاہور

نزد جامع مسجد نوری بالمقابل ریلوے اسٹیشن



مخدوم اہلسنت شیخ طریقت

حضرت الحاج ابوالحسن پیر سید محمد معصوم شاہ گیلانی قادری نوری قدس سرہ

بانی جامع مسجد نوری و نوری کتب خانہ۔ لاہور

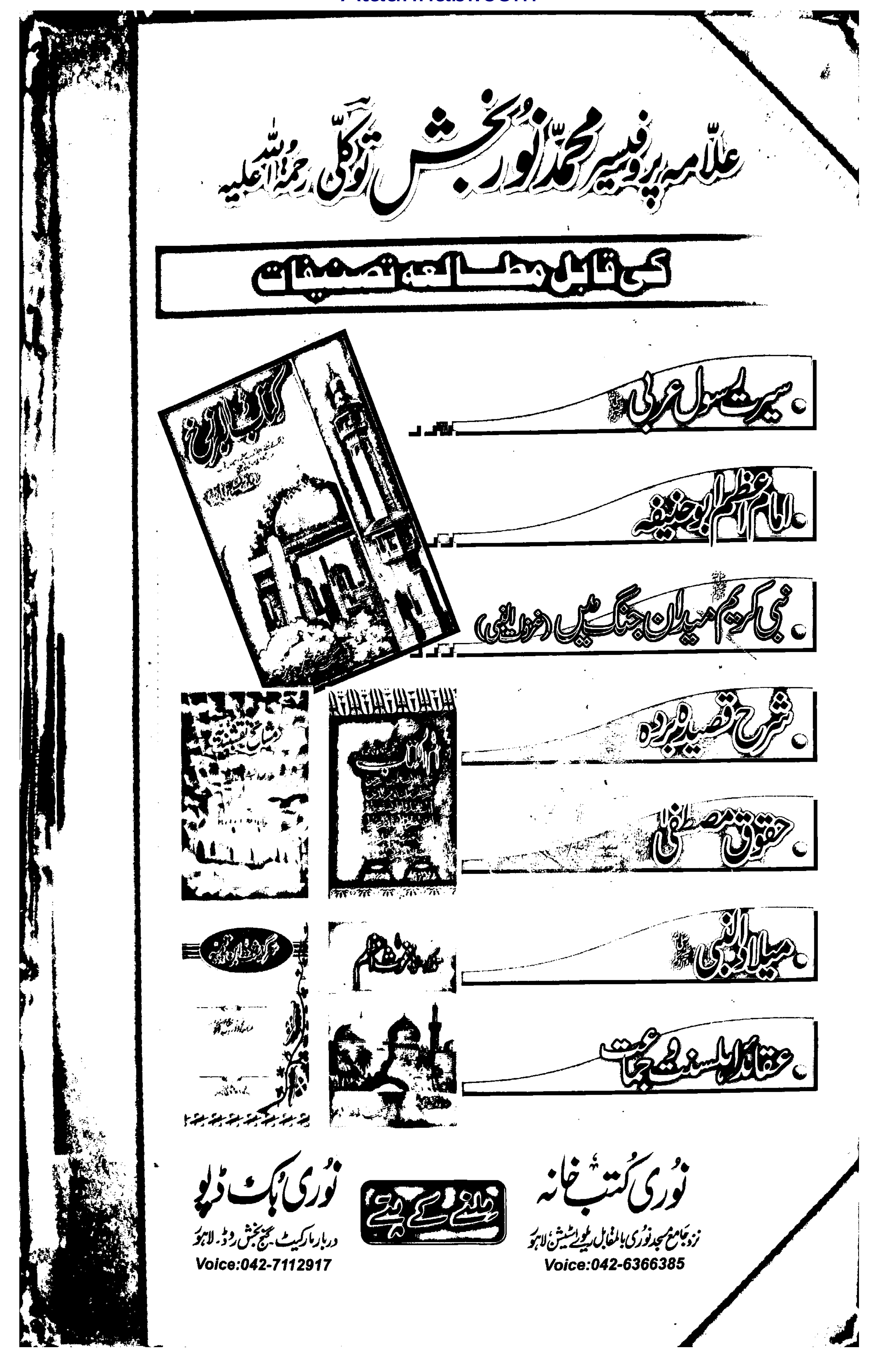


پیرزادہ سید محمد عثمان نوری

چیئرمین نوری فاؤنڈیشن پاکستان، نوری بلڈنگ بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور

فون : ۶۳۰۵۶۴۱ - ۶۳۶۶۳۸۵





علامہ پروفیسر محمد نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ
کی قابل مطالعہ تصنیفات
سیرت رسول عربی ﷺ
امام اعظم ابو حنیفہ
نبی کریم ﷺ میدان جنگ میں (غزوات النبی)
شرح قصیدہ بردہ
حقوق مصطفی
میلاد النبی ﷺ
عقائد اہلسنت و جماعت
نوری کتب خانہ
نزد جامع مسجد نوری بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور
Voice:042-6366385
ملنے کے پتے
نوری بک ڈپو
دربار مارکیٹ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور
Voice:042-7112917